تصانیفِ اعلیٰحضرت سے ماخوذ تصوف و طریقت کا روح پرور مستند مجموعہ

امام احمد رضا اور معارفِ تصوّف

اعلیٰ حضرت

امام احمد رضا قادری

محدث بریلوی قدس سرہٗ

جمع و ترتیب

محمد عیسیٰ رضوی قادری

رضوی کتاب گھر دہلی
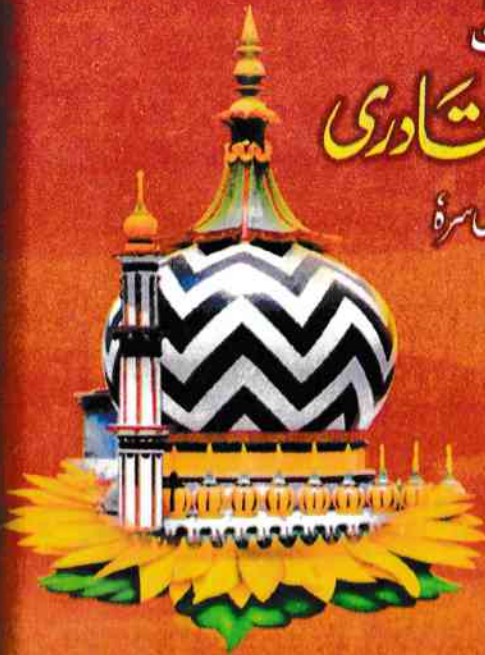
هو الله
وہ اللہ
الوهاب
بہت دینے والا
الحليم
بردبار
الذی لا اله
کہ نہیں کوئی معبود
الرزاق
رزق دینے والا
العظيم
بزرگ
الا هو
مگر وہی
الفتاح
کھولنے والا
الغفور
بخشنے والا
الرحمٰن
بڑا مہربان
العليم
جاننے والا
الشكور
شکر پسند
الرحيم
نہایت رحم والا
القابض
بند کرنے والا
العلی
بلند
الملك
بادشاہ
الباسط
کھولنے والا
الكبير
بڑا
القدوس
پاک
الخافض
پست کرنے والا
الحفيظ
نگہبان
السلام
سلامت رکھنے والا
الرافع
بلند کرنے والا
المقيت
قوت دینے والا
المؤمن
امن دینے والا
یا اللہ جل جلالہ
الحسيب
کافی
المهيمن
نگہبان
الجليل
بزرگ
العزيز
غالب
المعز
عزت دینے والا
الكريم
سخی
الجبار
زبردست
المذل
ذلت دینے والا
الرقيب
نگہبان
المتكبر
بڑائی والا
السميع
سننے والا
المجيب
قبول کرنے والا
الخالق
پیدا کرنے والا
البصير
دیکھنے والا
الواسع
فراخی والا
البارئ
عالم کا بنانے والا
الحكم
حاکم
الحكيم
حکمت والا
المصور
صورت بنانے والا
العدل
عدل کرنے والا
الودود
دوست بڑا
الغفار
بخشنے والا
اللطيف
باریک بیں
المجيد
بزرگ
القهار
زبردست
الخبير
خبردار
الباعث
اٹھانے والا
رضوی کتاب گھر دہلی

اسم	معنی	اسم	معنی	اسم	معنی
الشَّهِيدُ	گواہ	الصَّمَدُ	بے نیاز	مَالِكُ الْمُلْكِ	مالکِ ملک
الْحَقُّ	سچا	الْقَادِرُ	قدرت والا	ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ	بزرگی اور بخشش والا
الْوَكِيلُ	کارساز	الْمُقْتَدِرُ	صاحبِ قدرت	الْمُقْسِطُ	عدل کرنے والا
الْقَوِيُّ	طاقت والا	الْمُقَدِّمُ	پہلا	الْجَامِعُ	جمع کرنے والا
الْمَتِينُ	مضبوط	الْمُؤَخِّرُ	پچھلا	الْغَنِيُّ	بے نیاز
الْوَلِيُّ	دوست	الْأَوَّلُ	اوّل	الْمُغْنِيُّ	دولت مند کرنے والا
الْحَمِيدُ	قابل تعریف	الْآخِرُ	آخر	الْمُعْطِي	عطا کرنے والا
الْمُحْصِيُّ	گھیرنے والا	الظَّاهِرُ	آشکارا	الْمَانِعُ	منع کرنے والا
الْمُبْدِئُ	پہلے پہل پیدا کرنے والا			الضَّارُّ	ضرر پیدا کرنے والا
الْمُعِيدُ	دوبارہ پیدا کرنے والا			النَّافِعُ	نفع دینے والا
الْمُحْيِي	زندہ کرنے والا	الْبَاطِنُ	پوشیدہ	النُّورُ	روشنی والا
الْمُمِيتُ	مارنے والا	الْوَالِيُّ	کارساز	الْهَادِي	ہدایت دینے والا
الْحَيُّ	زندہ	الْمُتَعَالِي	برتر	الْبَدِيعُ	نیا پیدا کرنے والا
الْقَيُّومُ	ہمیشہ رہنے والا	الْبَرُّ	احسان کرنے والا	الْبَاقِي	ہمیشہ رہنے والا
الْوَاجِدُ	پانے والا	التَّوَّابُ	توبہ قبول کرنے والا	الْوَارِثُ	مالک
الْمَاجِدُ	بزرگی والا	الْمُنْتَقِمُ	بدلہ لینے والا	الرَّشِيدُ	راہنما
الْوَاحِدُ	ایک	الْعَفُوُّ	معاف کرنے والا	الصَّبُورُ	بڑا تحمل والا
الْأَحَدُ	اکیلا	الرَّؤُوفُ	بہت مہربان	جَلَّ وَعَلَا	بزرگ و برتر

RAZAVI KITAB GHAR
423, Urdu Market, Matia Mahal, Jama Masjid Delhi 6 Ph. 011-23264524

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تصانیفِ اعلیٰحضرت سے ماخوذ تصوف و طریقت کا روح پرور مستند مجموعہ

امام احمد رضا
اور
معارفِ تصوّف

جمع و ترتیب

محمد عیسیٰ رضوی قادری

خلیفہ حضور تاج الشریعہ و خادم الحدیث و الافتاء الجامعۃ الرضویہ مظہر العلوم
گرسہائے گنج، ضلع قنوج (یو.پی)

رضوی کتاب گھر دہلی ۶

425 اردو مارکیٹ مٹیا محل جامع مسجد دہلی۶ Pb :. 011-23264524

ISBN 81-89201-11-5

نام کتاب : امام احمد رضا اور معارفِ تصوّف

افادات : شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ

جمع و ترتیب : محمد عیسیٰ رضوی قادری

باہتمام : حافظ محمد قمر الدین رضوی

ناشر : رضوی کتاب گھر دہلی

طابع : رضوی پریس ایجنسی

کمپوزنگ : رضوی کمپیوٹر پوائنٹ

تعداد : 1100

صفحات : 656

قیمت مجلد :

RAZVI KITAB GHAR
425, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6 Ph:.011-23264524

فہرست مضامین

IMG_201703

●●●

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

ان پاکباز و جفاکیش صوفیہ واولیاء
کے نام
جن کے عشق وعرفاں کی شمیم سے تاریخ تصوف کا ایک ایک
ورق آج تک معطر و مشکبار ہے
اور
میرے مرشد طریقت ومربی روحانی تاجدار اہل سنت شہزادۂ
اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم عالم ابوالبرکات آل الرحمٰن مولانا
الشاہ محمد مصطفےٰ رضا خاں نوری علیہ الرحمہ
کے نام
جو علم و معرفت، زہد وتقویٰ اور ولایت وکرامت میں یکتائے روزگار تھے

محمد عیسیٰ رضوی قادری

مصنف کا مختصر تعارف

نام: محمد عیسیٰ رضوی قادری
تخلص: نیّر
ولدیت: عالی جناب شیخ محمد بشیر الدین صاحب بن شیخ سفر علی صاحب
ولادت: ۴؍جولائی ۱۹۶۷ھ
سکونت: کٹم پوسہ، پوسٹ ڈمرولہ، وایہ اسلام پور، ضلع اتر دیناجپور (بنگال)
ابتدائی تعلیم: مدرسہ حسینیہ سمرقندیہ، کٹم پوسہ
مکمل تعلیم: منظر اسلام بریلی شریف
دستار فضیلت: ۱۷؍جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ مطابق ۲۹؍جنوری ۱۹۸۶ء منظر اسلام بریلی شریف
سند حدیث:
از حضرت علامہ مفتی سید محمد عارف صاحب رضوی شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی شریف
اسناد: فاضل منظر اسلام بریلی، مولوی، عالم، فاضل دینیات، فاضل ادب، فاضل طب، فاضل معقولات الہ آباد بورڈ۔ ادیب ماہر، ادیب کامل جامعہ اردو علی گڑھ۔
شیخ طریقت: تاجدار اہل سنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت ابوالبرکات محی الدین آل الرحمن مولانا الشاہ محمد مصطفےٰ رضا خاں صاحب نوری حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان۔ (بیعت ۱۹۷۹ء)

اجازت وخلافت: از جانشین حضور مفتی اعظم ہند نبیرۂ اعلیٰ حضرت تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خاں صاحب قادری ازہری مدظلہ العالی (۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء)

مصروفیات: درس وتدریس، فتاویٰ نویسی، تصنیف وتالیف وغیرہ

تدریس: از ۱۹۹۸ء تاہنوز الجامعۃ الرضویہ مظہر العلوم گرسہائے گنج ضلع قنوج یوپی۔ بر منصب شیخ الحدیث وافتاء

تصانیف وتالیفات: ۱۔امام احمد رضا اور علم حدیث۔۵ جلدیں (ایوارڈ یافتہ)

۲۔سیرت مصطفیٰ جان رحمت۔۴ جلدیں (انعام یافتہ)

۳۔تعارف تصانیف امام احمد رضا۔۲ جلدیں (ایوارڈ یافتہ)

۴۔فیضان اعلیٰ حضرت ۱۵۰۰ صفحات

۵۔قرطاس وقلم

۶۔فرمودات اعلیٰ حضرت

۷۔علوم القرآن

۸۔عظمت قرآن

۹۔امام احمد رضا اور مسائل نکاح

۱۰۔امام احمد رضا اور مسئلہ خضاب

۱۱۔امام احمد رضا اور معارف تصوف

۱۲۔امام اعظم ابوحنیفہ اعلیٰ حضرت کی نظر میں

۱۳۔تخریج ووضاحت تمہید ایمان

۱۴۔تخریج ووضاحت الملفوظ مکمل

از قلم: (مولانا) شفیع الرحمٰن کامراں

خطیب وامام جامع مسجد

داونگیرہ، کرناٹک

IMG_201703

تقریظ جلیل

از: بقیۃ السلف حضرت علامہ مفتی سید محمد عارف صاحب رضوی
سابق شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی شریف

عہد رسالت میں صحابہ کرام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سراپا کو دیکھ کر اپنے اعمال وقلوب کی اصلاح کرتے اور براہ راست حضور سے اکتساب فیض کرتے تھے، وہ چونکہ نزول قرآن کا دور تھا اس لئے انہیں عملی راہوں کے تعین میں کسی عام کتاب یا کسی تصنیف کی ضرورت نہ تھی۔ اگر کہیں پر قرآن کریم یا اقوال رسول سے انہیں بظاہر رہنمائی نہ ملتی تو وہ بارگاہ رسالت میں خود حاضر ہو کر پیش آمدہ مسائل اور اپنی الجھنوں کو حل کر لیتے تھے۔ حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال اقدس کے بعد خلفائے راشدین کے زمانے میں بھی صحابہ کرام کا یہی طریقہ رہا اکثر صحابہ چونکہ مجتہد تھے نئے حادثات وواقعات کو اپنے اجتہاد سے حل کرتے تھے وہ اہل زبان تھے قرآن وحدیث سے استخراج مسائل ان کے لئے مشکل نہ تھا۔ اسی صورت سے جب تک خیر القرون کی برکتیں، اسلامی آب وتاب اور مسلمانوں میں دینی جوش و خروش رہا وہ عملی کوتاہیوں اور مذہبی بے اعتدالیوں کے شکار نہ ہوئے۔ دور صحابہ و تابعین اور تبع تابعین کے بعد بھی لوگ اپنے گھر، خاندان، قبیلے، معاشرہ، دوست احباب، بڑے چھوٹے، مرد وعورت وغیرہ کو دیکھ دیکھ کر خود ہی عمل کرتے تھے انہیں کسی تاکید وتلقین کی حاجت نہ ہوتی، ماحول سراسر اسلامی دینی اور تہذیب وتمدن سے آراستہ پر نور ماحول تھا، اسلامی اقدار وروایات کے عروج وارتقاء کا دور تھا اکثر لوگوں

پر للہیت غالب تھی وہ دنیا کی رنگینیوں سے دور اور سیاسی بازیگری سے پاک تھے، دینی امور و معاملات میں ایک دوسرے پر سبقت و برتری لے جانے کی کوشش ہوتی تھی۔ عبادت و ریاضت اور قلوب و نفوس کی تطہیر و تزکیہ ان کا مقصود حیات تھا۔

زمانہ خیر و صلاح کے بعد جب مسلمانوں میں وہ جوش و جذبہ دینی نہ رہا ان کے اندر حب دنیا اور ہوس پرستی آئی، متاع حیات کی ہر طرف ریل پیل ہوئی اور وہ دنیا کی لذت و عیش میں پڑ گئے، دینی سرگرمیاں سرد پڑنے لگیں، تہذیب و معاشرت میں فرق آیا، اسلامی ماحول مکدر و پراگندہ ہونے لگا، فکر آخرت سے لوگ غافل ہونے لگے تو قدرت نے ایسے وقت میں ان نفوس قدسیہ کا انتخاب فرمایا جن کے فیوض و برکات سے علماء و صلحاء اور ارباب تصوف و طریقت پیدا ہوئے انہوں نے غفلت و عصیاں میں ڈوبے ہوئے بندگان خدا کی اصلاح و تربیت کا بیڑا اٹھایا ان کی پند و موعظت اور تعلیمات سلوک و تصوف کے اثر و رسوخ سے تصوف کو فروغ و ترقی ملی، اہل دل اور پاکیزہ نفوس میں ریاضت و مجاہدہ کا شوق جاگا۔ یہی تصوف کا ابتدائی مرحلہ اور دور اول کہلاتا ہے۔ پھر تیسری صدی ہجری سے موضوع تصوف پر باضابطہ کتابیں لکھنے کا سلسلہ شروع ہوا مشائخ و صوفیہ نے اپنے مریدان باصفا کی تربیت و اصلاح کی ہر ممکن کوشش کی، اہل حق صوفیہ کی کد و کاوش سے اسلامی تاریخ میں کتب تصوف کا نمایاں طور پر اضافہ ہوا۔ نویں صدی ہجری کے اواخر تک تصوف کا کامیاب و قابل رشک دور رہا، تصوف کے دور اول سے دور آخر تک بڑے بڑے باکمال صوفیہ و اولیاء اور اہل فن پیدا ہوئے۔ پہلے پہل عبادت و ریاضت اور چند اوراد و وظائف، پند و موعظت وغیرہ کا نام تصوف تھا پھر بعد میں مبداء و معاد، اصلاح فکر و اعتقاد، تزکیہ قلوب و اذہان اور عملی زندگی کے جملہ لوازم کو تصوف میں شامل کیا گیا خصوصاً امام غزالی (متوفی ۵۰۵ھ) کے دور میں تصوف کو باضابطہ فن کا درجہ ملا بلکہ امام غزالی ہی کی کوششوں اور اس موضوع پر قیمتی و مفید کتابیں لکھنے کے سبب سے اسے فن کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا۔ امام غزالی کو اگرچہ فن تصوف کے مؤسس اول نہیں مگر مجدد اور مؤسس ثانی ضرور کہا جائے گا۔

IMG_201703

دسویں صدی ہجری اور اُس کے بعد بھی صاحب فن اور باکمال صوفیہ پیدا ہوئے
ان کی مساعی جمیلہ سے اہل حق کی محفلیں پر بہار و بارونق ہوگئیں مگر چودھویں صدی
ہجری میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ' بحیثیت صوفی کے ممتاز و یکتا دکھائی دیتے ہیں
تصوف وطریقت پر ان کی جو خدمات و افادات ہیں ان سے علوم تصوف پر ان کی
وسعت معلومات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے بلکہ ان کی تصانیف وفتاوے میں سلوک و
تصوف سے متعلق جو مبادیات و مباحث ملتے ہیں انہیں دیکھ کر یہ کہنے کو جی چاہتا ہے
کہ وہ فن تصوف کے بھی امام ہیں وہ تو پچاس سے زائد بلکہ جدید تحقیق کے مطابق دوسو
علوم وفنون پر مہارت تامہ اور کامل عبور رکھتے ہیں اکثر فنون پر ان کی تصانیف وتحقیقات
ملتی ہیں، پچھلی کئی صدیوں میں اتنے ڈھیر سارے علوم پر دسترس رکھنے والا سوائے امام
احمد رضا کے اور کوئی نظر نہیں آتا۔

اہل علم جانتے ہیں کہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ' کی تصانیف وفتاوے میں
مسائل شرعیہ کے ضمن میں مختلف علوم وفنون اور متنوع معلومات کی ایک رنگین و وسیع
کائنات آباد ہے ان میں سلوک وتصوف پر بھی بہت سارے مضامین و مواد جا
منتشر ہیں اور خاص طور سے موضوع تصوف پر ان کی باضابطہ تصانیف بھی ملتی ہیں
قابل ستائش ہیں میرے تلمیذ رشید حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ صاحب رضوی قادری
الحدیث الجامعۃ الرضویہ مظہر العلوم گرسہائے گنج ضلع قنوج یوپی کہ انہوں نے زیر نظر
کتاب ''امام احمد رضا اور معارف تصوف'' میں ان تمام مباحث تصوف کو چن چن کر
یکجا کردیا ہے جو امام احمد رضا کی تصانیف میں غیر مجتمع اور مخفی خزانے کی مانند منتشر
موجود ہیں۔ اس لحاظ سے ان کی یہ کاوش سراہنے کے لائق اور وہ جماعت اہل سنت کی
طرف سے مبارک باد اور حوصلہ افزائی کے مستحق ہیں کہ انہوں نے امام احمد رضا بریلوی
کو صاحب طریقت مرشد، عامل بالشرع صوفی اور ایک باکمال ولی کی حیثیت سے
متعارف کرایا۔ عرب وعجم میں امام احمد رضا بریلوی کی علمی گونج اب تک سنائی دے
رہی ہے ان کے علمی جاہ وجلال اور سرعت فکر وتحریر سے علماء وفضلاء حیران وششدر

ہیں، مگر انہیں باکرامت ولی اور صوفی کی حیثیت سے بہت کم لوگ جانتے ہیں، اس کتاب سے مولانا موصوف نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ امام احمد رضا بریلوی اہل کمال کے میر مجلس اور بزم صوفیہ کے روشن چراغ ہیں۔

حضرت مولانا محمد عیسیٰ صاحب نے اس سے قبل بھی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے حوالے سے کئی مفید اور اہم علمی کتابیں ترتیب دی ہیں، بعض کتابیں کئی کئی جلدوں پر مشتمل ہیں اور وہ ہندو پاک میں شائع ہو کر اہل علم سے خراج تحسین وتبریک وصول کر چکی ہیں۔ رب کائنات ان کی اس کتاب کو بھی شرف قبول عطا فرمائے۔ ان کی ذات سے ہماری بہت ساری امیدیں وابستہ ہیں مولیٰ تعالیٰ مولانا موصوف کو ثابت قدمی کے ساتھ انہیں پورا کرنے کی توفیق رفیق دے اور سعادت دارین سے نوازے۔ آمین

بجاہ حرمة سید المرسلین و صلی اللہ تعالیٰ علے خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

سید محمد عارف رضوی

بانی و مہتمم جامعہ حسینیہ رضویہ نانپارہ

ضلع بہرائچ (یوپی)

۲۴؍ جمادی الاخری ۱۴۳۰ھ

تقریب

خدا کی زمین پر جنہوں نے شر و فساد پھیلایا، اسے برائیوں کی آماجگاہ بنایا، تخلیقی صلاحیتوں سے بغاوت کی، ان کی ہدایت واصلاح کے لئے رب کائنات نے پیغمبران عظام کو بھیجا ان نفوس قدسیہ کی کدو کاوش اور مساعی جمیلہ سے خلق خدا کو ایقان وعرفان کی دولت ملی۔ حضور اقدس جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد امت کے صلحاء وصوفیہ اور باکمال افراد کے ذریعہ بندگان خدا کو ہدایت وارشاد کی روشنی ملتی رہی سیاہ بختوں کے دلوں میں ان کی تعلیمات کے اثر ونفوذ سے نور ورحمت کا سویرا ہوا زنگ آلود قلوب اور بیمار ذہنوں کو تطہیر وتزکیہ کا سامان ملا، عصیان وگناہ کی دلدل میں ڈوبے ہوئے انسان منزل نجات سے ہمکنار ہو گئے۔

عہد صحابہ وتابعین کے بعد بڑے بڑے نامور وجلیل القدر صوفیہ واولیاء پیدا ہوئے تصوف پر کتابیں لکھنے لکھانے کا سلسلہ شروع ہوا، عملی تربیت کے لئے خانقاہی نظام قائم ہوا خانقاہوں کو ریاضت ومجاہدہ اور اصلاح فکر واعتقاد کا مرکز قرار دیا گیا جس کے نتیجے میں خانقاہوں کے پردے سے گروہ در گروہ صوفیہ نکلے ان کے فیضان کرم سے گمشدگان راہ کو حیات سرمدی کی سوغات ملی۔ تیسری صدی ہجری سے نویں صدی ہجری تک صوفیہ کا تابناک ودرخشاں عہد سمجھا جاتا ہے انہیں صدیوں میں فن تصوف کو نمایاں فروغ وترقی ملی اگرچہ بعد کی صدیوں میں بھی اولیاء ومشائخ پیدا ہوئے مگر تصوف کو جو عروج واستحکام پچھلی صدیوں میں ملا وہ اس کا ایک روشن وعظیم باب ہے۔

چودھویں صدی ہجری کے مشائخ وصوفیہ میں شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ ایک باکمال صوفی اور زاہد مرتاض کی حیثیت سے ممتاز منفرد دکھائی دیتے ہیں وہ علوم وفنون کے بحر بیکراں، فضل وشرف میں یگانہ روزگار، زہد

وتقویٰ میں یادگار غوث اعظم، طہارت و پاکیزگی اور اخلاق حسنہ میں وقت کے جنید و شبلی تھے۔ وہ عظیم مفسر و محدث اور بے مثل فقیہ و مفتی اور نامور عاشق رسول کی حیثیت سے برصغیر میں مشہور و متعارف ہیں اور تصوف وطریقت میں بھی ان کی جو خدمات و تعلیمات ہیں ان سے وہ جماعت صوفیہ کے صف شکن مجاہد معلوم ہوتے ہیں، موضوع تصوف پر ان کے قابل فخر کارناموں کو دیکھ کر صوفیہ کا عہد زریں اور تاریخ تصوف کی مقتدر و اولو العزم ہستیاں یاد آتی ہیں

پیش نظر کتاب ''امام احمد رضا اور معارف تصوف'' صاحب تصانیف کثیرہ حضرت علامہ مفتی محمد عیسیٰ صاحب رضوی قادری شیخ الحدیث الجامعۃ الرضویہ مظہر العلوم گرسہائے گنج ضلع قنوج یوپی وخلیفہ حضور تاج الشریعۃ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں صاحب قادری ازہری کی ایسی قلمی کاوش ہے جس میں تصانیف اعلیٰ حضرت سے تصوف وسلوک سے متعلق ان تمام مباحث ومضامین کو چن چن کر یکجا کر دیا گیا ہے جو جابجا منتشر ہیں اور ان کی ترتیب ابواب تصوف کے اعتبار سے رکھی گئی ہے۔ امام احمد رضا بریلوی کے تعلق سے موضوع تصوف پر حضرت مفتی صاحب موصوف کے فکر وتدبر سے ایسا گلدستہ تصوف وجود میں آیا جو وقت کی ضرورت اور وقت کا عین تقاضا تھا۔ موضوع تصوف پر امام احمد رضا بریلوی نے باضابطہ کتابیں تصنیف کیں اور بعض کتب تصوف پر حواشی بھی لکھے میری معلومات کے مطابق تصوف پر ان کی تقریباً چالیس تصانیف ہیں ان میں سے بعض مبسوط ہیں اور بعض مختصر، کوئی مخصوص عنوان پر مشتمل ہے اور کوئی محدود ابواب پر، مگر ان کے دیگر فتاوے میں جو بعض مباحث تصوف ہیں وہ بہت مفصل اور جامع ہیں۔ غرض اس کتاب میں علوم تصوف پر امام احمد رضا بریلوی کی وسعت ومہارت کا جائزہ لیا گیا اور استدلال میں ان مباحث کو پیش کیا گیا ہے جو تصوف وروحانیت اور اصلاح قلوب پر مشتمل ہونے کے ساتھ ایک صوفی کی عملی زندگی کے لئے اصل اور اساس کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس کتاب سے یہ دعوت فکر بھی مقصود ہے کہ جو لوگ امام احمد رضا بریلوی کو تصوف داں صاحب طریقت مرشد کی حیثیت سے نہیں جانتے ہیں وہ

اُس کتاب سے جاننے لگیں گے کہ واقعی امام احمد رضا بریلوی تصوف کے مقام بلند اور طریقت کے اوج کمال پر فائز ہیں۔ آنکھوں میں اگر تعصب و تنگ نظری کی عینک نہیں ہے تو ان کے معمولات شب و روز، ریاضت و مجاہدہ، تربیت و اصلاح، تطہیر و تزکیہ اور معرفت ربانی سے ان کے کمال عرفان و عبودیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

برصغیر میں بہت سارے اصحاب قلم اور محققین نے امام احمد رضا بریلوی اور ان کی علمی تحقیقات و باقیات کو محور فکر و قلم بنایا ہے ان کی حیات اقدس کے مختلف گوشوں اور ان کی دینی و علمی خدمات و کارناموں پر متنوع جہات سے مسلسل لکھا جارہا ہے اس کے خوش آئند نتائج بھی سامنے آرہے ہیں۔ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ پر کام کرنے والے موجودہ اہل قلم میں حضرت علامہ مفتی محمد عیسیٰ صاحب کا نام ممتاز و نمایاں دکھائی دیتا ہے ان کی کاوش فکر اور قلمی جدو جہد سے کئی موضوعات پر ایسے مخفی گوشے سامنے آئے ہیں جن پر برسوں سے بے توجہی اور بے اعتنائی کا پردہ پڑا ہوا تھا اور وہ مخفی خزانے کی مانند امام احمد رضا کی تصانیف و فتاوے میں موجود تھے۔ جیسے

● امام احمد رضا اور علم حدیث (۵ جلدیں) حضرت علامہ مفتی محمد عیسیٰ صاحب کا وہ کارنامہ ہے جس سے علم حدیث پر امام احمد رضا بریلوی کی وسعت معلومات اور مہارت تامہ ظاہر و آشکارا ہوتی ہے اور یہ اس کے لئے مسکت و دنداں شکن جواب ہے جس نے ان کو علم حدیث میں فرومایہ اور قلیل البضاعۃ کہا تھا۔

● یوں ہی مولانا موصوف کی تالیف ''سیرت مصطفےٰ جان رحمت'' (۴ جلدیں) ایک عظیم خدمت ہے اس سے اس اعتراض کا جواب دیا گیا ہے جسے کم علموں نے کہہ کر اچھالا کہ امام احمد رضا نے تقریباً ایک ہزار کتابیں لکھیں مگر سیرت الرسول پر کچھ نہیں لکھا۔ جبکہ اگر نگاہ غور سے دیکھا جائے تو یہ واضح و عیاں ہو جاتا ہے کہ انہوں نے سیرت الرسول پر بہت کچھ لکھا اور ایسے ابواب و گوشوں کو سیرت میں شامل کیا ہے جو کسی سیرت نگار کی تصنیف میں نظر نہیں آتے۔ سیرت مصطفےٰ جان رحمت، میں اس قسم کے ابواب کو خاص طور سے اہمیت دی گئی ہے۔

● پیش نظر کتاب "امام احمد رضا اور معارف تصوف" سے بھی حضرت موصوف نے یہ تاثر دفکر دینے کی کوشش کی ہے کہ امام احمد رضا بریلوی ایک صوفی پاکباز اور صاحب تصرف باکرامت ولی ہیں، اہل حق صوفیہ کے مثل تعلیمات تصوف کے فروغ وارتقاء میں ان کا خاص حصہ ہے۔ کیونکہ بعض حلقے میں یہ بات پھیلائی گئی ہے کہ مولانا احمد رضا خاں مفسر ومحدث، فقیہ ومفتی اور مجدد سب کچھ ہیں، علوم وفنون کے بحر بیکراں ہیں، مگر ولی اور صوفی نہیں ہیں، تصوف وطریقت پر ان کی گرفت اور دسترس نہیں ہے۔ حالانکہ وہ صاحب طریقت مرشد باکرامت ولی عامل بالشرع صوفی بھی ہیں۔ پیش نظر کتاب میں علوم تصوف پر امام احمد رضا بریلوی کی وسعت معلومات اور فکری بصیرت کو واضح کیا گیا ہے اور معترضین ومخالفین کو دعوت فکر دی گئی ہے کہ وہ اپنے سر کی آنکھوں سے دیگر علوم و فنون کے مثل فن تصوف پر بھی امام احمد رضا کی خدمات وافادات کو دیکھیں۔ اس سچائی کو دیکھ کر انہیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ امام احمد رضا بریلوی فن تصوف کے بھی امام ہیں۔

اس نقطہ نظر سے حضرت مفتی صاحب موصوف کی یہ تالیفات قابل قدر اور لائق ستائش ہونے کے ساتھ وقت کی اہم ضرورت بھی ہیں۔ تالیفات مذکورہ کے علاوہ حضرت موصوف کی اور بھی دیگر تالیفات ومطبوعات ہیں جو امام احمد رضا بریلوی اور ان کی علمی تحقیقات وتصانیف سے ہی متعلق ہیں کیونکہ حضرت علامہ مفتی محمد عیسیٰ صاحب نے امام احمد رضا کے افکار ونظریات کو ہی اپنی تحقیق وتفتیش کا منشور ومرکز بنایا ہے۔ اہل علم اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ مذہب بیزاری اور دین سے دوری کے اس پرفتن دور میں امام احمد رضا بریلوی کی دینی واصلاحی کارناموں کو عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق جدید اسلوب میں پیش کرنا دین ومذہب کی عظیم خدمت ہے۔

حضرت موصوف نے اپنی کم عمری اور قلیل عرصے میں اب تک جو قلمی سفر طے کیا ہے اس کی ایک اجمالی فہرست یہ ہے۔

۱۔ امام احمد رضا اور علم حدیث (۵ جلدیں) ایوارڈ یافتہ

۲۔ سیرت مصطفےٰ جان رحمت (۴ جلدیں) انعام یافتہ

۳۔ تعارف تصانیف امام احمد رضا (۲ جلدیں) ایوارڈ یافتہ

۴۔ فیضان اعلیٰ حضرت ۱۵۰۰ صفحات
۵۔ قرطاس وقلم
۶۔ علوم القرآن
۷۔ عظمت قرآن
۸۔ امام احمد رضا اور مسائل نکاح
۹۔ امام احمد رضا اور مسئلہ خضاب
۱۰۔ امام احمد رضا اور معارف تصوف
۱۱۔ فرمودات اعلیٰ حضرت
۱۲۔ امام اعظم ابوحنیفہ اعلیٰ حضرت کی نظر میں
۱۳۔ تخریج ووضاحت تمہید ایمان
۱۴۔ تخریج ووضاحت الملفوظ

حضرت علامہ مفتی محمد عیسیٰ صاحب رضوی قادری ایک متدین عالم دین، در نظامی کے لائق وفائق باصلاحیت مدرس، ذی عقل وفہیم، خلیق ومتین اور صاحب فکر بصیرت مدبر کی حیثیت سے جانے پہچانے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں بہ سارے محاسن وخوبیوں سے نوازا ہے وہ اپنے اکابر واساتذہ کے محبوب نظر معاصر لئے قابل رشک اور اپنے اصاغر کے لئے لائق تقلید شخص ہیں ان کے علمی کارنا چراغ رہنما اور مشعل راہ ہیں، مسلک اعلیٰ حضرت کا فروغ واستحکام اور امام احمد رضا علمی تحقیقات کو جدید اسلوب میں پیش کرنا ان کا مقصود منزل اور دستور حیات ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

۲۴ر جمادی الاخریٰ ۱۴۳۰ھ
۱۹ر جون ۲۰۰۹ء
موبائل: ۰۹۴۴۸۶۶۸۰۹۰

محمد شمیم اختر رضوی
خطیب وامام جامع مسجد وینوبانگر
داونگیرہ کرناٹک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

تصوف کا ضابطہ اور قانون دیرینہ ہے، یہ کوئی نئی چیز نہیں اس پر پیغمبروں اور صدیقوں کا عمل رہا ہے۔ تصوف دین وایمان کی جان ہے۔ اہل طریقت کے یہاں تصوف کی تین قسمیں ہیں۔

ا۔صوفی۔ ۲۔متصوف ۳۔اور مشتبہ

● صوفی وہ ہے جو اپنی ہستی فنا کر چکا اور اللہ کے ساتھ باقی ہے، خواہشات نفسانی کے قبضے سے باہر اور حقائق موجودات کا ماہر ہے۔

● متصوف کی یہ شان ہے کہ ریاضت ومجاہدہ میں اس لئے سرگرم رہتا ہے کہ صوفیوں کے مراتب حاصل کر سکے اور قدم بقدم ان کی راہ چل کر اپنے معاملات ان کے ساتھ درست کرنا چاہتا ہے۔

● اور مشتبہ کی یہ حالت ہے کہ اس میں صورۃً صوفیوں کے تو اکثر عادات ہوں مگر معنیً نہیں، روزہ، نماز، درود وظائف ذکر واشغال یا اور کوئی عمل وہ اس غرض سے نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ سے ملے بلکہ ان تمام آرائشوں کا مقصد جاہ طلبی اور حظوظ نفسانی ہے۔

تصوف کی ابتدا:

سراج الاصفیاء حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اگر تصوف کی ابتدا پر غور کرو گے تو اس کو حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے وقت سے پاؤ گے۔ اس عالم میں پہلے صوفی حضرت آدم علیہ السلام ہیں، ان کو حق تعالیٰ نے خاک سے پیدا کیا پھر اجتباء اور اصطفا کے مقام تک پہنچایا، خلافت عطا فرمائی پھر صوفی بنایا، ان خاص معاملات کو اشارہ کے طور پر سنو کہ کس طرح صوفی بنائے گئے۔ مرید کو آغاز ارادت میں چلہ کرنا پڑتا ہے اول اول طائف اور مکہ کے

درمیان چلہ کیا۔

خمرت طینة آدم بیدی اربعین صباحا

میں نے اپنے ہاتھ سے آدم کی مٹی کو چالیس دنوں میں خمیر کیا۔

جب یہ تجرید کا چلہ ختم ہو چکا تو حق سبحانہ' نے اس میں روح عنایت فرمائی اور عقل ودانش کا چراغ اس کے دل میں روشن کر دیا۔ پھر کیا، دل سے زبان تک وہ باتیں آنے لگیں کہ منہ سے انوار واسرار کے پھول جھڑنے لگے، جب آپ نے اپنا یہ رنگ دیکھا تو خوشی میں جھوم گئے۔ خدا کا شکر واحسان بجالائے۔

حضور سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا ہے

من اخلص لله اربعین صباحا اظهر الله ینابیع الحکمة من قلبه علی لسانه

جس نے خلوص قلب کے ساتھ چالیس دن خدا کے لئے خاص کر دیئے اللہ تعالیٰ اس کی زبان اور دل سے حکمت کے چشمے جاری فرمائے گا۔

پھر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بجا آوری شکر واحسان کے بعد آسمان کا قصد کیا اور پہلے ہی جلوس میں ملائکہ کے سجود کی سلامی گزری، آپ کو اول خلافت میں یہ اعزاز مرحمت ہوئے پھر اٹھ کھڑے ہوئے اور مسافروں کی طرح بہشت کا قصد کیا اور تمام بہشت کو دیکھا بھالا، یہاں کے رموز واسرار سے آگاہی حاصل کی۔ کہا گیا کہیں اپنے جی سے کوئی بات نہ کر لینا، پھونک پھونک کر قدم رکھنا، ذرا سنبھل کے چلنا، مرید کو خود کوئی اختیار نہیں، آپ نے سب کچھ سن لیا مگر از خود رفتگی اور انبساط کے عالم میں رو کے نہ رکے جرأت کر بیٹھے پھر کیا تھا **و عصی آدم ربه فغوی** (اور آدم سے اپنے رب کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو جو مطلب چاہا تھا اس کی راہ نہ پائی۔ کنز الایمان، سورۂ طٰہٰ، ۱۲۱) سننے کو ملا آپ چونک پڑے عرق ندامت میں ڈوب گئے، اب بجز استغفار کے کوئی چارہ نہ تھا جان ودل سے اس کام میں لگ گئے **ربنا ظلمنا انفسنا**، اے میرے رب میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔ صوفیوں کے استغفار کی اصل یہیں سے شروع ہوتی ہے

ہو کچھ اسباب خواجگی مرحمت ہوئے تھے سب چھین لئے گئے، خلعت خلافت اتار لیا گیا اب جسم ننگا بے ستر تھا اور زبان پر استغفار۔ کہا گیا اے آدم اسی مفلسی کے ساتھ دنیا کا سفر کر، کیونکہ مرید کے لئے ضروری شرط ہے کہ جب اس سے کوئی لغزش صادر ہوتی ہے، تو اس کو سفر کرنا پڑتا ہے۔ حضرت آدم نے تنہا دنیا کے سفر کا قصد کیا جسم ننگا تھا حکم ہوا اے آدم ہر ایک درخت سے ایک ایک پتہ مانگ، تین پتے آپ کو ملے ان کو سی کر گدڑی بنالی، اسے پہن کر خود کو چھپالیا اور اس خاک دان دنیا میں تشریف لائے مگر تین سو برس تک روتے رہے پھر دریائے رحمت خداوندی جوش میں آیا اور درجہ اصطفا عطا کیا گیا۔ ان اللہ اصطفیٰ آدم، اب کیا تھا تصفیہ کامل ہوگیا صوفی صافی بن گئے۔ وہ مرقع جو دریوزہ گری کے بعد پہنایا گیا تھا آپ اس کو نہایت عزیز رکھتے تھے، آخر عمر میں وہ مرقع حضرت شیث علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آپ نے پہنا دیا اور خلافت بھی سپرد کی، چنانچہ نسلاً بعد نسلٍ اسی طریقہ پر عمل ہوتا رہا اور تصوف کی دولت ایک نبی سے دوسرے نبی کو یکے بعد دیگرے منتقل ہوتی رہی۔

صوفیوں کا یہ بھی معمول ہے کہ کسی خاص جگہ پر بیٹھ کر آپس میں مل جل کر راز و نیاز کی باتیں کیا کرتے ہیں چنانچہ صوفی صافی اول حضرت آدم علیہ السلام کی اس خلوت در انجمن کے لئے خانہ کعبہ کی بنیاد پڑی، یعنی دنیا میں پہلی خانقاہ کعبہ مکرم ہے، اس سے پہلے کسی خانقاہ کا وجود نہ تھا، خرقہ اور خانقاہ کی اصل حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے قائم ہوئی، پھر حضرت نوح علیہ السلام نے دنیا میں صرف ایک کمل پر اکتفا کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود ہمیشہ وہی ایک کمل رکھا جو پہلی ملاقات میں حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کو عنایت فرمایا تھا۔

طریقت میں پیر کے لئے بہت بڑی شرط یہ ہے کہ مرید کو اپنا خرقہ پہنانے کے لائق بنادے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمیشہ جامۂ صوف پہنا کرتے تھے، خانقاہ کی تاریخ تو معلوم ہوچکی، اسی بنا پر حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علیہما السلام نے بیت المقدس کو خانقاہ بنایا، چنانچہ اور اور ملکوں میں بھی خانقاہیں بنائی گئیں جن میں عبادتیں

کی جاتیں اور اسرار الٰہی کا بیان ہوا کرتا، پھر جب دور مبارک حضور سید نا نبینا سلطان
الاولیاء والانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آ پہنچا حضور نے اسی طرح کمل
اختیار کیا ملة ابیکم ابراھیم (تمہارے باپ ابراہیم کا یہی طریقہ رہا اور ان کی یہی روش
رہی) اور اسی خانقاہ کعبہ کا قصد کیا، علاوہ اس کے خود مسجد نبوی میں ایک گوشہ معین کرد
اصحاب میں وہ گروہ جو سالکان راہ طریقت بعنوان خاص تھا ان سے وہیں راز کی باتیں
ہوا کرتیں ان میں بعض پیر تھے اور بعض جوان، جیسے حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت
عثمان، حضرت علی، حضرت سلمان، حضرت معاذ و بلال و ابوذر و عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہم
ان حضرات کو خاص خاص اوقات میں آپ وہاں بٹھاتے اور اسرار الٰہی کی باتیں
کرتے، ایسی ایسی باتیں ہوا کرتی تھیں کہ بڑے بڑے فصحائے عرب اور عام صحا
اس کے مغز تک پہنچ نہیں سکتے تھے، اس خاص جماعت صوفیہ کے لوگ قریب قریب
ستر اشخاص تھے۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ بھی معمول تھا جب کسی صحا
کی عزت و تکریم فرماتے تو ان کو ردائے مبارک یا اپنا پیراہن شریف عنایت فرما
صحابہ میں وہ شخص صوفی سمجھا جاتا تھا۔

اب تم جان سکتے ہو کہ تصوف اور طریقت کی ابتدا حضرت آدم علیہ السلام سے
ہوئی اور اس کا تتمہ جناب رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

(مکتوبات صدی، مکتوب

صوفی کا لقب کب سے رواج پایا

امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مشہور رسالے میں لکھتے ہیں کہ
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجود باوجود تک صحابہ کے لقب کے
اور کوئی لقب ایجاد نہیں ہوا تھا کیونکہ شرف صحبت سے بڑھ کر کوئی شرف نہیں ہوسکتا
صحابہ کے بعد تابعین اور پھر تبع تابعین کا لقب رائج ہوا، یہ زمانہ بھی ہو چکا تو بزرگ
دین زاہد و عابد کے لقب سے ممتاز ہوئے لیکن زہد و عبادت کا دعویٰ ہر فرقہ کو یہاں

کہ اہل بدعت کو بھی تھا اس لئے جو لوگ خاص اہل سنت و جماعت میں سے زاہد اور اہل دل تھے وہ صوفی کہلائے، یہ لقب دوسری صدی ہجری کے ختم ہونے سے پہلے رواج پا چکا تھا۔ (رسالہ قشیریہ ذکر مشائخ طریقت)

صاحب کشف الظنون کا بیان ہے کہ سب سے پہلے صوفی کا لقب ابو ہاشم صوفی کو ملا جنہوں نے ۱۵۰ھ میں وفات پائی تھی۔

امام قشیری نے ایک دوسرے موقع پر تصوف کی وجہ تسمیہ کی نسبت لکھا ہے کہ اس لفظ کے اشتقاق کے متعلق تین رائیں ہیں۔

۱۔ بعض کا قول ہے کہ صحابہ میں سے جو لوگ اہل صفہ کہلاتے تھے یہ ان کی طرف نسبت ہے۔

۲۔ بعض کے نزدیک اس کا ماخذ صفا ہے۔

۳۔ بعض کے نزدیک صف۔

یہ بھی احتمال ہوسکتا تھا کہ صوف سے ماخوذ ہو جس کے معنی پشمینہ کے ہیں، لیکن پشمینہ پوش ہونا اس فرقے کی کوئی خصوصیت نہیں۔

تصوف کی حقیقت

یہ تو لفظی بحث تھی، تصوف کی حقیقت اور ماہیت میں بھی نہایت اختلاف ہے۔ ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے رسالے میں حقیقت تصوف سے متعلق مختلف اقوال صوفیہ نقل کئے ہیں:۔

- صوفی وہ لوگ ہیں جنہوں نے سب کچھ چھوڑ کر خدا کو لیا ہے۔ (ذوالنون مصری)
- جس کا جینا مرنا محض خدا پر ہو۔ (جنید بغدادی)
- تمام اخلاق حسنہ کا جامع اور اخلاق ردیہ سے بری ہے۔ (ابو محمد جریری)
- جو شخص کہ نہ اسکو کوئی پسند کرے نہ وہ کسی کو پسند کرے۔ (منصور حلاج)
- جو شخص اپنے آپ کو بالکل خدا کے ہاتھ میں دیدے۔ (رویم)

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عوارف المعارف میں اسی قسم
اقوال نقل کر کے لکھا ہے کہ ان میں سے کوئی تعریف جامع و مانع نہیں، بلکہ ہر بزرگ
اپنے مذاق کی بنا پر تصوف کے مقامات میں سے کسی خاص مقام کی تعریف بیان کی ہے
بعض حضرات نے زہد، فقر، تصوف تینوں کو خلط ملط کر دیا ہے حالانکہ یہ تینوں تین مختلف
یں ہیں۔ تصوف در حقیقت زہد و فقر اور بعض اور اوصاف کے مجموعہ کا نام ہے۔

حقیقت یہ کہ تصوف ابتدا میں صرف زہد کا نام تھا، زہد جس قدر بڑھتا گیا رو
اوصاف یعنی صبر و شکر، توکل و رضا، انس و محبت وغیرہ خود بخود پیدا ہوتے گئے۔ عباد
میں توجہ الی اللہ کا زور بڑھا تو مجاہدہ اور مجاہدہ سے کشف و الہام اور بعض قسم کے خ
عادت کا ظہور ہوا، غرض رفتہ رفتہ تصوف بہت سی چیزوں کا مجموعہ بن گیا۔ لیکن یہ
صاف طور سے طے نہ ہوا کہ ان میں سے تصوف کا اصلی حصہ کس قدر ہے۔ اسی
متقدمین سے ہر شخص نے تصوف کی نئی تعریف بیان کی یعنی مجموعہ میں سے صرف ا
حصہ کو لے لیا۔ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی سے پہلے تصوف میں سب سے زیادہ جا
اور علمی پیرائے میں جو کتاب لکھی گئی تھی وہ امام ابو القاسم قشیری کا رسالہ تھا تاہم
رسالہ میں صرف ورع، تقوی، صبر و شکر وغیرہ کے عنوان قائم کئے گئے ہیں اور ہر ا
عنوان کے نیچے قرآن مجید کی آیتیں اور بزرگوں کی حکایتیں لکھ دی ہیں کسی چیز کی
اور حقیقت نہیں بیان کی، مکاشفات اور روحانی ادراکات کا تو سرے سے ذکر ہی نہیں
امام غزالی پہلے شخص ہیں جنہوں نے علمی طور پر اس فن کو مدون و مرتب کیا۔

علامہ ابن خلدون مقدمہ تاریخ میں لکھتے ہیں

امام غزالی نے احیاء العلوم میں دونوں طریقوں کو جمع کیا چنانچہ ورع اور ا
کے احکام لکھنے کے ساتھ ارباب حال کے آداب اور طریقے بتائے اور ان
مصطلحات کی شرح کی جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ تصوف بھی ایک باقاعدہ علم اور فن بن
حالانکہ پہلے اس کا طریقہ صرف عبادت کرنا تھا۔

تصوف کی حقیقت جو امام غزالی نے بیان کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے

تصوف شریعت کی طرح دو چیزوں سے مرکب ہے۔ علم وعمل، لیکن یہ فرق ہے کہ شریعت میں علم کے بعد عمل پیدا ہوتا ہے۔اس اجمال کی تفصیل یہ ہے۔

انسان کو اشیاء کا جو ادراک ہوتا ہے اس کا عام طریقہ یہ ہے کہ استنباط، استدلال، تعلم، تعلیم سے حاصل ہوتا ہے لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ غور وفکر کے بغیر دفعۃً ایک شئی کا ادراک ہو جاتا ہے اور کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ کہاں سے ہوا؟ کیونکر ہوا؟ اصطلاح تصوف میں اس کا نام الہام ہے۔

اس قسم کا ادراک صرف مجاہدہ اور تزکیہ نفس سے ہوتا ہے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ انسان پہلے تمام تعلقات سے کنارہ کش ہو یعنی اہل وعیال، دوست احباب، جاہ ودولت کسی چیز سے دل بستگی باقی نہ رہے اس کے بعد ایک گوشہ میں بیٹھ کر خدا کی طرف اس طرح متوجہ ہو کہ کسی چیز کا مطلقاً خیال نہ آنے پائے اس کے ساتھ زبان سے اللہ اللہ کہتا جائے رفتہ رفتہ یہ مشق اس قدر بڑھے کہ زبان کو حرکت نہ ہو اور تصور میں زبان سے اللہ کا لفظ نکلتا جائے پھر یہ تصور جمایا جائے کہ اللہ کا لفظ دل سے نکل رہا ہے یہ تصور اس حد تک پہنچائے کہ حرف وصوت کا خیال جاتا رہے اور اللہ کا تصور دل میں اس طرح اثر کر جائے کہ کسی وقت جدا نہ ہونے پائے، جب یہ حالت پیدا ہو جائے گی تو مکاشفہ شروع ہوگا ابتدا میں برق خاطف کی طرح آ کر نکل جائے گا پھر ترقی ہوتی جائے گی اور ثبات ودوام حاصل ہوگا۔ (احیاء العلوم جلد اول، بیان الفرق بین الالہام والتعلم)

صوفیائے کرام پر ایک مقام وہ آتا ہے کہ ان کے قلوب مجلیٰ ومصفی ہو کر انوار وتجلیات ربانی کا گہوارہ بن جاتے ہیں پھر انہیں ایسا مکاشفہ حاصل ہو جاتا ہے کہ اشیاء کے حقائق گویا ان کی آنکھوں کے سامنے آجاتے ہیں۔امام غزالی نے اس کو مثال میں یوں سمجھایا ہے۔

ایک دفعہ روم وچین کے نقاشوں میں مقابلہ ہوا دونوں اپنی اپنی فضیلت کے مدعی تھے، بادشاہ وقت نے آمنے سامنے کی دو دیواریں دونوں گروہ کے لیے مقرر کر دیں کہ ہر ایک اپنے حصہ کی دیوار پر اپنی صنعت کاری کا نمونہ دکھائے، بیچ میں پردہ ڈال دیا

تا کہ ایک دوسرے کی نقل نہ اتار نے پائے، چند روز کے بعد رومی مصوروں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ ہم اپنے کام سے فارغ ہو چکے، چینیوں نے کہا ہم بھی فارغ ہو چکے، پردہ اٹھایا گیا تو دونوں میں سرموفرق نہ تھا۔ معلوم ہوا کہ رومیوں نے بجائے نقاشی کے صرف یہ کیا تھا کہ دیوار کو صیقل کر کے آئینہ بنا دیا تھا پردہ اٹھا تو سامنے کی دیوار کے تمام نقوش و مناظر اس میں اتر آئے۔

امام غزالی علیہ الرحمہ اس مثال کو نقل کر کے لکھتے ہیں کہ صوفیہ کے علوم کی یہی مثال ہے، وہ قلب کو اس قدر صاف اور مجلی کر دیتے ہیں کہ تمام معلومات خود اس میں منقش ہو جاتے ہیں۔

مولانا روم نے بھی مثنوی شریف میں قلوب صوفیہ کی یہی تمثیل پیش فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں

رومیاں آں صوفیا نند اے پسر　　نے زتکرار کتاب ونز ہنر

لیک صیقل کردہ اند آں سینہا　　پاک زآز وحرص وبخل کینہا

اے عزیز! رومی لوگ ان صوفیہ کی مانند ہیں جنھوں نے اپنے سینوں کو ایسا صاف وصیقل کیا ہے جو حرص ولالچ اور بخل وکینہ سے پاک ہیں، انہیں یہ صفائی قلب تکرار کتاب اور ہنرمندی سے حاصل نہ ہوئی بلکہ وہ زہد وتقویٰ اور مجاہدۂ نفس کی بنیاد پر اس مقام بلند پر پہنچے ہیں۔

تصوف اگرچہ درحقیقت صرف ایک قسم کا علم ہے یعنی علم باطن لیکن اس کے نتائج عجیب وغریب ہیں جو مقامات سے تعبیر کیے جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیہ کے مدارج ومراتب میں اختلاف ہوتا ہے یعنی ہر شخص اپنے مذاق کے موافق کوئی خاص مقام اختیار کر لیتا ہے اور اس میں ترقی کرتا ہے مثلاً کسی پر توکل کی کیفیت طاری ہے، کوئی جہد کے مقام میں ہے، کوئی محو کے عالم میں ہے، کسی پر اثبات کا غلبہ ہے، کوئی خدمت خلق اور علوم دینیہ کی ترویج وتشہیر کے لیے وقف ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

تصوف اور اس کی حقیقت سے متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے اپنی

تصانیف میں جا بجا بہت کچھ لکھا ہے ہم یہاں پر ان کی تصنیف ''مقال عرفا'' کے حوالے سے صرف تین اقوال پیش کر رہے ہیں۔

۱۔ عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہٗ الربانی فرماتے ہیں

التصوف انما هو زبدة عمل العبد باحكام الشريعة

(طبقات کبری للشعرانی جلد اول، ص:۴، مقدمۃ الکتاب، البابی مصر)

تصوف کیا ہے؟ بس احکام شریعت پر بندہ کے عمل کا خلاصہ ہے۔

۲۔ سیدی ابوعبداللہ محمد بن خفیف ضبی قدس سرہٗ فرماتے ہیں

التصوف تصفية القلوب و اتباع النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى الشريعة

(طبقات کبری للشعرانی جلد اول، ص:۱۲۱۔ البابی مصر)

تصوف اس کا نام ہے کہ دل صاف کیا جائے اور شریعت میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی ہو۔

تصوف طریقت ہی کو کہتے ہیں اور طریقت اس راستہ کا نام ہے جو خدا تک پہنچادے۔

۳۔ حضور سید الاولیاء قطب الکونین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اقرب الطرق الى الله تعالىٰ لزوم قانون العبودية والاستمساك بعروة الشريعة

(بہجۃ الاسرار، ص:۵۰، ذکر فصول من کلامہ مرصعاً، مصر)

اللہ عزوجل کی طرف سب سے زیادہ قریب راستہ قانون بندگی کو لازم پکڑنا اور شریعت کی گرہ کو تھامے رہنا ہے۔ (مقال عرفا باعزاز شرع وعلماء)

طریقت کی اصل شریعت ہے، شریعت کے بغیر طریقت حاصل نہیں ہو سکتی، سالک اور صوفی کے لیے قوانین شریعت کی پابندی لازم ہے اس کے بغیر منازل طریقت کا عرفان ممکن نہیں، شریعت سے ہٹ کر حصول طریقت کا خیال سراسر الحاد و زندقہ ہے۔ صوفیائے کاملین کی تاریخ زندگی گواہ ہے کہ انہوں نے ہر قدم پر شریعت

مطہرہ کا خیال رکھا، زندگی کے ہر موڑ پر احکام شرع پر عمل کرنے کو مقدم جانا اور دنیا کو بھی عملی استقامت کے ساتھ یہی درس دیا کہ شریعت پر عمل کے بغیر درجۂ صوفیت کا حصول ممکن نہیں۔

کتب تصوف

تصوف پر تیسری صدی ہجری سے لکھنے کی ابتدا ہوئی پھر یہ سلسلہ اتنا بڑھا کہ تصوف کا دائرہ عروج کئی صدیوں پر محیط ہو گیا، بلکہ نویں صدی ہجری تک تصوف کا درخشاں اور تابناک عہد سمجھا جاتا ہے گوکہ اس کے بعد بھی لکھا گیا اور جلیل القدر صوفیہ بھی پیدا ہوئے مگر تیسری صدی ہجری کے اوائل سے نویں صدی ہجری تک بڑے باکمال اہل دل صوفیہ واولیاء پیدا ہوئے اسی عہد زریں میں ارباب طریقت وتصوف نے سلوک وتصوف پر بہت کچھ لکھا جس کے نتیجے میں اہل حق کے لیے ایسا قیمتی سرمایہ جمع ہو گیا جس پر پورے زمانے کو ناز ہے اور اہل اسلام کے لیے یہ وہ گراں قدر اثاثہ ہے کہ اقوام عالم کی تاریخ میں جس کی مثال نہیں مل سکتی۔

موضوع تصوف پر عرب وعجم میں تیسری صدی ہجری سے بارہویں وتیرہویں صدی ہجری تک جو کتابیں تصنیف یا تالیف کی گئیں وہ اب بھی موجود ہیں خواہ مخطوطات کی شکل میں ہوں یا مطبوعات کی شکل میں، بعض کمیاب ہیں اور بعض نایاب، ہم یہاں پر اختصار کے ساتھ ان میں سے بعض کتابوں اور ان کے مصنفین کے نام سن وفات ہجری کی ترتیب سے درج کر رہے ہیں ان سے اندازہ ہو جائے گا کہ تصوف کی تاریخ کتنی درخشاں اور صوفیہ کا عہد کتنا روشن وپرنور ہے۔ فن تصوف پر لکھی جانے والی کتابوں کی فہرست یہ ہے۔

نمبر شمار	اسماء کتب	مصنفین	سن وفات ہجری
۱	کتاب المریدین	شیخ یحییٰ بن معاذ رازی	۲۲۳
۲	قیام اللیل والتہجد	عمرو بن محمد بن عبد الحکیم المعروف ابوحفص	۲۲۹
۳	کتاب الزہد	امام احمد بن حنبل	۲۴۱
۴	کتاب التفکر والاعتبار	شیخ حارث محاسبی	۲۷۳
۵	کتاب الرعایۃ لحقوق اللہ	شیخ حارث محاسبی	۲۷۳
۶	کتاب التوہم	شیخ حارث محاسبی	۲۷۳
۷	کتاب المجالس	ابوالسری منصور بن عمار	۲۷۳
۸	کتاب الصحبۃ	ابوجعفر محمد بن حسین برجلانی	۲۷۵
۹	کتاب المتمین	ابوجعفر محمد بن حسین برجلانی	۲۷۵
۱۰	کتاب جودوالکرم	ابوجعفر محمد بن حسین برجلانی	۲۷۵
۱۱	کتاب الصمۃ	ابوجعفر محمد بن حسین برجلانی	۲۷۵
۱۲	کتاب البصر	ابوجعفر محمد بن حسین برجلانی	۲۷۵
۱۳	کتاب الطاعۃ	ابوجعفر محمد بن حسین برجلانی	۲۷۵
۱۴	کتاب مکائد الشیطان	ابن ابی الدنیا	۲۸۰
۱۵	کتاب الاخلاق	ابن ابی الدنیا	۲۸۰
۱۶	کتاب التقویٰ	ابن ابی الدنیا	۲۸۰
۱۷	کتاب مکارم الاخلاق	ابن ابی الدنیا	۲۸۰
۱۸	کتاب المتمین من السیاح والعباد المتصوفین	شیخ ابوحمزہ صوفی	۲۸۹
۱۹	زوائد الزہد	عبداللہ بن امام احمد	۲۹۰

۲۰	کتاب التوکل	محمد بن یحییٰ المعروف بہ ہشام القاری	۲۹۲
۲۱	کتاب امثال القران	سید الطائفہ جنید بغدادی	۲۹۷
۲۲	کتاب الرسائل	سید الطائفہ جنید بغدادی	۲۹۷
۲۳	کتاب الخوف	سید الطائفہ جنید بغدادی	۲۹۷
۲۴	کتاب الورع	سید الطائفہ جنید بغدادی	۲۹۷
۲۵	کتاب الرہبان	سید الطائفہ جنید بغدادی	۲۹۷
۲۶	کتاب المحبۃ	سید الطائفہ جنید بغدادی	۲۹۷
۲۷	طاسین الازل	حسین بن منصور حلاج	۳۰۹
۲۸	علم البقا والفنا	حسین بن منصور حلاج	۲۹۷
۲۹	کتاب الیقین	حسین بن منصور حلاج	۲۹۷
۳۰	کتاب التوحید	حسین بن منصور حلاج	۲۹۷
۳۱	کتاب الکبیر	ابوالحسن علی بن احمد مصری	۳۲۸
۳۲	ثواب الاعمال	محمد بن حبان	۳۵۴
۳۳	عمل الیل والیوم	ابوبکر احمد بن محمد ابن السنی	۳۶۴
۳۴	بستان العارفین	فقیہ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی	۳۷۲
۳۵	تنبیہ الغافلین	فقیہ ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی	۳۷۲
۳۶	کتاب اللمعۃ فی التصوف	ابونصر عبداللہ بن علی سراج طوسی	۳۷۸
۳۷	کتاب التعرف	ابوبکر محمد بن ابراہیم بخاری	۳۸۰
۳۸	دقائق المحبین	سہل بن عبداللہ تستری	۳۸۳
۳۹	مواعظ العارفین	سہل بن عبداللہ تستری	۳۸۳
۴۰	قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب	ابوطالب محمد بن علی مکی	۳۸۶
۴۱	طبقات الصوفیہ	ابوعبدالرحمن محمد بن الحسین سلمی	۴۱۲

۴۲	حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء	ابونعیم بن عبداللہ اصفہانی	۴۳۰
۴۳	رسالہ قشیریہ	ابوالقاسم عبدالکریم بن ہوازن القشیری	۴۶۵
۴۴	کشف المحجوب	ابوالحسن علی ہجویری داتا گنج بخش	۴۷۰
۴۵	اسرار الخرق والمؤنات	ابوالحسن علی ہجویری داتا گنج بخش	۴۷۰
۴۶	کتاب فناو بقا	ابوالحسن علی ہجویری داتا گنج بخش	۴۷۰
۴۷	الرعایۃ بحقوق اللہ تعالیٰ	ابوالحسن علی ہجویری داتا گنج بخش	۴۷۰
۴۸	کتاب البیان لاہل العیان	ابوالحسن علی ہجویری داتا گنج بخش	۴۷۰
۴۹	کتاب در شروح کلام حسین بن منصور حلاج	ابوالحسن علی ہجویری داتا گنج بخش	۴۷۰
۵۰	منہاج الدین	ابوالحسن علی ہجویری داتا گنج بخش	۴۷۰
۵۱	نجو القلب	ابوالحسن علی ہجویری داتا گنج بخش	۴۷۰
۵۲	کشف الاسرار	ابوالحسن علی ہجویری داتا گنج بخش	۴۷۰
۵۳	طبقات الصوفیہ	ابواسمعیل عبداللہ انصاری ھروی	۴۸۱
۵۴	منازل السائرین	خواجہ عبداللہ انصاری ھروی	۴۸۱
۵۵	احیاء علوم الدین	حجۃ الاسلام ابوحامد بن محمد غزالی	۵۰۵
۵۶	کیمیائے سعادت	حجۃ الاسلام ابوحامد بن محمد غزالی	۵۰۵
۵۷	منہاج العابدین	حجۃ الاسلام ابوحامد بن محمد غزالی	۵۰۵
۵۸	صفوۃ الصفۃ	ابوالفرج عبدالرحمن ابن الجوزی	۵۰۵
۵۹	زبدۃ الحقائق	عبداللہ بن محمد المعروف عین القضاۃ ہمدانی	۵۲۵
۶۰	الذخیرۃ فی العلم البصیرۃ	احمد بن محمد غزالی	۵۳۰
۶۱	لباب احیاء العلوم	احمد بن محمد غزالی	۵۳۰

۶۲	سوانح العشاق	احمد بن محمد غزالی	۵۳۰
۶۳	تازیانہ سلوک	احمد بن محمد غزالی	۵۳۰
۶۴	اسرار التوحید فی مقامات شیخ ابوسعید	محمد بن المنصور بن ابی سعید	۵۵۸
۶۵	آداب المریدین	عبدالقاہر ابوالنجیب سہروردی	۵۶۰
۶۶	فتوح الغیب	محی الدین عبدالقادر جیلانی	۵۶۱
۶۷	غنیۃ الطالبین	محی الدین عبدالقادر جیلانی	۵۶۱
۶۸	الفتح الربانی	محی الدین عبدالقادر جیلانی	۵۶۱
۶۹	کتاب الانوار فی کشف الاسرار	شیخ الطائفہ روزبہان بقلی	۶۰۶
۷۰	زبدۃ الحقائق	شیخ عزیز بن نسفی	۶۱۸
۷۱	مقصد الاقصیٰ	شیخ عزیز بن نسفی	۶۱۸
۷۲	تذکرۃ الاولیاء	فریدالدین عطار	۶۲۰
۷۳	منطق الطیر	فریدالدین عطار	۶۲۰
۷۴	طوالع الشموس	قاضی حمیدالدین ناگوری	۶۲۵
۷۵	عوارف المعارف	شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی	۶۳۲
۷۶	رشف النصائح	شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی	۶۳۲
۷۷	جذب القلوب الی معاملۃ المحبوب	شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی	۶۳۲
۷۸	فتوحات مکیہ	شیخ اکبر محی الدین ابن العربی	۶۳۸
۷۹	فصوص الحکم	شیخ اکبر محی الدین ابن العربی	۶۳۸
۸۰	مواقع النجوم	شیخ اکبر محی الدین ابن العربی	۶۳۸
۸۱	نقش النصوص	شیخ اکبر محی الدین ابن العربی	۶۳۸

۸۲	علوم الحقائق حکم الدقائق	شیخ سعد الدین حموی	۶۵۰
۸۳	مرصاد العباد من المبداء والمعاد	نجم الدین رازی المعروف نجم الدین دایہ	۶۶۴
۸۴	فیہ مافیہ	مولانا جلال الدین رومی	۶۷۲
۸۵	مجالس سبعہ رومی	مولانا جلال الدین رومی	۶۷۲
۸۶	مثنوی معنوی	مولانا جلال الدین رومی	۶۷۲
۸۷	ریاض الصالحین	امام ابوزکریا یحییٰ بن شرف النووی	۶۷۲
۸۸	روضۃ الطالبین	امام یحییٰ بن شرف الدین نووی	۶۷۲
۸۹	مفتاح الغیب	صدر الدین محمد بن اسحٰق قونوی	۶۷۳
۹۰	فصوص	صدر الدین محمد بن اسحٰق قونوی	۶۷۳
۹۱	فکوک	صدر الدین محمد بن اسحٰق قونوی	۶۷۳
۹۲	لمعات	فخر الدین عراقی	۶۸۸
۹۳	کشف الاسرار	عبد العزیز بن احمد البخاری	۷۳۰
۹۴	مصباح الھدایۃ	عزالدین محمد بن علی کاشانی	۷۳۵
۹۵	المدخل	ابوعبید اللہ محمد بن الحاج	۷۳۷
۹۶	روض الریاحین	امام یافعی یمنی	۷۶۸
۹۷	الانوار لاعمال الابرار	امام یوسف اردبیلی شافعی	۷۹۹
۹۸	حصن حصین	شمس الدین محمد بن محمد ابن الجزری	۸۳۳
۹۹	نقد النصوص	مولانا نور الدین جامی	۸۹۸
۱۰۰	نفحات الانس	مولانا نور الدین جامی	۸۹۸
۱۰۱	لوائح	مولانا نور الدین جامی	۸۹۸
۱۰۲	لوامع شرح قصیدہ تانیہ ابن فارض	مولانا نور الدین جامی	۸۹۸

۱۰۳	اشعۃ اللمعات شرح لمعات عراقی	مولانا نورالدین جامی	۸۹۸
۱۰۴	رسالہ قدسیہ	شیخ عبدالقدوس گنگوہی	۹۴۴
۱۰۵	شرح عوارف المعارف	شیخ عبدالقدوس گنگوہی	۹۴۴
۱۰۶	غرائب الفرائد	شیخ عبدالقدوس گنگوہی	۹۴۴
۱۰۷	رشد نامہ	شیخ عبدالقدوس گنگوہی	۹۴۴
۱۰۸	مظہر العجائب	شیخ عبدالقدوس گنگوہی	۹۴۴
۱۰۹	لطائف قدوسیہ (مجموعہ ملفوظات)	شیخ عبدالقدوس گنگوہی	۹۴۴
۱۱۰	جواہر خمسہ	شیخ محمد غوث گوالیاری	۹۷۰
۱۱۱	کلید مخازن	شیخ محمد غوث گوالیاری	۹۷۰
۱۱۲	کنز الواحدۃ	شیخ محمد غوث گوالیاری	۹۷۰
۱۱۳	ضمائر و بصائر	شیخ محمد غوث گوالیاری	۹۷۰
۱۱۴	حرز ثمین شرح حصین حصین	علی بن سلطان محمد القاری	۱۰۱۴
۱۱۵	رسالہ تہلیلیہ	مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی	۱۰۳۴
۱۱۶	رسالہ معارف لدنیہ	مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی	۱۰۳۴
۱۱۷	رسالہ مبداء و معاد	مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی	۱۰۳۴
۱۱۸	اخبار الاخیار	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۵۰
۱۱۹	زاد المتقین	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۵۰
۱۲۰	آداب الصالحین	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۵۰
۱۲۱	زبدۃ الاثار	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۵۰
۱۲۲	توصیل المرید الی المراد	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۵۰
۱۲۳	زبدۃ الاسرار	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۵۰
۱۲۴	نکات الحق والحقیقت	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۵۰
۱۲۵	شرح فتوح الغیب	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۵۰

نمبر	کتاب	مصنف	سنہ
۱۲۴	مرج البحرین	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۵۰
۱۲۵	ابریز شریف	عبدالعزیز بن مسعود دباغ	۱۱۳۲
۱۲۶	حدیقہ ندیہ	عبدالغنی نابلسی	۱۱۴۳
۱۲۷	انفاس العارفین	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۱۷۹
۱۲۸	الطاف قدس	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۱۷۹
۱۲۹	لمعات	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۱۷۹
۱۳۰	سطعات	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۱۷۹
۱۳۱	ہمعات	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۱۷۹
۱۳۲	القول الجمیل	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۱۷۹
۱۳۳	انتباہ فی سلاسل الاولیاء	شاہ ولی اللہ محدث دہلوی	۱۱۷۹
۱۳۴	اتحاف السادۃ المتقین	سید محمد بن محمد مرتضیٰ زبیدی	۱۲۰۵
۱۳۵	تنبیہ الغافل والاسنان	محمد امین بن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۳۶	الروض المجود فی تحقیق حقیقة وحدة الوجود	علامہ فضل حق خیرآبادی	۱۲۷۸
۱۳۷	مجالس العشاق	ابوالغازی سلطان حسین بائقرہ والی ہرات	
۱۳۸	رسالہ مکیہ	شیخ قطب الدین دمشقی	
۱۳۹	شرح آداب المریدین	بندہ نواز گیسودراز	
۱۴۰	معراج العاشقین	بندہ نواز گیسودراز	
۱۴۱	معارف شرح عوارف	بندہ نواز گیسودراز	
۱۴۲	سیر الاولیاء	سید خورد مبارک کرمانی	
۱۴۳	بحر المعانی	سید محمد حضور خلیفہ چراغ دہلوی	
۱۴۴	سید العارفین	حامد بن فضل اللہ جمالی	
۱۴۵	گلزار ابرار	محمد غوثی منڈوی	

۱۴۶ زبدۃ المقامات	خواجہ محمد ہاشم کشمی
۱۴۷ تذکرہ حضرات قدس	خواجہ بدر الدین خلیفہ مجدد الف ثانی
۱۴۸ سیر الاقطاب	شیخ الہدیہ ابن شیخ بنیا چشتی
۱۴۹ سفینۃ الاولیاء	شاہزادہ داراشکوہ
۱۵۰ سکینۃ الاولیاء	شاہزادہ داراشکوہ
۱۵۱ رسالہ حق نما	شاہزادہ داراشکوہ
۱۵۲ حسنات العارفین	شاہزادہ داراشکوہ
۱۵۳ حدیقۃ الاولیاء	مفتی غلام سرور لاہوری

(تیرہویں صدی کی تصنیف)

مذکورہ کتابیں اکثر عربی میں ہیں اور بعض فارسی میں، اور یہ کہ ان کتابوں میں شریعت وطریقت، سلوک وتصوف اور حقیقت ومعرفت ہر طرح کا بیان ہے۔ ان میں مابہ الامتیاز فرق یہ ہے کہ کسی میں مسائل شریعت اور ارکان اسلام کا بیان غالب ہے، کسی میں تصوف وطریقت اور اسرار ومعرفت کا بیان غالب، کیونکہ پہلے پہل بعض صوفیہ نے اپنی تصانیف میں شریعت وطریقت دونوں کے مسائل جمع کیے، شریعت کے مسائل بھی حل کیے اور طریقت کے اسرار پنہاں کو بھی سمجھایا، پھر بعد میں بعض ارباب تصوف نے جو لکھا وہ خالص صوفیانہ انداز میں لکھا ان کی تصانیف میں طریقت وتصوف کا بیان غالب رہا غرض ہر مصنف نے اپنی عادت کے مطابق حقائق ومعارف کا خزانہ جمع کیا جو آنے والی نسلوں کے لیے آج بھی سامان بخشش اور درس عبرت ہے۔

وثوق واعتماد کے ساتھ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مذکورہ فہرست میں تیرہویں صدی ہجری تک کی جملہ کتب تصوف کا احاطہ کر لیا گیا بلکہ کچھ کتابیں ضرور ایسی رہ گئی ہوں گی جو میرے علم میں نہیں آئیں اور مجھے اس کا دعویٰ بھی نہیں کہ میں نے موضوع تصوف پر جملہ تصانیف کا استقصاء کر لیا ہے۔ اس فہرست سے یہ بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ صوفیہ نے ہر دور

میں خدمت دین کا خوشگوار فریضہ انجام دیا اور بندگان خدا کو عصیان و گناہ سے بچانے کی کوشش فرمائی اور اہل عرفان کے لیے قلوب واذہان کی تطہیر وتزکیہ کا سامان فراہم کیا۔

ملفوظات مشائخ کے مجموعے

مشائخ وصوفیہ نے اشاعت اسلام، سلسلہ طریقت کی توسیع اور مریدان باصفا کی تربیت وتعلیم کی خاطر عملی جدو جہد فرمائی اور اس راہ میں مصائب ومشکلات کا بھی سامنا کیا مگر جادۂ مستقیم سے ان کے قدم نہ ہٹے۔ ایک طرف صوفیہ نے جہاں اپنے ارادت مندوں کی تربیت وتزکیہ کے لئے کتابیں تصنیف کیں وہیں زبانی وعظ ونصیحت کے ذریعہ بھی انہیں راہ راست پر قائم رکھنے کی کوشش کی اور احکام شرع کی روشنی میں ان کے افعال واعمال کی اصلاح فرمائی۔ اس سلسلے میں مشائخ کرام جو پند ونصیحت، وعظ و تذکیر اور سلوک وتصوف کے اسرار ورموز بیان فرماتے تھے ان کے عقیدت کیشوں میں کوئی ایک شخص انہیں ضبط تحریر میں لے آتا اس طرح ان کے ملفوظات کا مجموعہ تیار ہو جاتا پھر اس کی نقلیں لی جاتیں اور عقیدت مند ہاتھ اسے نگاہوں سے لگا لیتے۔

تیسری صدی ہجری سے موضوع تصوف پر کتابیں لکھنے کا سلسلہ تو شروع ہو گیا تھا مگر ملفوظات کی جمع وترتیب کا سلسلہ بہت بعد میں شروع ہوا کیونکہ چوتھی اور پانچویں صدی ہجری میں تلاش بسیار کے باوجود کسی ملفوظات کا سراغ مجھے نہ مل سکا، جن ملفوظات مشائخ کا مجھے علم ہوا میں یہاں پر ان کی ایک فہرست پیش کر رہا ہوں مجھے اعتراف ہے کہ یہ فہرست بہت تشنہ ہے بہت سے ملفوظات کا ذکر نہیں ہوسکا ہے۔ اس فہرست میں جن ملفوظات کا ذکر کیا گیا ہے وہ سب مشہور بھی ہیں اور مطبوعہ شکل میں موجود بھی ہیں ورنہ بیشمار ملفوظات ایسے ہیں جو خانقاہوں یا کتب خانوں کی زینت ہیں اگر عصر حاضر کے تقاضے اور جدید اسلوب میں ان کی طباعت واشاعت کا اہتمام کیا جائے تو ان سے دنیا فیضیاب ہوسکتی ہے، اہل حق کو روحانی تسکین کا سامان مل سکتا ہے، ہمارے بزرگوں کی تعلیمات اور سلوک وتصوف کے حقائق ومعارف سے زمانہ بہرہ

مند ہو سکتا ہے۔ ملفوظات مشائخ کی فہرست یہ ہے:

نمبر شمار	ملفوظات	صاحب ملفوظات	مرتبین
۱	انیس الارواح	خواجہ عثمان ہارونی	خواجہ معین الدین چشتی اجمیری
۲	گنج الاسرار	خواجہ عثمان ہارونی	خواجہ معین الدین چشتی اجمیری
۳	دلیل العارفین	خواجہ معین الدین چشتی اجمیری	خواجہ قطب الدین بختیار کاکی
۴	فوائد السالکین	خواجہ قطب الدین بختیار کاکی	بابا مسعود فرید گنج شکر
۵	راحت القلوب	بابا مسعود فرید گنج شکر	سلطان المشائخ نظام الدین محبوب الٰہی
۶	اسرار الاولیاء	بابا مسعود فرید گنج شکر	خواجہ بدر اسحٰق
۷	سرور الصدور	شیخ حمید الدین ناگوری	شیخ فرید الدین نبیرہ حمید الدین ناگوری
۸	فوائد الفواد	سلطان المشائخ نظام الدین محبوب الٰہی	امیر حسن سنجری دہلوی
۹	افضل الفوائد	سلطان المشائخ نظام الدین محبوب الٰہی	حضرت امیر خسرو
۱۰	راحت المحبین	سلطان المشائخ نظام الدین محبوب الٰہی	حضرت امیر خسرو
۱۱	فیہ مافیہ	مولانا جلال الدین رومی	بہاء الدین بن مولانا رومی
۱۲	خیر المجالس	نصیر الدین محمود چراغ دہلوی	شیخ حمید قلندر
۱۳	مفتاح العاشقین	نصیر الدین محمود چراغ دہلوی	شیخ محب اللہ
۱۴	معدن المعانی	شرف الدین یحیٰ منیری	مولانا زین الدین بدر عربی
۱۵	راحت القلوب	شرف الدین یحیٰ منیری	مولانا زین الدین بدر عربی
۱۶	جامع العلوم	مخدوم جہانیاں جہاں گشت	ابو عبداللہ علاء الدین

۱۷ انوار المجالس سید محمد حسینی بندہ نواز گیسو دراز سید محمد اکبر حسینی

۱۸ جوامع الکلم سید محمد حسینی بندہ نواز گیسو دراز سید محمد اکبر حسینی

ان مجموعۂ ملفوظات کے علاوہ اور بھی مجموعے ہیں کیونکہ ہمارے مشائخ کرام اور صوفیہ عظام میں اکثر حضرات صاحب ملفوظات گزرے۔ جیسے

ملفوظات حضرت شاہ فخر الدین

ملفوظات شاہ عبد العزیز دہلوی

ملفوظات مرزا مظہر جاناں

ملفوظات حضرت شاہ نور محمد مہاروی

ملفوظات حضرت محمد سلیمان تونسوی

ملفوظات حضرت شیخ محمد جمال خلیفہ نور محمد مہاروی

ملفوظات حیدر شاہ جلال پوری۔ قدس سرہم

ان میں سے اکثر طبع ہو چکے ہیں اور وہ اسرار طریقت و رموز معرفت سے معمور و لبریز ہیں ان کے مطالعے سے صوفیہ کی مجلس علم و حکمت میں بیٹھنے کا لطف و فیض ملتا ہے، تشنگان معرفت کو ان سے ہدایت و ارشاد کی روشنی ملتی ہے، زنگ آلود قلوب اور بیمار ذہنوں کے لیے ان ملفوظات میں سامان تطہیر و تزکیہ اور نسخہائے شفا موجود ہیں۔

میرے خیال میں ملفوظات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کو بھی ملفوظات مشائخ کے زمرے میں شامل کیا جا سکتا ہے کیونکہ اس میں بھی سلوک و تصوف، وحدۃ الوجود، حقیقت محمدیہ، اسرار و معارف موعظت و نصیحت وغیرہا موضوعات اور ان کے ساتھ دیگر صدہا مسائل پر بھی گفتگو کی گئی ہے۔ اس لئے ملفوظات اعلیٰ حضرت کو بھی اگر ملفوظات صوفیہ میں شامل مانا جائے تو بجا ہے۔

مکتوبات صوفیہ کے مجموعے

ملفوظات تو صوفیائے کرام کے فرمودات و ارشادات کے بلند پایہ مجموعے ہوتے ہیں، عام مجلس یا خاص مواقع پر ارادت کیش حضرات یا مریدان باصفا میں سے کسی کو یہ

منصب ورتبہ حاصل ہوتا تھا کہ شیخ طریقت کے ارشادات کو اسی وقت یا کسی دوسرے وقت اپنی یادداشت کے سہارے ضبط تحریر میں لے آتے پھر اہل ذوق ان کی نقلیں لے لیتے۔

ملفوظات کے مثل صوفیائے کرام کے مکتوبات بھی اہم اور کثیر تعداد میں ہیں، جس طرح ملفوظات کی ترتیب وتدوین ہوئی یوں ہی مکتوبات کے بھی مجموعے تیار ہوئے اور ان کی بھی نقلیں لی گئیں بلکہ ملفوظات سے زیادہ مکتوبات کی نقول پر توجہ دی گئی کیونکہ یہ بھی ارباب طریقت کے لیے چراغ رہنما اور مینارۂ نور ہیں اسی لئے اہل طریقت نے انہیں بھی ذریعہ ہدایت اور نجات عقبیٰ کا سامان سمجھا اور حقیقت بھی یہی ہے کہ مشائخ و صوفیہ کے ملفوظات ومکتوبات ہماری ثقافتی، دینی اور روحانی تاریخ کی ترتیب میں ایک اہم اور ضروری عنصر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر ہمارے بزرگوں کی یہ تصانیف اور ان کے ملفوظات ومکتوبات کے مجموعے نہ ہوتے تو یقین جانئے کہ تاریخ تمدن اسلام کی بہت سی کڑیاں ناپید ہو جاتیں، ہم بہت ساری اسلامی شخصیات کے فیوض وبرکات سے محروم رہ جاتے۔ اگر یہ سب کے سب شائع ہو جائیں تو ہمارے لئے نازش وافتخار کا گراں قدر سرمایہ فراہم ہو جائے بلکہ عرفان وعبودیت کے ایسے حیرت انگیز کرشمے سامنے آئیں کہ مغرب زدہ نگاہیں خیرہ ہو کر رہ جائیں اور معرفت حق کے ایسے ایسے گوشے بے نقاب ہو جائیں کہ فکری بے راہ روی سیدھے راستے پر لگ جائے۔

ایک جائزہ کے مطابق مکتوبات کی دنیا میں ہندو پاک کے اندر دو بزرگوں کے مکتوبات مشہور ومعروف ہیں، انہیں اعتبار واہمیت کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے، اہل علم کے نزدیک انہیں جو مقبولیت حاصل ہوئی وہ کسی اور کے حصے میں نہیں آئی۔

● ایک بزرگ حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری علیہ الرحمہ (متوفی ۷۸۲ھ) ہیں

● دوسرے بزرگ مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمہ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) ہیں۔

برصغیر میں ان کی شخصیات اور دینی ومذہبی خدمات مسلم ہیں، طریقت وتصوف کے فروغ وارتقاء میں ان کی مساعی جمیلہ قابل ستائش اور ارباب سلوک کے لیے مشعل

راہ ہیں۔

مکتوبات صوفیہ کی تعداد ملفوظات سے کوئی کم نہیں ہے مگر مجھے تلاش بسیار کے بعد جن کا علم ہوا وہ یہ ہیں، ان میں سے بعض مطبوعہ وموجود ہیں بعض غیر مطبوعہ یا نایاب ہیں۔

۱۔ مکتوبات شیخ احمد غزالی
۲۔ مکتوبات رومی
۳۔ مکتوبات صدی (مکتوبات یحیٰ منیری)
۴۔ مکتوبات دوصدی (مکتوبات یحیٰ منیری)
۵۔ مکتوبات بست وہشت (مکتوبات یحیٰ منیری)
۶۔ مکتوبات امام ربانی
۷۔ منتخبات مکتوبات امام ربانی
۸۔ مکتوبات مخدوم جہانیاں جہاں گشت
۹۔ مکتوبات قدوسی (مکتوبات شیخ عبدالقدوس گنگوہی)
۱۰۔ مکتوبات مرزا مظہر جاناں
۱۱۔ مکتوبات کلیمی
۱۲۔ مکتوبات عبدالحق محدث دہلوی
۱۳۔ مکتوبات شاہ ولی اللہ دہلوی
۱۴۔ مکتوبات کلیم اللہ دہلوی
۱۵۔ مکتوبات شاہ غلام علی

میرے خیال میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے مکتوبات کو بھی مکتوبات صوفیہ کے زمرے میں شامل کیا جاسکتا ہے انہوں نے تصنیف وتالیف کے ذریعہ جس طرح اسلامیان عالم اور معاشرے کی اصلاح وتربیت فرمائی یوں ہی مکتوبات کے ذریعہ بھی بہت سارے مسائل شرعیہ کے حل کے ساتھ طالبان حق کو

سلوک وتصوف کا عرفان عطا کیا۔ صوفیہ کا دستور تھا کہ اپنے مریدان باصفا کی مکتوبات کے ذریعہ ہدایت و رہنمائی کرتے، انہیں اوراد و اعمال اور طریقت و معرفت کی تعلیم دیتے تھے۔ اسی کے مطابق امام احمد رضا بریلوی بھی اپنے ارادت مندوں اور عقیدت کیشوں کی نصیحت واصلاح کے لیے عمر بھر کوشاں رہے، دور دراز مقامات کے وہ تشنگان علم ومعرفت جو خود حاضر بارگاہ نہیں ہو سکتے تھے ان کی تربیت و رہنمائی مکتوبات وخطوط کے ذریعہ ہوتی تھی۔

ملک و بیرونی ملک سے جو خطوط آتے امام احمد رضا بریلوی ان کا جواب پابندی کے ساتھ تحریر فرماتے تھے۔ معمول یہ تھا کہ ان کے یہاں کچھ علماء مخصوص کاموں کے لیے منتخب و مامور تھے جس کے ذمہ جو کام ہوتا وہ اسی کو انجام دیتا تھا، جوابات خطوط کے لیے بھی بعض علماء مقرر تھے، جو خط جن باتوں کے متعلق ہوتا ویسے ہی شخص کو جواب لکھنے کے لیے دیا جاتا تھا لہٰذا خط جس مضمون کا ہوتا اس سے متعلق شخص ہی اس کا جواب لکھتا یا جواب لکھوا دیا جاتا مگر جو خط خاص سلوک وتصوف سے متعلق ہوتا اس کا جواب بذات خود امام احمد رضا بریلوی تحریر فرماتے تھے۔

بحر العلوم ملک العلماء مولانا ظفر الدین صاحب رضوی بہاری اس سلسلے میں لکھتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت کو خطوط کے جواب کا بہت اہتمام تھا، اس خیال سے کہ خطوط ضائع نہ ہوں حاجی کفایت اللہ صاحب ساکن محلّہ بہاری پور (بریلی شریف) خادم خاص اعلیٰ حضرت نے ایک خوبصورت بکس ٹین کا بنوا کر رنگ کرا آویزاں کر دیا جس میں ڈاکیہ خطوط پیکٹ وغیرہ ڈال دیا کرتا تھا اس میں برابر تالا لگا رہتا کہ کوئی ان خطوط کو نکال نہ لے کنجی اس کی اعلیٰ حضرت کے پاس رہتی۔ عصر کی نماز پڑھ کر جب باہر آ کر تشریف رکھتے تو کنجی مجھے عنایت فرماتے بکس کھول کر اس روز کی ڈاک سب لا کر حاضر کر دیتا اور ایک ایک خط پڑھنا شروع کرتا اگر خط تصوف کے متعلق ہوتا اعلیٰ حضرت خود رکھ لیتے اور اس کا جواب بنفس نفیس خود تحریر فرماتے۔ (حیات اعلیٰ حضرت اول، ص:۱۶۴، ادارہ اشاعت مسجد نور الاسلام، بولٹن)

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے ارباب سلوک کی تعلیم وتربیت کے لیے صرف مکتوب نویسی پر اکتفانہ فرمایا بلکہ علوم تصوف کے فروغ واشاعت میں نمایاں حصہ لیا، اس کے تحفظ وبقاء کے لیے علماء کی ایک جماعت تیار کی، وہ جانتے تھے کہ علم بلا عمل بے پھل درخت کی مانند ہے انہوں نے عملی بیداری اور قلوب واذہان کی تطہیر و تزکیہ کے لیے تصوف وروحانیت کی تعلیم وتربیت کا انتظام کیا، علمائے ظاہر کو علم باطن سے بھی آراستہ وپیراستہ کردیا۔

امام احمد رضا بریلوی نے تشنگان شریعت وطریقت کی سیرابی کے لیے۱۳۲۲ھ میں "جامعہ رضویہ منظر اسلام" قائم فرمایا اس میں دیگر علوم کی تعلیم کے ساتھ تصوف وعرفان کی بھی تعلیم ہوتی تھی، تصوف وسلوک کے عقدہائے لاینحل حل کئے جاتے بلکہ وعظ و نصیحت، رشدوہدایت، اوامرونواہی، اوصاف حمیدہ اوراخلاق حسنہ وغیرہ کی بھی تعلیم دی جاتی تھی۔ درس تصوف میں طلبہ کے ساتھ علماء بھی شریک جماعت ہوتے تھے، امام احمد رضا بریلوی نے بذات خود بحر العلوم ملک العلماء مولانا ظفر الدین صاحب رضوی بہاری مصنف "حیات اعلیٰ حضرت" کو بخاری شریف کا درس دے کر "منظر اسلام" کا تعلیمی افتتاح فرمایا پھر دیگر درسی کتب کے ساتھ انہوں نے تصوف کی بھی کچھ کتابیں پڑھیں۔ مزید وضاحت کے لیے "حیات اعلیٰ حضرت" کا یہ اقتباس پڑھئے۔

اعلیٰ حضرت سے انہوں (ملک العلماء) نے صحیح بخاری، اقلیدس کے چھ مقالے تصریح، تشریح افلاک، شرح چغمینی تمام کرکے علم ہیئت، ریاضی، توقیت وتکسیر وغیرہ فنون حاصل کئے، تصوف کی کتابوں میں ان سے عوارف المعارف اور رسالہ قشیریہ کا درس بھی لیا ان اسباق میں طلبہ کے علاوہ علماء کی جماعت بھی شریک ہوتی تھی۔

(حیات اعلیٰ حضرت اول، ص:۵۹، مطبع مذکور)

موضوع تصوف پر اعلیٰ حضرت کی تصانیف

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ پچاس سے زائد بلکہ جدید تحقیق کے

مطابق ۲۰۰ علوم وفنون پر کامل عبور اور مہارت تامہ رکھتے تھے ان تمام فنون پر انہوں نے باضابطہ کتابیں تصنیف کیں جن کی تعداد تقریباً ایک ہزار ہے۔ ایک صوفی کامل اور عارف ربانی کی حیثیت سے انہوں نے علوم تصوف پر بھی اپنی تصانیف یادگار چھوڑیں، سلوک ومعارف کا قیمتی اثاثہ سالکین وعارفین کو عطا فرمایا، علوم تصوف کے تعلق سے انہوں نے جو بھی لکھا وہ ایقان وعرفان کے اجالے میں لکھا، وہ اہل دل تھے زنگ آلود دلوں کی اصلاح وتطہیر فرمائی، گم گشتگان راہ کو نشان منزل اور تلاش وجستجو کا حوصلہ بخشا۔ ان کے فتاوے وتصانیف میں جا بجا تصوف وسلوک، اسرار ورموز کا علمی مواد اور اصلاح وتربیت کا دلنشیں پیغام تو ملتا ہی ہے اس کے باوجود موضوع تصوف پر انہوں نے باضابطہ کتابیں تصنیف کیں اور روحانی اقدار کو فروغ بخشا۔

تصوف وسلوک پر امام احمد رضا بریلوی کی تصانیف وحواشی میری معلومات کے مطابق یہ ہیں ان میں سے اکثر مطبوعہ ہیں اور بعض غیر مطبوعہ۔ سن تصنیف ہجری کی ترتیب سے ان کی فہرست یہ ہے۔

۱۔ماقل و کفی من ادعیة المصطفے ۱۳۰۴ھ

صبح وشام اور اوقات خاصہ کی کارآمد دعائیں۔

۲۔ازهار الانوار من يم صلاة الاسرار ۱۳۰۵ھ

نماز غوثیہ کا ثبوت اور بہت سے اسرار ورموز کا بیان

۳۔ازهار الانوار من صبا صلاة الاسرار ۱۳۰۵ھ

نماز غوثیہ کا طریقہ اور دیگر نکات ولطائف کا بیان

۴۔زهر الصلاة من شجرة اكارم الهداة ۱۳۰۵ھ

درود میں شجرۂ طیبہ کے اوراد

۵۔الزمزمة القمرية فى الذب عن الخمرية ۱۳۰۶ھ

قصیدۂ غوثیہ پر بعض جہال کے اعتراض کا رد

۶۔ ذیل المدعی لأحسن الوعاء ۱۳۰۶ھ
دعا کے آداب، اوقات، مکانات اور اسباب اجابت کا بیان
۷۔ شرح الحقوق لطرح العقوق ۱۳۰۷ھ
ابوین، زوجین اور استاذ وغیرہ کے حقوق کی تفصیل
۸۔ کشف حقائق و اسرار دقائق ۱۳۰۸ھ
تصوف آمیز اشعار کی تشریح اور بعض سوالات تصوف کا جواب
۹۔ مشعلة الارشاد الی حقوق الاولاد ۱۳۰۹ھ
اولاد کے پیدا ہونے سے لے کر بالغ ہونے تک کے حقوق
۱۰۔ اعز الاکتناہ فی رد صدقة مانع الزکوة ۱۳۰۹ھ
زکوۃ نہ دے کر صدقہ کرنے والے کو عالمانہ وصوفیانہ تنبیہ
۱۱۔ الیاقوتة الواسطة فی قلب عقد الرابطة ۱۳۰۹ھ
تصور برزخ کا جواز اور شیخ سے رابطہ قلبی کا فائدہ
۱۲۔ اعجب الامداد فی مکفرات حقوق العباد ۱۳۱۰ھ
کن کن عمل کے سبب حقوق العباد سے نجات مل سکتی ہے
۱۳۔ بوارق تلوح من حقیقة الروح ۱۳۱۱ھ
روح کیا شئی ہے اس کی توضیح و تفصیل
۱۴۔ التلطف بجواب مسائل التصوف ۱۳۱۲ھ
مسائل تصوف کا عارفانہ جواب
۱۵۔ نقاء السلافة فی البیعة و الخلافة ۱۳۱۹ھ
بیعت و خلافت کے احکام و مسائل کی تفصیل
۱۶۔ الفوز بالآمال فی الاوفاق والدعاء ۱۳۲۶ھ
اعمال ونقوش وتعویذات خاندانی وایجادی کا مجموعہ
۱۷۔ مقال عرفا باعزاز شرع و علماء ۱۳۲۷ھ

طریقت، شریعت سے جدا نہیں اس پر احکام شرع اور عارفین کے اقوال

۱۸۔الو ظیفة الکریمة

دعائے ماثورہ اور شب وروز کے وظائف کا مجموعہ

۱۹۔حاشیہ احیاء علوم الدین

۲۰۔حاشیہ بھجة الاسرار

۲۱۔حاشیہ حدیقہ ندیہ

۲۲۔حاشیہ مدخل

۲۳۔حاشیہ کتاب الابریز

۲۴۔ حاشیہ کتاب الزواجر

علم جفر وتکسیر کا تعلق بھی علم تصوف سے ہے اور یہ مشائخ وصوفیہ اور اولیائے کرام کے خاص علوم سے ہیں ان فنون میں بھی امام احمد رضا بریلوی کی تصانیف ملتی ہیں خاص طور سے علم تکسیر میں تو ایجاد کا درجہ رکھتے ہیں اگر یہ کہا جائے کہ امام احمد رضا کے مثل علم تکسیر کا جاننے والا کئی صدیوں میں پیدا نہیں ہوا تو بیجا نہ ہوگا۔ علم جفر وتکسیر چونکہ تصوف سے متعلق یا اس کا حصہ ہے لہٰذا ان دونوں فن میں ان کی جو تصانیف ہیں انہیں بھی تصانیف تصوف کے زمرے میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ جفر وتکسیر میں ان کی تصانیف یہ ہیں۔

۱۔ اطائب الاکسیر فی علم التکسیر ۱۲۹۶ھ

۲۔ الجد اول الرضویة للمسائل الجفریة ۱۳۱۳ھ

۳۔الاجوبة الرضویة للمسائل الجفریة ۱۳۱۳ھ

۴۔ الثواقب الرضویة علی الکواکب الدریة ۱۳۲۱ھ

۵۔رسالہ در علم تکسیر

۶۔ ۱۵۲مربعات

۷۔حاشیہ الدر المکنون

۸۔ الوسائل الرضوية للمسائل الجفرية

۹۔ مجتلى العروس و مراد النفوس

۱۰۔ الجفر الجامع

۱۱۔ اسهل الكتب فی جميع المنازل

۱۲۔ رساله فی علم الجفر

۱۳۔ سفر السفر عن الجفر بالجفر

فن تصوف میں امام احمد رضا بریلوی کی اتنی ڈھیر ساری تصانیف کو دیکھ کر دنیا کو اس سچائی کا اعتراف ویقین کرنا پڑے گا کہ وہ اس فن کے بھی امام ہیں اور کہنا پڑے گا کہ انہوں نے جس فن پر توجہ دی اسی میں یکتائے روزگار ہو گئے۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ امام احمد رضا بریلوی صرف ایک فقیہ اور عاشق رسول تھے وہ آئیں اور انصاف و دیانت کی آنکھوں سے ان مصنفات کو دیکھیں، ان تصانیف کو دیکھ کر انہیں اس بات کا احساس ہو جائے گا کہ واقعی وہ امام تصوف، غزالی عصر اور سرمایۂ سلمان وابو ار تھے۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ امام احمد رضا بریلوی نے دیگر فنون متروکہ کی طرح فن تصوف کی بھی نشأۃ ثانیہ فرمائی، تعلیم و تعلم کے ذریعہ اس کی اشاعت کی، اپنے حلقہ بگوشوں اور ارادت مندوں میں تصوف و عرفان کی روح پھونکی، سالک کو صوفی بنایا، ظاہر پرست کو حقیقت و معرفت کا لذت آشنا کر دیا۔

صوفیانہ کردار و عمل

جس انسان کی زندگی اخلاق حمیدہ سے معمور اور صفات ذمیمہ سے دور ہو وہ انسان با کردار و پرہیز گار کہلاتا ہے معاشرے میں اس کے افعال و اعمال کو لائق تقلید اور نمونۂ عمل سمجھا جاتا ہے۔ اخلاق حمیدہ ہوں یا صفات ذمیمہ دونوں کا تعلق احوال قلب سے ہے۔

● صبر و شکر، خوف و رجا، احسان و رضا، زہد و تقویٰ، توکل و قناعت، کرم و

سخاوت، تواضع وانکسار، تحمل وبردباری، حسن ظن وحسن خلق، صدق واخلاص، عفت و
پارسائی وغیرہ اخلاق حمیدہ ہیں۔

● بغض وحسد، عداوت وکینہ، فخر وتکبر، غضب وریا، حرص وطمع، مکر وخیانت، جور
وجفا، ظلم تعدی، قلت حیا، قلت رحمت، بخل وغیرہ صفات ذمیمہ ہیں۔

ارباب طریقت اور مشائخ وصوفیہ کی زندگی میں قدم قدم پر اخلاق محمودہ ہی کی
کارفرمائیاں ہیں یہی ان کا نصب العین اور دائرۂ عمل تھا۔ صفات ذمیمہ سے انہوں
نے خود کو کوسوں دور رکھا بلکہ ریاضت ومجاہدہ کے ذریعہ نفس امارہ کو انہوں نے یکسر کچل
ڈالا اور قلوب کی ایسی تطہیر فرمائی، جس سے ان کی صفات مذمومہ زائل ہوگئیں۔ جب
تک قلب میں صفات ذمیمہ میں سے کوئی ایک بھی صفت رہے گی وہ نور معرفت اور
اسرار الٰہیہ کا مسکن وماویٰ نہیں بن سکتا۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ جس قلب میں بغض وحسد، حرص وطمع، فخر وتکبر وغیرہ
صفات رذیلہ ہوں وہ دل کتے کا گھر ہے یعنی حدیث یہ بتاتی ہے کہ جس گھر میں کوئی کتا
یا جاندار کی تصویر ہو اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے ہیں، یوں ہی جس کے دل
میں صفات قبیحہ میں سے کوئی صفت ہو وہ اخلاق محمودہ اور انوار الٰہیہ کا حامل نہیں ہوسکتا
ظاہر ہے کہ جس دل میں رحمت ونور کا سویرا نہیں اس لحاظ سے وہ کتے کا گھر نہیں تو کیا
ہے۔ صوفی کا دل تو اسرار خداوندی کا مخزن اور جلوۂ حق کا مسکن ومنبع ہوتا ہے۔ اسی لئے
درحقیقت صوفی کہلانے کا مستحق وہ ہے جسے نفس وقلب کی تطہیر وتزکیہ، روح کی
طہارت وپاکیزگی، زہد وتقویٰ اور حق کا عرفان وایقان حاصل ہو۔

شیخ الاسلام والمسلمین زبدۃ السالکین قدوۃ الواصلین اعلیٰ حضرت امام احمد رضا
بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب ہم بحیثیت صوفی کامل دیکھتے ہیں تو ان کی زندگی
صوفیانہ کردار وعمل سے مزین وآراستہ معلوم ہوتی ہے ان کے شب وروز کے معمولات
ومشغولیات سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ صفات ذمیمہ سے پاک اخلاق محمودہ سے آراستہ
وپیراستہ تھے۔ خوف وخشیت ربانی، زہد وپرہیزگاری، تدین وتقویٰ، خلوص وللّٰہیت

الموت ومساوات، توکل واستغنا، عفت وپارسائی، امانت ودیانت، صداقت وراست بازی، ایثار وقربانی، کرم وسخاوت، تواضع وانکسار، تحمل وبردباری، صبر وشکر، حق گوئی و بے باکی، حسن خلق وحسن معاشرت، حقیقی عشق ومحبت وغیرہ اوصاف وخصائل جو ایک صوفی کامل کے لیے طرۂ امتیاز ہیں وہ سب امام احمد رضا بریلوی کی ذات اقدس میں مجتمع نظر آتے ہیں۔ وہ جہاں ایک جلیل القدر مفسر، عظیم المرتبت محدث، صاحب بصیرت فقیہ، کامل مفتی، نامور عاشق رسول، یکتائے روزگار مصنف اور عبقری مجدد تھے وہیں وہ ایک باکمال صاحب ولایت صوفی اور زاہد شب خیز بھی تھے یہ اور بات ہے کہ وہ صوفی کی حیثیت سے متعارف نہ ہوئے۔ اسے المیہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کے تصوف پر بے اعتنائیوں کا پردہ پڑ گیا اور وہ صرف ایک فقیہ بے بدل اور عاشق رسول کی حیثیت سے مشہور ہو گئے، یقین جانئے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ صاحب طریقت مرشد اور تصوف کے اسرار ومعارف سے واقف وآگاہ نکتہ داں صوفی بھی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کچھ اپنوں کی غفلت وبے توجہی اور غیروں کی عداوت والزام تراشیوں سے ان کے بہت سارے محاسن وکمالات پردۂ خفا میں رہ گئے ورنہ وہ ایسے باکمال صاحب علم وفن ہیں کہ ان کی ہر خوبی پر ایک کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ کئی دہائیوں سے علماء ومحققین بیدار ہوئے اور ان کی علمی تحقیقات وباقیات کے مخفی گوشوں پر کام کیا مگر ابھی بہت کچھ باقی ہے۔ ان کے ایک ایک وصف وکمال کا تفصیلی جائزہ ان کی سوانحی کتابوں میں لیا گیا ہے۔ ہم یہاں صرف یہ کہہ کر گزر جانا چاہتے ہیں کہ ان کو اگر محدث وحدیث داں کی حیثیت سے دیکھا جائے تو علم حدیث واسماء الرجال پر وسعت معلومات میں وہ امام بخاری وامام مسلم سے کم دکھائی نہیں دیتے، ان کو اگر فقیہ ومفتی کی جہت سے دیکھا جائے تو جزئیات فقہ پر عبور ومہارت اور اجتہادی صلاحیتوں کی وجہ سے وہ امام اعظم ثانی معلوم ہوتے ہیں، اسی طرح اگر ان کے معمولات زندگی کا جائزہ لیا جائے تو کم سے کم چودھویں صدی ہجری میں ان جیسا کوئی باکمال صوفی وعارف نظر نہیں آتا وہ جنید وبایزید اور غزالی وشبلی کی یادگار تھے، علوم تصوف پر انہیں کامل دستگاہ حاصل تھی، انہیں منازل سلوک کا عرفان تام حاصل تھا، ان کی ذات میں ہمہ گیریت تھی، ان کے وجود

میں رب کائنات نے بہت سارے محاسن وخوبیوں کو جمع فرما دیا تھا۔ کارگاہ ہستی میں ایسی ہستیاں کم جنم لیتی ہیں ایسی ہی شخصیات کے تذکرۂ جمیل سے تاریخ کی زلفیں سنواری گئیں اور ان کے نقوش زندگی سے تاریخ کے صفحات آج بھی روشن وفروزاں ہیں۔

ہم یہاں پر ایک ایسے صاحب قلم کے قلبی تأثرات پیش کر رہے ہیں جن سے آپ کو یقین واذعان کے ساتھ معلوم ہو جائے گا کہ امام احمد رضا بریلوی فی الواقع تاج الاصفیاء اور جماعت صوفیہ کے ممتاز فرد تھے۔ یہ وہ تاثرات ہیں جو ان کی زندگی میں شائع ہوئے جنہیں دنیا نے اپنے سر کی نگاہوں سے دیکھا اور پڑھا۔ ملاحظہ فرمائیں ہفت روزہ ''خطیب'' دہلی کے شمارہ نمبر ۱۱ جلد نمبر ۱ مورخہ ۲۲ مارچ ۱۹۱۵ء میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کے متعلق خواجہ حسن نظامی کے تاثرات۔

بریلی کے مولانا احمد رضا خاں صاحب جن کو ان کے معتقد مجدد مائۃ حاضرہ کہتے ہیں در حقیقت طبقۂ صوفیائے کرام میں بہ اعتبار علمی حیثیت کے منصب مجدد کے مستحق ہیں۔ انہوں نے ان مسائل اختلافی پر معرکے کی کتابیں لکھی ہیں جو سالہا سال سے فرقۂ وہابیہ کے زیر تحریر وتقریر تھیں اور جن کے جوابات گروہ صوفیہ کی طرف سے کافی شافی نہیں دیئے گئے تھے۔ ان کی تصنیفات وتالیفات کی ایک خاص شان اور خاص وضع ہے۔ یہ کتابیں بہت زیادہ تعداد میں ہیں اور ایسی مدلل ہیں جن کو دیکھ کر لکھنے والے کے تبحر علمی کا جید سے جید مخالف کو اقرار کرنا پڑتا ہے۔ مولانا احمد رضا خاں صاحب جو کہتے ہیں وہی کرتے ہیں اور یہ ایک ایسی خصلت ہے جس کی ہم سب کو پیروی کرنی چاہیے، ان کے مخالف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا کی تحریروں میں سختی بہت ہے اور بہت جلدی دوسروں پر کفر کا فتویٰ لگا دیتے ہیں مگر شاید ان لوگوں نے مولانا اسماعیل شہید اور ان کے حواریوں کی دل آزار کتابیں نہیں پڑھیں جن کو سالہا سال صوفیائے کرام برداشت کرتے رہے، ان کتابوں میں جیسی سخت کلامی برتی گئی ہے اس کے مقابلے میں جہاں تک میرا خیال ہے مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اب تک بہت کم لکھا ہے۔ جماعت صوفیہ علمی حیثیت سے مولانا موصوف کو اپنا بہادر

...ف شکن سیف اللہ سمجھتی ہے اور انصاف یہ ہے کہ بالکل جائز سمجھتی ہے۔

(بحوالہ امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں)

اہل علم سے یہ بات مخفی و پوشدہ نہیں ہے کہ چند مسائل میں امام احمد رضا بریلوی کو خواجہ حسن نظامی سے اختلاف تھا جیسے مسئلہ سماع اور مسئلہ سجدۂ تحیت۔ یعنی خواجہ حسن نظامی مزامیر کے ساتھ سماع اور مرشد طریقت کے لیے سجدۂ تحیت و تعظیمی کے جواز و مشروعیت کے قائل تھے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی سماع مع مزامیر اور غیر اللہ کے لیے سجدہ تحیت کو حرام و ناروا سمجھتے تھے۔ امام احمد رضا بریلوی کا طریقہ یہ تھا کہ حق کے خلاف اگر کوئی آواز اٹھتی تو وہ بے چین و مضطرب ہو جاتے اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے، اس کے استیصال کے لیے ممکن تدابیر اختیار فرماتے اور اس آواز کو کچلنے کے لیے خرمن باطل پہ ان کا قلم برق خاطف بن کر گرتا۔ ان مسائل میں بھی انہوں نے آوازۂ حق بلند کیا اور اصلاح و درستگی کی کوشش فرمائی۔ ان مسائل کی تفصیل کے لئے امام احمد رضا بریلوی کے فتاوے اور یہ رسالے دیکھے جاسکتے ہیں ان میں دلائل شرعیہ، نصوص ائمہ اور اقوال اکابر سے مسئلہ ذائرہ کو ثابت و واضح کیا گیا ہے۔

۱۔ اجل التحبير فی حكم السماع والمزامير ۱۳۲۰ھ

۲۔ الزبدة الزكية لتحريم سجود التحية ۱۳۳۷ھ

۳۔ مسائل سماع

مجھے عرض یہ کرنی ہے کہ بعض مسائل میں اختلاف رائے کے باوجود خواجہ حسن نظامی کے نوک قلم سے امام احمد رضا بریلوی کے متعلق جو تأثرات ظاہر ہوئے وہ درست اور مبنی برحق ہیں۔

ریاضت و مجاہدہ

اولیاء وصوفیہ کی زندگی ریاضت و مجاہدہ میں گزرتی ہے اس راہ میں انہیں محنت شاقہ کا سامنا ہوتا ہے نفس کشی کی صبر آزما گھڑیوں میں جسے ثابت قدمی میسر ہوتی ہے

رب کائنات کی رحمت بے پایاں سے وہ نوازا جاتا ہے ورنہ اس خاردار وادی میں بڑے بڑے مجاہدہ کرنے والوں اور جفا کیشوں کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں، آزمائش وابتلا کا ایسا دور آتا ہے کہ وہ منزل مقصود سے بھٹک جاتے ہیں۔

ریاضت ومجاہدہ کی حالتیں مختلف ہیں کوئی گوشۂ تنہائی میں طاعات وعبادات کے ذریعہ مجاہدہ کرتا ہے، کوئی نفس کشی اور اس کے اسباب وعلل پر عمل کرنے کو مجاہدہ سمجھتا ہے، کسی کے لیے خدمت خلق اور دین وسنت کا فروغ واستحکام ہی مجاہدہ ہے۔اس کے شعبے اور دائرے اگرچہ جداگانہ ہیں مگر ہر ایک کو مجاہدہ کہا جائے گا، صوفیہ کی عملی زندگیوں میں ہر طرح کا مجاہدہ اور اس کی مثالیں ملتی ہیں۔ امام احمد رضا بریلوی کے زاہدانہ کردار میں ریاضت ومجاہدہ کا دائرہ وسیع نظر آتا ہے، وہ گوشہ تنہائی میں عافیت و آسودگی محسوس کرتے تھے وہ بذات خود صد بہار انجمن تھے مگر گھر کے ایک گوشہ میں خلوت اختیار فرمائی اسی گوشے میں بیٹھ کر شریعت وطریقت کی ایسی خدمت انجام دی جس سے عرب وعجم کے علماء وصوفیہ حیران وششدر رہ گئے، ان کے لیے خدمات دینیہ ہی ریاضت اور بڑا مجاہدہ تھا۔

کہا جاتا ہے کہ اولیائے کرام چلوں میں چالیس چالیس دنوں تک کچھ نہیں کھاتے پیتے تھے، حد کراہت سے نکلنے کے لئے صرف پانی کے ایک دو قطرے منہ میں ٹپکا لیتے تھے اسے بھی نفس کشی اور مجاہدہ کی اصل سمجھا جاتا ہے۔ اکثر اولیائے کرام نے اس کیفیت کو عملی مجاہدہ قرار دیا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ کثرت ریاضت سے جب روحانی قوت غالب ہوتی ہے تو جسم کھانے پینے سے بے نیاز و مستغنی ہو جاتا ہے۔

اس کے تناظر میں امام احمد رضا بریلوی کی ذات میں نفس کشی کی ایک مثال یہ ملتی ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے کھانا پینا چھوڑ دیا اس طرح انہوں نے مسلسل باسٹھ وقت تک کچھ نہیں کھایا، جب کھانے کے لئے اصرار کیا گیا تو فرمایا کہ جب روح کو غذا ملتی رہے تو جسم کو غذا فراہم کرنے کی ضرورت نہیں رہتی پھر والدین کریمین کی رضا و خوشنودی اور (خواب میں) ان کے اصرار کا خیال کرتے ہوئے کھانا شروع کیا۔

زاہد مرتاض اور صوفیہ نے مجاہدہ سے نجات آخرت کی تدبیر کی اور اپنی عاقبت کو سنوارا مگر جس نے خدمت خلق اور اشاعت دین کا بیڑا اٹھایا اور اس راہ میں اس کے لئے جو مشکلات آئیں وہ تجرد و تنہائی کے ہزار ریاضت و مجاہدات سے بڑھ کر ہیں۔

امام احمد رضا بریلوی نے زبان و قلم سے دین متین کی پرزور حمایت کی، ان کی علمی توانائی شریعت و طریقت کی گتھیاں سلجھانے میں صرف ہوئی، جہاد بالقلم سے انہوں نے دشمنان دین کا سر قلم کر دیا۔ وہ بذات خود مشغول مجاہدہ تھے ان کی تعلیمات تصوف کے اثر و نفوذ سے ان کے حلقہ ارادت میں بھی اس کا اثر نمایاں تھا۔

مجاہدہ کی مدت و حالت سے متعلق ایک استفسار کے جواب میں آپ فرماتے ہیں مجاہدے کے لیے کم از کم اسی ۸۰ برس درکار ہوتے ہیں باقی طلب ضرور کی جائے۔ مقصود یہ ہے کہ جس طرح اس عالم میں مسببات کو اسباب سے مربوط فرمایا گیا ہے اس طریقہ پر اگر چھوڑیں! اور جذب و عنایت ربانی بعید کو قریب نہ کر دے تو اس راہ کی قطع کو اسی ۸۰ برس درکار ہیں اور رحمت توجہ فرمائے تو ایک آن میں نصرانی سے ابدال کر دیا جاتا ہے اور صدق نیت کے ساتھ یہ مشغول مجاہدہ ہو تو امداد الٰہی ضرور کار فرما ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت، ۶۹)

وہ جو ہماری راہ میں مجاہدہ کریں ہم ضرور انہیں اپنے راستے دکھادیں گے

عرض کیا گیا، یہ اگر کسی کا ہو کر رہے تو ہو سکتا ہے دنیوی ذرائع معاش اور دینی خدمات چھوڑنی پڑیں گی۔ فرمایا، اس کے لئے یہی خدمات مجاہدات ہیں بلکہ اگر نیت صالحہ ہے تو ان مجاہدوں سے اعلیٰ۔

امام ابو اسحٰق اسفرائنی جب انہیں مبتدعین کی بدعت کی اطلاع ہوئی پہاڑوں پر ان اکابر علماء کے پاس تشریف لے گئے جو ترک دنیا و ما فیہا کر کے مجاہدات میں مصروف تھے ان سے فرمایا: اے سوکھی گھاس کھانے والو تم یہاں ہو اور امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتنوں میں ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ امام یہ آپ ہی کا کام ہے

ہم سے ہو نہیں سکتا۔ وہاں سے واپس آئے اور مبتدعین کے رد میں نہریں بہائیں۔

(الملفوظ اول، ص:۸۸ تخریج شدہ۔ مطبع ایڈوانس پرنٹنگ، دہلی)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے، ایک عالم صاحب کی وفات ہوئی ان کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا فرمایا جنت عطا کی گئی نہ علم کے سبب بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اس نسبت کے سبب جو کتے کو راعی کے ساتھ ہوتی ہے کہ ہر وقت بھونک بھونک کر بھیڑوں کو بھیڑیئے سے ہوشیار کرتا رہتا ہے مانیں نہ مانیں یہ ان کا کام، سرکار نے فرمایا کہ بھونکے جاؤ بس اس قدر نسبت کافی ہے، لاکھ ریاضتیں، لاکھ مجاہدے اس نسبت پر قربان جس کو یہ نسبت حاصل ہے اس کو کسی مجاہدے، کسی ریاضت کی ضرورت نہیں۔

(پھر فرمایا) اور اس میں کیا ریاضت تھوڑی ہے جو عزلت نشین ہو گیا نہ اس کے قلب کو کوئی تکلیف پہنچ سکتی ہے نہ اس کی آنکھوں کو، نہ اس کے کانوں کو، اس سے کہئے جس نے اوکھلی میں سر دیا ہے اور چاروں طرف سے موسل کی مار پڑ رہی ہے۔

(الملفوظ سوم، ص:۴۹۹ تخریج شدہ۔ مطبع مذکور)

خدمت دین، اشاعت مذہب عظیم مجاہدہ ہے اس نقطۂ نظر سے آپ حیات امام احمد رضا کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ انہوں نے پوری زندگی نصرت حق، حمایت مذہب، دین وسنت کی آبیاری اور امت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اصلاح وتربیت میں ایسی ذمہ داری سے گزاری کہ ان صعوبت انگیز راہوں سے وہ آسانیوں کے ساتھ اس طرح گزر گئے کہ نہ آبلہ پائی کے شکار ہوئے نہ زبان وبیان کی شگفتگی میں کوئی فرق پڑا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایسی وفادارانہ نسبت غلامی حاصل تھی کہ ناموس رسالت کی حفاظت وصیانت میں تن من دھن کی بازی لگا دی، اسی کو اپنی زندگی کا نصب العین قرار دیا، اس راہ میں نہ انہوں نے اپنوں کا خیال کیا نہ غیروں کی پرواہ، جس نے حدود شریعت سے باہر قدم نکالا یا شان اقدس میں گستاخی کی یا تنقیص وتوہین

آمیز کلمات کہے اسے تنبیہ کی اور اس کا ناطقہ بند کر دیا۔ ان کی مساعی جمیلہ اور مجاہدانہ کردار سے مسلمانوں کے فکر و اعتقاد میں ثبات و استحکام پیدا ہوا۔

یہی وہ عظیم مجاہدہ تھا کہ ان کے مرشد طریقت نے کسی اور ریاضت و تزکیہ کی ضرورت محسوس نہ کی بلکہ داخل سلسلہ فرمانے کے بعد روز اول ہی انہیں خلافت و اجازت عطا فرمائی اور فخر و مسرت سے فرمایا کہ ''روز قیامت اگر احکم الحاکمین نے فرمایا آل رسول تو میرے لئے کیا لایا ہے؟ تو میں احمد رضا کو پیش کروں گا۔

امام احمد رضا بریلوی کا قلب ریاضت و مجاہدہ کی بنا پر روشن و مزکی تھا اسی لئے ان کے پیرومرشد سید آل رسول، مارہروی قدس سرہٗ نے بغیر کسی مجاہدہ کے انہیں ان کے والد گرامی مولانا نقی علی خاں کے ساتھ داخل سلسلہ کر لیا اور اسی وقت تمام سلاسل کی اجازت و خلافت عطا فرمائی ورنہ ان کے یہاں دستور یہ تھا کہ جو بھی آتا اس کے قلب کی صفائی کے لیے اس سے مجاہدہ کرایا جاتا۔ ریاضت و نفس کشی اور تطہیر قلب کی سخت منزلوں سے گزارنے کے بعد ہی اس کو اجازت و خلافت کے قابل سمجھا جاتا مگر امام احمد رضا بریلوی جو ابھی ۲۲ سال کے نوجوان تھے ان کے لیے کسی ریاضت و تزکیہ کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی کیونکہ انہیں معرفت ربانی حاصل تھی قلب مصفی اور سینہ اسرار خداوندی کا گنجینہ تھا بس نگاہ مرشد کی ضرورت تھی۔ سلوک و عرفان کی جو منزلیں برسوں میں طے ہوتی ہیں وہ مرشد کامل کے فیض نظر سے لمحوں میں طے ہو گئیں۔ اپنے مرشد طریقت کے ذریعہ جہاں یہ سعادت خاص طور سے امام احمد رضا بریلوی کے حصے میں آئی وہیں ان کے مرشد نے بھی امام احمد رضا بریلوی کو وجہ افتخار سمجھا، ہوتا یہ ہے کہ مرید کو اپنے مرشد پر ناز ہوا کرتا ہے مگر امام احمد رضا ایسے مرید باصفا ہیں کہ ان پر ان کے پیرومرشد کو ناز تھا۔ اس سے مرید و پیر دونوں کے مقام بلند کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت سیدنا ابوالحسین نوری علیہ الرحمہ نے سیدنا شاہ آل رسول مارہروی سے عرض کیا حضور آپ کے یہاں تو بڑی ریاضت و مجاہدہ کے بعد خلافت دی جاتی ہے ان کو ابھی کیسے دے دی گئی؟ —— فرمایا

اور لوگ میلا کچیلا زنگ آلود دل لے کر آتے ہیں اس کے تزکیہ کے لئے ریاضت ومجاہدہ کی ضرورت ہوتی ہے یہ مصفی ومزکی قلب لے کر آئے انہیں ریاضت و مجاہدہ کی کیا ضرورت تھی؟ صرف اتصال نسبت کی حاجت تھی جو بیعت کے ساتھ ہی حاصل ہوگیا۔۔۔مزید فرمایا

مجھے بڑی فکر تھی کہ بروز حشر اگر احکم الحاکمین نے سوال فرمایا کہ آل رسول تو میرے لئے کیا لایا ہے تو میں کیا پیش کروں گا مگر خدا کا شکر ہے کہ آج وہ فکر دور ہوگئی، اس وقت میں احمد رضا کو پیش کردوں گا۔

تیرہ طرق بیعت کی اجازت

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کو سلاسل طریقت میں تیرہ طریقوں میں بیعت کی اجازت حاصل تھی مگروہ عام طور سے طریقہ عالیہ قادریہ جدیدہ میں لوگوں کو بیعت کرتے تھے۔ حضور غوث اعظم محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انتہائی عقیدت اور نسبت غلامی کی بناء پر یہ طریقہ ان کو محبوب تھا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس جگہ جملہ سلاسل عالیہ کے نام لکھے جائیں ان سے اندازہ ہوجائے گا کہ اعلیٰ حضرت کو کون کون سلسلہ کس کس طریقہ سے پہنچا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہو سکے گا کہ دوسرے مشائخ کرام کا سلسلہ کس جگہ اعلیٰ حضرت کے سلسلہ میں آکر ملتا ہے۔

۱۔ سلسلہ عالیہ قادریہ جدیدہ سلسلۃ الذھب

یہ سلسلہ حضور اقدس جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تک ۳۸ واسطوں سے پہنچا ہے۔

۱۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد مائۃ حاضرہ مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قادری بریلوی

۲۔ وارث العلم والفضل مولانا سید شاہ آل رسول احمدی

۳۔ حضرت سیدنا شاہ آل احمد اچھے میاں صاحب
۴۔ حضرت سید شاہ حمزہ صاحب
۵۔ حضرت سید شاہ آل محمد مارہروی
۶۔ حضرت سید شاہ برکت اللہ مارہروی
۷۔ حضرت سید شاہ فضل اللہ کالپوی
۸۔ حضرت سید شاہ احمد کالپوی
۹۔ حضرت سید شاہ محمد کالپوی
۱۰۔ حضرت شاہ جمال الاولیاء کوڑا جہان آبادی
۱۱۔ حضرت شیخ ضیاء الدین معروف بقاضی جیا
۱۲۔ حضرت شیخ محمد معروف بہ شیخ بھکاری
۱۳۔ حضرت سید ابراہیم ایرجی
۱۴۔ حضرت شیخ بہاء الدین
۱۵۔ حضرت سید احمد الجیلانی
۱۶۔ حضرت سید حسن
۱۷۔ حضرت سید موسیٰ
۱۸۔ حضرت سید علی
۱۹۔ حضرت سید محی الدین ابونصر
۲۰۔ حضرت سید ابوصالح
۲۱۔ حضرت سید عبد الرزاق
۲۲۔ قطب الاقطاب حضور غوث الاعظم سید ابومحمد محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی
۲۳۔ حضرت شیخ ابوسعید مخزومی
۲۴۔ حضرت شیخ ابوالحسن علی ھکاری
۲۵۔ حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی

۲۶۔حضرت شیخ عبدالواحد تمیمی

۲۷۔حضرت شیخ ابوبکر شبلی

۲۸۔حضرت شیخ جنید بغدادی

۲۹۔حضرت شیخ سری سقطی

۳۰۔حضرت شیخ معروف کرخی

۳۱۔حضرت امام علی رضا

۳۲۔حضرت امام موسیٰ کاظم

۳۳۔حضرت امام جعفر صادق

۳۴۔حضرت امام باقر

۳۵۔حضرت امام زین العابدین

۳۶۔حضرت سید الشہداء امام حسین

۳۷۔حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ۔رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

۳۸۔حضرت سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالی علیہ وعلی آلہ واصحابہ وخلفاء وعلماء امتہ اجمعین۔آمین

۲۔سلسلہ قادریہ آبائیہ قدیمہ

یہ سلسلہ ۳۴ واسطوں سے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ تک پہنچا ہے۔

ا تا ۶۔از اول تا شاہ برکت اللہ مثل سلسلہ اول

۷۔حضرت شاہ اویس

۸۔حضرت سید شاہ عبدالجلیل

۹۔حضرت سید شاہ میر عبدالواحد بلگرامی

۱۰۔حضرت سید شاہ مخدوم حسنین

۱۱۔حضرت سید شاہ مخدوم صفی

۱۲۔حضرت شیخ سعد بڈھن

۱۳۔ حضرت شیخ مینا لکھنوی

۱۴۔ حضرت شیخ سارنگ

۱۵۔ حضرت سید راجو قتال

۱۶۔ حضرت شیخ سید مخدوم جہانیاں

۱۷۔ حضرت شیخ نور الدین علی طواشی

۱۸۔ حضرت شیخ صالح مجذوب بردی

۱۹۔ حضرت شیخ کمال الدین کوفی

۲۰۔ حضرت شیخ سعد الدین بن الفتوح

۲۱۔ حضرت غوث الثقلین عبد القادر جیلانی

۲۲۔ حضرت شیخ اسود دینوری

۲۳۔ حضرت شیخ احمد اسود دینوری

۲۴۔ حضرت شیخ ممشاد علو دینوری

۲۵۔ حضرت شیخ ابو العباس نہاوندی

۲۶۔ حضرت شیخ عبد اللہ خفیف

۲۷۔ حضرت خواجہ جنید بغدادی

۲۸۔ حضرت خواجہ سری سقطی

۲۹۔ حضرت خواجہ معروف کرخی

۳۰۔ حضرت خواجہ داؤد طائی

۳۱۔ حضرت خواجہ حبیب عجمی

۳۲۔ حضرت خواجہ حسن بصری

۳۳۔ حضرت امیر المومنین علی المرتضی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

۳۴۔ حضرت سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

۳۔سلسلہ قادریہ رزاقیہ اسمعیلیہ

اس سلسلہ میں امام احمد رضا بریلوی سے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما تک ۲۴واسطے ہیں۔

ا تا ۴۔از اول تا حضرت حمزہ مثل سلسلہ اول
۵۔حضرت سید اسماعیل مولوی
۶۔حضرت سید عبد الرزاق پانسوی
۷۔حضرت سید عبد الصمد خدانما احمد آبادی
۸۔حضرت سید ہدایت اللہ خدانما
۹۔حضرت شیخ حسنین خدانما
۱۰۔حضرت شیخ امان اللہ امانی
۱۱۔حضرت ابراہیم شیخ بکری
۱۲۔حضرت شیخ ابراہیم ملتانی
۱۳۔حضرت میران بخش سید فرید بھکری
۱۴۔حضرت شیخ جلال الدین قادری
۱۵۔حضرت سید محمد
۱۶۔حضرت شیخ بہاء الدین
۱۷۔حضرت شیخ ابوالعباس
۱۸۔حضرت سید حسن
۱۹۔حضرت شیخ موسیٰ
۲۰۔حضرت سید علی
۲۱۔حضرت سید احمد براد سید محمد بغدادی
۲۲۔حضرت سید محمد بن ابی الصالح

۲۳۔ حضرت سید عبد الرزاق

۲۴۔ حضرت غوث الثقلین شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

الی آخر السلسلۃ

۴۔ سلسلہ عالیہ قادریہ رزاقیہ انواریہ

۱۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا الشاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی

۲۔ حضرت سید شاہ آل رسول احمدی

۳۔ حضرت نور الحق معروف بہ مولانا نور

۴۔ حضرت شیخ انوار الحق معروف بہ مولانا انوار

۵۔ حضرت شیخ احمد عبد الحق

۶۔ حضرت شیخ عبد الرزاق بانسوی قدس سرہٗ

الی آخر السلسلۃ الثانیۃ

۵۔ سلسلہ عالیہ قادریہ منوریہ معمریہ

۱۔ اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ امام احمد رضا قادری بریلوی

۲۔ حضرت سید شاہ ابو الحسین احمد نوری

۳۔ حضرت حافظ عارف علی حسین مراد آبادی

۴۔ حضرت شیخ ملا وریار خاں

۵۔ حضرت شیخ عبد الکریم

۶۔ حضرت شیخ شاہ منور

۷۔ حضرت شیخ شاہ دولہ

۸۔ حضرت غوث الثقلین شیخ عبد القادر جیلانی

۹۔ حضرت شیخ ابو سعید مخزومی

۱۰۔ حضرت شیخ ابو الحسن ہکاری

۱۱۔ حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی

۱۲۔ حضرت عبدالواحد بن عبدالعزیز تمیمی

۱۳۔ حضرت شیخ شبلی

۱۴۔ حضرت شیخ جنید بغدادی

۱۵۔ حضرت امام حسن عسکری

۱۶۔ حضرت امام علی نقی

۱۷۔ حضرت امام محمد تقی

۱۸۔ حضرت امام علی رضا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

الی آخر السلسلۃ الاول وہذہ اقرب السلاسل

حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب مارہروی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ یہ سلسلہ قریب ترین سلاسل عالیہ ہے اس لئے کہ حضرت شاہ دولہ قدس سرہٗ نے پانچ سو سال یا اس سے زیادہ عمر پائی اور حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت سے مشرف ہوئے تو اس سلسلہ میں اعلیٰ حضرت سے لے کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک کل ۲۵ واسطے ہیں۔ اور اس سلسلہ میں ایک دوسری خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں دس ائمہ اطہار ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

۶۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ قدیمہ

۱ تا ۱۶۔ از اول تا مخدوم جہانیاں مثل سلسلہ دوم

۱۷۔ حضرت سید نصیر الدین چراغ دہلوی

۱۸۔ حضرت سید نظام الحق والدین بدایونی

۱۹۔ حضرت سید فرید الدین گنج شکر

۲۰۔ حضرت سید قطب الدین بختیار کاکی

۲۱۔ حضرت سید سلطان الہند خواجہ غریب نواز حبیب اللہ وارث النبی معین الحق

الدین حسن چشتی سنجری اجمیری

۲۲۔ حضرت خواجہ محمد عثمان ہارونی

۲۳۔ حضرت خواجہ حاجی شریف زندنی

۲۴۔ حضرت سید مودود چشتی

۲۵۔ حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی

۲۶۔ حضرت محمد بن ابو احمد چشتی

۲۷۔ حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتی

۲۸۔ حضرت خواجہ ابو اسحٰق شامی

۲۹۔ حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری

۳۰۔ حضرت خواجہ پیرو بصری

۳۱۔ حضرت خواجہ حذیفہ مرعشی

۳۲۔ حضرت سلطان ابراہیم بن ادہم

۳۳۔ حضرت خواجہ فضیل بن عیاض

۳۴۔ حضرت خواجہ عبد الواحد بن زید

۳۵۔ حضرت خواجہ حسن بصری

۳۶۔ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

۳۷۔ حضرت سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

۷۔ سلسلہ عالیہ چشتیہ جدیدہ

۱ تا ۱۰۔ از اول تا شاہ جمال الاولیاء مثل سلسلہ اولیٰ

۱۱۔ حضرت سید جلال بخاری معروف بہ مخدوم جہانیاں

۱۲۔ حضرت شیخ بہاء الدین

۱۳۔ حضرت شیخ سالار بدہ

۱۴۔ حضرت شیخ بہاء الدین جونپوری

۱۵۔ حضرت شیخ محمد عیسیٰ

۱۶۔ حضرت شیخ فتح اللہ بدایونی

۱۷۔ حضرت شیخ صدر الدین

۱۸۔ حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی

۱۹۔ حضرت محبوب الٰہی نظام الملۃ والدین

۲۰۔ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر

۲۱۔ حضرت قطب الاولیاء قطب الدین بختیار کا کی

۲۲۔ حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی۔ قدس سرہم الی آخر السلسلۃ

۸۔ سلسلہ عالیہ سہروردیہ قدیمہ

۱ تا ۱۶۔ از اول تا مخدوم جہانیاں مثل سلسلہ چشتیہ قدیمہ

۱۷۔ حضرت شیخ رکن الدین

۱۸۔ حضرت شیخ صدر الدین

۱۹۔ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی

۲۰۔ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی

۲۱۔ حضرت شیخ ضیاء الدین عبد القاہر

۲۲۔ حضرت وجیہہ الدین ابوحفص عمر

۲۳۔ حضرت خواجہ محمد معروف بہ خواجہ عمویہ

۲۴۔ حضرت خواجہ ابو احمد اسود دینوری

۲۵۔ حضرت خواجہ ممشاد علو دینوری

۲۶۔ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی

۲۷۔ حضرت شیخ سری سقطی

۲۸۔ حضرت خواجہ معروف کرخی

۲۹۔ حضرت خواجہ داؤد طائی

۳۰۔ حضرت خواجہ حبیب عجمی

۳۱۔ حضرت خواجہ حسن بصری

۳۲۔ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

۳۳۔ حضرت سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

۹۔ سلسلہ عالیہ سہروردیہ جدیدہ

۱ تا ۱۰۔ از اول تا حضرت جمال الاولیاء مثل سلسلہ چشتیہ جدیدہ

۱۱۔ حضرت شیخ قیام الدین

۱۲۔ حضرت شیخ قطب الدین

۱۳۔ حضرت شیخ ادھن جونپوری

۱۴۔ حضرت شیخ بہاء الدین

۱۵۔ حضرت شیخ علاؤ الدین

۱۶۔ حضرت سید راجو قتال

۱۷۔ حضرت سید جلال بخاری معروف بہ مخدوم جہانیاں۔ قدست اسرارہم

الیٰ آخر السلسلۃ العالیۃ السہر وردیۃ القدیمۃ۔

۱۰۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ صدیقیہ

۱ تا ۹۔ از اول تا سید محمد کالپوی مثل سلسلہ قادریہ جدیدہ

۱۰۔ حضرت شیخ ابو العلا اکبر آبادی

۱۱۔ حضرت شیخ عبد اللہ

۱۲۔ حضرت سید محمد یحییٰ
۱۳۔ حضرت خواجہ محمد عبدالحق
۱۴۔ حضرت خواجہ عبیداللہ احرار
۱۵۔ حضرت خواجہ یعقوب چرخی
۱۶۔ حضرت خواجہ برہان الاصفیاء بہاءالدین نقشبندی
۱۷۔ حضرت خواجہ امیر کلال
۱۸۔ حضرت بابا محمد سماسی
۱۹۔ حضرت خواجہ علی رامیتی
۲۰۔ حضرت خواجہ محمود ابوالخیر فغنوی
۲۱۔ حضرت خواجہ عارف ریوگری
۲۲۔ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی
۲۳۔ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی
۲۴۔ حضرت شیخ ابوعلی طوسی فارمدی
۲۵۔ حضرت خواجہ ابوالقاسم گرگانی
۲۶۔ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی
۲۷۔ حضرت خواجہ بایزید بسطامی
۲۸۔ حضرت سیدنا امام جعفر صادق
۲۹۔ حضرت امام قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق
۳۰۔ حضرت سید سلمان فارسی
۳۱۔ حضرت افضل الاولیاء العالمین ابوبکر صدیق۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین
۳۲۔ حضرت سید المرسلین خاتم النبیین محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

۱۱۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ علویہ صدیقیہ

ا تا ۲۸۔ از اول تا امام جعفر صادق

۲۹۔ حضرت امام سیدنا محمد باقر

۳۰۔ حضرت امام زین العابدین

۳۱۔ حضرت امام حسین شہید کربلا

۳۲۔ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

۳۳۔ حضرت سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

۱۲۔ سلسلہ عالیہ بدیعیہ مداریہ

ا تا ۱۰۔ از اول تا حضرت جمال الاولیاء مثل سلسلہ قادریہ جدیدہ

۱۱۔ حضرت شیخ قیام الدین

۱۲۔ حضرت شیخ قطب الدین

۱۳۔ حضرت سید جلال عبد القادر

۱۴۔ حضرت سید مبارک

۱۵۔ حضرت سید اجمل

۱۶۔ حضرت عارف اجل بدیع الدین مدار مکن پوری

۱۷۔ حضرت شیخ عبد اللہ شیامی

۱۸۔ حضرت شیخ عبد الاول

۱۹۔ حضرت شیخ امین الدین

۲۰۔ حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

۲۱۔ حضرت سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

۱۳۔سلسلہ عالیہ علویہ منامیہ

یہ طریقہ تمام طریقوں سے قریب تر ہے

۱۔اعلیٰ حضرت مولانا الشاہ امام احمد رضا قادری بریلوی

۲۔وارث الفضل والعلم سید شاہ آل رسول مارہروی

۳۔حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز دہلوی

۴۔حضرت امیر المومنین علی مرتضی۔رضی اللہ تعالیٰ عنہم

۵۔حضرت سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

حضرت سیدنا شاہ ابو الحسین احمد نوری معروف بہ نوری میاں صاحب مارہروی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی قدس سرہٗ خواب میں زیارت مولائے کائنات علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے مشرف ہوئے اور درخواست کی کہ مجھے شرف بیعت سے مشرف فرمایا جائے، مولائے کائنات نے دست مبارک پھیلایا اور ان کو بیعت سے مشرف فرمایا۔ اس واقعہ کو مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے ایک مستقل رسالہ میں بہت ہی مفصل تحریر فرمایا ہے۔

فقیر (مولانا ظفرالدین بہاری) کہتا ہے کہ یہ طریقہ مناسبہ سب طریقوں سے قریب سے قریب تر ہے۔اس لئے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین واسطے ہوتے ہیں **ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔**

(حیات اعلیٰ حضرت سوم،ص:۶۱ تا ۸۱۔ادارہ اشاعت مسجد نورالاسلام بولٹن)

اتباع شرع اور تدین وتقویٰ

شریعت مطہرہ کی پیروی ہر مسلمان مکلّف پر لازم ہے اس کے بغیر آدمی کامل الایمان نہیں کہلا سکتا یوں ہی تقویٰ و دین داری اور اتباع شرع کے بغیر کوئی صوفی درجہ

صوفیت اور کوئی ولی مرتبہ ولایت نہیں پا سکتا، امام احمد رضا بریلوی تدین وتقویٰ میں اپنے زمانے میں فائق تھے، شریعت مقدسہ سے وہ سر مو منحرف دکھائی نہیں دیتے، زہد وتقویٰ کی بہاریں ان کے شب وروز میں نظر آتی ہیں، ہر قدم پر انہیں اتباع شرع کا ایسا خیال رہتا کہ اس کے خلاف ایک لفظ بھی برداشت نہ فرماتے۔

ان کے تدین وتقویٰ اور شریعت پر عمل سے متعلق چند واقعات نقل کرتا ہوں ان سے اندازہ ہو جائے گا کہ وہ شریعت وطریقت اور زہد وتقویٰ کے کس بلند مرتبے پر فائز تھے۔

حکم شرع یہ ہے کہ جب مسجد میں داخل ہو تو پہلے داہنا قدم رکھے پھر بایاں، یہاں تک کہ اگر اگلی صف میں جانا ہو ہر صف پر پہلے داہنا قدم رکھے۔ مسجد سے نکلنے میں پہلے بایاں قدم باہر نکالے یوں ہی صفوف پر سے گزرنے میں بائیں پیر کو مقدم کرے۔

● ایک روز نماز فجر ادا کرنے میں خلاف معمول کچھ دیر ہو گئی، نمازیوں کی نگاہیں بار بار اعلیٰ حضرت کے کاشانہ کی طرف اٹھ رہی تھیں کہ عین انتظار میں جلد جلد تشریف لائے، اس وقت ایک شخص نے اپنا یہ خیال ظاہر کیا کہ اس تنگ وقت میں دیکھنا یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت سیدھا قدم مسجد میں پہلے رکھتے ہیں یا بایاں، مگر قربان اس ذات کریم کے کہ دروازہ مسجد کے زینہ پر جس وقت قدم مبارک پہنچتا ہے تو سیدھا، تو سیعی فرش مسجد پر قدم پہنچتا ہے تو سیدھا، آگے صحن مسجد میں ایک صف بچھی تھی اس پر قدم پہنچتا ہے تو سیدھا اور اسی پر بس نہیں ہر صف پر تقدیم سیدھے ہی قدم سے فرمائی یہاں تک کہ محراب میں مصلیٰ پر سیدھا ہی قدم پہنچتا ہے۔

(حیات اعلیٰ حضرت اول، ص:۱۸۸، ادارہ اشاعت مسجد نور الاسلام بولٹن)

بول وبراز کے وقت قبلہ کی طرف رخ یا پیٹھ کرنا منع ہے یوں ہی قبلہ کی جانب تھوکنا بھی خلاف ادب ہے۔ جمعہ اور عیدین کے خطبوں میں جانب قبلہ پشت کرنا تو معمول ہے عام حالات میں بھی کوئی اگر ایسا کرے تو کوئی ممانعت نہیں لیکن غایت ادب وتقویٰ یا ورع کا تقاضا یہ ہے کہ بلا وجہ قبلہ کی طرف پشت نہ کرے۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے ایک شخص کے بارے میں سنا کہ اس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک حدیث صحیح موجود ہے اس کی روایت کے لیے وہ دور دراز سے سفر کر کے آئے جب اس کے قریب پہنچے دیکھا کہ اس نے قبلے کی طرف تھوک دیا، امام بخاری اسی جگہ سے یہ کہہ کر واپس ہو گئے کہ جو شخص قبلے کا ادب نہیں کرتا وہ حدیث رسول پر امین نہیں ہو سکتا۔

حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایک شخص کی ولایت و کرامت کا شہرہ تھا اس کے تعلق سے لوگوں میں چنیں و چناں مشہور تھا، حضرت بایزید نے اس سے ایک دن ملاقات کا قصد فرمایا جب اس کے قریب پہنچے دیکھا کہ اس نے قبلے کی جانب تھوکا قبلہ کا احترام و ادب نہ کیا یہ دیکھ کر حضرت بایزید وہیں سے واپس ہو گئے اور فرمایا کہ جو شخص آداب شریعت کا لحاظ و پاس نہ کرے وہ ولی نہیں ہو سکتا۔

امام احمد رضا بریلوی کی عادت کریمہ یہ تھی کہ آپ نے قبلے کی طرف کبھی نہیں تھوکا نہ پاؤں دراز کئے بلکہ آپ کو چھ سال کی عمر میں بغداد کی سمت معلوم ہو گئی تھی اس کے بعد آپ نے اس کی طرف کبھی پاؤں نہیں پھیلائے۔ یہ غوث اعظم محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب اور ان سے نسبت غلامی کا اثر تھا۔

● اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی بعض اوقات اوراد و وظائف مسجد ہی میں بحالت خرام شمالاً و جنوباً پڑھا کرتے مگر منتہائے فرش مسجد سے واپسی ہمیشہ قبلہ رو ہو کر ہی ہوتی، یعنی شمال سے جنوب اور جنوب سے شمال کی جانب واپسی قبلہ رو ہونے کے بعد ہوتی کبھی پشت کرتے ہوئے کسی نے نہ دیکھا۔

(حیات اعلیٰ حضرت اول، ص: ۱۹۰۔ مطبع مذکور)

مسجد کے اندر وضو کرنا تو دور کی بات ہے وضو کے بعد چہرہ اور ہاتھ کے پانی کی چھینٹیں ڈالنا بھی جائز نہیں، کیونکہ شریعت مطہرہ نے مسجدوں کو صاف ستھری رکھنے کا حکم دیا ہے۔ وضو کا پانی مستعمل اور ایک طرح سے نجاست آلود ہے اسی لئے ایسا پانی مسجد میں گرانا درست نہیں۔

مسجد کے ادب و احترام سے متعلق امام احمد رضا بریلوی کا حیرت انگیز عمل دیکھیں۔

● ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت بحالت اعتکاف اپنی مسجد میں مقیم تھے، شب کا وقت، جاڑے کا زمانہ، اور اس وقت دیر سے شدید بارش مسلسل ہو رہی تھی، اعلیٰ حضرت کو نماز عشاء کے لیے وضو کرنے کی فکر ہوئی کہ پانی تو موجود مگر بارش میں کس طرح بیٹھ کر وضو کیا جائے؟ بالآخر مسجد کے اندر لحاف، گدے کی چار تہہ کر کے اس پر وضو کیا اور ایک قطرہ فرش مسجد پر گرنے نہ دیا، اور پوری رات جاڑوں کی اور اس پر باد و باراں کا طوفان یوہیں جاگ کر ٹھٹھر ٹھٹھر کر کاٹ دی۔ (حوالہ مذکور)

مرد کے جسم میں ناف کے نیچے سے گھٹنے تک کا حصہ عورت کہلاتا ہے اس کا چھپانا فرض ہے۔ عورت کا پورا جسم چہرہ اور ہتھیلیوں کے علاوہ عورت ہے یعنی عورت سر تا پا عورت ہے۔ جسم کا جو حصہ عورت ہے اسے بلا ضرورت دوسرے کے لیے دیکھنا جائز نہیں، یوں ہی کسی اجنبیہ عورت کے چہرے پر اگر نظر پڑ جائے تو پہلی نظر معاف ہے دوسری نظر پر مواخذہ ہوگا۔

● ایک مرتبہ تین چار فوجی آدمی از راہ عقیدت اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سامنے کرسیوں پر بیٹھ گئے آپ نے نظر نیچی کر لی، فوجیوں نے کچھ عرض کیا، آپ نے بغیر نظر اٹھائے جواب دیا۔ یہ لوگ چونکہ نیکر پہنے ہوئے تھے جس کی وجہ سے زانو کھلے ہوئے تھے خدام نے فوراً ایک کپڑا لے کر سب کے زانو ڈھک دیئے اس کے بعد اعلیٰ حضرت نے نظر ملا کر کلام فرمایا۔

(حیات اعلیٰ حضرت اول، ص:۱۹۱، مطبع مذکور)

دینی امور میں اعلیٰ حضرت کی احتیاط

احقاق حق اور ابطال باطل امام احمد رضا بریلوی کا دینی و منصبی فریضہ تھا اعتقاد و عمل کا مسئلہ ہو یا علم و فن کا ہر مسئلے کو وہ شرعی دلائل و براہین سے حل فرماتے جس سے حق و صحیح اور

درست ونادرست کا ہر پہلو واضح وآشکارا ہو جاتا، وہ دین وشریعت کے معاملے میں غایت احتیاط کے قائل تھے ان کا قلم انتہائی محتاط وبے باک تھا وہ کوئی بھی فیصلہ صادر فرماتے تو غور وفکر کے بعد فرماتے اسی لئے انہیں کبھی کسی مسئلے میں رجوع کرنے کی نوبت نہیں آئی گویا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے ذمہ حفاظت میں لے لیا تھا، وہ قلمی ولسانی خامیوں سے محفوظ تھے۔ان کی صدہا تصانیف اس بات کے ثبوت میں پیش کی جاسکتی ہیں۔

ان کی صوفیانہ طرز زندگی اور احتیاط فی الدین کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

● سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ نقشہ ماہ مبارک ۱۳۳۵ھ کے اوقات نماز پنجگانہ فقیر استخراج کرتا ہے اور تکمیل کے بعد بغرض ملاحظہ اعلیٰ حضرت کے کاشانہ میں بوقت صبح حاضر کرتا ہے، جو دس پندرہ منٹ بعد واپس آجاتا ہے۔ دیکھتا ہوں کہ ہر نماز کے کالم میں صحیح لکھا ہے سوائے ایک کالم کہ اس کے اخیر میں لفظ (خیر) تحریر فرمایا تھا اور جس تاریخ کے وقت میں خامی تھی اس پر نشان (×) بنا دیا تھا۔ چنانچہ جانچ کرنے سے وہ نقص دور ہو گیا جو سکنڈ کے ہزارویں حصہ میں تھا اگر چہ وقت پر اس کا اثر نہ آتا تھا مگر غلطی تو تھی اس لئے بجائے صحیح کے لفظ (خیر) ارقام فرمایا گیا۔

(حیات اعلیٰ حضرت اول، ص:۱۹۳۔ادارہ اشاعت مسجد نور الاسلام بولٹن)

● انہیں کا بیان ہے کہ برسات کا موسم تھا عشاء کے وقت ہوا کے تیز جھونکے مسجد کے کڑوے تیل کا چراغ بار بار گل کر دیتے تھے جس کے روشن کرنے میں بارش کی وجہ سے سخت دقت ہوتی تھی۔ لہٰذا اس تکلیف کی مدافعت اعلیٰ حضرت کے خادم خاص حاجی کفایت اللہ صاحب نے یہ کی کہ ایک لالٹین میں انڈی کا تیل ڈالا اور روشن کر کے مسجد کے اندر لے جا کر رکھ دی۔ تھوڑی دیر ہوئی تھی کہ اعلیٰ حضرت کی نظر اس پر پڑی، ارشاد فرمایا حاجی صاحب! آپ نے یہ مسئلہ بارہا سنا ہوگا کہ مسجد میں بد بودار تیل نہیں جلانا چاہیے، انہوں نے عرض کیا حضور اس میں انڈی کا تیل ہے۔ فرمایا را ہگیر دیکھ کر کیسے سمجھیں گے کہ اس لالٹین میں انڈی کا تیل جل رہا ہے؟ وہ تو یہی کہیں گے کہ

دوسروں کوتو فتویٰ دیا جارہا ہے کہ مٹی کا بدبودار تیل مسجد میں نہ جلاؤ اور خود مسجد میں لالٹین جلوا رہے ہیں، ہاں اگر آپ برابر اس کے پاس بیٹھے ہوئے یہ کہتے رہیں کہ اس لالٹین میں انڈی کا تیل ہے، اس لالٹین میں انڈی کا تیل ہے، تو مضائقہ نہیں۔ چنانچہ حاجی صاحب نے فوراً اس لالٹین کو گل کر کے خارج مسجد کر دیا۔

(حیات اعلیٰ حضرت اول، ص: ۱۹۴۔ مطبع مذکور)

● انہیں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت قبلہ کی آنکھیں دکھنے آ گئیں، اس زمانہ میں بوقت حاضری مسجد متعدد بار ایسا اتفاق ہوا کہ کبھی قبل نماز اور کبھی بعد نماز مجھے پاس بلایا اور فرمایا کہ سید صاحب دیکھیے تو آنکھ کے حلقہ سے باہر پانی تو نہیں آیا ہے؟ ورنہ وضو کر کے نماز اعادہ کرنا ہوگی، کیونکہ دکھتی آنکھ کا پانی اگر حلقہ سے باہر آ جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ (حیات اعلیٰ حضرت اول، ص: ۱۹۵۔ مطبع مذکور)

تواضع وانکسار

تواضع اور محاسبہ نفس سلوک وتصوف کی پہچان اور صوفیہ ومشائخ کی محبوب عادت ہے، تواضع کرنے والے بارگاہ عزت کے مقرب اور معاشرے میں معزز کہلاتے ہیں۔ حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی امت کو تواضع اور انکساری اختیار کرنے کی تعلیم دی خود بھی تواضع اختیار فرما کر امت کے لیے بے مثال نمونۂ عمل پیش فرمایا۔ صوفیہ اپنے احتساب عمل اور تواضع اختیار کرنے کی بدولت مقام معرفت کی بلندیوں پر فائز ہوئے۔

امام احمد رضا بریلوی کو قریب سے دیکھنے والے لوگ اس بات کے شاہد وگواہ ہیں کہ انہوں نے حکم شرع اور اپنے اسلاف واکابر کے اتباع میں زندگی کے ہر موڑ پر تواضع اختیار کرنے کو اپنے لئے باعث اطمینان اور متاع فخر سمجھا۔ وہ خود احتسابی کو اخلاص وعمل کی پونجی اور ذریعہ نجات سمجھتے تھے۔ ان کی تواضع وانکسار کے ثبوت میں ان واقعات کو پیش کیا جا سکتا ہے۔

IMG_201703

● مارہرہ شریف حضرت سید شاہ برکت اللہ قدس سرہٗ کے عرس میں اعلیٰ حضرت بارہا تشریف لے گئے اور اکثر بیان بھی فرمایا مگر اس طرح سے کہ حاضرین مجلس سے فرماتے، میں ابھی اپنے نفس کو وعظ نہیں کہہ پایا دوسروں کو وعظ کے کیا لائق ہوں؟ آپ حضرات مجھ سے مسائل شرعیہ دریافت فرمائیں ان کے بارے میں جو حکم شرعی میرے علم میں ہوگا میں ظاہر کردوں گا۔ اتنا سن کر حاضرین سے کوئی صاحب حسب حال سوال کردیتا، اعلیٰ حضرت اپنی تقریر دل پذیر سے ایک موثر بیان اس مسئلہ پر فرمادیتے۔

● ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت نے صاحب البرکات قدس سرہٗ کے مزار پر اپنے والد ماجد قبلہ کا مولفہ مولود شریف ''سرور القلوب فی ذکر المحبوب'' بھی پڑھا ہے۔

یہ دو واقعات لکھ کر'' حیات اعلیٰ حضرت'' کے مصنف ملک العلماء مولانا ظفر الدین صاحب رضوی بہاری فرماتے ہیں۔

تواضع وانکسار کی یہ حد ہے اس لئے کہ کتاب دیکھ کر مجلس میں ایک معمولی مولوی بھی پڑھنا پسند نہیں کرتا بلکہ اس کو لوگ شان علم کے خلاف سمجھتے ہیں۔ میں نے بہت لوگوں کو دیکھا ہے کہ مبلغ علم ان کا اردو میں میلاد کی چند کتابیں، مگر ان کو دیکھ کر نہیں پڑھا کرتے بلکہ ایک مسلسل مضمون یاد کرلیا اور اسی کو زبانی جا بجا پڑھا کرتے ہیں۔

(حیات اعلیٰ حضرت اول، ص: ۱۵۰ مطبع مذکور)

ایسے جلیل القدر مجدد اور وقت کے عظیم محقق نے برسرِ مجلس کتاب دیکھ کر پڑھی جس نے بدایوں شریف میں سورۂ والضحیٰ پر مسلسل چھ گھنٹے تقریر فرمائی۔ تاریخ میں علمی تواضع کی ایسی مثال مشکل سے ملے گی۔

ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ حضرت تاج الفحول محبّ الرسول مولانا شاہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس شریف میں بدایوں تشریف لے گئے، وہاں نو بجے صبح سے تین بجے تک کامل چھ گھنٹے سورۂ والضحیٰ پر اعلیٰ حضرت کا بیان ہوا۔ پھر فرمایا کہ اسی سورۂ مبارکہ کی کچھ آیات کریمہ کی تفسیر میں اسی ۸۰ جز رقم فرما کر چھوڑ دیا اور فرمایا کہ اتنا وقت کہاں سے لاؤں کہ پورے قرآن پاک کی

ٹھہر للہ سکوں۔ (حیات اعلیٰ حضرت اول، ص: ۳۵۷۔ مطبع مذکور)

● ایک مرتبہ کچھ دیر تک اسٹیشن پر ٹھہرنا پڑا کسی نے جلدی سے آرام کرسی ویٹنگ روم سے لاکر بچھادی، ارشاد فرمایا یہ تو بڑی متکبرانہ کرسی ہے جتنی دیر بیٹھے آرام کرسی کے تکیہ سے پشت نہ لگائی۔

● اعلیٰ حضرت پان بہت کھایا کرتے تھے، اس کی عادت بہت پختہ تھی، ایک دن شام کو پان نہیں آئے مغرب سے تقریباً دو گھنٹے بعد گھر کا ملازم ایک بچہ پان لایا، اعلیٰ حضرت نے اسے ایک چپت مار کر فرمایا اتنی دیر میں لایا۔ بعدہ سحر کے وقت سحری کھا کر مسجد کے باہر دروازہ پر تشریف لائے اس بچے کو بلوایا جو شام کو پان دیر میں لایا تھا اور فرمایا کہ شام کو میں نے غلطی کی جو تمہارے چپت ماری، دیر سے بھیجنے والے کا قصور تھا لہٰذا تم میرے سر پر چپت مارو اور ٹوپی اتار کر اصرار فرمار ہے ہیں۔ یہ دیکھ کر بچہ بہت پریشان ہوا اور کانپنے لگا اور ہاتھ جوڑ کر عرض کرنے لگا حضور میں نے معاف کیا، فرمایا تم نابالغ ہو تمہیں معاف کرنے کا حق نہیں، تم چپت مارو مگر وہ نہ مار سکا، بعدہ اپنا بکس منگوا کر مٹھی بھر پیسے نکالے وہ پیسے دکھا کر فرمایا میں تم کو یہ دوں گا تم چپت مارو مگر وہ بیچارہ یہی کہتا رہا حضور میں نے معاف کیا، آخر کار اعلیٰ حضرت نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بہت سی چپتیں اپنے سر مبارک پر اس کے ہاتھ سے لگوائیں اور پھر اس کو پیسے دے کر رخصت کیا۔

(حیات اعلیٰ حضرت، اول، ص: ۱۵۰۔۱۵۱۔ مطبع مذکور)

استاذ و پیر اور دینی مقتدا کے ہاتھ پیر چومنا شرعاً جائز ہے مگر عہد حاضر کے بعض مشائخ طریقت اور پیروں میں ہاتھ پیر چومنے چموانے کی عادت بلا کی حد تک ہے حال یہ ہے کہ مرید کو بغیر چومے تسلی نہیں ہوتی اور پیر کو چموائے بغیر خوشی و اطمینان حاصل نہیں ہوتا۔ بعض لوگ تو فیض بخشیوں اور برکت کا سارا دار و مدار اسی کو سمجھتے ہیں۔ اس سلسلے میں اگر اسلاف و اکابر کو نمونہ عمل قرار دیا جائے اور ان کے اقوال و اعمال کے مطابق راہ عمل کا تعین کیا جائے تو نہ مرید گرفتار بلا ہوگا نہ پیران عظام پر نفس پرستی اور خلاف حدیث عمل کرنے کا الزام عائد ہوگا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کو اپنی قدم بوسی سخت ناگوار اور تکلیف دینے والی ہوتی اس سے لوگوں کو بارہا منع فرمایا۔

● ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ ایک صاحب کی طرف متوجہ ہو کر حکم مسئلہ ارشاد فرما رہے تھے ایک اور صاحب نے یہ موقع قدم بوسی سے فیضیاب ہونے کا اچھا سمجھا قدم بوس ہوئے فوراً چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا اور ارشاد فرمایا اس طرح میرے قلب کو سخت اذیت ہوتی ہے، یوں تو ہر وقت قدم بوسی ناگوار ہوتی ہے مگر دو صورتوں میں سخت تکلیف ہوتی ہے۔

☆ ایک تو اس وقت کہ میں وظیفہ میں ہوں

☆ دوسرے جب میں مشغول ہوں اور غفلت میں کوئی قدم بوس ہو کہ اس وقت میں بول نہیں سکتا۔

(پھر فرمایا) میں ڈرتا ہوں خدا وہ دن نہ لائے کہ لوگوں کی قدم بوسی سے مجھے راحت ہو اور جو قدم بوس نہ ہو تو تکلیف ہو کہ یہ ہلاکت ہے۔

(پھر فرمایا) تعظیم اسی میں ہے کہ جس بات کو منع کیا جائے وہ پھر نہ کی جائے اگرچہ دل نہ مانے، کون مسلمان ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک سنے تو سجدہ کرنے اور سر جھکا دینے کو اس کا دل نہ چاہے، واللہ العظیم اگر سجدہ کیا جائے تو مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ناراض ہوں گے راضی نہ ہوں گے ورنہ ہم سے تو سجدہ بھی ان کی عظمت کے لائق نہیں ہو سکتا، ان کو فرشتوں نے سجدہ کیا ان کو جبریل نے سجدہ کیا۔ (الملفوظ چہارم، ص:۶۲۱ تخریج شدہ، ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ، دہلی)

توکل وقناعت اور کرم وسخاوت

سخاوت وکرم اور توکل وقناعت کی خوبیوں کا کون انکار کر سکتا ہے یہ تو سید المتوکلین صاحب جود وکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عادت کریمہ میں شامل اور دیگر انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا امتیازی وصف اور محبوب عمل ہے۔ توکل وقناعت تصوف کی اصل اور

صوفیا و اولیاء کی خاص و مابہ الامتیاز پہچان ہے۔ ایک دنیا دار دنیاوی جاہ و مال، عزت و عظمت اور شہرت و ناموری کو متاعِ زندگی سمجھتا ہے، حرص و طمع اور حصول زر کو اولیں مقصود قرار دیتا ہے مگر جو طالب آخرت اور خدا والے ہوتے ہیں وہ عقبیٰ کی بھلائیوں اور اس کی نعمتوں پر نظر رکھتے ہیں اسی لئے دنیا میں وہ حرص و طمع سے دور رہ کر متوکلانہ زندگی بسر کرتے ہیں، فقر و فاقہ اور صبر و شکر کو سرمایۂ آخرت سمجھتے ہیں، ایک صوفی کی یہی شان اور ایک درویش و متوکل کا یہی عرفان ہے کہ وہ کل کے سامان کی فکر میں نہ رہے، رزق اللہ عز و جل کے دست کرم میں ہے وہ کل کی روزی کل عطا فرمائے گا وہ تو مجبور و بیکس، بے سہارا اور بے دست و پا والے کو بھی رزق پہنچاتا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی توکل و قناعت اور کرم و سخاوت کی اس منزل پر فائز تھے جس پر بڑے بڑے زاہدوں کو رشک ہوتا ہے وہ دنیاوی اعتبار سے صاحب ثروت اور جاگیر دار تھے مگر ہاتھ میں جو رقم آتی اسے راہ خدا اور خدام وغیرہ یا دینی کاموں میں صرف فرما دیتے، حیرت یہ ہے کہ جاگیر دار ہونے کے باوجود ان پر کبھی زکوٰۃ فرض نہ ہوئی یعنی اتنا مال ایک ساتھ کبھی نہیں رہا جس پر زکوٰۃ فرض ہوتی، ان کی زندگی میں سنت نبوی کا یہ عملی نمونہ تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کبھی زکوٰۃ فرض نہ ہوئی کیونکہ حضور سید المتوکلین ہیں بارگاہ اقدس میں جو کچھ اور جتنا آتا سب کو جب تک تقسیم نہ فرما دیتے سکون نہ ملتا اپنے لئے کچھ بچا کر نہ رکھتے۔ ذخیرہ اندوزی صاحب توکل کا نہیں دنیا دار کا وطیرہ ہے۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کی زاہدانہ زندگی میں توکل و سخاوت کا جو نمونہ ملتا ہے وہ صوفیائے کاملین کی ایک یادگار ہے۔

● ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت نے ایک اہم ضرورت کی بنا پر شجرۂ زر کا عمل کیا جب اس کی تکمیل ہوئی اسی وقت بند رومال میں اتنی رقم آئی جو ضرورت کے عین مطابق تھی۔ پھر آپ نے یہ کہہ کر اس عمل کو موقوف کر دیا کہ اس سے توکل میں فرق آسکتا ہے۔

(حیات اعلیٰ حضرت اول، ص ۱۸۵، مطبع بولٹن)

● سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت کے دولت کدے سے کبھی کوئی سائل خالی نہ پھرتا، اس کے علاوہ بیوگان کی امداد، ضرورت مندوں کی حاجت روائی، ناداروں کے مہینے تو کلاً علی اللہ مقرر تھے اور یہ اعانت فقط مقامی ہی نہ تھی بلکہ بیرونی ملک میں بھی بذریعہ منی آرڈر رقوم امداد روانہ فرمایا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ ایک صاحب کی خدمت میں مدینہ طیبہ پچاس روپے روانہ کرنے تھے، اتفاق وقت کہ اعلیٰ حضرت کے پاس اس وقت کچھ نہ تھا، انہوں نے بارگاہ رسالت میں رجوع کیا کہ سرکار! میں نے کچھ بندگان خدا کے مہینے حضور کے بھروسے پر اپنے ذمے مقرر کر لئے ہیں، رات اسی فکر اور کرب و بے چینی میں گزری کہ صبح کو ایک صاحب حاضر آستانہ ہوئے اور اکاون روپے بطور نذر حاضر خدمت کئے، اس وقت اعلیٰ حضرت پر بہت رقت طاری ہوئی پھر ضرورت کا انکشاف فرمایا، ارشاد ہوا یہ سرکاری عطیہ ہے اس لئے کہ اکاون روپے ملنے کے کوئی معنی نہیں سوائے اس کے کہ پچاس بھیجنے کے لئے فیس منی آرڈر بھی تو چاہئے۔

● ایک مرتبہ ایک ضرورت مند صاحب حاضر خدمت ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا اس وقت میرے پاس صرف تین آنے پیسے ہیں اور وہ بھی بعض خطوط کے جوابات کے لئے رکھے تھے اگر آپ فرمائیں تو حاضر کر دیئے جائیں، ان بیچارے نے آبدیدہ ہو کر نظر نیچی کر لی، آپ نے وہ ساڑھے تین آنے ان کے حوالہ کر دیئے۔

(حیات اعلیٰ حضرت اول، ص ۱۸۱، مطبع مذکور)

● ایک استفسار کے جواب میں آپ نے فرمایا، الحمد للہ کہ میں نے مال من حیث ھو مال سے کبھی محبت نہ رکھی صرف انفاق فی سبیل اللہ کے لئے اس سے محبت ہے، اسی طرح اولاد من حیث ھو اولاد سے بھی محبت نہیں صرف اس سبب سے کہ صلۂ رحم عمل نیک ہے اس کا سبب اولاد ہے اور یہ میری اختیاری بات نہیں میری طبیعت کا تقاضا ہے۔

(الملفوظ چہارم ص ۴۴۸ تخریج شدہ ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ دہلی)

کرامات

کرامات یا خلاف عادت بات کا ظہور ولی کا کمال ضرور ہے مگر معیار ولایت
ہیں، ولایت کے لئے کرامت نہیں شریعت وسنت پر استقامت کو دیکھا جائے گا۔
کیا ئے کرام فرماتے ہیں کشف وکرامت نہ دیکھ استقامت دیکھ کہ شریعت کے ساتھ
کیسا ہے۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے عرض کی کہ
حضرت تمام اولیاء سے کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں حضور سے بھی کوئی کرامت دیکھیں،
رمایا اس سے بڑی اور کیا کرامت ہے کہ اتنا بڑا بھاری بوجھ گناہوں کا سر پر ہے اور
زمین میں دھنس نہیں جاتا۔

مجھے عرض یہ کرنی ہے کہ اولیاء وصوفیاء سے بے شمار کرامات ظاہر ہوئیں، بعض
اولیاء نے کرامات کے زور سے دین کی اشاعت فرمائی، بعض کی زندگی تو کراماتوں ہی
سے عبارت ہوگئی یہاں تک کہ عوام کا خیال یہ بن گیا کہ کسی بزرگ سے اگر کرامت کا
ظہور ہو ورنہ ہو وہ ولی نہیں ہوسکتا، ظاہری علامات میں عوام کرامت ہی کو معیار ولایت قرار
دیتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے جو بڑے بڑے اولیائے کرام ومشائخ عظام
ہیں انہیں کشف وکرامات ہی سے مشہور ومتعارف کرایا گیا ہے۔ علوم تصوف پر انہیں
مہارت کس قدر تھی، فنافی اللہ میں ان کا پایہ کتنا بلند تھا، علم باطن میں کس درجہ کمال تھا،
زہد وتقویٰ میں ان کا مقام کیا تھا، وغیرہ چیزوں کو علمی اعتبار سے کم بیان کیا گیا اسی لئے
ان کی علمی حیثیات کسی حد تک چھپ گئی ہیں خواص اگر چہ ان کی علمی جاہ وتمکنت اور
منازل سلوک ومعرفت سے آگاہ ہیں مگر عوام اس سے غافل و نابلد ہیں حالانکہ
کرامتوں کے ساتھ ان کے علمی تشخص وکمال کو بھی واضح کرنے کی ضرورت ہے۔ امام
احمد رضا بریلوی کی علمی وفنی حیثیت کو زمانہ جانتا ہے مگر ان کے صوفیانہ کردار وعمل،
تصوف وعرفان اور کرامتوں سے بہت ہی کم لوگ واقف ہیں اسی لئے ہم یہ چاہتے
ہیں کہ امام احمد رضا بریلوی کو ایک صاحب کرامت ولی اور صاحب طریقت صوفی و

IMG_201703

مرشد کی حیثیت سے متعارف کریں تا کہ دنیا جہاں کے لوگ انہیں با کرامت ولی
عارف باللہ کی حیثیت سے بھی جاننے پہچاننے لگیں، مگر بات یہ ہے کہ عوام وخواص اور
عرب وعجم میں وہ محدث وفقیہ اور علوم عقلیہ ونقلیہ کے عظیم محقق ومفکر ہونے کی حیثیت
سے مشہور ومتعارف ہیں۔ صوفی اور ولی کی حیثیت سے معروف نہ ہوئے، جبکہ وہ
صاحب طریقت مرشد، اہل دل صوفی، صاحب کرامت ولی بھی ہیں۔ وہ تصوف و
طریقت کے اسرار ومعارف سے واقف وآگاہ تھے موضوع تصوف پر ان کی جو
تصانیف وخدمات ہیں وہ رشک ناک اور قابل ستائش ہیں۔ ویسے اگر ان کے علمی
کارناموں سے ایک ایک کام کو کرامت کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا کیونکہ انہوں نے مختصری
عمر میں جو بڑی چھوٹی کتابیں تصنیف کیں ان کی تعداد کو دیکھ کر یہ گمان ہوتا ہے کہ
انہوں نے اپنی عمر سے کئی گنا زیادہ علمی کام کیا ہے، تقریباً ایک ہزار تصانیف کو ان کی عمر
کے سالوں، مہینوں اور دنوں میں اگر تقسیم کیا جائے تو ایک اندازے کے مطابق ہر پانچ
دن میں ایک کتاب وجود میں آتی ہوئی معلوم ہوتی ہے یہ محیر العقول کارنامہ کیا
کرامت نہیں ہے؟

امام احمد رضا بریلوی ''انباء الحی حاشیہ الدولۃ المکیۃ'' میں بسط زمان وطی زمان
(زمانے کے پھیلنے اور سمٹنے) کی بحث میں خود فرماتے ہیں:

امام عبدالوہاب شعرانی نے ''الیواقیت والجواہر'' کی تصنیف کے دوران قلیل
مدت میں ''فتوحات مکیہ'' کا متعدد بار مطالعہ کیا ہے۔ جبکہ دس جلدوں کی ضخیم کتاب کو
بالاستیعاب مطالعہ کرنے کے لئے طویل مدت درکار تھی۔ خود امام شعرانی نے اسے اپنی
کرامت شمار کیا ہے۔ (انباء الحی ان کلامہ المصون تبیان لکل شئی ،ص ۸۸ برکات رضا پور بندر)

اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ اس قسم کی باتیں سرتا سر کرامت ہیں مگر ہم یہاں پر
عوام کی ضیافت طبع کے لئے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کی چند حیرت انگیز کرامات
پیش کر رہے ہیں جنہیں دیکھنے کے بعد ہر شخص کو یہ یقین ہو جائے گا کہ واقعی وہ
صاحب تصرف اور با کرامت ولی وصوفی ہیں۔

● ایک مرتبہ شب کے وقت مولانا رحیم بخش صاحب ''میر زاہد'' مطالعہ فرمارہے تھے کہ طلبہ کو اس کا درس دینا تھا، دوران مطالعہ ایک جگہ رکاوٹ پیدا ہوئی، بہت غور کیا مگر وہ مقام حل نہ ہوا، شب کا زیادہ وقت اسی میں گزر گیا بالآخر کتاب بند کردی، دوسری شب کو پھر دیر تک اس پر غور کیا مگر سمجھ میں نہ آیا، تیسری شب انتہائی سعی فرمائی مگر کامیابی نہ ہوئی اور کتاب بند کر کے بارادہ استراحت لیٹ گئے مگر نیند نہ آئی، دیر تک کروٹیں بدلتے رہے بالآخر آنکھ لگ گئی اور خواب میں دیکھتے ہیں کہ حضور اعلیٰ حضرت قبلہ ایک اجتماع کثیر میں اسی مسئلہ لاینحل کو حل فرمارہے ہیں معاً آنکھ کھل گئی تو فجر کا وقت تھا وضو کیا اور نماز پڑھی اور خوش خوش مدرسہ پہنچ کر طلبہ کو درس دیا اور جس وقت سے بیدار ہوئے تھے قلب بار بار متقاضی تھا کہ بریلی شریف حاضر ہو کر قدمبوسی حاصل کروں، چنانچہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور سبب حاضری عرض کیا، اعلیٰ حضرت قبلہ نے تبسم فرماتے ہوئے اس حل کی تائید کی۔

(حیات اعلیٰ حضرت سوم، ص ۲۲۱، ادارہ اشاعت مسجد نورالاسلام بولٹن)

● ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت کے سامنے نواب کلب علی خان صاحب والی ریاست رامپور کا ذکر ہو رہا تھا ارشاد فرمایا کہ مرحوم اہل دل سے تھے۔ پھر فرمایا، میں ان کو ایام حج میں ہر سال مدینہ منورہ کی گلیوں میں دیکھتا ہوں۔

اس سے ظاہر ہوا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ اپنے زمانہ حیات میں ہر سال باطنی طور پر ایام حج میں مدینہ طیبہ کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے۔ نیز نواب صاحب مرحوم بھی بعد وفات ہر سال ایام حج میں مدینہ شریف کی زیارت کیا کرتے۔

(حیات اعلیٰ حضرت سوم، ص ۲۲۸ مطبع مذکور)

● ایک مرتبہ مخالفین کی جانب سے اعلیٰ حضرت کے قتل کی منظم سازش کی گئی اور دو آدمیوں کو مقرر کیا گیا کہ وہ عشاء کے بعد مسجد سے آتے ہوئے راستہ میں آپ کو شہید کردیں۔ یہ دونوں آدمی ایک دن مسجد سے آپ کے پیچھے ہولئے اور راستہ میں اپنے ناپاک خیال سے حملہ کرنا چاہا تو ایک خوفناک چیخ مار کر بے ہوش ہو کر گر پڑے،

لوگ چیخ کی آواز سن کر ادھر ادھر سے آگئے اور ان کو بیہوش دیکھ کر ہوش میں لانے کی
کوشش کی، جب ہوش و حواس ٹھیک ہوئے تو انہوں نے قتل کی سازش بیان کرتے
ہوئے کہا کہ جب ہم نے حملہ کرنا چاہا تو اعلیٰ حضرت کے دہنے بائیں دو شیر نمودار
ہوئے اور ہماری طرف نہایت غضب ناک طریقہ سے بڑھے، پھر ہم کو نہیں معلوم کہ
کیا ہوا، اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ بظاہر شیر تھے لیکن حقیقت میں اللہ کے پیارے محبوب
محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے عاشق وشیداء حضور غوث اعظم رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کی مدد تھی۔ یہ دونوں شخص اسی وقت تائب ہو کر بیعت ہو گئے۔

(حیات اعلیٰ حضرت سوم، ص:۲۳۶۔ مطبع مذکور)

● ۱۳۳۰ھ میں پیلی بھیت کے ایک مشہور بزرگ حافظ یعقوب علی خاں
صاحب مرحوم اعلیٰ حضرت سے بیعت ہونے بریلی تشریف لے گئے، ابھی اعلیٰ
حضرت کی نشست یعنی پھاٹک سے تقریباً ۲ فرلانگ کے فاصلے پر تھے کہ اعلیٰ حضرت
نے حاضرین مجلس سے فرمایا کہ پیلی بھیت کے ایک بزرگ بیعت ہونے آرہے ہیں
ان کو لے آیئے، کچھ لوگ گئے اور حافظ صاحب کو لاکر پھاٹک میں بٹھادیا، اعلیٰ حضرت
نے اسی مجلس میں حافظ صاحب کو مرید کیا اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ
اللہ بہتر جانتا ہے کہ آپ کس کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں۔

(حیات اعلیٰ حضرت سوم، ص:۲۳۷ مطبع مذکور)

● ۱۳۱۹ھ میں حضرت محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "التعلیق المجلی شرح منیۃ
المصلی" تحریر فرمارہے تھے ایک دن بہت سے اوراق آپ کی چوکی پر سے غائب ہو
گئے، تلاش بسیار کے باوجود وہ اوراق نہ ملے، اعلیٰ حضرت سے اس واقعہ کو بیان کیا
گیا، آپ نے فرمایا کہ وہ ضائع نہیں ہوئے ہیں پھر محدث سورتی صاحب سے فرمایا
آپ کی مسجد میں جنوں کی ایک جماعت رہتی ہے ان میں ایک صاحب علوم اسلامیہ
سے بھی واقف ہیں اور آپ کے درس حدیث میں شامل ہوتے ہیں وہ دیکھنے کو لے

تھے مگر واپس رکھنا بھول گئے، آپ مسجد میں تلاش کیجیے، چنانچہ مسجد میں تلاش کیا
گیا تو وہ مسودہ ایک اونچے طاق پر حفاظت سے رکھا ہوا ملا۔

● پیلی بھیت کی ایک سیدانی صاحبہ نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ
حضرت ایک سال ہوا میں نے کچھ روپے اور اشرفیاں اپنے کمرے کے ایک کونہ میں گاڑ
دیے تھے مگر اب وہ وہاں نہیں ہیں، لڑکی کی شادی کے لئے رکھے تھے اور شادی قریب
ہے۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ وہ اب اس جگہ نہیں ہیں بلکہ وہاں سے ہٹ کر کوٹھری
میں فلاں جگہ پہنچ گئے ہیں۔ اس جگہ دیکھا گیا تو سب کے سب مل گئے۔ اعلیٰ حضرت
نے فرمایا کہ بغیر بسم اللہ کہے اگر دفن کیا جائے تو وہ اپنی جگہ پر قائم نہیں رہتا ہے۔

(حیات اعلیٰ حضرت سوم، ص: ۲۳۹، مطبع مذکور)

● مولوی محمد حسین کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں اور مولوی حبیب اللہ صاحب اور
مولانا عبد العلیم صاحب بریلی گئے، اس زمانہ میں اعلیٰ حضرت نے کچھ نوش نہ فرمایا
تھا، گھر والوں نے بہت عرض کیا مگر قبول نہ ہوا، ہم لوگوں کو دیکھ کر حسن میاں نے فرمایا
کہ آج اعلیٰ حضرت کو ۳۱ دن ہوئے کوئی چیز نہیں کھائی ہے۔ ہر چند عرض کیا مگر نہیں
مانتے، آپ لوگ مہمان ہیں، مہمان کا کہنا ماننا سنت ہے، آپ صاحبان عرض کریں۔
جب اعلیٰ حضرت نماز کو تشریف لائے، مولانا عبد العلیم صاحب نے عرض کیا، کچھ
جواب نہ دیا۔ دوسری نماز کے بعد پھر عرض کیا، پھر جواب نہ ملا، تیسری مرتبہ پھر عرض کیا
تو فرمایا آپ یہ کس غرض سے فرما رہے ہیں؟ عرض کی حضور کے تمام اوقات دینی
کاموں میں مشغول ہیں، مقصد یہ ہے کہ حضور کو ضعف نہ ہو ورنہ ان کاموں میں حرج
ہوگا۔ فرمایا کہ میرے ذمہ فتاوی نویسی، پنج وقتہ جماعت میں حاضر ہونا، اگر کوئی
صاحب تشریف لائیں اور کچھ دریافت کریں تو ان کا جواب عرض کرنا، ان تینوں
کاموں سے آپ نے کس کام میں تساہل پایا؟ مولانا! یہ عادت تو جانوروں کی ہوتی
ہے کہ دانہ چارہ ملا تو کام کیا ورنہ نہیں، انسان کی یہ خصلت نہیں۔ یہ سن کر جواب نہ بن

پڑا، مگر پھر خوشامد کی رضامند ہوئے تو حکیم صاحب نے فرمایا کہ پہلے تھوڑا تھوڑا دودھ دیا جائے ورنہ نقصان ہوگا آنتیں خشک ہوگئی ہیں۔ چنانچہ ترسٹھویں وقت تھوڑا سا دودھ دیا گیا۔ (حیات اعلیٰ حضرت سوم، ص:۲۵۲۔ مطبع مذکور)

● صاحب بہار شریعت مولانا امجد علی صاحب نے بیان فرمایا کہ ہم اعلیٰ حضرت سے درس حدیث لے رہے تھے کہ خلاف عادت اعلیٰ حضرت وہاں سے اٹھے اور پندرہ منٹ بعد قدرے متفکر پریشان واپس تشریف لائے، آپ کی آستین اور دونوں ہاتھ تر تھے مجھ سے فرمایا دوسرا خشک کرتا لے آیئے میں نے حاضر کیا، اسے پہن کر ہم لوگوں کو درس دینے لگے۔ لیکن میرے دل میں یہ بات کھٹکی تو میں نے وہ دن تاریخ وقت لکھ لیا، چنانچہ گیارہ دن کے بعد ایک جماعت تحفہ تحائف لے کر حاضر ہوئی۔ جب وہ لوگ چند دن رہ کر واپس جانے لگے تو میں نے ان سے حال پوچھا کہ کہاں مکان ہے؟ اس وقت کہاں سے تشریف لائے اور کیسے آنا ہوا؟ ان لوگوں نے اپنا واقعہ بیان کیا کہ ہم فلاں تاریخ کشتی میں سوار ہوئے ہوا تیز چلنے لگی موجیں زیادہ اٹھنے لگیں یہاں تک کہ کشتی کے الٹ جانے اور ہم لوگوں کو ڈوب جانے کا خطرہ پیدا ہوا اس حالت میں ہم نے اعلیٰ حضرت سے توسل کیا اور نذر مانی تو دیکھتے ہیں کہ ایک شخص کشتی کے نزدیک آیا اور کنارا اس کا پکڑ کر گھاٹ کے کنارے پہنچا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ حضرت کے توسل کی برکت سے ہم لوگوں کو بچالیا، وہی نذر پوری کرنے اور اعلیٰ حضرت کی زیارت کو آئے ہیں۔ (حیات اعلیٰ حضرت سوم، ص:۲۵۵۔ مطبع مذکور)

ان کرامات کو دیکھ کر یقین واذعان سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ ولایت کے عظیم مرتبے پر فائز تھے، وہ علم وعمل کے روشن چراغ اور مینارۂ نور تھے، وہ اسرار خودی سے واقف اور معرفت وتصوف کے دانائے راز تھے، ان کی حیات اقدس کا ہر گوشہ روشن وتابناک اور مشعل راہ ہے، وہ اسلاف واکابر کی یادگار اور رسول رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک معجزہ تھے، ان کے حیرت انگیز کارناموں سے ان کی

امہ گیریت وآفاقیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ علمی دنیا کے لیے ان کا وجود ایک نعمت عظمی اور وہ بذات خود ایک جہان حیرت ہیں، ان کی فکری پاکیزگی، کمال تقوی، دانش وبینش اور علمی تنوع کا پورا زمانہ معترف ومداح ہے۔

سبب تالیف

شعبان ۱۴۲۸ھ کو ایک سفر دہلی کے موقعے پر میرے بعض احباب نے مجھ سے کہا کہ ایک ''صوفیہ نمبر'' کا اعلان کیا گیا ہے آپ ''امام احمد رضا اور علوم تصوف'' کے عنوان سے کچھ لکھ دیجیے، میں اپنی کم مائیگی وبے بضاعتی اور کچھ اپنی مصروفیات کو دیکھ کر انکار کرنا چاہا مگر احباب کے اصرار اور پیہم تقاضے کی بنیاد پر شرکت کی دعوت قبول کر لی، پھر اس کی ترتیب وتالیف کے لیے جب میں نے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کی بعض تصانیف وفتاوے کا تصوف کے پیمانے سے مطالعہ کیا تو فرط مسرت سے میری آنکھیں کھل گئیں اور بے ساختہ زبان پر آیا کہ واقعی امام احمد رضا بریلوی فن تصوف کے بھی امام اور حقائق ومعارف ربانی کے نکتہ داں صوفی ہیں۔ چند کتابوں کے مطالعے اور استفادے کے بعد مقالے کی تکمیل تو ہو گئی، مگر میرے دل میں یہ خیال انگڑائیاں لینے لگا کہ اگر ان کی تصانیف سے تصوف وسلوک اور حقیقت ومعرفت پر مشتمل جملہ مضامین ومواد کو یکجا کیا جائے تو ایک ضخیم اور اہم کتاب تیار ہو سکتی ہے۔ میں اسی فکر وتردد میں رہا اور امروز وفردا پہ معاملہ ٹلتا رہا پھر جب اس کا عزم صمیم ہو گیا اور میں نے رحمت خداوندی پر وثوق واعتماد کرتے ہوئے کمر ہمت مضبوط کر لی تو میرا قافلہ شوق بڑھتا رہا، منزل سے منزل کا پتہ ملتا گیا اور بہت ہی کم مدت میں ایسا خزانہ مقصود ہاتھ آیا جس کی قدر وقیمت کا اندازہ اہل علم وتحقیق بخوبی لگا سکتے ہیں، ہم یہ جانتے ہیں کہ یہ مجموعہ سلوک وتصوف، شریعت وطریقت، رموز واسرار، حقائق ومعارف وغیرہ کا ایسا علمی شاہکار ہے جس سے امام احمد رضا بریلوی کے فن تصوف پر وسعت معلومات اور کمال ژرف نگاہی کا اندازہ ہوتا ہے اور اس سے ان لوگوں کی آنکھیں کھل سکتی ہیں جو

امام احمد رضا بریلوی کو باکمال صوفی اور صاحب کرامت ولی کی حیثیت سے نہیں جانتے۔ اغیار سے زیادہ اپنوں نے اس بات کو ہوا دی ہے کہ احمد رضا تو صرف ایک مولانا ہیں، علم و معلومات کے بحر بیکراں ضرور ہیں مگر ولی اور صوفی نہیں ہیں اگر وہ ولی ہوتے ان کی ولایت کا چرچا ہوتا، اگر وہ صوفی ہوتے ان کے تصوف و صوفیت کی شہرت ہوتی وغیرہ وغیرہ۔ زیر نظر کتاب میں ان الزامات کا جواب مل سکتا ہے، اہل نظر اس میں حقائق و سچائیاں تلاش کر سکتے ہیں۔

اس سے بڑی مظلومیت اور کیا ہو سکتی ہے کہ جس بات پر زمانہ متفق ہے معاندین و حاسدین از راہ عناد و حسد اس کا سراسر انکار کر دیتے ہیں، ستم یہ ہے کہ انکار حقائق کے ساتھ ان پر الزام تراشیاں اور افترا پردازیاں بھی کی گئیں اور بے وجہ انہیں معتوب ٹھہرایا گیا، مگر ہماری جماعت کے علماء و محققین نے تمام مخترعہ الزامات کے مسکت و مدلل جوابات دے دیئے ہیں پھر بھی معاندین کو اگر حقائق سے انکار یا چشم پوشی کا مرض لا دوا لاحق نہیں یا وہ شکوک و شبہات کی دلدل میں غرق ہوں تو امام احمد رضا کی تصانیف کے ورق ورق اور سطر سطر سے وہ درس عبرت، ازالۂ شک و ریب اور اپنے مرض مہلک کی دوا حاصل کر سکتے ہیں۔ انہوں نے عشق و وفا کے پیغام سے دنیا کو سرشار و سرمست کر دیا، اسلامیان عالم کے دلوں میں عشق رسالت کی شمع روشن و فروزاں کی، بدعقیدگی و بد مذہبی کی طوفانی ہواؤں کے تیز و تند جھونکوں سے کشتی ملت بیضا کو بچایا، شریعت و طریقت پر حرف گیری کرنے والوں کو دندان شکن جواب دیا، بدعات و خرافات کے ناسور سے معاشرے کو بچانے کی کوشش کی، ان کی دینی خدمات اور تجدیدی کارناموں سے چودھویں صدی میں دینی و مذہبی اقدار و روایات کو جو فروغ و استحکام حاصل ہوا اس کے لئے وہ ڈھیروں خراج تحسین و تبریک کے مستحق ہیں مگر اس کے برخلاف تاریخ نے ان کو مظلوم مفکر کہا مجھے بھی ان کی مظلومیت تسلیم ہے کیونکہ ظالم قابل رحم نہیں مظلوم قابل رحم ہوتا ہے، انسانی حمایت و ہمدردی ظالم کے ساتھ نہیں مظلوم کے شریک حال ہوتی ہے،

ظالم خدا کے عذاب سے قریب ہوتا ہے، مظلوم پر خدا کی رحمت ہوتی ہے اور یہ کہ امام احمد رضا کی مظلومیت کو دیکھ کر مظلوم کربلا کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

طرز تالیف:

پہلے پہل مشائخ وصوفیہ نے موضوع تصوف پر جو کتابیں تصنیف کیں ان میں ارکان اسلام کی وضاحت اور سالکین کے لیے موعظت ونصیحت ہوا کرتی تھی، جب تصوف کو باضابطہ فن کا درجہ ملا تو ارکان شریعت کے ساتھ مبداء ومعاد کا بیان بھی اس میں شامل ہوا، پھر حقائق ومعارف، اسرار ولطائف اور حال وقال کو بھی ملفوظات ومکتوبات اور تصانیف میں ذکر کیا جانے لگا۔ شریعت وطریقت کی وہ باریکیاں جن تک عوام کی رسائی بہ آسانی نہیں ہوسکتی صوفیہ نے عام فہم مثالوں سے انہیں سمجھانے کی کوشش کی، مشکل مقامات کا آسان وسہل حل پیش فرمایا، جن کے اظہار وبیان کا حکم تھا انہیں صفحہ قرطاس پر جگہ دیا گیا، جن کے اخفا وعدم اظہار کا حکم ہوا وہ رازہائے سربستہ سینہ بہ سینہ منتقل ہوئے انہیں کتابوں میں لکھنے کی اجازت نہیں دی گئی، صوفیہ کی مساعی جمیلہ اور اس انداز فکر سے تصوف کا دائرہ وسیع تر ہوگیا۔ دلوں کی طہارت وپاکی، اذہان ونفوس کی تطہیر وتزکیہ اور عملی استقامت ورہنمائی کے لئے اہل اسلام نے ذخیرۂ تصوف سے جو استفادہ کیا وہ کسی اور فن کے خزانۂ علمیہ سے نہ ہوا۔

صوفیہ کی تصانیف، ان کے ملفوظات ومکتوبات پر اس سے پہلے اجمالی طور پر گفتگو کی جا چکی ہے۔ چودھویں صدی ہجری میں اسلاف واکابر صوفیہ ومشائخ کے نقوش قدم پر چلتے ہوئے بریلی کی مسند ارشاد وہدایت پر بیٹھ کر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے دیگر علوم وفنون کے ساتھ موضوع تصوف پر بھی کتابیں تصنیف کیں، تصوف کی طرف لوگوں کو راغب ومتوجہ کیا، صوفیت وتصوف کے زعم میں بعض خانقاہوں میں جو بدعات وخرافات رائج ہوئی تھیں ان کی اصلاح کے لیے کاوش فرمائی، ان کے تدارک کی راہیں بتائیں، جھوٹے پیروں نے مکروہ ونازیبا پرو

پیگنڈوں اور اپنی پھیکی دکانیں چمکانے کے لیے شریعت وطریقت کے درمیان جو تفریق و امتیاز کی فضا پیدا کی تھی اسے امام احمد رضا بریلوی نے ہموار کی اور حقائق و معارف کے اجالے میں بتا دیا کہ شریعت وطریقت کے درمیان کوئی تضاد وتخالف نہیں ہے دونوں ایک اور متحد ہیں۔ مزامیر کے ساتھ مروجہ قوالیوں کو جائز اور سماع کہنے والوں کا ناطقہ بند کر دیا، پیری مریدی کے نام پر جو خرافات پھیلائی گئی تھیں ان کا ازالہ اور سد باب کیا، اسی طرح دیگر مسائل تصوف کو بھی میزان شریعت میں تول کر واضح و آشکارا فرمایا۔ علوم تصوف پر ان کی خدمات وتصانیف وتحقیقات کو دیکھ کر اکابر صوفیہ کا عہد زریں یاد آتا ہے اور دل سے آواز نکلتی ہے کہ بلاشبہ وہ اس فن کے بھی امام ہیں۔

پیش نظر کتاب ''امام احمد رضا اور معارف تصوف'' میں علوم تصوف کے ان نقوش و معانی کی وضاحت کی گئی ہے جو امام احمد رضا بریلوی نے اپنی تصانیف میں جا بجا سالکین کے جواب میں ثبت قرطاس کیے ہیں، نیز انہوں نے مسائل شرعیہ کے ضمن میں سلوک وتصوف کے جو اسرار و معارف بیان کئے یا تصوف کے کسی مسئلے پر کلام فرمایا میں نے ان سب کو چن چن کر اس کتاب میں یکجا کر دیا ہے اور ان کی ترتیب ابواب تصوف کے اعتبار سے رکھی گئی ہے، اس میں جو کچھ ہے وہ امام احمد رضا بریلوی کے قلم کی ہی امانت ہے میری کاوش صرف یہ ہے ہر بحث کے آغاز میں پہلے اپنے الفاظ میں اس کا خلاصہ پھر اصل بحث کو ضمنی سرخیوں کے تحت پیش کیا گیا ہے۔ علوم تصوف پر امام احمد رضا کی تحقیقات قلم بند کرنے کے ساتھ حتی الامکان کتاب کو سہل اور عام فہم بنانے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ اس سے عوام وخواص سب استفادہ کر سکیں، عصری تقاضے کے مطابق عربی وفارسی عبارات کا اصل کتابوں سے حوالہ بھی دے دیا گیا ہے غرض کتاب کو اپنے موضوع پر جامع اور دیدہ زیب بنانے کی بھرپور سعی کی گئی ہے۔ اہل علم کی نظر میں اگر میری کوشش کامیاب ہوئی ہے تو میں اسی کو سامان آخرت اور اپنی نجات کا ذریعہ سمجھوں گا۔

حرف آخر

آخر میں یہ کہہ کر میں اپنی بات سمیٹ لوں گا کہ امام احمد رضا بریلوی کا وجود علم ظاہر و باطن دونوں کا سنگم تھا ان کے علم و عمل، طہارت و تقویٰ، ریاضت و مجاہدہ، زہد و پرہیز گاری، عشق و عرفان، خلوص وللّٰہیت، خوف و خشیت، صداقت و راست بازی اور قول و فعل کی یکسانیت کو دیکھ کر عہد ماضی کے صوفیہ اور اسلاف و اکابر کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

میرا وجدان یہ کہتا ہے کہ آج کا ظاہر پرست انسان بھی استقامت فی الدین اور اخلاص عمل کی بنیاد پر روحانیت کا پیکر ہو سکتا ہے کیونکہ صوفیائے کاملین میں جنید و شبلی اور بایزید وغیرہ اولیائے کرام کوئی آسمان سے نہیں ٹپکے نہ زمین سے نکلے بلکہ ان کے وجود کو بھی انسانی خون سے نشو و نما ملی، وہ بھی انسانی بستی میں پروان چڑھے، پلے بڑھے مگر یہ کہ وہ فنا فی اللہ ہو کر لافانی جلووں میں گم ہو گئے جس سے انہیں ایسا ثبات و دوام حاصل ہوا کہ ان کا نام جریدۂ عالم پر نقش کالحجر ہو گیا۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

تشکر و امتنان

اس کتاب کا نام میں نے پہلے ''امام احمد رضا اور علوم تصوف'' تجویز کیا تھا لیکن ایک موقع پر محقق عصر حضرت علامہ محمد احمد صاحب مصباحی صدر المدرسین الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور سے میری ملاقات ہوئی میں نے کتاب کا ذکر کیا اور اس کے نام پر تبادلۂ خیال کرنے لگا وہاں پر شہنشاہ قلم حضرت علامہ مبارک حسین صاحب مصباحی ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور اور دیگر علماء تشریف فرما تھے۔ میری گفتگو سن کر حضرت علامہ مبارک حسین صاحب نے فرمایا کہ ''علوم'' کی جگہ ''معارف'' کر دیجیے اور اس کا نام ''امام احمد رضا اور معارف تصوف'' رکھئے مجھے یہ لفظ بھا گیا میں نے اسے صمیم قلب سے قبول کیا۔ حضرت علامہ مصباحی صاحب اور دیگر موجود علماء نے بھی اس کی تائید

کی۔ لہٰذا ان حضرات کے شکریہ کے ساتھ اب اس کا نام ''امام احمد رضا اور معارف تصوف'' رکھا جاتا ہے۔

ہمارے جامعہ کے دو متعلمین اور میرے ولد عزیز نور نظر حافظ وقاری محمد دانش رضا قادری سلمہ نے اس کتاب کے پروف ریڈنگ میں میری معاونت کی ہم ان کے لئے دعا گو ہیں مولیٰ تعالیٰ ان کے علم وعمل اور عمر میں ترقیاں عطا فرمائے۔ آمین

نیز ہمارے لئے قابل ستائش ہیں برادر طریقت ہمدرد قوم وملت شیدائے اعلیٰ حضرت الحاج محمد جیلانی صاحب رضوی اشرف نگر ناندیڑ مہاراشٹر، کہ انہوں نے اس کتاب کی طباعت واشاعت میں مالی تعاون فرما کر میرا ساتھ دیا۔ اس سے پہلے بھی انہوں نے میری کئی کتابوں کی اشاعت میں میری معاونت فرمائی اور نازک وقت میں میرے عزم وحوصلے کو بلند رکھا اس کے لئے ہم ان کے مشکور ہیں۔ خالق کائنات اس کار خیر کی برکت سے انہیں دارین کی سعادتوں سے سرفراز کرے اور انہیں مزید دینی کام کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ان ارید الا الاصلاح ما استطعت

محمد عیسیٰ رضوی قادری
خلیفہ حضور تاج الشریعۃ وخادم الحدیث
والافتا الجامعۃ الرضویہ
مظہر العلوم گرسہائے گنج ضلع قنوج (یوپی)
موبائل:09956027182

متوطن
کٹم پوسہ پوسٹ ڈمرولہ
وایہ اسلامپور
ضلع اتر دیناجپور (بنگال)

۲۹ / جمادی الاولی ۱۴۳۰ھ ۲۶ / مئی ۲۰۰۹ء بروز سہ شنبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

وحدۃ الوجود

صوفیہ کے نزدیک وحدۃ الوجود کا مسئلہ کافی اہم مانا جاتا ہے درحقیقت یہ اہم ہے بھی، کیونکہ موجودات کا سارا دارومدار اسی واجب بالذات پر ہے، اسی کے وجود سے مخلوق متفرع ہوئی، ہر چیز اسی سے ہے، سب پر اسی کا فیض وجود ہے۔ بعض صوفیہ از ہمہ اوست کے قائل ہیں اور بعض ہمہ اوست کے۔ اس پر کہا جاتا ہے کہ از ہمہ اوست سالکین کا مرتبہ ہے اور ہمہ اوست فانی فی اللہ کا، غرض فن تصوف میں وحدۃ الوجود کی بحث کو معرکۃ الآرا سمجھا جاتا ہے مگر صوفیائے کاملین نے اسے آسان انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ کہ اہل عرفان و اہل طریقت نے اس کی جو عقدہ کشائیاں کی ہیں سالک کو ان پر یقین و اعتماد لازم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مسئلے کی حقیقت تک عوام کی رسائی دشوار ہے ہاں اس کی جو باریکیاں یا دشواریاں ہیں ان کی مثالوں کو سمجھنا اتنی مشکل نہیں۔ اس کے باوجود اگر کوئی صوفی کامل و عالم شرع مسئلہ وحدۃ الوجود کی وضاحت نہ کرے تو اس کے حقائق و معارف تک ہر ایک کے لیے ادراک ممکن نہیں۔ (مرتب)

وحدۃ الوجود کے معنی

ایک مجلس میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ سے پوچھا گیا، وحدۃ الوجود کے کیا معنی ہیں؟

آپ نے فرمایا:

وجود ہستی بالذات واجب تعالیٰ کے لیے ہے اس کے سوا جتنی موجودات ہیں

سب اسی کی ظل پرتو ہیں تو حقیقۃً وجود ایک ہی ٹھہرا۔

عرض: اس کا سمجھنا تو کچھ دشوار نہیں پھر یہ مسئلہ اس قدر کیوں مشکل مشہور ہے۔

ارشاد: اس میں غور و تامل یا موجب حیرت ہے یا باعث ضلالت، اگر اس کی تھوڑی بھی تفصیل کروں تو کچھ سمجھ میں نہ آئے بلکہ اوہام کثیرہ پیدا ہو جائیں گے۔

وحدۃ الوجود کی ایک مثال

اس کے بعد کچھ مثالیں بیان فرمائیں ان میں سے ایک یہ ہے

مثلاً روشنی بالذات آفتاب و چراغ میں ہے، زمین و مکان اپنی ذات میں بے نور ہیں مگر بالفرض آفتاب کی وجہ سے تمام دنیا منور اور چراغ سے سارا گھر روشن ہوتا ہے، ان کی روشنی انہیں کی روشنی ہے، ان کی روشنی ان سے اٹھالی جائے وہ ابھی تاریک محض رہ جائیں۔

اللہ ہی اللہ

عرض: یہ کیونکر ہوتا ہے کہ ہر جگہ صاحب مرتبہ کو اللہ ہی اللہ نظر آتا ہے

ارشاد: اس کی مثال یوں سمجھئے کہ جو شخص آئینہ خانہ میں جائے وہ ہر طرح اپنے آپ ہی کو دیکھے گا اس لئے کہ یہی اصل ہے اور جتنی صورتیں ہیں سب اسی کے ظل ہیں مگر یہ صورتیں ان کی صفات ذات کے ساتھ متصف نہ ہوں گی مثلاً سننے والی دیکھنے والی وغیرہ وغیرہ نہ ہوں گی اس لئے کہ یہ صورتیں صرف اس کی سطح ظاہری کی ظل ہیں، ذات کی نہیں اور سمع و بصر ذات کی صفتیں ہیں سطح ظاہر کی نہیں لہٰذا جو اثر ذات کا ہے وہ ان ظلال میں پیدا نہ ہوگا۔ بخلاف حضرت انسان کہ یہ ظل ذات باری تعالیٰ ہے لہٰذا ظلال صفات سے بھی حسب استعداد بہرہ ور ہے۔

جب امام احمد رضا بریلوی اپنی مجلس میں یہ بیان فرما چکے تو اس پر سائل نے پوچھا کہ حضور، اب بھی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ ہر جگہ خدا کیونکر دیکھتے ہیں اگر ان ظلال و عکوس کو کہا جاوے تو یہ اتحاد ہے وحدت نہیں اور اتحاد کھلا الحاد و زندقہ ہے۔ اور اگر یہ

...عکوس کو نہیں دیکھتے بلکہ انہیں عدم محض میں سلاتے ہیں ایک اللہ کا جلوہ نظر آتا
...یہ خود بھی ایک ظل ہیں یہ بھی معدوم ہوئے تو نہ ناظر رہا نہ نظر، پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ کو
...کے کیا معنی، وہ اس سے پاک ہے کہ کسی کی نظر اسے احاطہ کرے وہ سب کو محیط
...کہ محاط۔ یہ میرا ایمان ہے کہ قیامت میں انشاء اللہ تعالیٰ دیدار الٰہی سے ہم
...ان فیضیاب ہوں گے مگر یہ نہیں سمجھ سکتا کہ رویت کیونکر ممکن ہے جبکہ احاطہ ناممکن،
...یہ کہا جائے کہ منظور کو نظر کا محیط ہو جانا کچھ ضرور نہیں مثلاً فلک ہے کہ اس کا ایک
...انسان کی نظر میں سما سکتا ہے جہاں تک اس کی نظر پہنچتی ہے تو یہ تقریر وہاں جاری

...ں کہ وہ تجزی سے پاک ہے۔
...میں اپنا مافی الضمیر اچھی طور پر ظاہر نہ کر سکا مگر یہ جانتا ہوں کہ حضور میرے ان
...لے پھوٹے الفاظ سے میرا مطلب خیال فرمالیں گے۔

سائل کی اس تقریر کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے فرمایا
ظلال وعکوس مرأت ملاحظہ ہیں مرأت کا مرئی سے متحد ہونا کیا ضرور، علم بالوجہ
...وجہ مرأت ملاحظہ ہوتی ہے حالانکہ ذوالوجہ سے متحد نہیں، بلاشبہ آئینہ میں جو اپنی
...صورت دیکھتے ہو کیا اس میں کوئی صورت ہے۔ نہیں بلکہ شعاع بصری آئینہ پر پڑ کر
...واپس آتی ہے اور اس رجوع میں اپنے آپ کو دیکھتی ہے لہٰذا دہنی جانب، بائیں اور
...بائیں، دہنی معلوم ہوتی ہے۔ تو آئینہ تمہارا عین نہیں مگر دکھایا اس نے تمہیں کو۔ ظلال
...اپنی ذات میں معدوم ہیں کہ کسی کی ذات مقتضی وجود نہیں۔

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ (القصص، ۸۸)

(ہر چیز فانی ہے سوا اس کی ذات کے۔) (کنزالایمان)

مگر وجود عطائی سے ضرور موجود ہیں۔ اسلام کا پہلا عقیدہ ہے کہ حَقَائِقُ الْاَشْيَاءِ
ثابتة (اشیاء کے حقائق ثابت ہیں۔ ت) نظر سے ساقط ہونا واقع سے عدم نہیں کہ نہ ناظر رہے
نہ نظر۔ فی الواقع اس مشاہدہ میں خود اپنی ذات بھی ان کی نگاہ میں نہیں ہوتی۔
اہل سنت کا ایمان ہے کہ قیامت و جنت میں مسلمانوں کو دیدار الٰہی بے

کیف، و بے جہت، و بے محاذات ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ إِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ

(القیامۃ، ۲۳)

کچھ منہ تروتازہ ہوں گے اپنے رب کو دیکھتے ہوئے۔

کفار کے حق میں فرماتا ہے

كَلَّآ إِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ (المطففین، ۱۵)

بیشک وہ اس دن اپنے رب سے حجاب میں رہیں گے۔

یہ کافروں پر عذاب بیان فرمایا گیا ہے تو ضرور مسلمان اس سے محفوظ ہیں، بصر احاطہ مرئی نہیں چاہتی آیہ کریمہ لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ (آنکھیں اسے احاطہ نہیں کرتیں اور سب آنکھیں اس کے احاطہ میں ہیں۔ کنزالایمان۔ الانعام، ۱۰۳) کا یہی مفاد ہے کہ وہ ابصار و جملہ اشیاء کا محیط ہے اسے بصر اور کوئی شئی محیط نہیں۔ فلک وغیرہ کی مثالیں اس کے بیان کو ہیں کہ بصر کو احاطہ لازم نہیں نہ یہ کہ وہاں بھی عدم احاطہ معاذ اللہ اسی طرح کا ہے وہاں بمعنی عدم ادراک حقیقت وکنہ ہی رہا یہ کہ "رویت کیونکر" یہ کیف سے سوال ہے وہ اور اس کی رویت کیف سے پاک ہے پھر کیونکر کو کیا دخل۔

عرض : ذات باری کے پرتو تو صرف حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، چنانچہ شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدارج النبوۃ جلد ثانی کے خاتمہ میں فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام مظہر صفات الٰہیہ ہیں اور عامہ مخلوق مظہر اسماء الٰہیہ ہے۔ وسید کل مظہر ذات حق است وظہور حق دروے بالذات ست، تو تمام مخلوق ظلال ذات کس طرح ہوگی۔

ارشاد : اسماء مظہر صفات ہیں اور صفات مظہر ذات اور مظہر کا مظہر مظہر ہے تو سب خلق مظہر ذات ہے اگر چہ بواسطہ یا بوسائط، شیخ کا کلام مظہر ذات بلا واسطہ میں ہے وہ نہیں مگر حضور مظہر اول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ان کے لفظ دیکھئے کہ ظہور حق دروے بالذات ست۔

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حق کا ظہور بالذات ہے۔ (ت)

(الملفوظ اول، ص:۱۴۶ تا ۱۴۹۔ تخریج شدہ۔ ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ دہلی)

وحدۃ الوجود سے متعلق ایک اور مقام پر فرماتے ہیں

مرتبۂ وجود میں صرف حق عزوجل ہے کہ ہستی حقیقۃً اسی کی ذات پاک سے خاص
وحدت وجود کی جس قدر معنی عقل میں آسکتے ہیں یہی ہیں کہ وجود واحد موجود واحد،
سب مظاہر ہیں کہ اپنی حد ذات میں اصلاً وجود ہستی سے بہرہ نہیں رکھتے۔

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (القصص:۸۸)

ہر چیز فانی ہے سوا اس کی ذات کے۔ (کنز الایمان)

اور یہ معنی ہرگز نہیں کہ من وتو زید وعمرو ہر شئی خدا ہے، یہ اہل اتحاد کا قول ہے جو
زنادقہ کافروں کا ہے۔ (کشف حقائق واسرار دقائق)

توحید، وحدت وجود اور اتحاد

بعض مدعی تصوف کے نزدیک کچھ ایسے اصطلاحی الفاظ رائج ہیں جن میں سے
بعض اپنے معنی ومفہوم کے اعتبار سے درست ہیں اور بعض خلاف شرع اور نادرست،
لہٰذا توحید اور لفظ وحدت وجود اپنے مصداق اور تعریف کے لحاظ سے درست ہیں
جیسے لفظ حلول واتحاد اپنے استعمال ومصداق کے اعتبار سے شان باری تعالیٰ میں
درست نہیں۔ بعض نام نہاد تصوف وسلوک کے دعویداران غیر صحیح الفاظ کو بے دریغ
استعمال کرتے اور اس کے خلاف سننے کو پسند نہیں کرتے اگر کوئی انہیں سمجھانے کے
لیے اصرار کرے اسے یہ کہہ کر خاموش کر دیا جاتا ہے کہ وہ شریعت والے ہیں اور ہم
طریقت والے، حالانکہ شریعت کے بغیر طریقت ہرگز کام نہ دے گی اور یہ کہ جو
شریعت کے عالم ہیں وہی طریقت کے عارف وداناۓ راز بھی، علم شرع کے بغیر
وصول وطریقت جاننے کا دعویٰ فضول وباطل ہے۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے موقع بموقع جاہل صوفیوں کی اصلاح کی

کوشش فرمائی اور ان کے درمیان جو چیزیں غلط انداز میں رائج ہیں انہیں میزان
شریعت میں تول کر حق وصحیح کو واضح کر دیا، اس راہ میں ان کی جو مساعی جمیلہ ہیں وہ
قابل ستائش اور آب زر سے لکھنے کے لائق ہیں۔

ایک مقام پر توحید، وحدت وجود اور اتحاد کی وضاحت کرتے ہوئے آپ
فرماتے ہیں۔

● توحید مدار ایمان ہے اور اس میں شک کفر۔

● وحدت وجود حق ہے، قرآن عظیم و احادیث وارشادات اکابر دین سے
ثابت۔

● رہا اتحاد، وہ بیشک زندقہ والحاد، اور اس کا قائل ضرور کافر۔ اتحاد یہ کہ یہ بھی خدا
وہ بھی خدا سب خدا۔

ع...... گرفرق مراتب نہ کنی زندیق ست

اگر تو فرق مراتب نہ کرے تو زندیق ہے۔ (ت)

بیشک الہ الہ ہے اور عبد عبد، ہرگز نہ عبد الہ ہوسکتا ہے نہ الہ عبد، اور وحدت وجود
کہ وہ صرف موجود واحد، باقی سب ظلال وعکوس ہیں۔ قرآن کریم میں ہے۔

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (القصص:۸۸)

ہر چیز فانی ہے سوا اس کی ذات کے۔ (کنز الایمان)

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

اصدق کلمة قالها الشاعر کلمة لبید، الا کل شئی ما خلا الله باطل

(بخاری ۲، ص:۹۰۸ کتاب الادب، باب مایجوز من الشعر والر...

سب میں سچی زیادہ بات جو کسی شاعر نے کہی لبید کی بات ہے کہ سن لو اللہ
عزوجل کے سوا ہر چیز اپنی ذات میں محض بے حقیقت ہے۔

سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
عرض کی

فاشهد ان الله لارب غیره و انک مامون علی کل غائب

(مستدرک حاکم ۳،ص:۶۰۹ کتاب معرفۃ الصحابۃ ۔دار الفکر بیروت)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے سوا کوئی رب نہیں اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جملہ غیوب پر امین ہیں۔(ت)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا۔

توحید، وحدتِ وجود اور اتحاد سے متعلق تین فرقے

توحید، وحدت وجود اور اتحاد کی شرعی وضاحت کے بعد امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

یہاں تین فرقے ہیں

اول: خشک اہل ظاہر کہ حق وحقیقت سے بے نصیب محض ہیں یہ وجود کو اللہ و مخلوق میں مشترک سمجھتے ہیں۔

دوم: اہل حق وحقیقت کہ بمعنی مذکور قائل وحدت وجود ہیں۔

سوم: اہل زندقہ وضلالت کہ الہ ومخلوق میں فرق کے منکر اور ہر شخص وشئی کی الوہیت کے مقر ہیں۔

ان کے خیال واقوال اس تقریبی مثال سے روشن ہوں گے۔

ایک بادشاہ اعلیٰ جاہ آئینہ خانہ میں جلوہ فرما ہے جس میں تمام مختلف اقسام و اوصاف کے آئینے نصب ہیں، آئینوں کا تجربہ کرنے والا جانتا ہے کہ ان میں ایک ہی شئی کا عکس کس قدر مختلف طوروں پر متجلی ہوتا ہے، بعض میں صورت صاف نظر آتی ہے بعض میں دھندلی، کسی میں سیدھی کسی میں الٹی ایک میں بڑی ایک میں چھوٹی، بعض میں پتلی بعض میں چوڑی، کسی میں خوشنما کسی میں بھونڈی، یہ اختلاف ان کی قابلیت کا ہوتا ہے ورنہ وہ صورت جس کا اس میں عکس ہے خود واحد ہے، ان میں جو حالتیں پیدا ہوئیں متجلی ان سے منزہ ہے، ان کے الٹے، بھونڈے، دھندلے ہونے سے اس میں

کوئی قصور نہیں ہوتا۔ وللہ المثل الاعلیٰ

اب اس آئینہ خانہ کو دیکھنے والے تین قسم ہوئے۔

اول: ناسمجھ بچے، انہوں نے گمان کیا کہ جس طرح بادشاہ موجود ہے یہ سب عکس بھی موجود ہیں کہ یہ بھی تو ہمیں ایسے ہی نظر آرہے ہیں جیسے وہ، ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ اس کے تابع ہیں جب وہ اٹھتا ہے یہ سب کھڑے ہو جاتے ہیں، وہ چلتا ہے یہ سب چلنے لگتے ہیں، وہ بیٹھتا ہے یہ سب بیٹھ جاتے ہیں تو عین یہ بھی اور وہ بھی، مگر وہ حاکم ہے یہ محکوم، اور اپنی نادانی سے نہ سمجھا کہ وہاں تو بادشاہ ہی بادشاہ ہے یہ سب اسی کے عکس ہیں اگر اس سے حجاب ہو جائے تو یہ سب صفحۂ ہستی سے معدوم محض ہو جائیں گے، ہو کیا جائیں گے اب بھی تو حقیقی وجود سے کوئی حصہ ان میں نہیں حقیقۃً بادشاہ ہی موجود ہے باقی سب پرتو کی نمود ہے۔

دوم: اہل نظر و عقل کامل، وہ اس حقیقت کو پہنچے اور اعتقاد بنائے کہ بیشک وجود ایک بادشاہ کے لیے ہے موجود ایک وہی ہے یہ سب ظل و عکس ہیں کہ اپنی حد ذات میں اصلاً وجود نہیں رکھتے۔ اس تجلی سے قطع نظر کر کے دیکھو کہ پھر ان میں کچھ رہتا ہے، ہرگز عدم محض کے سوا کچھ نہیں، اور جب یہ اپنی ذات میں معدوم و فانی ہیں اور بادشاہ موجود، یہ اس نمود و جود میں اسی کے محتاج ہیں اور وہ سب سے غنی یہ ناقص ہیں، وہ تام یہ ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں اور وہ سلطنت کا مالک، یہ کوئی کمال نہیں رکھتے۔ حیات، علم، سمع، بصر، قدرت، ارادہ، کلام سب سے خالی ہیں اور وہ سب کا جامع، تو یہ اس کا عین کیونکر ہو سکتے ہیں۔ لاجرم یہ نہیں کہ یہ سب وہی ہیں بلکہ وہی وہ ہے اور یہ صرف اس تجلی کی نمود، یہی حق و حقیقت ہے اور یہی وحدۃ الوجود۔

سوم: عقل کے اندھے سمجھ کے اوندھے ان ناسمجھ بچوں سے بھی گزر گئے، انہوں نے دیکھا کہ جو صورت بادشاہ کی ہے وہی ان کی، جو حرکت وہ کرتا ہے یہ سب بھی، تاج جیسا اس کے سر پر ہے بعینہٖ ان کے سروں پر بھی، انہوں نے عقل و دانش کو پیٹھ دے کر بکنا شروع کیا کہ یہ سب بادشاہ ہیں اور اپنی سفاہت سے وہ تمام عیوب د

ناقص انسان قوابل کے باعث ان میں تھی خود بادشاہ کو ان کا مورد کردیا، جب یہ وہی ہیں تو ناقص، عاجز، محتاج، الٹے بھونڈے، بدنما، دھندلے کا جو عین ہے قطعاً انہیں تمام سے متصف ہے۔ انسان عکس ڈالنے میں آئینے کا محتاج ہے اور وجود حقیقی احتیاج سے پاک، وہاں جسے آئینہ کہیے وہ خود بھی ایک ظل ہے پھر آئینے میں انسان کی صرف صورت متقابل کا عکس پڑتا ہے جس میں انسان کے صفات مثل کلام وسمع وبصر وعلم وارادہ و حیات سے اصلاً نام کو کچھ نہیں آتا لیکن وجود حقیقی عز جلالہ کی تجلی نے اپنے بہت ظلال کو اپنی ہستی کے سوا ان صفات کا بھی پرتو ڈالا یہ وجوہ اور بھی ان بچوں کی نافہمی اوران اندھوں کی گمراہی کی باعث ہوئیں اور جن کو ہدایت حق ہوئی وہ سمجھ لئے کہ

یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پرتو آں
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

اس گھر میں ایک چراغ ہے اس کی روشنی سے ہر جگہ انجمن ہی انجمن ہے۔ (ت)

انہوں نے ان صفات اور خود وجود کی دو قسمیں کیں۔

- حقیقی ذاتی، کہ متجلی کے لئے خاص ہے۔
- اور ظلی عطائی، کہ ظلال کے لئے ہے۔

حاشا یہ تقسیم، اشتراک معنی بلکہ محض موافقت فی اللفظ۔ یہ ہے حق حقیقت و عین معرفت۔ وللہ الحمد۔ (فتاوی رضویہ مترجم ۱۴، ص: ۶۴۱ تا ۶۴۴۔ پوربندر)

کمال سلوک اور وصول الی اللہ

توحید مدار ایمان و کمال اور وصول الی اللہ کی اصل ہے۔ اہل حق اور صوفیائے کرام کے نزدیک لا الہ الا اللہ کے جو معانی ہیں وہ سب حق ہیں۔

وحدت وجود و شہود و معبود سے متعلق امام احمد رضا بریلوی تحریر فرماتے ہیں۔

- ہمارے نزدیک ثابت ہو چکا ہے کہ کلمہ لا الہ الا اللہ کا معنی عوام کے نزدیک یہ ہے لا معبود الا اللہ، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

● خواص کے نزدیک یہ ہے **لا مقصود الا اللہ**، اللہ کے سوا کوئی مقصود نہیں۔
● اخص الخواص کے نزدیک یہ ہے **لا مشہود الا اللہ** اللہ کے سواء کوئی مشہود نہیں۔
● اور جو مقام نہایت تک پہنچ گئے ان کے نزدیک یہ ہے **لا موجود الا اللہ**، خدا کے سوا کوئی موجود نہیں۔

☆ مدار ایمان اول پر ہے

☆ مدار صلاح دوم پر

☆ کمال سلوک سوم پر

☆ اور وصول الی اللہ کا مدار چہارم پر ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے احسان و کرم سے ہمیں ان چاروں معانی سے حظ کامل عطا فرمائے۔ آمین (الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ، ص: ۳۲۴ قادری بک ڈپو، بریلی)

تنزیہہ مع تشبیہ بلا تشبیہ

رب تعالیٰ بے مثل و بے مثال ہے اس کے مثل کوئی شئی نہیں، نہ وہ کسی شئی کے مثل ہے، کسی چیز سے اس کو تشبیہ نہیں دے سکتے، نہ کسی چیز کو اس سے تشبیہ دے سکتے ہیں، وہ سنتا دیکھتا ہے مگر اس کے لئے کان آنکھ نہیں، وہ سنتا ہے مگر کان کا محتاج نہیں، وہ دیکھتا ہے لیکن اسے آنکھ کی احتیاج نہیں، غرض اللہ عز و جل مکان و جہت و جلوس وغیرہا تمام عوارض جسم و جسمانیات و عیوب و نقائص سے پاک ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات میں تشبیہ و تنزیہہ وغیرہ کے تعلق سے امام احمد رضا بریلوی نے جو تحریر فرمایا ہے وہ نہایت جامع اور پر مغز ہے۔ ایک مجلس میں کسی نے ان سے پوچھا، تشبیہ صحیح ہے یا تنزیہہ؟

آپ نے فرمایا:

تشبیہ محض کفر ہے اور تنزیہہ محض گمراہی۔ اور تنزیہہ مع تشبیہ بلا تشبیہ عقیدۂ حقہ اہل سنت ہے۔

عرض: تنزیہہ مع تشبیہ بلا تشبیہ کا کیا مطلب ہے۔

ارشاد: لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ (الشوریٰ، ۱۱)

اس جیسا کوئی نہیں اور وہی سنتا دیکھتا ہے (کنز الایمان)

یہ تنزیہہ مع تشبیہ بلا تشبیہ ہے۔

● تشبیہ محض تو یہ ہوئی کہ وہ ہماری ہی طرح ایک جسم من الاجسام ہے، اس کے کان آنکھ ہماری ہی طرح گوشت پوست سے مرکب ہیں وہ انہیں سے دیکھتا سنتا ہے اور یہ کفر ہے۔

● تنزیہہ محض یہ کہ دیکھنے سننے میں اس کو بندوں سے مشابہت ہوتی ہے لہٰذا اس سے بھی انکار کر دیا جائے کہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ خدا دیکھتا سنتا ہے یہ کچھ اور صفات ہیں جن کو دیکھنے سننے سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہ گمراہی ہے۔

اصل صحیح عقیدہ یہ ہے کہ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ، (اس جیسا کوئی نہیں) یہ تنزیہہ ہوئی کہ اس کی مثل کوئی شئی نہیں، اور وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ، (وہی سنتا دیکھتا ہے) تشبیہ ہوئی اور جب سننے دیکھنے کو بیان کیا کہ اس کا دیکھنا آنکھ کا، سننا کان کا محتاج نہیں، وہ بے آلات کے سنتا دیکھتا ہے، یہ نفی تشبیہ ہے کہ بندوں سے جو وہم مشابہت ہوتا اس کو مٹا دیا تو ماحصل وہی نکلا تنزیہہ مع تشبیہ بلا تشبیہ۔

پھر فرمایا، تنزیہہ مع تشبیہ بلا تشبیہ سے تو قرآن عظیم پر ہے۔

علم و کلام یقیناً اس کی صفات ہیں یہ تشبیہ ہوئی مگر اس کا علم، دل و دماغ و عقل کا، اور کلام، زبان کا محتاج نہیں، یہ نفی تشبیہ اور وہی لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ہر ایک کے ساتھ مل کر پھر وہی حاصل ہوا تنزیہہ مع تشبیہ بلا تشبیہ۔

حیات اس کی صفت ہے اب اگر یہ کہا جائے کہ وہ زندہ ہے تو اس میں اسی طرح روح ہے، ہماری ہی طرح اس کی رگ و پے میں خون دوڑتا پھرتا ہے جیسا مشبہہ ملاعنہ (یہ ایک فرقہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو جسم وغیرہ سے تشبیہ دیتا ہے) کہتے ہیں تو یہ کفر ہے۔ اور اگر اس سے انکار کر دیا جائے جیسے ملاحدۂ باطنیہ (یہ فرقہ بظاہر مسلمان اور بباطن ملحد

بے دین ہے) بکا کرتے کہ وہ حی لا حی نور لا نور ہے تو یہ کھلی ضلالت ہے۔
حق یہ ہے کہ وہ حی ہے خود زندہ ہے اور تمام عالم کی حیات اس سے وابستہ ہے مگر نہ روح سے کہ روح خود اس کی مخلوق ہے نہ وہ گوشت و پوست و خون و استخوان سے مرکب ہے نہ وہ جسم ہے۔ جسم و جسمانیات و زمان و جہت سے پاک ہے، یہ وہی تنزیہہ مع تشبیہ بلا تشبیہ ہے۔

پھر فرمایا، اصل یہ ہے کہ الفاظ اس کے لئے وضع ہی نہیں کئے گئے، الفاظ تو مخلوق نے مخلوق کے لئے بنائے ہیں خدا کو عالم، قادر، محی، ممیت، رازق، متکلم، مومن، مہیمن، خالق، باری، مصور وغیرہا صفات سے موصوف کرتے ہیں اور یہ سب ہیں اسم فاعل اور اسم فاعل دلالت کرتا ہے حدوث اور زمانۂ حال یا زمانہ مستقبل پر، اور وہ حدوث و زمانے سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **و یبقیٰ وجہ ربک** (الرحمٰن، ۲۸ اور باقی ہے تمہارے رب کی ذات۔ کنزالایمان) اس کے سوا صدہا صیغے قرآن پاک نے فرمائے ہیں جو ماضی یا حال یا مستقبل سے خالی نہیں اور وہ زمانوں سے منزہ، قرآن میں برابر آتا ہے **باللہ، للہ، علی اللہ، فی اللہ، من اللہ**

- **با** آتی ہے الصاق کے لئے اور اللہ اس سے پاک ہے کہ کوئی شئی اس سے ملتصق ہوسکے۔
- **لام** آتا ہے نفع کے لئے اور وہ اس سے پاک ہے کہ کسی شئی سے اس کو نفع پہنچ سکے۔
- **علی** آتا ہے ضرر یا استعلا کے لئے اور وہ اس سے برتر ہے کہ کسی شئی سے اس کو ضرر پہنچ سکے اور وہ اس سے متعالی ہے کہ کوئی اس سے بلند ہوسکے۔
- **فی** آیا ہے ظرفیت کے لئے اور وہ اس سے پاک ہے کہ وہ کسی شئی کا ظرف بن سکے۔
- **من** آتا ہے ابتدائے غایت کے لئے اور وہ اس سے پاک ہے کہ وہ کسی کا ابتدائی کنارہ یا حد ابتدائی بن سکے۔
- **الی** آتا ہے انتہائے غایت کے لئے اور وہ اس سے پاک ہے کہ وہ کسی کا

اعمالی لنارہ بن سکے۔

فی الحقیقۃ یہ سب افعال واسماء وحروف اپنے معانی حقیقیہ سے معدول ہیں۔ یہ سب والی تنزیہہ مع تشبیہ بلاتشبیہ ہے۔

(الملفوظ چہارم،ص:٦٤٤۔٦٤٥ تخریج شدہ۔ایڈوانس پرنٹنگ،دہلی)

اللہ عزوجل کی تنزیہہ میں اہل سنت کے عقیدے

رسالہ''قوارع القہار علی المجسمۃ الفجار''میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے اللہ عزوجل کی تنزیہہ میں اہل سنت وجماعت کے جو عقیدے ہیں انہیں واضح اور آسان الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔درحقیقت یہ رسالہ اس فرقہ کے رد میں لکھا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے جسم ثابت کرتا اور جسمانیات سے اُسے تشبیہ دیتا ہے، اسے دیکھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ امام احمد رضا یقیناً ایک کامل صوفی اور شریعت و طریقت کے سنگم ہیں۔آپ فرماتے ہیں۔

١۔اللہ تعالیٰ ہر عیب ونقصان سے پاک ہے۔

٢۔سب اس کے محتاج ہیں وہ کسی چیز کی طرف کسی طرح کسی بات میں اصلاً احتیاج نہیں رکھتا۔

٣۔مخلوق کی مشابہت سے منزہ ہے۔

٤۔اس میں تغیر نہیں آسکتا ازل میں جیسا تھا ویسا ہی اب ہے اور ویسا ہی ہمیشہ ہمیشہ رہے گا،یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ پہلے ایک طور پر ہو پھر بدل کر اور حالت پر ہو جائے۔

٥۔وہ جسم نہیں جسم والی کسی چیز کو اس سے لگاؤ نہیں۔

٦۔اسے مقدار عارض نہیں کہ اتنا یا اُتنا کہہ سکیں،لمبا یا چوڑا،یا دلدار موٹا،یا پتلا،یا بہت تھوڑا،یا ناپ،یا گنتی،یا تول میں بڑا،یا چھوٹا،یا بھاری،یا ہلکا نہیں۔

٧۔وہ شکل سے منزہ ہے پھیلا یا سمٹا گول،یا لمبا تکونا،یا چوکھونٹا سیدھا،یا ترچھایا

اور کسی صورت کا نہیں۔

۸۔ حد و طرف و نہایت سے پاک ہے اور اس معنی پر نا محدود بھی نہیں کہ بے نہایت پھیلا ہوا ہو، بلکہ یہ معنی کہ وہ مقدار وغیرہ تمام اعراض سے منزہ ہے۔ غرض نا محدود کہنا نفی حد کے لئے ہے نہ اثبات مقدار بے نہایت کے لیے۔

۹۔ وہ کسی چیز سے بنا نہیں۔

۱۰۔ اس میں اجزا یا حصے فرض نہیں کر سکتے۔

۱۱۔ جہت اور طرف سے پاک ہے جس طرح اسے دہنے بائیں یا نیچے نہیں کہہ سکتے یوں ہی جہت کے معنی پر آگے پیچھے یا اوپر بھی ہرگز نہیں۔

۱۲۔ وہ کسی مخلوق سے مل نہیں سکتا کہ اس سے لگا ہوا ہو۔

۱۳۔ کسی مخلوق سے جدا نہیں کہ اس میں اور مخلوق میں مسافت کا فاصلہ ہو۔

۱۴۔ اس کے لئے مکان اور جگہ نہیں۔

۱۵۔ اٹھنے بیٹھنے، اترنے چڑھنے، چلنے پھرنے وغیرہا تمام عوارض جسم و جسمانیات سے منزہ ہے۔

یہ پندرہ عقائد تنزیہہ بیان کرنے کے بعد امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں۔

محل تفصیل میں عقائد تنزیہہ بے شمار ہیں یہ پندرہ کہ بقدر حاجت یہاں مذکورہ ہوئے اور ان کے سوا ان جملہ مسائل کی اصل یہی تین عقیدے ہیں جو پہلے مذکور ہوئے اور ان میں بھی اصل الاصول عقیدۂ اولیٰ ہے کہ تمام مطالب تنزیہہ کا حاصل و خلاصہ ہے، ان کی دلیل قرآن عظیم کی وہ سب آیات ہیں جن میں باری عزوجل کی تسبیح وتقدیس و پاکی و بے نیازی و بے مثلی و بے نظیری ارشاد ہوئی، آیات تسبیح خود کس قدر کثیر و وافر ہیں۔

آیات تنزیہہ

● اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ (الحشر، ۲۳)

بادشاہ نہایت پاکی والا ہر عیب سے سلامت

● رب تعالیٰ فرماتا ہے، فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ (آل عمران، ۹۷)

بیشک اللہ سارے جہان سے بے نیاز ہے

● باری تعالیٰ فرماتا ہے، فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ (الحدید، ۲۴)

بیشک اللہ ہی بے پرواہ ہے سب خوبیوں سراہا

● فرماتا ہے، لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ (الشوریٰ، ۱۱)

اس کے مثل کوئی چیز نہیں۔

● رب عزوجل فرماتا ہے، ھَلْ تَعْلَمُ لَہٗ سَمِیًّا (مریم، ۶۵)

کیا تو جانتا ہے اس کے نام کا کوئی۔

● فرماتا ہے، وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ (الاخلاص، ۴)

اس کے جوڑ کا کوئی نہیں۔

ان مطالب کی آیتیں صدہا ہیں یہ آیات محکمات ہیں، یہ ام الکتاب ہیں، ان کے معنی میں کوئی خفا و اجمال نہیں، اصلاً دقت و اشکال نہیں۔ جو کچھ ان کے صریح لفظوں سے بے پردہ روشن و ہویدا ہے بے تغییر و تبدیل، بے تخصیص و تاویل اس پر ایمان لانا ضروریات دین اسلام سے ہے۔ (رسالہ قوارع القہار علی المجسمۃ الفجار)

اللہ تعالیٰ اعرف المعارف ہے

اللہ عزوجل بے حد ظاہر ہے اسی سبب سے وہ بے حد باطن بھی ہے، امام احمد رضا بریلوی نے اسی بات کو سمجھانے کے لیے آفتاب اور ماہتاب کی مثال دی اور اسے ایسے عمدہ انداز میں سمجھانے کی کوشش فرمائی ہے جس سے یہ مسئلہ آسان معلوم ہوتا ہے حالانکہ اس کا حقیقی عرفان ہر ایک کو حاصل نہیں ہوتا۔ آپ فرماتے ہیں۔

وہ تو اعرف المعارف ہے، ہر شئی کو تعین تو وہیں سے عطا ہوتی ہے۔ وہ تو اس قدر ظاہر ہے کہ اس کا بے غایت ظہور ہی سبب ہو گیا اس کی بے نہایت بطون کا۔

قاعدہ ہے کہ شئی جب تک ایک حد معتاد تک ظاہر رہتی ہے مرئی ہوتی ہے اور جب اس حد سے گزرتی ہے نظر نہیں آتی۔ آفتاب، طلوع کے بعد کچھ بخارات سحابات وغیرہ میں ہوتا ہے پوری طرح نظر آتا ہے، خوب اچھی طرح اس پر نگاہ جم سکتی ہے اور جتنا بلند ہوتا جاتا ہے نگاہ میں خیرگی آتی جاتی ہے یہاں تک کہ جب بالکل نصف النہار پر آجاتا ہے نگاہ کی مجال نہیں کہ اس پر جم سکے، مگر پھر بھی اس کا ظہور ایک حد ہی تک ہے اس لئے اگر چہ ہم اس کو دیکھ نہیں سکتے پھر بھی اس کی روشنی سے مستفید ہو سکتے ہیں۔

چودھویں شب کو جب آفتاب ہم سے بالکل پوشیدہ ہو جاتا ہے کسی کی طاقت نہیں کہ آفتاب سے روشنی لے سکے اس وقت ماہتاب، آفتاب اور اہل زمین کے درمیان متوسط ہو کر آفتاب سے نور لیتا ہے اور اہل زمین کو نور پہنچاتا ہے، جو چاہے کہ اس ماہتاب سے نور نہ لوں گا بلکہ آفتاب ہی سے لوں گا ہرگز نہیں لے سکتا۔ بلا تشبیہ ذات باری تعالیٰ بے حد ظاہر تھی اور اسی سبب سے بے حد باطن تھی، تمام موجودات میں اس سے مستفید ہونے کی استعداد بھی نہ تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک ماہتاب نبوت بنایا کہ آفتاب الوہیت سے منور ہو کر تمام مخلوقات کو منور کر دے۔

عرش تک پھیلی ہے تاب عارض یوں چمکتے ہیں چمکنے والے

(اعلیٰ حضرت)

جو چاہے کہ بغیر وسیلے اس ماہتاب رسالت (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے کچھ حاصل کرلوں وہ خدا کے گھر میں نقب لگانا چاہتا ہے۔ بغیر اس توسل کے کوئی نعمت، کوئی دولت کسی کو کبھی نہیں مل سکتی، کون ہے جس سے تمام عالم منور و موجود ہے وہ نہ ہو تو تمام عالم پر تاریکی عدم چھا جائے وہ قمر برج رسالت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

فائدہ

علماء فرماتے ہیں

لم صلی اللّٰہ تعالیٰ عَلَیہ وسَلّم خَزانۃ السِّرِ وَ مَوضعُ نُفُوذِ الاَمرِ
فعل خزائنَ کَرمِہٖ وَمَوائِدَ نِعمِہٖ طَوعَ یَدَیہِ یُعطِی مَن یَشاءُ وَ یَمنعُ مَن
شاءُ لا ینفذُ اَمرٌ اِلَّا مِنہُ وَلا یَنقُل خَیرٌ اِلَّا عَنہُ

(مواھب اللدنیہ اول، ص۵٦۔ تو طبہ)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خزانہ سر الٰہی اور جائے نفاذ حکم خدا ہیں رب
عزوجل جلالہ نے اپنے کرم کے خزانے، اپنی نعمتوں کے خوان حضور کے قبضے میں کر
دیئے جس کو چاہیں دیں اور جس کو چاہیں نہ دیں، کوئی حکم نافذ نہیں ہوتا مگر حضور کے
دربار سے، کوئی نعمت، کوئی دولت کسی کو کبھی نہیں ملتی مگر حضور کی سرکار سے۔ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم

یہی معنی ہیں اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہ یُعطِی

بیشک میں ہی بانٹنے والا ہوں اور اللہ دیتا ہے۔

وہ نہ تھا تو باغ میں کچھ نہ تھا وہ نہ ہو تو باغ ہو سب فنا
وہ ہے جان جان سے ہے بقا وہی بن ہے بن سے ہی بار ہے

(اعلیٰ حضرت)

(الملفوظ چہارم، ص: ٦٦٨، تخریج شدہ، ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ دہلی)

وحدۃ الوجود اور حقائق تصوف

وحدۃ الوجود اور تصوف وطریقت کے جو حقائق ومعارف ہیں وہ بلاشبہ حق ہیں مگر
سالک پر ان کا انکشاف واصل ہونے کے بعد ہی ہوتا ہے، اس علم میں جو دقائق و
نکات پنہاں ہیں انہیں زبانی طور پر سیکھنا دشوار ہے اور یہ علم ماہرین سے سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا
ہے، اہل ظاہر کو یہ کما حقہ حاصل نہیں ہوتا، اہل باطن میں وہ جو کامل ہے اسی کو تفویض کیا
جاتا ہے۔ بعض وہ پیر ومشائخ جو ظاہر پرست اور کم علم یا ناخواندہ ہوتے ہیں وہ اپنے
مریدین ومتوسلین کے حلقہ میں توحید الٰہی عزوجل کے حقائق ودقائق میں گفتگو کرنے کی

جرأت کرتے ہیں حالانکہ اس سے وہ خود بھی گمراہ ہوتے اور اپنے متعلمین کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ بالفرض اگر سنانے والے اہل اور عارف ہوں اور سننے والے اہل نہ ہوں تو یہ صورت بھی خطرناک ہے، کم علمی سے علم الٰہی میں کلام کرنا مہلک ہے۔

ایک سوال کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں۔

وحدۃ الوجود وحقائق ودقائق تصوف جس طرح صوفیہ صادقہ مانتے ہیں ضرور حق وحقیقت ہے مگر اس میں اکثر ذوق ہے کہ ان مقامات عالیہ پر وصول کے بعد منکشف ہوتا ہے زبانی تعلیم وتعلم سے تعلق نہیں رکھتا اور بہت وہ ہے جسے عوام تو عوام آجکل کے بہت مولوی کہلانے والے بھی نہیں سمجھ سکتے اور خود اکثر یہ جو پیر ومشائخ بنتے ہیں طوطے کی طرح چند لفظ یاد کر لینے کے سوا معانی کی ہوا سے بھی مس نہیں رکھتے پھر کون سکھائے گا اور سیکھے گا، ہاں یہ ضرور ہوگا کہ ایک تو ان انگھڑ بتانے والوں کی کج فہمی کہ مطلب کچھ ہے اور سمجھے کچھ، دوسرے ان معانی کے لیے الفاظ کی نایابی کہ وہ اکثر حال ہے نہ قال، تیسرے اس پر طرہ کہ ان صاحبوں کی کج مج بیانی کہ جس قدر دونوں پہلو حق وحقیقت کے سنبھالے ہوئے بیان میں لا سکتے تھے یہ بتانے والے حضرات اتنے پر بھی قدرت نہیں رکھتے اور اگر قدرت ہو تو حفظ دین وایمان کی پروا کسے، چوتھے ان سب پر بالا ان جاہلوں بے تمیزوں کی نادانی جنہیں یہ حقائق ودقائق سکھائے جائیں گے انہیں ابھی سیدھے سیدھے احکام سمجھنے کے لالے ہیں ان متشابہات کو کون سمجھے گا۔ غرض ان کا اثر ضرور ان کا بگڑنا فتنے میں پڑنا زندیق مرتد یا ادنی درجہ گمراہ بددین ہو جانا ہوگا وبس۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

مااانت محدث قوما حديثا تبلغه عقولهم الا كان على بعضهم فتنة۔

(کنز العمال، ۱۰: ص:۱۹۲، حدیث ۲۹۰۱۱۔ الرسالۃ بیروت)

یعنی جب تو کسی قوم کے آگے وہ بات بیان کرے گا جس تک ان کی عقلیں نہ پہنچیں تو ضرور وہ ان میں کسی پر فتنہ ہوگی۔

امام حجۃ الاسلام محمد غزالی، پھر علامہ مناوی شارح جامع صغیر، پھر سیدی عبدالغنی
[illegible]ی حدیقہ میں فرماتے ہیں۔

ان العامی اذا زنی او سرق خیر الہ من ان یتکلم فی العلم باللہ
[illegible] ھر اتقان فیقع فی الکفر من حیث لا یدری کمن یرکب لجۃ
[illegible]حر ولا یوف السباحۃ و مکائد الشیطان فیما یتعلق بالعقائد
[illegible]مذاھب لا تخفی. (حدیقہ ندیہ ۲، ص: ۲۷۰، نوع ۲۱۔ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

کوئی عام آدمی بدکاری اور چوری کرے تو باوجود گناہ ہونے کے اس کے لئے یہ
[illegible] اتنا مہلک اور تباہ کن نہیں جتنا بلاتحقیق علم الٰہی کے بارے میں کلام کرنا مہلک ہے
[illegible]لکہ بلاتحقیق اور بغیر پختگی علم کے کہیں وہ کفر کا مرتکب ہو جائے گا اور اسے علم بھی نہیں
[illegible]اس کی مثال ایسی ہے جیسے تیرنا جانے بغیر دریا کی موجوں اور لہروں پر سوار ہونا،
[illegible]یطان کی فریب کاریاں جو عقائد اور مذاہب سے تعلق رکھتی ہیں کوئی ڈھکی چھپی
[illegible]ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، مترجم ج: ۲۴، ص: ۱۵۹، پوربندر)

[illegible]ت جلال و جمال کی جھلکیاں

اللہ جل وعلا رحیم بھی ہے اور قہار بھی ہے، رحمت شان جمال ہے اور قہر شان
[illegible]ل۔ دوستوں کو انواع نعمت سے نوازنا ان کے لیے بہشت اور اس کی خوبیاں
[illegible]استہ فرمانا انہیں اپنی رضا و دیدار سے بہرہ مندی بخشنا تجلی شان جمال ہے۔ دشمنوں
[illegible] اقسام عذاب کی سزا دینا ان کے لیے دوزخ اور اس کی سختیاں مہیا فرمانا انہیں
[illegible]ب وحجاب میں مبتلا کرنا تجلی شان جلال ہے۔ پھر دنیا میں جو کچھ نعمت و نقمت و
[illegible]ت و آفت ہے انہیں دونوں شانوں کی تجلی سے ہے، کبھی یہ شانیں ایک دوسرے
[illegible]لباس میں جلوہ گر ہوتی ہیں، مثلاً دنیا میں اپنے محبوبوں کے لیے بلا بھیجنا کہ

اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل.

(کنزالعمال ۳، ص: ۳۲۸ حدیث ۶۷۸۰ الرسالۃ بیروت)

IMG_201703

تمام لوگوں سے بڑھ کر تکلیفیں نبیوں پر آئیں پھر ان سے کم درجہ والوں پر پھر ان سے کم درجہ والوں پر۔ (ت)

بظاہر شان جلال ہے اور حقیقۃً شان جمال کہ اس کے باعث وہ اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی نعمتیں پاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ (النور،۱۱)

اسے اپنے لئے برا نہ جانو بلکہ وہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔

کفار کو کثرت مال وغیرہ دنیا کی راحتیں دینا بظاہر شان جمال ہے اور درحقیقت شان جلال ہے کہ اس کے سبب وہ اپنی غفلت وگمراہی کے نشے میں پڑے رہتے ہیں اور ہدایت کی توفیق نہیں پاتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (آل عمران،۱۷۸)

کافر کا خیال کہ یہ ڈھیل جو ہم انہیں دے رہے ہیں کچھ ان کے لیے بھلی ہے یہ ڈھیل تو ہم اس لئے دیتے ہیں کہ اور گناہ میں پڑیں اور ان کے لیے ذلت کی مار ہے۔

تجلی جمال کے آثار سے لطف ونرمی وراحت وسکون ونشاط وانبساط ہے جب یہ قلب عارف پر واقع ہوتی ہے دل خود بخود ایسا کھل جاتا ہے جیسے ٹھنڈی نسیم سے تازی کلیاں یا بہار کے مینہ سے درختوں کی کنچھیاں، اور تجلی جلال کے آثار سے قہر وگرمی و خوف وتعب جب اس کا ورود ہوتا ہے قلب بے اختیار مرجھا جاتا ہے بلکہ بدن گھلنے لگتا ہے بلکہ اگر طاقت سے زیادہ واقع ہوتی ہے فنا کر دیتی ہے۔

انہیں دونوں تجلیوں کا اثر تھا کہ ایک روز وعظ میں برسر منبر حضور سیدنا غوث اعظم قطب عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا گیا کہ حضور کا جسم اقدس سمٹ کر ایک چڑیا کے برابر ہو گیا اور اسی وقت یہ بھی مشاہدہ ہوا کہ تن مبارک پھیل کر ایک برج کی مثل ہو گیا اور دیکھا گیا کہ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر سے گرنے لگے یہاں تک کہ حضور سید

ظہن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دست اقدس کے سہارے روک لیا، یہ وہ عظیم تجلی تھی
س کا تحمل بے قوت نبوت ناممکن تھا لہٰذا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قوت
ﷲ یہ سے مدد فرما کر اس کا تحمل کرا دیا۔

اسی شان جلال کا اثر ہے جو حضور سیدنا غوث اعظم صلی اللہ تعالیٰ علے جدہ الکریم و
وسلم کے ایک مرید پر حضور کے پیچھے نماز میں واقع ہوئی کہ سجدہ میں جاتے ہی جسم
کا گوشت پوست استخواں سب فنا ہو گیا صرف ایک قطرۂ آب باقی رہا، حضرت
ے رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بعد نماز روئی کے پارہ میں اٹھا کر دفن کر دیا اور فرمایا
ن اللہ ایک تجلی میں ساعت قیامت ہے یہ آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان
سب کو فنا کر دے گی، اسی لئے باری عزوجل اس دن یوں ارشاد فرمائے گا۔

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ (المومن،۱۶)

کل تک سب کہتے تھے کہ یہ مِلک میری ہے یہ ملک میرا ہے آج بتاؤ کس کی
ا ہی ہے،

پھر خود ہی فرمائے گا

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (المومن،۱۶)

ایک اللہ قہر والے کی۔

اس وقت باسم قہار اپنا وصف بیان فرمائے گا کہ وہ تجلی شان قہر کی ہوگی۔
(کشف حقائق و اسرار دقائق)

ن مطلق کی مثال

اس کی ایک ظاہری مثال یوں سمجھنی چاہیے کہ جیسے آفتاب کا نور اپنی ذات میں
ہے نہ اس میں صورتوں کا اختلاف ہے نہ قوت وضعف کا فرق ہے، نہ جدا جدا
ہیں، نہ متعدد نام ہیں، وہی نور واحد پہلی شب کے چاند پر پڑا اور یہاں یہ صورت
لی کہ اس کا نام ہلال ہوا، پھر ہر روز نئی صورت اور زیادہ ترقی و قوت ہوتی رہی،

شب چہاردہم اسی نور سے بدر کی صورت پیدا ہوئی، پھر اس میں ضعف آتا گیا یہاں
تک کہ فنا ہو گیا۔ وہی نور واحد آئینہ مصفی پر پڑے تو کیسی جھلک دیتا ہے کہ نگاہ خیرہ
حیران اور دیواروں پر عکس نمایاں ہو، اور صفائی آئینہ میں کمی ہے تو نور میں کمی، اور ز
پر پڑنے میں وہ بات کوسوں نہیں، کوئلوں وغیرہ سیاہ بے تابش چیزوں میں ایک ظہور
کے سوا اور کچھ اثر نہیں ہوتا، وہی ایک نور ہے کہ جب قریب افق جانب شرق
طولانی شکل پر چمکتا ہے اس کا صبح اول نام رکھتے ہیں، پھر جب پھیلتا ہے وہی
صادق ہوتی ہے، پھر جب سرخی لاتا ہے وہی شفق ہے، جب دن نکل آتا ہے
دھوپ ہے۔ یونہی بعد غروب اس کے ظہور کے تفاوت ہیں۔

تو دیکھو ایک آفتاب کی تجلی اور اتنے اختلاف، اور ہر حالت کے اعتبار سے اس
کے جدا نام ہیں اور جدا اوصاف، بایں ہمہ وہ نور اپنی ذات میں ایک ہے اس میں کوئی
تغیر نہیں، نہ وہ صبح اول کے وقت طویل ہو گیا تھا نہ صبح ثانی کے وقت چوڑا، نہ شفق کے
وقت اس نے لباس سرخ پہنا نہ دن نکلتے زرد یا سفید، نہ ہلال پر چمکتے وقت کمان ہو گیا
تھا، نہ بدر پر پڑتے وقت بشکل دائرہ، نہ آئینہ پر چمکتے وقت قوت پائی تھی نہ زمین پر
آتے ہوئے ضعف، مگر یہ سب اختلاف تغیر مظاہر میں ہیں جن کے باعث اس
واحد کی اتنی تعبیریں اور اس قدر حالتیں ہو گئیں۔

پس یہی مثال نور مطلق، ذات باری عزوجل کی سمجھنا چاہیے کہ واحد حقیقی ہے تغیر
اختلاف کو اصلاً اس کے سراپردۂ عزت کے گرد بار نہیں، پر مظاہر کے تعدد سے یہ مختلف
صورتیں بے شمار نام بے حساب آثار پیدا ہیں جنہیں ہم عالم نام رکھتے ہیں۔ یہ ظاہر
تفہیم کے لئے بہت ناقص و ناکارہ و ناتمام مثال ہے، اس سے زائد بیان سے باہر
مرتبۂ عقل سے وراء ہے۔ وللہ المثل الاعلی۔

نور کے ظاہر و باطن ہونے کا مطلب

وہ نور پاک اپنی ذات میں نہایت ظہور پر ظاہر ہے اور اپنے بے نہایت ظہور

ب باطن، کہ نور جس قدر تابندہ تر ہوگا نظر اس پر کام کم کرے گی۔ جب نور احدیت
بل غیر محدود ہے جسم کی آنکھ اور عقل کی آنکھ دونوں وہاں نابینا ہیں تو وہ اپنے کمال
ور کے سبب کمال خفا و بطون میں ہے، پھر اپنے مظاہر و تجلیات میں تو اس کا ظہور ذی
ں پر ظاہر ہے اور اسی نور کے متعدد پرتووں نے روح و قلب وغیرہ وغیرہ بے حساب
ئے ہیں، قلب و روح کی معرفت بے معرفت الٰہی نہیں ہوتی۔

من عرف نفسه فقد عرف ربه

(کشف الخفاء ۲، ص: ۲۳۴، حدیث ۲۵۳۰ العلمیۃ بیروت)

جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔ (ت)

من عرف نفسه كل لسانه

(کشف الخفاء ۲، ص: ۲۳۴، حدیث ۲۵۳۱ العلمیۃ بیروت)

جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس کی زبان بند ہوگئی۔ (ت)

ناواقفوں سے فقط اتنا ارشاد ہوا

قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا (بنی اسرائیل، ۸۵)

تو فرما روح میرے رب کے امر سے ایک چیز ہے اور تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا۔

عالم دو ہیں۔

عالم امر و عالم خلق

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ (الاعراف، ۵۴)

سن لو اسی کے ہاتھ ہے پیدا کرنا اور حکم دینا بڑی برکت والا ہے اللہ رب سارے
جہان کا۔ (کنز الایمان)

- عالم خلق وہ چیزیں ہیں جو مادہ سے پیدا ہوتی ہیں جیسے انسان حیوان،
باتات، جمادات، زمین و آسمان وغیرہا کہ نطفہ و تخم و عناصر سے بنے۔
- عالم امر وہ جو صرف امر کن سے بنا اس کے لئے کوئی مادہ نہیں جیسے ملائکہ و
رواح و عرش و لوح و قلم و جنت و نار وغیرہ۔

تو فرمایا روح عالم امر سے ایک چیز ہے، عقل کا حصہ اسی قدر ہے، آگے اس کی ماہیت اکابر اہل باطن جانتے ہیں۔ سبحان اللہ! آدمی خود اسی روح کا نام ہے اور اپنے ہی نفس کے جاننے میں اس قدر ناکام۔

تنت زندہ بجاں جان نہانی　　تو از جاں زندہ و جاں را ندانی

تیرا بدن مخفی جان کی وجہ سے زندہ ہے، تو جان کے سبب زندہ ہے اور جان کو نہیں جانتا ہے۔ (ت)　　(کشف حقائق واسرار دقائق)

خدا کو کہاں تلاش کریں

سیدنا اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام سے مروی ہوا انہوں نے اپنے رب عزوجل سے عرض کی الٰہی میں تجھے کہاں تلاش کروں؟ فرمایا

عند المنکسرۃ قلوبھم لاجلی

(اتحاف السادۃ المتقین ۶، ص: ۲۹۰ باب ۳۔ دار الفکر، بیروت)

ان کے پاس جن کے دل میرے لئے ٹوٹے ہوئے ہیں۔

ایک شخص حضرت سیدنا بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، دیکھا پنجوں کے بل گھٹنے ٹیکے آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں اور آنکھوں سے آنسوؤں کی جگہ خون رواں ہے، عرض کی حضرت یہ کیا حال ہے؟ فرمایا میں ایک قدم میں یہاں سے عرش تک گیا عرش کو دیکھا کہ رب عزوجل کی طلب میں پیاسے بھیڑیئے کی طرح منہ کھولے ہوئے ہے، بانگے برعرش زدم کہ ایں چہ ماجرا است (میں نے عرش پر ایک آواز لگائی کہ یہ کیا ماجرا ہے) ہمیں نشان دیتے ہیں **الرحمٰن علی العرش استوی** (رحمٰن نے عرش پر اپنی شان کے مطابق استوا فرمایا۔ ت) میں رحمٰن کی تلاش میں تجھ تک آیا تیرا یہ حال پایا، عرش نے جواب دیا، مجھے ارشاد کرتے ہیں کہ اے عرش اگر ہمیں ڈھونڈنا چاہے تو بایزید کے دل میں تلاش کر۔

(کشف حقائق واسرار دقائق)

حقیقت محمدیہ

حضور سرور کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی باعث کن فکاں اور وجہ تخلیق کائنات ہیں انہیں کے دم قدم سے زمین و آسمان، عرش و کرسی اور دیگر موجودات و مخلوقات قائم ہیں اگر ان کا قدم درمیان سے نکل جائے تو کائنات فنائے محض ہو جائے۔ کون و مکاں پر وجود محمدی کا جو اثر و نفوذ ہے اسی کو حقیقت محمدیہ کہتے ہیں۔ مخلوقات کی ایجاد میں حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی اصل ہیں باقی سب انہیں کا عکس و پرتو ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں بے مثل بے ومثال ہے کوئی اس کا شریک وسہیم نہیں، یوہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے اوصاف و کمالات میں پورے عالم سے ممتاز ومنفرد ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں واحد و یکتا ہے، یوں ہیں حضور بھی اپنی جمیع صفات کمالیہ میں لاثانی و بے نظیر ہیں۔

حقیقت محمدیہ یا شان رسالت کے بارے میں عقیدۂ اہل سنت کی وضاحت کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

خلاصۂ اعتقاد شان رسالت میں یہ ہے کہ مرتبۂ وجود میں صرف اللہ عزوجل ہے باقی سب ظلال، اور مرتبۂ ایجاد میں صرف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں باقی سب عکس و پرتو۔

توحیدیں دو ہیں۔

- ایک توحید الٰہی کہ اللہ ایک ہے ذات وصفات و اسماء و افعال و احکام و سلطنت کسی بات میں اس کا کوئی شریک نہیں۔
- دوسری توحید رسول کہ حضور اپنی جمیع صفات کمالیہ میں تمام عالم سے متفرد ہیں۔

منزہ عن شریک فی محاسنہ فجوھرالحسن فیہ غیر منقسم

(قصیدہ بردہ)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے محاسن وخوبیوں میں شریک سے پاک ہیں حضور کی ذات اطہر میں حسن وجمال کا جو جوہر ہے وہ غیر منقسم ہے۔ (ت)

خلاصۂ ایمان یہ ہے جو محقق دہلوی فرماتے ہیں۔

مخواں اورا خدا از بہر حفظ شرع و پاس دیں
دگر ہر وصفش کہ می خواہی اندر مدحش املا کن

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دین وشریعت کا لحاظ و پاس کرتے ہوئے خدا مت کہو باقی جتنے اوصاف چاہو ان کی تعریف وتوصیف میں لکھو۔ (ت)

اور ان سے پہلے حضرت امام محمد بوصیری قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ فرما گئے۔

دَعْ مَا ادعتہ النَّصاریٰ فِی نَبِیِّھِم وَاحْکُم بِمَا شِئْتَ مَدْحاً فِیْہِ وَاحْتَکِم
فَانْسَبْ اِلیٰ ذَاتِہ مَاشِئْتَ مَن شَرفٍ وَانْسَبْ اِلیٰ قَدرِہ مَا شِئْتَ مِن عِظَمٖ
فَاِن فَضلَ رَسُولِ اللّٰہِ لَیْسَ لَہ حَدٌّ فَیُعْرَبُ عَنْہُ نَاطِقٌ بِفَم

(قصیدہ بردہ)

ترجمہ: اتنی بات تو چھوڑ دے جو نصاریٰ نے اپنے نبی کے بارے میں ادعا کیا (یعنی خدا اور خدا کا بیٹا) اسے چھوڑ باقی حضور کی مدح میں جو کچھ تیرے جی میں آئے کہہ اور مضبوطی سے حکم لگا، تو ان کی ذات پاک کی طرف جتنا شرف چاہے منسوب کر اور ان کے مرتبہ کریمہ کی طرف جتنی عظمت چاہے ثابت کر، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضل کی کوئی انتہا ہی نہیں کہ بیان کرنے والا کیسا ہی گویا ہو اسے بیان کر سکے۔

بفرض محال اگر عالم ناسوت میں کوئی صورت الوہیت فرض کی جاتی تو وہ نہ ہوتی مگر محمد رسول اللہ۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(الملفوظ دوم، ص: ۳۵۰-۳۵۱ تخریج شدہ۔ ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ، دہلی)

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا

اللہ تعالیٰ ازلی وابدی ہے، وہ کنز مخفی وسر مکتوم تھا اپنی ربوبیت وخدائی کے اظہار کے لئے اس نے اپنے حبیب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا اور ان کی عزت ومعرفت کے لئے مخلوق بنائی، اگر حضور کی آفرینش مقصود نہ ہوتی تو زمین وآسمان، چاند وسورج، عرش وکرسی، لوح وقلم، جنت ودوزخ وغیرہ کسی چیز کو پیدا نہ فرماتا۔ یہ سب صدقہ ہے حقیقت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا۔

ایک حدیث لوگوں میں مشہور ہے **لولاک لما اظھرت الربوبیة**، بعض اسے حدیث قدسی بھی کہتے ہیں یعنی اے محبوب اگر تم نہ ہوتے تو میں اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ فرماتا۔

امام احمد رضا بریلوی سے اس کی صحت کے بارے میں پوچھا گیا۔

آپ نے بعض صوفیہ کی کتاب کے حوالے سے فرمایا۔

میں نے حدیث میں نہیں دیکھا ہاں صوفیہ کی کتاب میں آیا ہے **لولاک لما اظھرت ربوبیتی**، اس کے معنی صحیح اور صحیح حدیث کے موافق ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے۔

خلقت الخلق لاعرفھم کرامتک و منزلتک عندی و لولاک ماخلقت الدنیا. (مختصر تاریخ لابن عساکر ۲، ص:۱۳۷۔ ذکر ماخص بہ وشرف بہ الخ۔ بیروت)

اے میرے حبیب میں نے خلق کو اس لئے پیدا کیا کہ جو عزت ومنزلت تمہاری میرے یہاں ہے میں ان کو پہچنوا دوں اور اے میرے حبیب اگر تم نہ ہوتے تو میں دنیا کو نہ پیدا کرتا

یعنی اور نہ آخرت کو کہ دنیا دار العمل اور آخرت دار الجزا ہے، جب دار العمل نہ ہوتا دار الجزا کہاں سے آتا، یہ تو اس پر متفرع ہے تو جب نہ دنیا ہوتی نہ آخرت، تو خدا کا خدا ہونا کس پر ظاہر ہوتا۔ یہی معنی ہیں اس کے کہ اے میرے حبیب اگر تم نہ ہوتے تو میں اپنا خدا ہونا، اپنی الوہیت نہ ظاہر کرتا۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(الملفوظ چہارم، ص:۶۷۰۔ تخریج شدہ۔ ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ، دہلی)

مظہر ذات خدا

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذات باری تعالیٰ کے مظہر و پرتو ہیں اور حضور کے واسطہ سے جملہ مخلوق ظلال ذات ہے، حضور ہی کے واسطہ سے جملہ مخلوق بنی ہے۔ چونکہ حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلا واسطہ ذات باری کے مظہر ہیں دیگر انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام مظہر صفات الٰہیہ ہیں اور باقی مخلوق مظہر اسماء الٰہیہ اور بالواسطہ مظہر ذات ہے۔

اس سلسلے میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کی تحریر کا ماحصل یہ ہے

عامہ مخلوق مظہر اسماء الٰہیہ ہے کیونکہ اسماء مظہر صفات ہیں اور صفات مظہر ذات، اور مظہر کا مظہر مظہر ہے تو سب خلق مظہر ذات ہے اگر چہ یہ ایک واسطہ یا چند واسطوں سے ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مدارج النبوۃ جلد ثانی کے خاتمہ میں فرماتے ہیں

سید کل مظہر ذات حق ست وظہور حق دروے بالذات ست

(مدارج النبوۃ ۲، ص ۶۰۹، پور بندر گجرات)

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذات حق کے مظہر ہیں اور حضور میں حق کا ظہور بالذات ہے۔ (ت)

یہ ظاہر ہے کہ شیخ محقق کا کلام مظہر ذات بلا واسطہ میں ہے وہ نہیں مگر حضور مظہر اول۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(الملفوظ اول، ص:۱۴۹۔ تخریج شدہ۔ ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ، دہلی)

حقیقت محمدیہ سے مخلوقات کی تخلیق

نور الٰہی سے نور محمدی پیدا ہوا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور سے جملہ مخلوقات کی تخلیق ہوئی، یعنی احدیت کا مرتبہ ذات کا پہلا مرتبہ ہے جب اللہ تعالیٰ نے

لوقات کو پیدا کرنا چاہا تو حقیقت محمدیہ کو ظاہر فرمایا پھر اس سے تمام عالم کو پیدا فرمایا۔
امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔
حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلاشبہ اللہ عزوجل کے نور ذاتی سے
ا ہیں۔
حدیث میں وارد ہے
ان اللہ تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ.
(مواہب لدنیہ ا،ص:۱۷، مقصد اول۔ الاسلامی بیروت)
اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور
سے پیدا فرمایا۔
علامہ زرقانی اسی حدیث کے تحت میں فرماتے ہیں
(من نورہ) ای من نور ھو ذاتہ
(شرح الزرقانی علی المواہب ا،ص:۴۶۔ مقصد اول۔ دار المعرفۃ بیروت)
یعنی اللہ عزوجل نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس نور سے پیدا کیا جو عین
ذات الٰہی ہے، یعنی اپنی ذات سے بلاواسطہ پیدا فرمایا۔
امام احمد قسطلانی مواہب شریف میں فرماتے ہیں
لما تعلقت ارادۃ الحق تعالیٰ بایجاد خلقہ ابرز الحقیقۃ المحمدیۃ
من الانوار الصمدیۃ فی الحضرۃ الاحدیۃ ثم سلخ منھا العوالم کلھا
علوھا و سفلھا (مواہب اللدنیہ ا،ص:۵۵، مقصد اول۔ الاسلامی، بیروت)
یعنی جب اللہ عزوجل نے مخلوقات کو پیدا کرنا چاہا صمدی نوروں سے مرتبۂ ذات
صرف میں حقیقت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ظاہر فرمایا پھر اس سے تمام عالم علوی و
سفلی نکالے۔
شرح علامہ زرقانی میں ہے
والحضرۃ الاحدیۃ ھی اول تعینات الذات و اول رتبھا الذی لااعتبار

فيه لغير الذات كماهو المشار اليه بقوله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم كان الله ولا شئى معه.

(شرح الزرقانی علی المواہب ا،ص:۲۷،مقصد اول۔المعرفۃ بیروت)

یعنی مرتبہ احدیت ذات کا پہلا تعین اور پہلا مرتبہ ہے جس میں غیر ذات کا اصلاً لحاظ نہیں جس کی طرف نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تھا اور اس کے ساتھ کچھ نہ تھا۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں۔

انبیاء مخلوق انداز اسمائے ذاتیہ حق واولیاء از اسماء صفاتیہ وبقیہ کائنات از صفات فعلیہ وسید رسل مخلوق است از ذات حق وظہور حق در وے بالذات است۔

(مدارج النبوۃ ۲،ص:۶۰۹ تکملہ درصفات کاملہ۔سکھر پاکستان)

انبیاء کرام اللہ تعالیٰ کے اسماء ذاتیہ سے پیدا ہوئے اور اولیاء اسماء صفاتیہ سے، بقیہ کائنات صفات فعلیہ سے اور سید رسل ذات حق سے اور حق کا ظہور آپ میں بالذات ہے۔(ت)

ہاں عین ذات الٰہی سے پیدا ہونے کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ ذات الٰہی ذات رسالت کے لیے مادہ ہے جیسے مٹی سے انسان پیدا ہو، یا معاذ اللہ ذات الٰہی کا کوئی حصہ یا کل، ذات نبی ہو گیا۔ اللہ عزوجل حصے اور ٹکڑے اور کسی کے ساتھ متحد ہو جانے یا کسی شئی میں حلول فرمانے سے پاک ومنزہ ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواہ کسی شئی کو جزء ذات الٰہی خواہ کسی مخلوق کو عین ونفس ذات الٰہی ماننا کفر ہے۔

اس تخلیق کے اصل معنی تو اللہ ورسول جانیں، جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ عالم میں ذات رسول کو تو کوئی پہچانتا نہیں، حدیث میں ہے

یا ابابکر لم یعر فنی حقیقة غیر ربی

(مطالع المسرات ص:۱۲۹۔نوریہ رضویہ فیصل آباد)

اے ابوبکر! مجھے جیسا میں حقیقت میں ہوں میرے رب کے سوا کسی نے نہ جانا۔

ذات الٰہی سے اس کے پیدا ہونے کی حقیقت کسے مفہوم ہو، مگر اس میں فہم ظاہر
اس کا جتنا حصہ ہے وہ یہ ہے کہ حضرت حق عز جلالہ نے تمام جہان کو حضور پر نور محبوب
اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطے پیدا فرمایا، حضور نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا۔

لولاک لما خلقت الدنیا

(تاریخ دمشق الکبیر ۳، ص: ۲۹۷، باب ذکر عروجہ الی السماء، التراث العربی بیروت)

اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو نہ بناتا۔ (ت)

حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے ارشاد ہوا

لولا محمد ما خلقتک و لا ارضا و لا سماء

(مواہب اللدنیہ ۱، ص: ۷۰، مقصد اول۔ الاسلامی بیروت)

اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں نہ تمہیں بناتا نہ زمین نہ آسمان کو۔ (ت)

تو سارا جہان ذات الٰہی سے بواسطۂ حضور صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
پیدا ہوا یعنی حضور کے واسطے، حضور کے صدقے، حضور کے طفیل میں۔

(صلات الصفا مشمولہ فتاویٰ رضویہ مترجم جلد ۳۰، ص ۶۶۵ تا ۶۶۷ پوربندر)

حدیث اختصار اور اس کے مطالب

حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جوامع الکلم کا معجزہ عطا
فرمایا کہ حضور کے کلام میں الفاظ کم اور معانی زیادہ ہیں یعنی ایک جملہ کو بہت سارے
معنی پر محمول کیا جاسکتا ہے اس طرح سے کہ وہ تمام معنی فی نفسہٖ حق اور درست ہوں۔
بعض علماء نے اس قسم کی بہت ساری حدیثوں کو جمع فرمایا اور ان سے اپنی کتابوں کو
مزین و مشرف کیا ہے۔ امام احمد رضا بریلوی نے بھی جوامع الکلم میں سے ایک
حدیث اختصار کو اپنے رسالہ ''تجلی الیقین'' میں نقل کیا اور اس سے کئی معانی کا افادہ
فرمایا ہے۔ علماء کے حوالے سے انہوں نے حدیث اختصار کے دو مطالب تحریر کئے اور
اپنی ذاتی تحقیق و جستجو سے دس مطالب کا اضافہ فرمایا جو ان کے قلم کا خاص حصہ ہے۔

اور یہ سب کے سب حقیقت محمدیہ کے جلوئے اور اسی کی رعنائیاں ہیں۔ہم پہلے پوری حدیث اختصار پھر اس کے مطالب ومعانی درج کرتے ہیں۔

حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ان اللہ تعالیٰ ادرک بی الاجل المرحوم و اختصر لی اختصارا فنحن الاخرون و نحن السابقون یوم القیٰمۃ والی قائل قولا غیر فخر، ابراھیم خلیل اللہ و موسیٰ صفی اللہ و انا حبیب اللہ و معی لواء الحمد یوم القیٰمۃ. الحدیث۔ (سنن الدارمی ا،ص:۳۲،باب مااعطی النبی علیہ السلام الخ۔القاہرۃ)

یعنی جب رحمت خاص کا زمانہ آیا اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا فرمایا اور میرے لئے کمال اختصار کیا، ہم ظہور میں پچھلے اور روز قیامت رتبے میں اگلے ہیں اور میں ایک بات فرماتا ہوں جس میں فخر وناز کو دخل نہیں، ابراہیم اللہ کے خلیل اور موسیٰ اللہ کے صفی اور میں اللہ کا حبیب ہوں اور میرے ساتھ روز قیامت لواء الحمد ہوگا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشاد مذکور ”اختصر لی اختصارا“ کے بارے میں علماء فرماتے ہیں۔

ا۔یعنی مجھے اختصار کلام بخشا کہ تھوڑے لفظ ہوں اور معنی کثیر۔

۲۔یا میرے لئے زمانہ مختصر کیا کہ میری امت کو قبروں میں کم دن رہنا پڑے۔

علماء کے بیان کردہ ان دو مطالب کے بعد امام احمد رضا بریلوی تحریر فرماتے ہیں۔

۳۔یا یہ کہ میرے لئے امت کی عمریں کم کیں کہ دنیا کی برائیوں سے جلد چھٹکارا پائیں، گناہ کم ہوں، نعمت باقی تک جلد پہنچیں۔

۴۔یا یہ کہ میری امت کے لئے طول حساب کو اتنا مختصر فرمادیا کہ اے امت محمد! میں نے تمہیں اپنے حقوق معاف کئے، آپس میں ایک دوسرے کے حق معاف کرو اور جنت کو چلے جاؤ۔

۵۔یا یہ کہ میرے غلاموں کے لیے پل صراط کی راہ کہ پندرہ ہزار برس کی ہے اتنی مختصر کردے گا کہ چشم زدن میں گزر جائیں گے یا جیسے بجلی کوندگئی۔جیسا کہ صحیحین

ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔

(المواھب اللدنیہ ۴، ص: ۶۶۶ مقصد ۱۰ فصل ۳۔ الاسلامی بیروت)

۶۔ یا یہ کہ قیامت کا دن کہ پچاس ہزار برس کا ہے میرے غلاموں کے لئے اس [illegible]لم دیر میں گزر جائے گا جتنی دیر میں دو رکعت فرض پڑھتے ہیں۔

۷۔ یا یہ کہ علوم و معارف جو ہزار سال کی محنت و ریاضت میں نہ حاصل ہو سکیں [illegible]ں پندرہ روزہ خدمتگاری میں میرے اصحاب پر منکشف فرما دیئے۔

۸۔ یا یہ کہ زمین سے عرش تک لاکھوں برس کی راہ میرے لئے ایسی مختصر کر دی [illegible] آنا اور جانا اور تمام مقامات کو تفصیلاً ملاحظہ فرمانا سب تین ساعت میں ہولیا۔

۹۔ یا کہ مجھ پر کتاب اتاری جس کے معدود ورقوں میں تمام اشیاء گزشتہ، آئندہ [illegible]ن مفصل بیان، جس کی ہر آیت کے نیچے ساٹھ ساٹھ ہزار علم، جس کی ایک آیت [illegible]فسیر سے ستر ستر اونٹ بھر جائیں۔ اس سے زیادہ اور کیا اختصار متصور۔

۱۰۔ یا یہ کہ شرق تا غرب اتنی وسیع دنیا کو میرے سامنے ایسا مختصر فرما دیا کہ میں [illegible] اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھ رہا ہوں کانما [illegible]ظر الی کفی ھذہ جیسا میں اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔ جیسا کہ طبرانی وغیرہ [illegible]زدیک ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے۔

(کنز العمال ۱۱، ص: ۳۷۸۔ ۴۲۰ حدیث ۳۱۸۱۰ و ۳۱۹۸۱۔ الرسالۃ بیروت)

۱۱۔ یا یہ کہ میری امت کے تھوڑے عمل پر اجر زیادہ دیا۔

۱۲۔ یا اگلی امتوں پر جو اعمال شاقہ طویلہ تھے ان سے اٹھا لئے۔ پچاس نمازوں [illegible] پانچ رہیں اور حساب کرم میں پوری پچاس، زکوٰۃ میں چہارم مال کا چالیسواں حصہ [illegible] اور کتاب فضل میں وہی چوتھائی کی چوتھائی۔ وعلی ھذا القیاس۔

ان افادات کو پیش کرنے کے بعد امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

یہ بھی حضور کے اختصار کلام سے ہے کہ ایک لفظ کے اتنے کثیر معنی۔ صلی اللہ تعالیٰ [illegible]سلم۔

(تجلی الیقین، مشمولہ فتاوی رضویہ ۳۰، مترجم، ص: ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ پور بندر)

اول وآخر، ظاہر وباطن

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وجہ تخلیق کائنات اور باعث کن فکاں ہیں، حضور ہی کے طفیل میں دونوں جہاں کو وجود ملا ہے اگر حضور نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ نہ کائنات کو پیدا فرماتا نہ کائنات کی کسی چیز کو، مقصود اول وآخر حضور ہی ہیں۔ جس طرح حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو افضلیت مطلقہ حاصل ہے یوں ہی اولیت مطلقہ کا مرتبہ بھی حضور ہی کو دیا گیا ہے کہ مخلوقات میں سب سے پہلے حضور کے نور کو پیدا کیا گیا، جملہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام میں بھی حضور کی پیدائش مقدم ہے، تمام انبیاء کے بعد تشریف لانے اور آخری امت کی طرف خاتم النبیین ہونے میں حضور آخر ہیں۔ یوں ہی ظاہر و باطن ہونے میں بھی مخلوقات میں کوئی حضور کا ہمسر نہیں حضور ظاہر بھی ہیں اور باطن بھی۔ یہ وہ اوصاف ہیں جن سے حقیقت محمدیہ کی اصلیت وواقعیت عیاں وآشکارا ہوتی ہے۔ نور نبی کے عکس تاباں سے کونین میں روشنی پھیلی ہے، حضور کے وجود ناز کی برکت سے جملہ مخلوقات وموجودات کو وجود کا لباس پہنایا گیا ہے۔ اللہ عزوجل کی شان وصفت بھی اول وآخر، ظاہر وباطن ہے، مگر اللہ تعالیٰ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اول وآخر، ظاہر وباطن ہونے میں فرق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق ومالک ہے ذاتی طور پر اول وآخر، ظاہر وباطن ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مخلوق ہیں تخلیق اور صفت کے اعتبار سے اول وآخر، ظاہر وباطن ہیں۔

بارگاہ رسالت میں جبریل امین کے آنے، حضور کو اول وآخر، ظاہر وباطن کہہ کر سلام کرنے اور حضور کے ان اوصاف کی توجیہ سے متعلق امام احمد رضا بریلوی ایک طویل حدیث نقل کرتے ہیں۔

حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جبریل نے آکر مجھے یوں سلام کیا

السلام علیک یا اول، السلام علیک یا آخر، السلام علیک یا ظاہر، السلام علیک یا باطن.

اے اول آپ پر سلام، اے آخر آپ پر سلام، اے ظاہر آپ پر سلام، اے باطن آپ پر سلام۔ (ت)

میں نے کہا اے جبریل یہ تو خالق کی صفتیں ہیں مخلوق کو کیونکر مل سکتی ہیں؟ عرض کی میں نے خدا کے حکم سے حضور کو یوں سلام کیا ہے اس نے حضور کو ان صفتوں سے کرامات اور تمام انبیاء و مرسلین پر خصوصیت بخشی ہے اپنے نام و صفت سے حضور کے لئے نام وصفت مشتق فرمائے ہیں۔

● حضور کا اول نام رکھا ہے کہ حضور سب انبیاء سے آفرینش میں مقدم ہیں۔

● اور آخر اس لئے کہ ظہور میں سب سے مؤخر اور آخر امم کی طرف خاتم الانبیاء ہیں۔

● اور باطن اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کے باپ آدم علیہ الصلاۃ والسلام کی پیدائش سے دو ہزار برس پہلے ساق عرش پر سرخ نور سے اپنے نام کے ساتھ حضور کا نام لکھا اور مجھے حضور پر درود بھیجنے کا حکم دیا، میں نے ہزار سال حضور پر درود بھیجا یہاں تک کہ حق جل وعلا نے حضور کو مبعوث کیا خوش خبری دیتے اور ڈر سناتے اور اللہ تعالیٰ کی طرف اس کے حکم سے بلاتے اور چراغ تاباں۔

● اور ظاہر اس لئے حضور کا نام رکھا کہ اس نے اس زمانہ میں حضور کو تمام ادیان پر غلبہ دیا اور حضور کا شرف و فضل سب آسمان و زمین پر آشکارا کیا، تو ان میں کوئی ایسا نہیں جس نے حضور پر درود نہ بھیجا، اللہ تعالیٰ حضور پر درود بھیجے، حضور کا رب محمود ہے اور حضور محمد، اور حضور کا رب اول و آخر و ظاہر و باطن ہے اور حضور اول و آخر و ظاہر و باطن ہیں۔ یہ عظیم بشارت سن کر حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

الحمد لله الذی فضلنی علی جمیع النبیین حتی فی اسمی و صفتی

حمد اس خدا کو جس نے مجھے تمام انبیاء پر فضیلت دی یہاں تک کہ میرے نام اور صفت میں۔ (شرح الشفا، علی قاری ا، ص: ۵۱۵ فصل فی تشریف اللہ تعالیٰ الخ العلمیۃ بیروت)

(فتاویٰ رضویہ ۳۰ مترجم، ص: ۲۴۵۔ برکات رضا پور بندر)

حضور کا ایک وقت مخصوص

اعلان نبوت سے پہلے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذکر وفکر کے لیے غار حرا میں تشریف لے جاتے وہاں پر تنہائی میں کئی کئی دنوں تک یاد الٰہی اور مراقبہ میں مشغول رہتے تھے۔ حضور کا یہ فعل صوفیائے کرام کے ریاضت ومجاہدہ کی اصل ہے۔ نزول وحی کے تسلسل اور اعلان نبوت تک حضور کا یہ عمل جاری رہا ان ایام میں حضور تجر دو تنہائی کو پسند فرماتے تھے، پھر یہ شان جب ترقی کر گئی تو بعض اوقات میں حضور پر ایسی کیفیت واستغراق طاری ہوتا جس میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس کوئی نہ جا سکتا تھا یہاں تک کہ اگر کوئی نبی مرسل اور مقرب فرشتے بھی ہوتے تو انہیں بھی گنجائش نہ ہوتی۔ غالباً یہ راز و نیاز کا وقت ہوتا جس سے حضور بحر توحید میں غرق ہو جاتے اور ایک خاص کیفیت لاحق ہوتی جو صرف حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کو لائق وزیبا ہے۔ (مرتب)

بعض احادیث میں ہے حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیه ملک ولا نبی مرسل.

(کشف الخفاء ۲، ص: ۱۵۶ حدیث ۲۱۵۷ العلمیۃ بیروت)

میرے لئے خدا کے ساتھ ایک ایسا وقت ہے جس میں کسی مقرب فرشتے یا مرسل نبی کی گنجائش نہیں۔ (تجلی الیقین، رضا اکیڈمی، بمبئی)

انبیاء پر کسی وقت بعض اشیاء کے مخفی رہنے کا سبب

اللہ تعالیٰ نے جملہ انبیاء اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تمام ماکان وما یکون اور اولین وآخرین کا علم عطا فرمایا ہے وہ مخلوقات میں جس طرح چاہتے ہیں تصرف فرماتے ہیں مگر وہ کبھی ایسے وقت مخصوص یا مخصوص حالت میں ہوتے کہ مشاہدۂ جلال اور بحر توحید میں مستغرق ومحو رہنے کے سبب سے دنیا کی طرف متوجہ نہیں رہتے، یہی وجہ ہے کہ کسی وقت انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام پر بعض چیزیں مخفی رہیں مگر اس کا یہ

غائب نہیں کہ اس چیز کا علم انہیں کبھی نہ ہوا۔ حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر علم کا دروازہ کھول دیا ہے وہ ہر چیز کو تفصیل کے ساتھ جانتے ہیں۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ بعض عارفین کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

عارف ربانی امام عبدالوہاب شعرانی ''الیواقیت والجواہر'' میں فرماتے ہیں شیخ محی الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ انبیاء کرام واولیاء عظام علیہم وعلیہم الصلاۃ والسلام پر بعض احوال دنیا کے مخفی و پوشیدہ رہنے کا سبب یہ ہے کہ ان کے قلوب اہان پر اللہ عزوجل کے مشاہدۂ جلال کی عظمت غالب و مستولی رہتی ہے اسی سبب سے وہ عالم وجود کی تدبیر سے پیچھے رہتے ہیں اگر یہ جلال وعظمت حائل و مانع نہ ہوتی تو دنیا کے امور و معاملات تمام لوگوں سے زیادہ جانتے۔ لیکن یہ بات بھی مخفی نہیں کہ عالم وجود کی تدبیر واصلاح سے ان کا حجاب ہر وقت نہیں بلکہ صرف بعض وقت اور کبھی کبھی ہوتا ہے۔ حدیث فرماتی ہے۔

لی وقت لا یسعنی فیہ غیر ربی (الیواقیت والجواہر، ۲ ر مبحث ۳۱)

میرا ایک مخصوص وقت ہے اس میں میرے رب عزوجل کے علاوہ کسی کی گنجائش نہیں ہوتی۔

سیدنا عارف باللہ امام محمد رومی بلخی جلال الدین مولوی معنوی قدس سرہٗ نے مثنوی شریف میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف نسبت کرتے ہوئے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی جسے انہوں نے مثنوی شریف کے دفتر ثالث کے دو تہائی حصہ کے اوائل میں اس طرح تحریر فرمایا ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو فرما کر جب موزہ پہننے کا ارادہ فرمایا آسمان سے ایک باز آیا اور حضور کے دست اقدس سے موزہ لے کر اوپر چلا گیا اور اسے الٹ دیا تو اس سے ایک سانپ نکلا، پھر وہی باز موزہ کو لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور اس جرأت و ہمت پر معذرت و معافی طلب کی حالانکہ یہ جرأت ضرورت کی بناء پر تھی، حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کا شکریہ ادا کیا۔

IMG_201703

مولوی معنوی قدس سرہٗ نے اس واقعہ کو یوں نظم کیا ہے۔

گر چہ ہر غیبے خدا مارا نمود۔ دل دراں لحظہ بخود مشغول بود

اگر چہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر غیب دکھلا دیا مگر میرا دل اس وقت اپنے ہی میں مشغول تھا۔ (مثنوی، دفتر سوم)

یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر غیب پر اطلاع بخشی لیکن دل اس وقت اپنی ذات میں مشغول و مائل تھا۔ باز نے کہا یا رسول اللہ آپ تو غفلت و بے توجہی سے پاک و منزہ ہیں مجھے یہ مقام و کرامت کہاں حاصل ہے کہ میں ہوا میں اڑتے ہوئے موزے کے اندر ڈھکے چھپے سانپ کو دیکھ سکوں، بلاشبہ مجھے جو اس مخفی و پوشیدہ بات پر اطلاع و آگاہی ہوئی وہ تو آپ کے علوم غیبیہ کی شعاعوں سے مجھ پر ایک شعاع کی تجلی اور چمک ہے۔

مثنوی شریف کے شارحین میں ایک شخص محمد رضا کہتے ہیں کہ اس وقت دل بدن کی طرف ملتفت و متوجہ نہیں تھا اور استغراق و فنائیت کے سبب سے بعض غیوب انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام سے پردۂ خفا میں رہتے ہیں۔

(مکاشفات رضوی، شرح مثنوی، ص: ۲۳۵)

ملک العلماء بحر العلوم شارح مذکور کی اس بات کو نقل کرنے کے بعد اپنی شرح میں فرماتے ہیں۔

شعر کا مطلب یہ ہے کہ دل اس وقت اپنے نفس کے مشاہدہ میں مشغول تھا اور ذات اقدس جملہ اسماء کی احدیت کے ساتھ مشغول تھی اور اسماء دل میں تجلی و جلوہ گستر تھے لہٰذا اس شہود و حضور میں مستغرق و منہمک ہونے کے سبب سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عالم وجود کی طرف مائل و متوجہ نہ ہوئے اسی وجہ سے بعض چیزیں شعور و ادراک سے جدا و باہر رہیں۔ ملک العلماء فرماتے ہیں کہ یہ درست اور صحیح وجہ ہے۔

(بحر العلوم، دفتر ثالث۔ ص: ۱۴۹۔۱۵۰)

حضور علیہ السلام کا مقام شہود

حضور اقدس جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو اوصاف و کمالات
کئے گئے اور جو رتبہ بلند ملا ہر ایک میں حضور کا مقام ممتاز و نمایاں ہے، حق تعالیٰ
جو قرب و نزدیکی حضور کو ہے وہ کسی اور کو حاصل نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حضور کے
ج و مراتب میں روز قیامت اور ابدالاباد تک ترقی ہوتی رہے گی۔ حضور سرور عالم
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بحر توحید میں مستغرق ہوں یا مقام شہود میں ہر ایک میں حضور کی
ن نرالی ہے، حضور ایک شان میں رہتے ہوئے دوسری شان سے یا ایک شہود کی
و گی میں دوسرے شہود سے مشغول نہ ہوئے۔

حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے مقام شہود سے متعلق امام احمد رضا بریلوی بعض
کے حوالے سے فرماتے ہیں۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ حضور کو ایک شان دوسری شان سے
ول نہیں کرتی۔ (فیوض الحرمین، ولی اللہ دہلوی، مشہد آخر لا شبھۃ فی ان الخ)

بعض لوگوں کا مسلک یہ ہے کہ مشغولیت کی یہ بات ابتدائے امر میں تھی پھر اللہ
نے حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدر مبارک کو ایسا کھولا جو بیان
ادہ سے باہر ہے۔ پھر حضور خالق و مخلوق دونوں کا مشاہدہ و معاینہ ساتھ ساتھ کرنے
دونوں شہودوں میں سے کوئی ایک شہود نے دوسرے سے حضور کو مشغول نہیں کیا۔

عارف شعرانی فرماتے ہیں کہ بعض عارفین نے فرمایا کہ وفات اقدس تک رسول
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات روز افزوں ہوتے رہے اور حضور دنیا و
رت کے امور و معاملات کی تدبیر فرمانے لگے اور رب عزوجل کے مشاہدۂ جلال و
ت نے دنیا و آخرت کے امور کی تدبیر سے مشغول نہیں کیا۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ حضور سید عالم صلی
تعالیٰ علیہ وسلم بیک وقت اللہ عزوجل اور مخلوق دونوں پر ساتھ ساتھ متوجہ و راغب

ہونے کے مکلّف تھے، حق تعالیٰ کے مشاہدہ سے مخلوق کا حجاب حائل نہ ہوتا تھا۔

(الیواقیت والجواہر، ۲، بحث ۲۱۵)

امام جلال الدین سیوطی کے اس قول کو پیش کرنے کے بعد امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ

جس طرح مشاہدۂ حق سے مخلوق کا حجاب حائل نہ ہوتا یوں ہی حق تعالیٰ کا مشاہدۂ جمال، مخلوق سے محجوب نہ ہوتا تھا۔ اور اگر دونوں میں سے ایک پر اقتصار و اکتفا کیا جائے تو اس پر بھی اقتصار ہوگا یعنی خالق و مخلوق میں سے کوئی کسی کے لیے حاجب و حائل نہ ہوتا۔ کیونکہ ان کا مقصود و مدعا صرف اللہ کی محبت و دوستی ہے اور مخلوق کو دیکھتے ہوئے یہ تبعی ہے اور اگرچہ تبع اصل سے محجوب نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ جیسا کہ رب عز و جل نے حضور شہنشاہ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خدام کے بارے میں فرمایا ہے۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (النور، ۳۷)

وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید و فروخت اللہ کی یاد سے۔

(کنز الایمان)

ہاں شرح صدر کی شان یہ ہے کہ اصل میں مستغرق ہونا تبع کی طرف التفات سے حجاب نہیں یعنی خالق و مخلوق دونوں کی جانب توجہ ہوگی۔ اور مقام تکمیل میں یہ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام اور ان کے وارثین کاملین کی شان ہے یہ شان انہیں اس تفاوت و تفریق پر حاصل ہوگی جو ان کے مدارج و مراتب میں فرق و امتیاز ہے یعنی ہر نبی کو اس کے مقام رفعت کے اعتبار سے یہ شان و عظمت ہوگی۔ محاسن و کمالات کی بلندی سید الانبیاء و مولائے رسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر منتہی ہے۔ (ت)

(انباء الحی حاشیہ الدولۃ المکیۃ، ص: ۲۶۳ تا ۲۶۶۔ برکات رضا پور بندر)

●●●

شریعت وطریقت

اہل حق کے نزدیک شریعت وطریقت دونوں ایک اور متحد ہیں ان میں کوئی تغایر وتخالف نہیں ہے۔ شریعت اصل ہے اور طریقت اس کی فرع، شریعت سمندر ہے اور طریقت اس سے نکلی ہوئی ایک نہر۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ شریعت وطریقت دو الگ الگ راہیں ہیں، دونوں کے احکام وعوامل جداگانہ ہیں، علم شریعت والے طریقت کو نہیں سمجھ سکتے نہ طریقت کی صعوبت ناک منزل پر چلنا علماء ظاہر کا کام۔ حالانکہ شریعت کے بغیر طریقت کا تصور وادراک نہیں کیا جاسکتا، جسے علم شریعت نہیں وہ راہ طریقت کا مسافر نہیں ہوسکتا، شریعت کو چھوڑ کر راہ طریقت میں استقامت وکامیابی کا دعویٰ سراسر الحاد وزندقہ اور ضلالت وگمراہی ہے۔

شیخ الاسلام والمسلمین امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے مختلف علوم وفنون پر تقریباً ایک ہزار کتابیں تصنیف کی ہیں ساتھ ہی انہوں نے سلوک وطریقت اور تصوف پر بھی لکھا، اس فن کی گتھیاں سلجھائیں، نام نہاد صوفیوں کے غیر شرعی نظریات کا رد بلیغ فرمایا، اقوال صوفیہ کے حوالے سے انہوں نے یہی ثابت فرمایا کہ شریعت ہی اصل ہے اس کے بغیر طریقت وتصوف کی بنیاد قائم نہیں ہوسکتی۔ غرض فن تصوف پر انہوں نے جس تحقیقی واصلاحی انداز سے لکھا ہے اسے دیکھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ واقعی وہ غزالی زماں اور اپنے وقت کے جنید وشبلی تھے۔

امام احمد رضا بریلوی نے اپنی تصنیف "مقال عرفا باعزاز شرع وعلماء" میں شریعت وطریقت کے اتحاد ویکسانیت کی جو تحقیق وتوضیح فرمائی ہے وہ آب زر سے لکھنے کے قابل اور ایک رہنما اصول ہے۔ ہم یہاں پر اس کے کچھ اقتباسات ذیلی

عنوانات کے ضمن میں پیش کر رہے ہیں۔

کیا شریعت صرف چند احکام کا نام ہے؟

● سائل نے کہا

کیا شریعت چند فرائض و واجبات و سنن و مستحبات و چند مسائل حلال و حرام کا نام ہے؟

آپ نے فرمایا

یہ کہنا کہ شریعت چند احکام فرض و واجب و حلال و حرام کا نام ہے، محض اندھا پن ہے۔
شریعت تمام احکام جسم و جان و روح و قلب و جملہ علوم الٰہیہ و معارف نا متناہیہ کو جامع ہے جن میں سے ایک ایک ٹکڑے کا نام طریقت و معرفت ہے۔ اس لئے با جماع قطعی جملہ اولیائے کرام تمام حقائق کو شریعت مطہرہ پر عرض کرنا فرض ہے۔ اگر شریعت کے مطابق ہوں حق و مقبول ہیں ورنہ مردود و مخذول، تو یقیناً قطعاً شریعت ہی اصل کار ہے، شریعت ہی مناط و مدار ہے، شریعت محک (کسوٹی) و معیار ہے۔
شریعت راہ کو کہتے ہیں، اور شریعت محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلاۃ والتحیۃ کا ترجمہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راہ، یہ قطعاً عام و مطلق ہے نہ کہ صرف چند احکام جسمانی سے خاص۔ یہی وہ راہ ہے کہ پانچوں وقت ہر نماز بلکہ ہر رکعت میں اس کا مانگنا اور اس پر ثبات و استقامت کی دعا کرنا ہر مسلمان پر واجب فرمایا کہ

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (الفاتحہ، ۵)

ہم کو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راہ چلا، ان کی شریعت پر ثابت قدم رکھ۔
صراط مستقیم کی تفسیر میں عبداللہ بن عباس و امام ابو عالیہ و امام حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں

الصراط المستقیم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صاحباہ

(المستدرک للحاکم، کتاب التفسیر، ۲، ص: ۲۵۹، بیروت دار الفکر)

صراط مستقیم محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق وعمر فاروق ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

یہی وہ راہ ہے جس کا منتہا اللہ ہے۔ قرآن عظیم میں فرمایا

اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (ھود، ۵۶)

بیشک اس سیدھی راہ پر میرا رب ملتا ہے۔

قرآن عظیم نے فرمایا

وَاَنَّ ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْہُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِہٖ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ

(الانعام، ۱۵۴)

(شروع رکوع سے احکام شریعت بیان کر کے فرماتا ہے) اور اے محبوب تم فرما دو کہ یہ شریعت میری سیدھی راہ ہے تو اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا اور راستوں کے نہ جاؤ کہ وہ تمہیں اس کی تاکید فرماتا ہے تاکہ تم پرہیزگاری کرو۔

دیکھو قرآن مجید نے صاف فرما دیا کہ شریعت ہی صرف وہ راہ ہے جس سے وصول الی اللہ ہے اور اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا اللہ کی راہ سے دور پڑے گا۔ (مقال عرفا)

طریقت کے معنی

شریعت وطریقت دونوں کے معنی راہ کے ہیں۔ بعض طریقت کے دعویدار یہ کہتے ہیں کہ طریقت خدا تک پہنچنے کا نام ہے، اس کے لئے شریعت کی حاجت نہیں۔ حالانکہ شریعت پر عمل کے بغیر خدا تک پہنچنا محال ہے اگر کوئی اس کا مدعی ہو تو اس کی رسائی خدا تک نہیں ابلیس لعین تک ہوگی۔ اس سلسلے میں سائل کا سوال اور امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کا ایمان افروز جواب ملاحظہ فرمائیں۔

● سائل نے کہا

کیا طریقت وصول الی اللہ تعالیٰ کا نام ہے؟

آپ نے فرمایا:

یہ کہنا کہ طریقت نام ہے وصول الی اللہ کا، محض جنون و جہالت ہے۔ ہر دو حرف پڑھا ہوا جانتا ہے کہ طریق، طریقہ، طریقت راہ کو کہتے ہیں نہ کہ پہنچ جانے کو۔ تو یقینا طریقت بھی راہ ہی کا نام ہے اب اگر وہ شریعت سے جدا ہو تو بشہادت قرآن مجید خدا تک نہ پہنچائے گی بلکہ شیطان تک، جنت میں نہ لے جائے گی بلکہ جہنم میں، کہ شریعت کے سوا سب راہوں کو قرآن مجید باطل و مردود فرما چکا۔ لامحالہ ضرور ہوا کہ طریقت ہی شریعت ہے کہ اسی راہ روشن کا ٹکڑا ہے اس کا اس سے جدا ہونا محال و نا سزا ہے۔ جو اسے شریعت سے جدا جانتا ہے اسے راہ خدا سے توڑ کر راہ ابلیس مانتا ہے۔ مگر حاشا طریقت حقہ راہ ابلیس نہیں قطعاً راہ خدا ہے تو یقیناً وہ شریعت مطہرہ ہی کا ٹکڑا ہے۔

کون سا کشف دلیل ولایت ہے

بندہ جب اتباع شرع، تقوی وطہارت اور نوافل وغیرہ کے ذریعہ بارگاہ عزت میں تقرب حاصل کر لیتا ہے تو اس پر چیزوں کے حقائق منکشف ہونے لگتے ہیں جسے صوفیہ کی اصطلاح میں کشف کہا جاتا ہے۔ مگر علماء فرماتے ہیں کہ کشف کے لئے ایمان بھی شرط نہیں بے ایمان اور راہب جوگیوں کو بھی کشف ہو سکتا ہے البتہ

● بے ایمان و کافر یا فاسق و فاجر سے اگر خلاف عادت کوئی بات صادر ہو تو اس کو استدراج کہتے ہیں۔

● متبع شریعت مومن سے ایسی بات صادر ہو تو اس کو معونت کہا جائے گا۔

● اگر صاحب تقوی و صاحب ولایت سے خرق عادات امور ظاہر ہوں تو انہیں کشف و کرامات کہیں گے۔

● انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام سے اگر اس قسم کی بات صادر ہو تو اس کو معجزہ کہتے ہیں۔

● یوں ہی نبی سے قبل نبوت ایسی بات ظاہر ہو تو اس کو ارہاص کہا جاتا ہے۔

لہٰذا اہل طریقت پر جو اسرار وحقائق منکشف ہوں وہ سب اتباع شریعت ہی کا صدقہ ہوگا اور اگر اتباع شرع کے بغیر ایسا ہو تو وہ کشف عند الشرع معتبر اور دلیل ولایت وتصوف نہیں۔ مزید اس کی وضاحت کے لئے سائل کا سوال اور امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کا عارفانہ جواب پیش ہے۔

● سائل نے کہا

طریقت میں حقیقت نماز وغیرہ منکشف ہوتی ہے (شریعت میں نہیں)

آپ نے فرمایا

طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے شریعت ہی کے اتباع کا صدقہ ہے ورنہ بے اتباع شرع بڑے بڑے کشف راہبوں، جوگیوں، سنیاسیوں کو ہوتے ہیں۔ پھر وہ کہاں تک لے جاتے ہیں اسی نار جحیم وعذاب الیم تک پہنچاتے ہیں۔ (مقال عرفا)

شریعت وطریقت کی ایک مثال

شریعت منبع وسرچشمہ ہے اور طریقت اس سے نکلا ہوا ایک دریا، یہ مثال صرف تفہیم وتقریب کے لئے ہے ورنہ شریعت وطریقت کو سمجھنے یا سمجھانے کے لیے یہ مثال من کل الوجوہ منطبق نہیں ہوتی۔

اس کے برخلاف بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ طریقت منبع ودریا ہے اور شریعت اندرہ، اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انہوں نے یا تو شریعت وطریقت کو سمجھا ہی نہیں یا پھر وہ ان سے بے بہرہ وغافل ہیں۔ شریعت تو اصل الاصول ہے اس کے بغیر طریقت کی عمارت قائم نہیں ہو سکتی۔ اس مسئلے کی وضاحت میں امام احمد رضا بریلوی کی تحریر ناصحانہ اور اسلوب صوفیانہ ہے۔

● سائل نے کہا

طریقت بحر ناپیدا کنار و دریائے زخار ہے اور شریعت اس دریا کے مقابلے میں ایک قطرہ ہے۔

آپ نے فرمایا:

شریعت کو قطرہ طریقت کو دریا کہنا اس مجنون پکے پاگل کا کام ہے جس نے دریا کا پاٹ کسی سے سن لیا اور نہ جانا کہ یہ وسعت نہ ہوتی تو اس میں کس گھر سے آتی۔

شریعت منبع ہے اور طریقت اس میں سے نکلا ہوا ایک دریا، بلکہ شریعت اس مثال سے بھی بلند وبالا ہے، منبع سے پانی نکل کر دریا بن کر جن زمینوں پر گزرے انہیں سیراب کرنے میں اسے منبع کی احتیاج نہیں، نہ اس سے نفع لینے والوں کو اصل منبع کی اس وقت حاجت۔ مگر شریعت وہ منبع ہے کہ اس سے نکلے ہوئے دریا یعنی طریقت کو ہر آن اس کی احتیاج ہے۔ منبع سے اس کا تعلق ٹوٹے تو یہی نہیں کہ صرف آئندہ کے لئے مدد موقوف ہو جائے فی الحال جتنا پانی آچکا ہے چند روز تک پینے، نہانے، کھیتیاں، باغات سینچنے کا کام دے۔ نہیں نہیں، منبع سے اس کا تعلق ٹوٹتے ہی یہ دریا فوراً فنا ہو جائے گا بوند تو بوند نم کا بھی نام نظر نہ آئے گا۔ نہیں نہیں، میں نے غلطی کی، کاش اتنا ہی ہوتا کہ دریا سوکھ گیا، پانی معدوم ہوا، باغات سوکھے، کھیت مرجھائے، آدمی پیاسے تڑپ رہے ہیں، ہرگز نہیں۔ بلکہ یہاں سے اس مبارک منبع سے تعلق چھوٹتے ہی یہ تمام دریا و البحر المسجور ہو کر شعلہ فشاں ہو جاتا ہے جس کے شعلوں سے کہیں پناہ نہیں۔ پھر کاش وہ شعلے ظاہری آنکھوں سے سوجھتے تو جو تعلق توڑنے والے جلے خاک سیاہ ہوئے تھے اتنے ہی جل کر باقی بچ جاتے کہ ان کا یہ انجام دیکھ کر عبرت پاتے مگر نہیں وہ تو نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ (الھمزۃ، ۶۔۷) ہے اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ کہ دلوں پر چڑھتی ہے۔ اندر سے دل جل گئے، ایمان خاک سیاہ ہو گئے، اور ظاہر میں وہی پانی نظر آ رہا ہے، دیکھنے میں دریا اور باطن میں آگ کا دھرا، آہ آہ کہ اس پردے نے لاکھوں کو ہلاک کیا۔

پھر دریا منبع کی مثال سے ایک اور فرق عظیم ہے جس کی طرف اشارہ گزرا کہ نفع لینے والوں کو اس وقت منبع کی حاجت نہیں مگر حاشا یہاں منبع سے تعلق نہ بھی توڑیئے کہ پانی باقی رہے اور آگ نہ ہو جائے جب بھی ہر آن منبع سے اس کی جانچ پڑتال کی

عادت ہے۔ وہ یوں کہ یہ پاکیزہ شیریں دریا جو اس برکت والے منبع سے نکل کر اس دار الالتباس کی وادیوں میں لہریں لے رہا ہے۔ یہاں اس کے ساتھ ایک سخت ناپاک کھاری دریا بھی بہتا ہے۔

هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ (الفرقان، ۵۳)

ایک خوب میٹھا شیریں ہے اور ایک سخت نمک کھاری۔

وہ دریائے شور کیا ہے شیطان ملعون کے وسوسے، دھوکے۔ تو دریائے شیریں سے نفع لینے والوں کو ہر آن احتیاج ہے کہ ہر نئی لہر پر اس کی رنگت، مزے، بو کو اصل منبع کے رنگ، مزہ، بو سے ملاتے ہیں کہ یہ لہر اسی منبع سے آئی ہے یا شیطانی پیشاب کی بدبو کھاری دھار دھوکا دے رہی ہے۔ لہٰذا شریعت منبع و دریا کی مثال سے بھی نہایت متعالی ہے۔ **وللہ المثل الاعلیٰ۔**

ربانی نور کا فانوس

شریعت مطہرہ ایک ربانی نور کا فانوس ہے کہ دینی عالم میں اس کے سوا کوئی روشنی نہیں، اس کی روشنی بڑھتے بڑھتے صبح اور پھر آفتاب اور پھر اس سے بھی غیر متناہی درجوں زیادہ تک ترقی کرتی ہے جس سے حقائق اشیاء کا انکشاف ہوتا اور نور حق تجلی فرماتا ہے۔ یہ مرتبۂ علم میں معرفت اور مرتبۂ تحقیق میں حقیقت ہے۔ تو حقیقت میں وہی ایک شریعت ہے کہ باختلاف مراتب اس کے مختلف نام رکھے جاتے ہیں۔ جب یہ نور بڑھ کر صبح روشن کے مثل ہوتا ہے، ابلیس لعین خیر خواہ بن کر آتا اور اس سے کہتا ہے

اطفئی المصباح فقد اشرق الاصباح

چراغ ٹھنڈا کر کہ اب تو صبح خوب روشن ہوگئی۔

اگر آدمی دھوکے میں نہ آیا اور نور فانوس بڑھ کر دن ہوگیا، ابلیس کہتا ہے کیا اب بھی چراغ نہ بجھائے گا آفتاب روشن ہے، احمق اب تجھے چراغ کی کیا حاجت ہے۔ ہدایت الٰہی اگر دستگیر ہے تو بندہ لاحول پڑھتا اور اس ملعون کو دفع کرتا ہے کہ او عدو اللہ!

یہ جسے تو دن یا آفتاب کہہ رہا ہے آخر کیا ہے، اسی فانوس کا تو نور ہے اسے بجھایا تو نور کہاں سے آئے گا۔ اس وقت وہ دغا باز خائب و خاسر پھرتا ہے اور بندہ نور الٰہی کی حمایت میں نور حقیقی تک پہنچتا ہے اور اگر دم میں آگیا اور سمجھا کہ ہاں دن تو ہو گیا اب مجھے چراغ کی کیا حاجت رہی، ادھر فانوس بجھا اور معاً اندھیرا گھپ کہ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا جیسا کہ قرآن مجید نے فرمایا۔

ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ (النور، ۴۰)

ایک پر ایک اندھیریاں ہیں اپنا ہاتھ نکالے تو نہ سوجھے، اور جسے خدا نور نہ دے اس کے لئے نور کہاں۔

یہ ہیں وہ کہ طریقت بلکہ حقیقت تک پہنچ کر اپنے آپ کو شریعت سے مستغنی سمجھے اور ابلیس کے فریب میں آکر اس الٰہی فانوس کو بجھا بیٹھے۔ کاش یہی ہوتا کہ اس کے بجھنے سے جو عالمگیر اندھیرا ان کی آنکھوں میں چھایا جسے دن دہاڑے چوپٹ کر دیا ان کو اس کی خبر ہوتی کہ شاید توبہ کرتے، فانوس کا مالک ندامت والوں پر مہر رکھتا ہے، پھر انہیں روشنی دیتا، مگر ستم اندھیر تو یہ ہے کہ دشمن ملعون نے جہاں فانوس خاموش کرائی اس کے ساتھ ہی معاً اپنی سازشی بتی جلا کر ان کے ہاتھ میں دے دی، یہ اسے نور سمجھ رہے ہیں اور وہ حقیقت میں نار ہے، یہ مگن ہیں کہ شریعت والوں کے پاس کیا ہے، ایک چراغ ہے، ہمارا نور آفتاب کو لئے جا رہا ہے، وہ قطرہ اور یہ ایک دریا ہے، اور خبر نہیں کہ وہ حقیقت میں نور ہے اور یہ دھوکے کی ٹٹی، آنکھ بند ہوتے ہی حال کھل جائے گا کہ۔ ع

با کہ باختہ عشق در شب دیجور

اندھیری رات میں کس سے عشق بازی کی۔ (ت)

شریعت سے کسی کو مفر نہیں

اگر کوئی یہ کہے کہ ہم طریقت و تصوف کے ایسے بلند مقام پر فائز ہیں کہ اب ہمیں

[شر]یعت کی ضرورت نہیں جیسا کہ بعض ملحد صوفیہ کہتے ہیں اس کا یہ کہنا سراسر غلط و باطل ہے کیونکہ کوئی بھی مکلّف شرعی احکام اور اس کے تقاضوں سے مستثنیٰ نہیں ہے، مکلّف کو ہر حال اور ہر قدم پر شریعت کی ضرورت ہے بلکہ اہل طریقت کو اور زیادہ حاجت ہے کہ انھوں نے باریک راہ پر قدم رکھا ہے۔ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں

بالجملہ شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک سانس، ایک ایک پل، ایک ایک لمحہ پر مرتے دم تک ہے اور طریقت میں قدم رکھنے والوں کو اور زیادہ، کہ راہ جس قدر باریک اس قدر ہادی کی زیادہ حاجت۔ اس لئے حدیث میں آیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

المتعبد بغیر فقه کالحمار فی الطاحون.

(حلیۃ الاولیاء، لابی نعیم ترجمہ ۳۱۸، ص۲۱۹۔ دار الکتاب بیروت)

بغیر فقہ کے عبادت میں پڑنے والا ایسا ہے جیسا کہ چکی کھینچنے والا گدھا کہ مشقت جھیلے اور نفع کچھ نہیں۔

امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں

دو شخصوں نے میری پیٹھ توڑ دی (یعنی وہ بلائے بے درماں ہیں)

۱۔ جاہل عابد

۲۔ اور عالم جو علانیہ بے باکانہ گناہوں کا ارتکاب کرے۔

شریعت وطریقت کی ایک اور مثال

شریعت وطریقت کی منبع و دریا سے مثال دینے اور بعض اعتبار سے اس کی عدم مماثلت کو واضح کرنے کے بعد اس بحث کے آخر میں امام احمد رضا بریلوی ایک اور مثال تحریر فرماتے ہیں

اے عزیز! شریعت عمارت ہے اس کا اعتقاد بنیاد اور عمل چنائی، پھر اعمال ظاہر وہ دیوار ہیں کہ اس بنیاد پر ہوا میں چنے گئے، اور جب تعمیر اوپر بڑھ کر آسمانوں تک پہنچی وہ

طریقت ہے۔

دیوار جتنی اونچی ہوگی نیو کی زیادہ محتاج ہوگی اور نہ صرف نیو کی بلکہ اعلیٰ حصہ اس کا بھی محتاج ہے، اگر دیوار نیچے سے خالی کر دی جائے اوپر سے بھی گر پڑے گی۔ اس وہ جس پر شیطان نے نظر بندی کر کے اس کی چنائی آسمانوں تک دکھائی اور دل میں ڈالا کہ اب ہم تو زمین کے دائرے سے اونچے گزر گئے ہمیں اس سے تعلق کی کیا حاجت ہے، نیو سے دیوار جدا کرلی اور نتیجہ وہ ہوا جو قرآن مجید نے فرمایا کہ

فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ (التوبۃ، ۱۰۹)

اس کی عمارت اسے لے کر جہنم میں ڈھے پڑی

اسی لئے اولیائے کرام فرماتے ہیں، صوفی جاہل شیطان کا مسخرہ ہے۔

اس لئے حدیث میں آیا، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

فقیہ واحد اشد علی الشیطان من الف عابد

(ترمذی، ابواب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، ج ۲ ص: ۹۳)

ایک فقیہ شیطان پر ہزاروں عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔

بے علم مجاہدہ والوں کو شیطان انگلیوں پر نچاتا ہے منہ میں لگام، ناک میں نکیل ڈال کر جدھر چاہے کھینچے پھرتا ہے اور وہ اپنے جی میں سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں۔ (مقال عرفا)

طریقت کو شریعت سے جدا بتانا الحاد ہے

یہ ثابت کیا جاچکا ہے کہ طریقت، شریعت سے جدا اور الگ نہیں بلکہ دونوں ایک ہیں، بلکہ شریعت اصل ہے تعلیم شریعت ہی کے لئے انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام مبعوث ہوئے، علمائے شریعت ہی درحقیقت انبیاء کے وارث وامین ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ طریقت، شریعت ہی کا ایک حصہ اور ٹکڑا ہے۔ مگر یہ کہنا کہ اہل طریقت ہی وراثت انبیاء کے مستحق ہیں، نبوت ورسالت کی شان ومقتضیٰ طریقت ہی ہے، اس

کے لئے انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام مبعوث ہوئے۔ کسی طرح درست نہیں۔
امام احمد رضا بریلوی نے اس بات کا رد بلیغ فرمایا اور ایسا خیال رکھنے والوں کو ملحد و بے
ایمان لکھا ہے۔

● سائل نے کہا

طریقت ہی سے وصول الی اللہ ہوتا ہے، طریقت ہی وراثت انبیاء کا سبب،
طریقت ہی شان نبوت و رسالت کا خاص مقتضیٰ ہے، انبیائے کرام علیہم الصلاۃ
والسلام اسی کے لئے مبعوث ہوئے۔

آپ نے فرمایا

سائل کا طریقت کو غیر شریعت جان کر حصر کر دینا کہ یہی مقصود ہے انبیاء صرف
اس کے لئے مبعوث ہوئے ہیں، صراحۃً شریعت مطہرہ کو معاذ اللہ معطل و مہمل اور لغو
و باطل کر دینا ہے اور یہ صریح کفر وارتداد و زندقہ والحاد اور موجب لعنت ہے۔ ہاں یہ کہتا
تو حق تھا کہ اصل مقصود وصول الی اللہ ہے مگر افسوس اس پر جو اپنی جہالت شدیدہ سے
نہ جانے، یا جانے اور عناد شریعت کے باعث نہ مانے کہ وصول الی اللہ کا راستہ یہی
شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے و بس۔

ہم اوپر قرآن مجید سے ثابت کر آئے ہیں کہ شریعت کے سوا اللہ تک راہیں بند
ہیں، طریقت اگر وہ اپنے زعم میں کسی راہ مخالف کا نام سمجھا ہے تو حاشا وہ خدا تک
نہ پہنچائے، بلکہ وہ مسدود اور اس کا چلنے والا مردود، اور انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام پر اس
کی تہمت ملعون و مطرود۔ کیا کوئی ثبوت دے سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
نے کبھی کسی کو شریعت کے خلاف دوسری راہ کی طرف بلایا ہے؟ ہر گز نہیں ہر گز نہیں۔

وارث انبیاء علماء شریعت ہیں یا اہل طریقت

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ علماء، انبیاء کے وارث ہیں۔
اس سے علمائے ظاہر اور علمائے شریعت مراد ہیں اس میں اگرچہ اہل حق صوفیہ بھی داخل

ہیں مگر یہ کہنا کہ اس کے مستحق صرف اہل طریقت ہی ہیں درست نہیں ۔امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمر بھر شریعت ہی کی طرف بلایا اور یہی راستہ ہمارے لئے چھوڑا تو اس کا حامل، اس کا خادم، اس کا حامی، اس کا عالم کیونکر ان کا وارث نہ ہوگا۔

ہم پوچھتے ہیں اگر بالفرض شریعت صرف فرض، واجب، سنت، مستحب، حلال، حرام ہی کے علم کا نام ہو تو یہ علم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے یا ان کے غیر سے، اگر اسلام کا دعویٰ رکھتا ہے تو ضرور کہے گا کہ حضور ہی سے ہے، پھر اس کا عالم حضور کا وارث نہ ہوا تو اور کس کا ہوگا۔ علم ان کا، ترکہ ان کا، پھر اس کا پانے والا ان کا وارث نہ ہو اس کے کیا معنی۔

اگر کہے کہ یہ علم تو ضرور ان کا ہے مگر دوسرا حصہ یعنی علم باطن اس نے نہ پایا لہٰذا وارث نہ ٹھہرا، تو اے جاہل! کیا وارث کے لئے یہ ضرور ہے کہ مورث کا کل مال پائے، یوں تو عالم میں کوئی ان کا وارث نہ ٹھہرے گا اور ارشاد اقدس" ان العلماء ورثة الانبیاء" معاذ اللہ غلط بن کر محال ہو جائے گا کہ ان کا کل علم تو کسی کو مل ہی نہیں سکتا۔

اور اگر بفرض غلط شریعت وطریقت دو جدا راہیں بنیں اور قطرہ دریا کی نسبت جائیں، جس طرح یہ جاہل بکتا ہے، جب بھی علمائے شریعت سے وراثت انبیاء کا سلب کرنا جنون محض ہوگا۔ کیا ترکہ مورث سے تھوڑا حصہ پانے والا وارث نہیں ہوتا؟ جسے ملا ان کے علم سے تھوڑا ہی ملا، وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا (بنی اسرائیل:۸۵) اگر یہ شریعت طریقت کی معاذ اللہ برائی فرض کرلیں تو انصافاً حدیث ان مسخرگان شیطان پر الٹی پڑے گی یعنی علمائے ظاہری وارثان انبیاء علیہم الصلاۃ والثناء ٹھہریں گے اور علمائے باطن عیاذاً باللہ اس سے محروم۔

علوم نبوت سے وراثت انبیاء کی تحقیق

انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام نبی بھی ہوتے ہیں اور ولی بھی، ان کے علوم نبوت یہ ہیں ان کو شریعت کہتے ہیں، جن کی طرف وہ عام امت کو دعوت کرتے ہیں۔

اور علوم ولایت وہ ہیں جن کو یہ جاہل طریقت کہتا ہے اور وہ خاص خاص لوگوں کو ان کی تعلیم ہوتے ہیں۔

تو علمائے باطن کہ علوم ولایت کے وارث ہوئے، وارثان اولیاء ٹھہرے نہ کہ وارثان انبیاء، وارثان انبیاء یہی علمائے ظاہر رہے جنہوں نے علوم نبوت پائے۔

مگر یہ اس جاہل کی اشد جہالت ہے، ہرگز نہ شریعت و طریقت دو راہیں ہیں، نہ اولیاء کبھی غیر علماء ہو سکتے ہیں۔

علامہ مناوی شرح جامع صغیر پھر عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی حدیقہ ندیہ میں لکھتے ہیں امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

علم الباطن لا یعرفه الا من عرف علم الظاهر

علم باطن نہ جانے گا مگر وہ جو علم ظاہر جانتا ہے۔

امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

ما اتخذ الله ولیا جاهلا

اللہ نے کبھی کسی جاہل کو اپنا ولی نہ بنایا۔

یعنی بنانا چاہا تو پہلے اسے علم دے دیا اس کے بعد ولی کیا کہ جو علم ظاہر نہیں رکھتا علم باطن کہ اس کا ثمرہ و نتیجہ ہے کیونکر پا سکتا ہے۔

اللہ سے متعلق علوم سے وراثت انبیاء کی تحقیق

حق سبحانہ وتعالیٰ کے متعلق بندوں کے لئے پانچ علم ہیں

(۱) علم ذات (۲) علم صفات (۳) علم افعال (۴) علم اسماء (۵) علم احکام

ان میں ہر پہلا دوسرے سے مشکل تر ہے، جو سب سے آسان علم احکام میں عاجز ہوگا سب سے مشکل علم ذات کیونکر پا سکے گا۔ اور قرآن شریف انہیں مطلقاً وارث بتارہا ہے حتی کہ ان کے بے عمل کو بھی یعنی جبکہ عقائد حق پر مستقیم اور ہدایت کی طرف داعی ہو کہ گمراہ اور گمراہی کی طرف بلانے والا وارث نبی نہیں نائب ابلیس ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ

ہاں رب عزوجل نے تمام علمائے شریعت کو کہاں وارث فرمایا یہاں تک کہ ان کے بے عمل کو بھی۔ ہاں وہ ہم سے پوچھئے۔ مولا عزوجل فرماتا ہے

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ

(الفاطر، ۳۲)

پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چنے ہوئے بندوں کو تو ان میں کوئی اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے اور کوئی متوسط حال کا اور کوئی بحکم خدا بھلائیوں میں پیشی لے جانے والا یہی بڑا فضل ہے۔

دیکھو بے عمل کہ گناہوں سے اپنی جان پر ظلم کررہے ہیں انہیں بھی کتاب کا وارث بتایا اور نرا وارث ہی نہیں بلکہ اپنے چنے ہوئے بندوں میں گنا۔

احادیث میں آیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا

سابقنا سابق و مقتصد ناناج وظالمنا مغفور لہ۔

(معالم التنزیل، ۵ص ۳۰۲۔ مصطفی البابی مصر)

ہم میں کا جو سبقت لے گیا وہ تو سبقت لے ہی گیا اور جو متوسط حال کا ہوا وہ بھی نجات والا ہے اور جو اپنی جان پر ظالم ہے اس کی بھی مغفرت ہے۔

حدیث میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

اذا قرأ الرجل القرآن واحتشی من احادیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وکانت ہناک غزیرۃ کان خلیفۃ من خلفاء الانبیاء

(کنز العمال ۱۰، ص ۱۳۸ حدیث ۲۸۶۹۴۔ بیروت)

جب آدمی قرآن مجید پڑھ لے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حدیثیں جی بھر کر حاصل کرے اور اس کے ساتھ طبیعت سلیقہ دار رکھتا ہو تو وہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے نائبوں میں سے ایک ہے۔

دیکھو حدیث میں وارث تو وارث خلیفۃ الانبیاء ہونے کے لئے تین شرطیں مقرر فرمائیں۔

۱۔۲۔قرآن وحدیث جانے

۳۔اوران کی سمجھ رکھتا ہو

خلیفہ ووارث میں فرق ظاہر ہے، آدمی کی تمام اولاد اس کی وارث ہے مگر جانشیں ہونے کی لیاقت ہر ایک میں نہیں (مقال عرفا)

علمائے ربانی کون ہیں

خالق کائنات نے جن علماء کو علم کتاب عطا فرمایا انہیں علمائے ربانی کہا جاتا ہے، انہیں کو علمائے راسخین بھی کہتے ہیں۔ ربانی، علمائے شریعت بھی ہیں اور اہل حق صوفیہ بھی۔ مگر جو لوگ شریعت وطریقت کے درمیان فرق وامتیاز کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ اہل طریقت ہی علمائے ربانی ہوتے ہیں، علمائے شریعت پر ربانی کا اطلاق نہیں ہوتا۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے آیات واحادیث کے حوالے سے ثابت فرمایا کہ علماء ربانی کون ہیں اور کن پر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

● سائل نے کہا

اہل طریقت ہی علمائے ربانی ہیں، علمائے شریعت کو ربانی نہیں کہہ سکتے۔

آپ نے فرمایا

جب قرآن مجید نے سب وارثان کتاب کو اپنے چنے ہوئے بندے فرمایا تو وہ ضرور اللہ والے ہوئے اور جب اللہ والے ہوئے تو ضرور ربانی ہوئے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے

وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ

(آل عمران،۷۹)

ربانی ہو جاؤ اس سبب سے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس لئے کہ تم پڑھتے ہو۔

اور فرماتا ہے

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ (المائدۃ،۴۴)

بیشک ہم نے اتاری توریت اس میں ہدایت و نور ہے اس سے ہمارے فرمانبردار نبی اور ربانی اور دانش مند لوگ یہودیوں پر حکم کرتے تھے یوں کہ وہ کتاب اللہ کے نگہبان ٹھہرائے گئے اور وہ اس سے خبردار تھے۔

ان آیات میں اللہ عزوجل نے ربانی ہونے کی وجہ اور ربانیوں کی صفات اس قدر بیان فرمائی کہ کتاب پڑھنا پڑھانا، اس کے احکام سے خبردار ہونا، اس کی نگہداشت رکھنا، اس کے ساتھ حکم کرنا، ظاہر ہے کہ یہ سب اوصاف علمائے شریعت میں ہیں تو وہ ضرور ربانی ہیں۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں

ربانيين فقهاء معلمين۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ۲،ص۶۹۱۔ریاض)

ربانی کے معنی ہیں فقیہ مدرس۔

نیز ابن عباس، امام مجاہد و امام سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں

ربانيين علماء فقهاء۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ۲،ص۶۹۲۔ریاض)

ربانی عالم فقیہ کو کہتے ہیں۔ (مقال عرفا)

علمائے شریعت کو شیطان کہنے والا کون

طریقت کے وہ دعویدار جن کی نظر میں شریعت کی کوئی اہمیت و وقار نہیں، ایسا لگتا

ہے کہ انہیں شریعت اور اہل شریعت سے سچی عداوت وبغض ہے کیونکہ وہ اپنی طریقت
کے آگے نہ شریعت کو کچھ سمجھتے ہیں نہ علمائے شریعت کو۔ اسی لئے وہ کہتے ہیں کہ علمائے
شریعت سے دور رہنا ورنہ وہ تمہیں بہکادیں گے کیونکہ وہ شیطان ہیں معاذ اللہ، حالانکہ
بذات خود ابلیس اور فتنے کی بنیاد ہیں ان کی ابلسیت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ
طریقت کو شریعت سے جدا راستہ سمجھتے اور علمائے شریعت کی تحقیر وتذلیل کرتے ہیں۔
امام احمد رضا بریلوی نے ایسے فتنہ پرور لوگوں کو متین وسنجیدہ انداز میں جواب دیا اور
انہیں احادیث کی وعید کے حوالے کردیا ہے۔

● سائل نے کہا

شریعت والوں کے دام تزویر سے اپنے آپ کو دور رکھنا، العیاذ باللہ یہ شیطان ہیں۔

آپ نے فرمایا

جبکہ اللہ عزوجل علمائے شریعت کو اپنا چنا ہوا بندہ کہتا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم انہیں اپنا وارث، اپنا خلیفہ، انبیاء کا جانشیں بتاتے ہیں تو انہیں شیطان نہ کہے گا مگر
ابلیس، یا اس کی ذریت کا کوئی منافق خبیث۔ یہ میں نہیں کہتا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

**ثلثة لا یستخف بحقهم الا منافق بین النفاق ذو الشیبة فی الاسلام
و ذو العلم و امام مقسط.** (کنز العمال ۱۶، ص:۳۲ حدیث ۴۳۸۱۱۔ بیروت)

تین شخصوں کے حق کو ہلکا نہ جانے گا مگر منافق، منافق بھی کون سا کھلا منافق۔

● ایک بوڑھا مسلمان جسے اسلام میں بڑھاپا آیا۔

● دوسرا عالم دین

● تیسرا بادشاہ عادل مسلمان۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لا یبغی علی الناس الا ولد بغی والا من فیه عرق منه.

(کنز العمال ۵، ص ۳۲۳ حدیث ۱۳۰۹۳۔ بیروت)

لوگوں پر زیادتی نہ کرے گا مگر ولد الزنا یا وہ جس میں اس کی کوئی رگ ہو۔
جب عام لوگوں پر زیادتی کے بارے میں یہ حکم ہے پھر علماء کی شان تو ارفع واعلیٰ ہے بلکہ حدیث میں لفظ "ناس" فرمایا اور اس کے سچے مصداق علماء ہی ہیں۔
امام غزالی احیاء العلوم میں فرماتے ہیں
سئل ابن المبارک من الناس فقال العلماء
(احیاء علوم الدین ۱،ص:۷، کتاب العلم۔ قاہرہ)
یعنی ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تلمیذ رشید عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ حدیث وفقہ ومعرفت وولایت سب میں امام اجل ہیں، ان سے کسی نے پوچھا کہ ناس یعنی آدمی کون ہیں فرمایا علماء۔

حیوانات میں انسان کس چیز سے ممتاز ہے

امام غزالی فرماتے ہیں، جو عالم نہ ہو ابن المبارک نے اسے آدمی نہ گنا اس لئے کہ انسان اور چوپائے میں علم ہی کا فرق ہے۔
- انسان علم کے سبب سے انسان ہے
- نہ جسم کے باعث کہ اس کا شرف جسمانی طاقت سے نہیں کہ اونٹ اس سے زیادہ طاقت ور ہے۔
- نہ بڑے جثہ کے سبب کہ ہاتھی کا جثہ اس سے بڑا ہے۔
- نہ بہادری کے باعث کہ شیر اس سے زیادہ بہادر ہے۔
- نہ خوراک کی وجہ سے کہ بیل کا پیٹ اس سے بڑا ہے
- نہ جماع کی غرض سے کہ چڑوٹا جو سب میں ذلیل چڑیا ہے اس سے زیادہ جفتی کی قوت رکھتا ہے۔
- آدمی تو صرف علم کے لئے بنایا گیا اور اسی سے اس کا شرف ہے۔

(احیاء علوم الدین ۱،ص:۷ کتاب العلم۔ قاہرہ)

سیدنا امام ابو القاسم قشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ اجل اکابر صوفیائے کرام سے ہیں، وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (الذاریات،۵۶) کی تفسیر میں فرماتے ہیں الا لیعرفون یعنی ہم نے نہیں پیدا کیا جن وانس کو مگر معرفت حاصل کرنے کے لئے۔ (مقال عرفا)

کیا علماء شریعت منزل طریقت کے سدراہ ہیں

اہل دل اہل حق صوفیہ واہل طریقت وہ ہیں جو شریعت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والثنا کی پیروی سے منزل مقصود پا چکے ہیں ان کا نام صوفیہ کی حیثیت سے جریدۂ عالم پر نقش ہو چکا ہے۔ مگر کچھ نام نہاد طریقت والے یہ کہتے ہیں کہ منزل اصلی پر فائز ہونے سے علمائے شریعت حائل وسدراہ بنے ہوئے ہیں جبکہ علماء کی مدد اور علم کے بغیر اچھے برے کے درمیان آدمی امتیاز نہیں کرسکتا، علم ہی سے حق وباطل یا اہل حق اور اہل باطل کے مابین فرق معلوم ہوتا ہے، علم ہی کی بدولت علماء جانتے ہیں کہ طریقت، شریعت سے جدا نہیں۔ یہ عدم علم ہی کا نتیجہ ہے کہ بے علم صوفیہ اور طریقت والے علماء کرام کو منزل اصلی کے لئے سدراہ سمجھتے ہیں۔ جو اہل طریقت علماء شریعت کو اپنے لئے سدراہ جانتے ہیں ان کے لئے امام احمد رضا بریلوی کی تحریر تازیانۂ عبرت ہے۔

● سائل نے کہا

علمائے شریعت، منزل اصلی طریقت کے سدراہ ہوئے ہیں۔

آپ نے فرمایا

بیانات بالا سے واضح ہے کہ علمائے شریعت ہرگز طریقت کے سدراہ نہیں بلکہ وہی اس کے فتح باب اور وہی اس کے نگاہبان راہ ہیں۔ ہاں وہ طریقت جسے بندگان شیطان طریقت نام رکھیں اور اسے شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جدا کریں علماء اس کے لئے ضرور سدراہ ہیں، علماء کیا خود اللہ عزوجل نے اس راہ کو

مسدود، مردود اور ملعون ومطرود فرمایا۔

او پر گزرا کہ علمائے شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ہر آن ہے اور طریقت میں قدم رکھنے والے کو اور زیادہ، ورنہ حدیث میں اسے چکی کھینچنے والا گدھا فرمایا، تو اگر علما نے تمہیں گدھا بننے سے روکا کیا گناہ کیا۔ (مقال عرفا)

اولیائے کرام کے اقوال

اولیائے امت کی پاکیزہ زندگیاں، ان کے اقوال وفرامین ہمارے لئے سامان ہدایت اور مشعل راہ ہیں خصوصاً بعد کے صوفیہ اور اہل طریقت کے لئے انہوں نے جو نقوش منزل چھوڑے ہیں وہ قابل تقلید اور نمونۂ عمل ہیں۔ کسی کو یہ کہنے کی قطعاً گنجائش نہیں ہے کہ طریقت کے لئے شریعت کی حاجت نہیں، دونوں الگ الگ راہیں ہیں، ان میں سے ہر ایک کوئی کسی کا محتاج نہیں، جیسا کہ بعض اہل طریقت کہتے ہیں کیونکہ اولیائے کرام کے اقوال واعمال سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شریعت اور طریقت دونوں ایک اور متحد ہیں، دونوں جدا جدا راہیں نہیں، یہ حقیقت ہے کہ شریعت کے بغیر طریقت وتصوف کا حصول ممکن نہیں، شریعت کی پیروی کے بغیر خدا تک پہنچنا محال ہے۔ اولیائے کاملین کی تاریخ بھی یہی بتاتی ہے کہ وہ شریعت مطہرہ کے سختی کے ساتھ پابند و عامل تھے، ان کا کوئی قدم شریعت سے منحرف نہیں ہوتا، ہر حال میں وہ شرعی تقاضوں کا شدت سے خیال رکھتے تھے کیونکہ شرعی احکام وقوانین کی پابندی کے بغیر کوئی ولی منزل ولایت وتصوف پر فائز نہیں ہوسکتا۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے اقوال اولیاء سے یہی ثابت فرمایا ہے کہ شریعت پر استقامت کے بغیر کسی کو ولایت حاصل نہیں ہوسکتی، وہ تصوف وطریقت کا حامل نہیں ہوسکتا، قرب خداوندی کا راستہ قانون بندگی بجالانا اور شرعی احکام پر سختی سے قائم رہنا ہے۔

ہم بطور نمونہ ذیل میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کی تصنیف کے حوالے سے

...ماء اولیائے ملت کے اقوال وفرامین پیش کررہے ہیں جن سے شریعت مطہرہ کی عظمت ظاہر ہوتی ہے اور یہ کہ طریقت اس سے جدا نہیں، اور یہ کہ طریقت، شریعت کی محتاج ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ شریعت ہی اصل کا رومدار ومعیار ہے۔

خیال یہ تھا کہ اقوال اولیاء کی اصل عبارات پیش نہ کرکے صرف ہم ان کے ترجموں پر اکتفا کریں مگر چونکہ ہمیں تصوف اور علوم تصوف پر امام احمد رضا بریلوی کی خدمات ومساعی جمیلہ کوواضح کرنا مقصود ہے اس لئے اصل عبارات کوپیش کرنا مناسب سمجھا گیا تا کہ ماخذ کی حیثیت سے اہل علم اس مجموعہ سے استفادہ کرسکیں مگر ہم انداز تخاطب اور اسلوب نگارش کو آسان اور عام فہم کرنے کی حتی المقدور کوشش کریں گے۔

حضور غوث اعظم کے اقوال

۱۔ حضور سید الافراد قطب الارشاد غوث عالم قطب عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

لاتری لغیر ربک وجودا مع لزوم الحدود وحفظ الاوامر والنواهی فان انخرم فیک شئی من الحدود فاعلم انک مفتون قد لعب بک الشیطان فارجع الی حکم الشرع والزمه ودع عنک الهوی لان کل حقیقة لا تشهد لها الشریعة فهی باطلة.

(الطبقات الکبری للشعرانی ۱، ص ۱۳۱ ترجمہ ۲۴۸۔ مصر)

غیر خدا کو موجود نہ دیکھنا اس کے ساتھ ہو تو اس کی باندھی حدوں سے کبھی جدا نہ ہو، اور اس کے ہر امر ونہی کی حفاظت کرے اگر حدود شریعت سے کسی حد میں خلل آیا تو جان لے کہ تو فتنہ میں پڑا ہوا ہے بیشک شیطان تیرے ساتھ کھیل رہا ہے تو فوراً حکم شریعت کی طرف پلٹ آ اور اس سے لپٹ جا اور اپنی خواہش نفسانی چھوڑ اس لئے کہ جس حقیقت کی شریعت تصدیق نہ فرمائے وہ حقیقت باطل ہے۔

سعادت مند کے لیے حضور سید الاولیاء غوث العرفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک یہی ارشاد کافی ہے کہ اس میں سب کچھ جمع فرمادیا ہے۔

۲۔حضور غوث الثقلین غیاث الکونین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

اذا وجدت فی قلبک بغض شخص او حبه فاعرض افعاله علی الکتاب والسنة فان کانت محبوبة فیهما فاحبه و ان کانت مکروهة فاکرهه لئلاتحبه بهواک و تبغضه بهواک. قال الله ولا تتبع الهوی فیضلک عن سبیل الله۔ (الطبقات الکبری ا،ص:۱۳۱ا ترجمہ ۲۴۸۔مصر)

جب تو اپنے دل میں کسی کی دشمنی یا محبت پائے تو اس کے کاموں کو قرآن وحدیث پر پیش کر، اگر ان میں پسندیدہ ہوں تو اس سے محبت رکھ اور اگر ناپسند ہوں تو کراہت، تاکہ اپنی خواہش سے نہ کوئی دوست رکھے نہ دشمن۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خواہش کی پیروی نہ کر کہ تجھے بہکادے گی خدا کی راہ سے

۳۔حضور غوث الاغواث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

الولایة ظل النبوة والنبوة ظل الالٰهیة و کرامة الولی استقامة فعل علی قانون قول النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم.

(بہجۃ الاسرار،ص:۳۹۔ذکر فصول من کلامہ مرصعا بشی الخ۔مصر)

ولایت پرتو نبوت ہے اور نبوت پرتو الوہیت، اور ولی کی کرامت یہ ہے کہ اس کا فعل نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول کے قانون پر ٹھیک اترے۔

۴۔حضور سیدنا محبوب سبحانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

الشرع حکم محقق سیف سطوة قهره من خالفه و ناواه و اعتصمت بحبل حمایته و ثیقات عری الاسلام و علیه مدار امر الدارین و باسبابه انیطت منازل الکونین۔

(بہجۃ الاسرار،ص ۴۰، ذکر فصول من کلامہ الخ۔مصر)

شرع وہ ہے جس کے صولت قہر کی تلوار اپنے مخالف و مقابل کو مٹا دیتی ہے اور اسلام کی مضبوط رسیاں اس کی حمایت کی ڈوری پکڑے ہوئے ہے، دونوں کے کام کا مدار فقط شریعت پر ہے اور اس کی ڈوریوں سے دونوں عالم کی منزلیں وابستہ ہیں۔

۵۔ حضور سیدنا باز اشہب شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

الشريعة المطهرة المحمدية ثمرة شجرة الملة الاسلامية شمس اضاءت بنورها ظلمة الكونين اتباع شرعه يعطى سعادة الدارين احذران تخرج من دائرته اياك ان تفارق اجماع اهله۔

(بہجۃ الاسرار، ص ۴۹۔ ذکر فصول من کلامہ الخ۔ مصر)

شریعت پاکیزہ محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درخت دین اسلام کا پھل ہے، شریعت وہ آفتاب ہے جس کی چمک سے تمام جہان کی اندھیریاں جگمگا اٹھیں، شرع کی پیروی دونوں جہان کی سعادت بخشتی ہے، خبردار اس کے دائرہ سے باہر نہ جانا، خبردار اہل شریعت کی جماعت سے جدا نہ ہونا۔

۶۔ حضور سید الاولیاء قطب الکونین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

اقرب الطرق الى الله لزوم قانون العبودية والاستمساك بعروة الشريعة۔

(بہجۃ الاسرار، ص ۵۰۔ ذکر فصول من کلامہ الخ مصر)

اللہ عزوجل کی طرف سے سب سے زیادہ قریب راستہ قانون بندگی کو لازم پکڑنا اور شریعت کی گرہ کو تھامے رہنا ہے۔

۷۔ حضور سیدنا وارث المصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غوث الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

تفقه ثم اعتزل، من عبدالله بغير علم كان ما يفسده اكثر مما يصلحه خذ معك مصباح شرع ربك۔

(بہجۃ الاسرار، ص ۵۳۔ ذکر فصول من کلامہ الخ مصر)

فقہ حاصل کر اس کے بعد خلوت نشیں ہو جو بغیر علم کے خدا کی عبادت کرے وہ جتنا سنوارے گا اس سے زیادہ بگاڑے گا، اپنے ساتھ شریعت الٰہیہ کی شمع لے لے۔

(مقال عرفا)

حضرت سری سقطی کے اقوال

۱۔ حضرت سیدنا سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

التصوف اسم لثلاثة معان وهو الذی لا یطفی نور معرفته نور ورعه ولا یتکلم بباطن فی علم ینقضه ظاهر الکتاب او السنة ولا تحمله الکرامات علی هتک استار محارم الله تعالیٰ۔

(رسالہ قشیریہ، ص ۱۱۔ ذکر ابوالحسن عن سری بن المفلس السقطی۔ مصر)

تصوف تین وصفوں کا نام ہے

- ایک یہ کہ اس کا نور معرفت اس کے نور ورع کو نہ بجھائے۔
- دوسرے یہ کہ باطن سے کسی ایسے علم میں بات نہ کرے کہ ظاہر قرآن یا ظاہر سنت کے خلاف ہو۔
- تیسرے یہ کہ کرامتیں اسے ان چیزوں کی پردہ دری پر نہ لائیں جو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمائیں۔

۲۔ حضرت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میرے پیر حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے دعا دی۔

جعلک الله صاحب حدیث صوفیا و لاجعلک صوفیا صاحب حدیث۔

(احیاء العلوم ۱، ص ۲۲۔ کتاب العلم۔ قاہرہ)

اللہ تعالیٰ تمہیں حدیث داں کر کے صوفی بنائے اور حدیث داں ہونے سے پہلے تمہیں صوفی نہ کرے۔

امام محمد غزالی اس دعائے حضرت سیدی سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شرح میں فرماتے ہیں

اشار الی ان من حصل الحدیث والعلم ثم تصوف افلح و من تصوف قبل العلم خاطر بنفسه۔

(احیاء العلوم ۱، ص ۲۲ کتاب العلم۔ قاہرہ)

حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرف اشارہ فرمایا کہ جس نے پہلے حدیث وعلم حاصل کر کے تصوف میں قدم رکھا وہ فلاح کو پہنچا اور جس نے علم حاصل کرنے سے پہلے صوفی بننا چاہا اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا۔

حضرت جنید بغدادی کے اقوال

۱۔ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی گئی: کچھ لوگ زعم کرتے ہیں کہ

ان التکالیف کانت و سیلة الی الوصول و قد وصلنا۔

یعنی احکام شریعت تو وصول کا وسیلہ تھے اور ہم واصل ہو گئے۔ فرمایا

صدقوا فی الوصول و لکن الی سقر والذی یسرق و یزنی خیر ممن یعتقد ذلک ولوانی بقیت الف عام ما نقصت من اورادی شیئا الا بعذر شرعی۔ (الیواقیت والجواہر ا، ص ۱۵۱۔ بحث ۲۶۔ مصر)

سچ کہتے ہیں واصل ضرور ہوئے کہاں تک جہنم تک، چور اور زانی ایسے عقیدے والوں سے بہتر ہیں۔ میں اگر ہزار برس جیوں تو فرائض وواجبات تو بڑی چیز ہیں جو نوافل ومستحبات مقرر کر لئے ہیں بے عذر شرعی ان میں سے کم نہ کروں۔

۲۔ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدی ابوسلیمان دارانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

ربما یقع فی قلبی النکتة من نکت القوم ایا ما فلا یقبل منه الا بشاهدین عدلین الکتاب والسنة۔ (رسالہ قشیریہ ص ۱۵۔ ذکر ابوسلیمان۔ مصر)

بارہا میرے دل میں تصوف کا کوئی نکتہ مدتوں آتا ہے جب تک قرآن وحدیث دو گواہ عادل اس کی تصدیق نہیں کرتے میں قبول نہیں کرتا۔

۳۔ دوسری روایت میں ہے فرمایا

ربما ینکت الحقیقة فی قلبی اربعین یوما فلا آذن لها ان تدخل

فی قلبی الا بشاهدین من الکتاب و السنۃ۔

(نفحات الانس ص ۴۰، ذکر ابو سلیمان، ایران)

بارہا کوئی نکتۂ حقیقت میرے دل میں چالیس چالیس دن کھٹکتا رہتا ہے، جب تک کتاب وسنت کے دو گواہ اس کے ساتھ نہ ہوں میں اپنے دل میں داخل ہونے کا اسے اذن نہیں دیتا۔

ابوالقاسم قشیری کے اقوال

۱۔ حضرت سیدی ابوالقاسم قشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے رسالہ قشیریہ میں حضرت سیدی ابوالقاسم جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرماتے ہیں۔

من لم یحفظ القرآن و لم یکتب الحدیث لا یقتدی بہ فی ھذا الامر لان علمنا ھذا مقید بالکتاب و السنۃ.

(رسالہ قشیریہ، ص:۲۰ ذکر ابی القاسم الجنید۔ مصر)

جس نے نہ قرآن یاد کیا نہ حدیث لکھی یعنی جو علم شریعت سے آگاہ نہیں دربارہ طریقت اس کی اقتدا نہ کریں، اسے اپنا پیر نہ بنائیں کہ ہمارا یہ علم طریقت بالکل کتاب وسنت کا پابند ہے۔

۲۔ نیز فرمایا

الطریق کلھا مسدودۃ علی الخلق الاعلی من اقتفی اثر الرسول علیہ الصلاۃ و السلام. (رسالہ قشیریہ، ص:۲۰۔ ذکر ابی القاسم الجنید۔ مصر)

خلق پر تمام راستے بند ہیں مگر وہ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نشان قدم کی پیروی کرے۔

خلاف پیمبر کسے راہ گزید ۔۔۔ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

جس نے پیغمبر کے خلاف راستہ اختیار کیا وہ ہرگز منزل مقصود پر نہ پہنچے گا۔ (ت)

ابو یزید بسطامی کے اقوال

۱۔ حضرت سیدنا ابو یزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمی بسطامی کے والد رحمہما اللہ تعالیٰ سے فرمایا: چلو اس شخص کو دیکھیں جس نے اپنے آپ کو بنام ولایت مشہور کیا ہے وہ شخص مرجع ناس اور زہد سے مشہور تھا۔ جب وہاں تشریف لے گئے اتفاقاً اس نے قبلہ کی طرف تھوکا، حضرت ابو یزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً واپس آئے اور اس سے سلام علیک نہ کی اور فرمایا۔

هـذا رجـل غيـر مامون علی ادب من آداب رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فكيف يكون ما مونا علی مايد عيه.

(رسالہ قشیریہ، ص: ۱۵۔ ذکر ابو یزید البسطامی۔ مصر)

یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آداب سے ایک ادب پر تو امین ہے نہیں جس چیز کا ادعا رکھتا ہے اس پر کیا امین ہوگا۔

اور دوسری روایت میں ہے فرمایا:

هـذا رجـل غيـر مامون علی ادب من آداب الشريعة فكيف يكون امينا علی اسرار الحق۔

(رسالہ قشیریہ، ص: ۱۱۷۔ باب الولایۃ۔ مصر)

یہ شخص شریعت کے ایک ادب پر تو امین ہے نہیں اسرار الٰہیہ پر کیونکر امین ہوگا۔

۲۔ نیز حضرت بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

لو نظرتم الی رجل اعطی من الكرامات حتی يرتقی (وفی نسخة يتربع) فی الهواء فلا تغتروا به حتی تنظروا كيف تجدونه عند الامر والنهی وحفظ الحدود و آداب الشريعة.

(رسالہ قشیریہ، ص: ۱۵۔ ذکر ابو یزید البسطامی۔ مصر)

اگر تم کسی شخص کو دیکھو ایسی کرامت دیا گیا کہ ہوا پر چار زانو بیٹھ سکے تو اس سے فریب نہ کھانا جب تک یہ نہ دیکھو کہ فرض، واجب ومکروہ وحرام ومحافظت حدود وآداب شریعت میں اس کا حال کیسا ہے۔

ابوسعید خراز کا قول

حضرت ابوسعید خراز رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کہ حضرت ذوالنون مصری، سری سقطی رضی اللہ عنہما کے اصحاب اور سید الطائفہ جنید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم زمان ہیں) فرماتے ہیں

کل باطن یخالفه ظاهر فهو باطل.

(رسالہ قشیریہ، ص:۲۴، ذکر ابوسعید خراز۔ مصر)

جو باطن کہ ظاہر اس کی مخالفت کرے وہ باطن نہیں باطل ہے۔

عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی قدس سرہٗ اس قول کی شرح میں فرماتے ہیں۔

لانه وسوسة شيطانية و زخرفة نفسانية حيث خالف الظاهر.

(الحدیقۃ الندیۃ ۱، ص:۱۸۶۔ الباب الاول۔ فیصل آباد)

اس لئے کہ جب اس نے ظاہر کی مخالفت کی تو وہ شیطانی وسوسہ اور نفس کی بناوٹ ہے۔

حضرت حارث محاسبی کا قول

حضرت سیدنا حارث محاسبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کہ اکابر ائمہ واولیاء معاصرین حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہیں) فرماتے ہیں۔

من صحح باطنه بالمراقبة والاخلاص زين الله ظاهره بالمجاهدة و اتباع السنة. (رسالہ قشیریہ، ص:۱۳، ذکر حارث محاسبی۔ مصر)

جو اپنے باطن کو مراقبہ اور اخلاص سے صحیح کر لے گا لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو مجاہدہ و پیروی سنت سے آراستہ فرما دے۔

ظاہر ہے کہ انتفائے لازم کو انتفائے ملزوم لازم، تو ثابت ہوا کہ جس کا ظاہر زیور شرع سے آراستہ نہیں وہ باطن میں بھی اللہ عزوجل کے ساتھ اخلاص نہیں رکھتا۔

...ثمن حیری کے اقوال

ا۔ حضرت سیدنا ابوعثمن حیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کہ اجلۂ اکابر اولیاء معاصرین ...سید الطائفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہیں) نے وقت انتقال اپنے صاحبزادہ ابو ...رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے فرمایا

...لاف السنة یا بنی فی الظاهر علامة ریاء فی الباطن.

(رسالہ قشیریہ، ص:۲۱، ذکر ابوعثمن۔ مصر)

اے میرے بیٹے ظاہر میں سنت کا خلاف اس کی علامت ہے کہ باطن میں ...اکاری ہے۔

۲۔ نیز حضرت سعید بن اسماعیل حیری ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

الصحبة مع رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم باتباع السنة ...لزوم ظاهر العلم۔

(رسالہ قشیریہ، ص:۲۱، ذکر ابوعثمن۔ مصر)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ زندگانی کا طریقہ یہ ہے کہ سنت کی ...روی کرے اور علم ظاہر کو لازم پکڑے۔

...الحسین احمد بن الحواری کا قول

حضرت ابوالحسین احمد بن الحواری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جن کو حضرت سید الطائفہ ...یحانۃ الشام یعنی ملک شام کا پھول کہتے تھے) فرماتے ہیں۔

من عمل عملا بلا اتباع سنة رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه ...سلم فباطل عمله.

(رسالہ قشیریہ، ص:۱۸، ذکر ابوالحسین الحواری۔ مصر)

جو کسی قسم کا کوئی عمل بے اتباع سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کرے وہ ...س باطل ہے۔

ابوحفص عمر حداد کا قول

حضرت سیدی ابوحفص عمر حداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کہ اکابر ائمہ عرفا و معاصرین حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہیں) فرماتے ہیں۔

من لم یزن افعاله و احواله فی کل وقت بالکتاب والسنة ولم یتهم خواطره فلا تعده فی دیوان الرجال.

(رسالہ قشیریہ، ص:۱۸، ذکر ابوحفص حداد۔ مصر)

جو ہر وقت اپنے تمام کام واحوال کو قرآن وحدیث کی میزان میں نہ تولے اور اپنے واردات قلب پر اعتماد کرلے اسے مردوں کے دفتر میں نہ گن۔

حضرت ابوالحسین احمد نوری کا قول

حضرت سیدنا ابوالحسین احمد نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کہ حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب اور حضرت سید الطائفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم زمان ہیں) فرماتے ہیں۔

من رأيته يدعى مع الله حالة تخرجه عن حد العلم الشرعى فلا تقربن منه. (رسالہ قشیریہ، ص:۲۱، ذکر ابوالحسین احمد نوری۔ مصر)

تو جسے دیکھے کہ اللہ عزوجل کے ساتھ ایسے حال کا ادعا کرتا ہے جو اسے علم شریعت کی حد سے باہر کرے اس کے پاس نہ پھٹک۔

ابوالعباس احمد کا قول

حضرت سیدی ابوالعباس احمد بن آلادمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کہ سید الطائفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم زمان ہیں) فرماتے ہیں۔

من الزم نفسه آداب الشريعة نور الله تعالى قلبه بنور المعرفة ولا مقام اشرف من متابعة الحبيب صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى اوامره و افعاله و اخلاقه.

(رسالہ قشیریہ، ص:۲۵، ذکر ابوالعباس احمد۔ مصر)

ہو اپنے اوپر آداب شریعت لازم کرے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو نور معرفت سے
روشن کردے گا اور کوئی مقام اس سے بڑھ کر معظم نہیں کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے
احکام، اعمال، عادات سب میں حضور کی پیروی کی جائے۔

ممشاد دینوری کا قول

حضرت سیدنا ممشاد دینوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرجع سلسلہ چشتیہ بہشتیہ فرماتے ہیں۔

ادب المريد حفظ آداب الشرع على نفسه

(رسالہ قشیریہ، ص: ۲۷، ذکر ممشاد دینوری۔ مصر)

مرید کا ادب یہ ہے کہ آداب شرع کی اپنے نفس پر محافظت کرے۔

ابو علی رودباری کا قول

امام طریقت حضرت سیدنا ابو علی رودباری بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کہ اجلۂ
خلفائے حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہیں۔ حضرت عارف
باللہ سیدنا استاذ ابو القاسم قشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، مشائخ میں ان کے برابر علم
طریقت کسی کو نہ تھا) سے سوال ہوا کہ ایک شخص مزامیر سنتا ہے اور کہتا ہے یہ میرے
لئے حلال ہیں اس لئے کہ میں ایسے درجے تک پہنچ گیا ہوں کہ احوال کے اختلاف کا
مجھ پر کچھ اثر نہیں ہوتا، فرمایا۔

نعم قد وصل ولكن الى سقر (رسالہ قشیریہ، ص: ۲۸، ابو علی رودباری۔ مصر)

ہاں پہنچا تو ضرور ہے مگر جہنم تک۔

ابو عبد اللہ محمد بن خفیف کا قول

حضرت سیدی ابو عبد اللہ محمد بن خفیف ضبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

التصوف تصفية القلوب (و ذكر اوصافا الى ان قال) و اتباع
النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی الشریعة.

(طبقات کبری للشعرانی ا، ص: ۱۲۱۔ ذکر ابو عبد اللہ بن محمد ضبی۔ مصر)

تصوف اس کا نام ہے کہ دل صاف کیا جائے اور شریعت میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی ہو۔

امام اجل عارف باللہ ابو بکر محمد ابراہیم بخاری کلاباذی قدس سرہٗ نے کتاب "التعرف لمذہب التصوف" لکھی جس کی شان میں اولیاء نے فرمایا

لولا التعرف لما عرف التصوف

اگر کتاب تعرف نہ ہوتی تو تصوف نہ پہچانا جاتا۔ (ت)

امام ابو بکر نے کتاب مذکور میں تصوف کی ایسی ہی تعریف حضرت سید الطائفہ جنید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرمائی کہ تصوف ان ان اوصاف کا نام ہے، ان کا حکم اس پر فرمایا کہ

واتباع الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الشریعۃ

شریعت میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اتباع۔ (التعرف لمذہب التصوف)

ابوالقاسم نصر آبادی کا قول

حضرت سیدی ابوالقاسم نصر آبادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کہ حضرت سیدنا ابو بکر شبلی و حضرت سیدنا ابو علی رود باری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اجلۂ اصحاب سے ہیں) فرماتے ہیں۔

التصوف ملازمۃ الکتاب والسنۃ الخ

(طبقات کبریٰ للشعرانی، ۱، ص: ۱۲۳۔ ذکر ابوالقاسم نصر آبادی، مصر)

تصوف کی جڑ یہ ہے کہ کتاب وسنت کو لازم پکڑے رہے۔

جعفر بن محمد خواص کا قول

حضرت سیدی جعفر بن محمد خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مرید وخلیفہ حضرت سید الطائفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں۔

لا اعرف شیئا افضل من العلم باللہ و باحکامہ فان الاعمال

[تـ]ركوا الا بالعلم و من لا علم عنده فليس له عمل و بالعلم عرف الله [و]اطيع و لا يكره العلم الا منقوص.

(طبقات کبریٰ للشعرانی، ا،ص:۱۹۔۱۱۸۔ ذکر سید جعفر بن محمد الخواص۔ مصر)

میں کوئی چیز معرفت الٰہی وعلم احکام الٰہی سے بہتر نہیں جانتا، اعمال بے علم کے [قبو]ل نہیں ہوتے، بے علم کے سب عمل برباد ہیں، علم ہی سے اللہ کی معرفت و معرفت [اط]اعت ہوئی، علم کو وہ ہی ناپسند رکھے گا جو کم بخت ہو۔

[سی]د داؤد کبیر بن ماخلا کا قول

حضرت سید داؤد کبیر بن ماخلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کہ ولی اللہ و عالم جلیل حضرت [سی]د محمد وفا شاذلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیرو مرشد ہیں) فرماتے ہیں

قلوب علماء الظاهر و سائط بين عالم الصفا و مظاهر الاكدار [ر]حمة بالعامة الذين لم يصلوا الى ادراك المعانى الغيبية [و]الادراكات الحقيقة. (طبقات کبریٰ للشعرانی، ا،ص:۱۹۰۔ ترجمہ ۲۸۹۔ البابی مصر)

علماء ظاہر کے دل عالم صفا و مظہر تکدر کے اندر واسطہ ہیں ان عام خلائق پر رحمت کے لئے کہ معانی غیب و علوم حقیقت تک جن کی رسائی نہ ہو۔

یہ صراحۃً وراثت نبوت کی شان ہے کہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اس لئے بھیجے جاتے ہیں کہ خالق و مخلوق میں واسطہ ہوں، ان خلائق پر رحمت کے لئے کہ بارگاہ غیب و حقیقات تک جن کی رسائی نہیں۔

حضرت شہاب الدین سہروردی کے اقوال

ا۔ حضرت سیدنا شیخ الشیوخ شہاب الحق والدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سردار سلسلہ سہروردیہ اپنی کتاب ''عوارف المعارف'' میں فرماتے ہیں

قوم من المفتونين لبسوا لبسة الصوفية لينتسبوا بها الى الصوفية وما هم من الصوفية بل هم فى غرور غلط يزعمون ان ضمائر هم

خلصت الی اللہ تعالیٰ و یقولون ھذا ھوا الظفر بالمراد والارتسام بمراسم الشریعۃ رتبۃ العوام و ھذا ھو عین الالحادوالزندقۃ والابعادفکل حقیقۃ ردتھا الشریعۃ فھی زندقۃ.

(عوارف المعارف، ص ۷۱-۷۲۔ باب ۹۔ قاہرہ)

یعنی کچھ فتنہ کے مارے ہوؤں نے صوفیہ کا لباس پہن لیا ہے کہ صوفی کہلائیں حالانکہ ان کو صوفیہ سے کچھ علاقہ نہیں بلکہ وہ غرور غلط میں ہیں بکتے کہ ان کے دل خالص خدا کی طرف ہو گئے اور یہی مراد کو پہنچ جانا ہے اور رسوم شریعت کی پابندی عوام کا مرتبہ ہے، ان کا یہ خالص الحادوزندقہ اللہ کی بارگاہ سے دور کیا جانا ہے اس لئے کہ جس حقیقت کو شریعت رد فرمائے وہ حقیقت نہیں بے دینی ہے۔

پھر جنید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد نقل فرمایا ہے کہ جو چوری اور زنا کرے وہ ان لوگوں سے بہتر ہے۔ (حوالہ مذکور)

۲۔ نیز حضرت شیخ الشیوخ سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتاب "اعلام الہدیٰ وعقیدۃ ارباب التقی" میں عقیدۂ کرامات اولیاء بیان کرکے فرماتے ہیں۔

ومن ظھر لہ و علی یدہ من المخترقات وھو علی غیر الالتزام باحکام الشریعۃ نعتقد انہ زندیق و ان الذی ظھر لہ مکرو استدراج.

(نفحات الانس، ص:۲۶۔ ایران)

ہمارا عقیدہ ہے کہ جس کے لئے اور اس کے ہاتھ پر خوارق عادات ظاہر ہوں اور وہ احکام شریعت کا پورا پابند نہ ہو وہ شخص زندیق ہے اور وہ خوارق کہ اس کے ہاتھ پر ظاہر ہوں مکر واستدراج ہیں۔

امام غزالی کا قول

حضرت سیدنا امام حجۃ الاسلام محمد محمد غزالی قدس سرہٗ فرماتے ہیں

فرقۃ ادعت المعرفۃ والوصول ولایعرف (احد ھم)ھذہ الامور الابالاسامی و یظن ان ذلک اعلی من علم الاولین والاخرین فینظر

الی الفقهاء والمفسرین والمحدثین بعین الازرأ و یستحقر بذلک جمیع العباد والعلماء و یدعی لنفسه انه الواصل الی الحق وهو عند الله من الفجار والمنافقین . ملخصاً

(احیا العلوم،۳،ص:۴۰۵۔ کتاب ذم الغرور۔ قاہرہ)

ایک گروہ معرفت ووصول کا دعویٰ رکھتا ہے حالانکہ معرفت ووصول کا نام ہی نام جانتا ہے، اور گمان کرتا کہ یہ سب اگلے پچھلوں کے علم سے اعلیٰ ہے تو وہ فقیہوں، مفسروں، محدثوں سب کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور تمام مسلمانوں اور علماء کو حقیر جانتا ہے، اپنے واصل بخدا ہونے کا ادعا کرتا ہے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک فاجروں اور منافقوں میں سے ہے۔ مختصراً۔

محی الدین ابن عربی کے اقوال

۱۔ حضرت سیدنا شیخ اکبر محی الدین محمد بن العربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''فتوحات مکیہ'' میں فرماتے ہیں

ایاک ان ترمی میزان الشرع من یدک فی العلم الرسمی بل بادر الی العمل بکل ماحکم به و ان فهمت منه خلاف ما یفهمه الناس مما یحول بینک و بین امضاء ظاهر الحکم به فلا تعول علیه فانه مکر الهی بصورة علم الهی من حیث لا تشعر.

(الیواقیت والجواہر ا،ص:۲۶۔ الفصل الرابع۔ مصر)

خبر دار علم ظاہر میں جو شرع کی میزان ہے اسے ہاتھ سے نہ پھینکنا بلکہ جو کچھ اس کا علم ہے فوراً اس پر عمل کر، اور اگر عام علماء کے خلاف تیری سمجھ میں اس سے کوئی ایسی چیز آئے جو ظاہر شرع کا حکم نافذ کرنے سے تجھے روکنا چاہے تو اس پر اعتماد نہ کرنا وہ علم الٰہی کی صورت میں ایک مکر ہے جس کی تجھے خبر نہیں۔

۲۔ نیز حضرت سیدی محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''فتوحات'' میں فرماتے ہیں

اعلم ان میزان الشرع الموضوعة فی الارض هی با یدی العلماء من الشریعة فمهما خرج ولی عن میزان الشرع المذکورة مع وجود عقل التکلیف وجب الانکار علیه.

(الیواقیت والجواہر ا،ص:۲۶۔الفصل الرابع۔مصر)

یقین جان کہ میزان شرع جو اللہ عزوجل نے زمین میں مقرر فرمائی ہے وہ یہی ہے جو علمائے شریعت کے ہاتھ میں ہے تو جب کبھی کوئی ولی اس میزان شرع سے باہر نکلے اور اس کی عقل کہ مدار احکام شرعیہ ہے باقی ہو تو اس پر انکار واجب ہے۔

۳۔نیز حضرت بحر الحقائق ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

اعلم ان موازین الاولیاء المکملین لا تخطی الشریعة ابدافهم محفوظون من مخالفة الشرع. (الیواقیت والجواہر ا،ص:۲۶۔۲۷۔الفصل الرابع،مصر)

یقین جان کہ اولیاء مرشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی میزانیں کبھی شریعت سے خطا نہیں کرتیں وہ مخالفت شرع سے محفوظ ہیں۔

۴۔نیز حضرت خاتم الولایۃ المحمدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

اعلم ان عین الشریعة عین الحقیقة اذ الشریعة لها دائرتان، علیا وسفلی. فالعلیا لاهل الکشف والسفلی لاهل الفکر فلما فتش اهل الفکر علی ماقال اهل الکشف فلم یجدوه فی دائرة فکر هم قالوا هذا خارج عن الشریعة فاهل الفکر ینکرون علی اهل الکشف واهل الکشف لا ینکرون علی اهل الفکر، من کان ذا کشف و فکر فهو حکیم الزمان فکما ان علوم الفکر احد طرفی الشریعة فکذلک علوم اهل الکشف فهما متلازمان ولکن لما کان الجامع بین الطرفین عزیزا فرق اهل الظاهر بینهما. (الیواقیت والجواہر،ص:۲۶۔فصل رابع۔مصر)

یقین جان کہ شریعت ہی کا چشمہ حقیقت کا چشمہ ہے،اس لئے کہ شریعت کے دو دائرے ہیں

- ایک اوپر
- ایک نیچے

☆ اوپر کا دائرہ اہل کشف کے لئے ہے

☆ نیچے کا دائرہ اہل فکر کے لئے

اہل فکر جب اہل کشف کے اقوال کو تلاش کرتے اور اپنے دائرہ فکر میں نہیں پاتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ یہ قول شریعت سے باہر ہے، تو اہل فکر اہل کشف پر معترض ہوتے ہیں مگر اہل کشف اہل فکر پر انکار نہیں رکھتے۔ جو کشف وفکر دونوں رکھتا ہے وہ اپنے وقت کا حکیم ہے۔ پس جس طرح علوم فکر شریعت کا ایک حصہ ہیں، یوں ہی علوم اہل کشف بھی، تو وہ دونوں ایک دوسرے کو لازم ہیں اور جبکہ دونوں کناروں کا جامع نادر ہے لہٰذا ظاہر بینوں نے شریعت کو جدا سمجھا۔

فائدہ

سبحان اللہ! اہل ظاہر اگر علوم حقیقت کو نہ سمجھیں تو عذر رکھتے ہیں کہ وہ شریعت کے دائرۂ زیریں میں ہیں، مدعی ولایت جو علم ظاہر سے منکر ہے معلوم ہوا قطعاً جھوٹا کذاب فریبی ہے کہ وہ اگر دائرۂ بالا تک پہنچتا تو دائرہ زیریں سے جاہل نہ ہوتا۔ جڑ والے اگر شاخ تراشیں اصل درخت قائم رہے، مگر بلند شاخ تک پہنچنے والے جڑ کاٹیں تو ان کی ہڈی پسلی کی خیر نہیں۔

اس عبارت شریفہ سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ اہل ظاہر اگر شریعت وحقیقت کو جدا سمجھیں تو ان کی غلطی، مگر وہ اپنے علم میں کاذب نہیں۔ اور مدعی تصوف اگر انہیں جدا بتائے تو قطعاً دروغ گو، جھوٹا اور ڈینگیں مارنے والا ہے۔

۵۔ نیز حضرت لسان القوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

لا یتعدی کشف الولی فی العلوم الا لهية فوق ما يعطيه كتاب نبيه و وحيه.

قال الجنید فی ھذا المقام علمنا ھذا مقید بالکتاب و السنۃ.

وقال الاخر کل فتح لا یشھد لہ الکتاب و السنۃ فلیس بشئی ما یفتح لولی قط الافی الفھم فی الکتاب العزیز فلھذا قال تعالی ما فرطنافی الکتب من شئی، وقال سبحنہ فی الواح موسی، و کتبنا لہ فی الالواح من کل شئی الایۃ. فلا تخرج علم الولی جملۃ واحدۃ عن الکتاب والسنۃ فان خرج احد عن ذلک فلیس بعلم ولا علم ولایۃ معا بل اذا حققتہ وجد تہ جھلا. (الفتوحات المکیۃ ۳، ص:۵۶۔ باب ۳۱۴۔ بیروت)

علوم الٰہیہ میں ولی کا کشف اس علم سے تجاوز نہیں کرسکتا جو اس کے نبی کی وحی، کتاب عطا فرمارہی ہے۔

اس مقام میں جنید نے فرمایا ہمارا یہ علم کتاب وسنت کا مقید ہے۔

اور ایک عارف نے فرمایا جس کشف کی شہادت کتاب وسنت نہ دیں وہ محض لا شئی ہے تو ہر گز ولی کے لئے کچھ کشف نہیں ہوتا مگر قرآن عظیم کے فہم میں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا، اور موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی تختیوں کو فرماتا ہے ہم نے اس کے لئے الواح میں ہر چیز سے کچھ بیان لکھ دیا، تو سو بات کی ایک بات یہ ہے کہ ولی کا علم کتاب وسنت سے باہر نہ جائے گا اگر کچھ باہر جائے تو وہ علم ہوگا نہ کشف، بلکہ تحقیق کرے تو تجھے ثابت ہو جائے گا کہ وہ جہالت ہے۔

۶۔ نیز حضرت عین المکاشفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اعلم ایدک اللہ ان الکرامۃ من الحق من اسمہ البر فلا تکون الا للابرار و ھی حسیۃ و معنویۃ، فالعامۃ ماتعرف الا الحسیۃ مثل الکلام علی الخاطر والاخبار المغیبات الماضیۃ والکائنۃ والأتیۃ والمشی علی الماء و اختراق الھواء وطی الارض والاحتجاب عن الابصار، والمعنویۃ لاتعرفھا الاالخواص، وھی ان تحفظ علیہ آداب الشریعۃ و یوفق لا تیان مکارم الاخلاق و أجتناب سفسافھا والمحافظ علی

اداء الواجبات مطلقا فی اوقاتها فهذه کرامات لایدخلها مکرولا
استدراج والکرامات التی ذکرنا ان العامة تعرفها فکلها یمکن ان ید
خلها المکر الخفی ثم لا بد ان تکون نتیجة عن استقامة او تنتج
استقامة والا فلیست بکرامة والمعنویة لایدخلها شئی مما ذکر نا فان
العلم یصحبها وقوة العلم و شرفه تعطیک ان المکر لا ید خلها فان
الحدود الشرعیة لا تنصب حبالة للمکر الالهی فانها عین الطریق
الواضحة الی نیل السعادة لان العلم هو المطلوب وبه تقع المنفعة
ولو لم یعمل به فانه لا یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون،
فالعلماء هم الآمنون من التلبیس.

(فتوحات مکیہ ۲، ص:۳۶۹ باب ۱۸۴۔ بیروت)

یقین جان لو اللہ تیری مدد کرے کہ کرامت حق سبحانہ کے نام بر یعنی محسن کی بارگاہ سے آتی ہے تو اسے صرف ابرارنکو کار ہی پاتے ہیں اور وہ دو قسم ہے۔

(۱) محسوس ظاہری (۲) معقول معنوی

● عوام صرف کرامات محسوسہ کو جانتے ہیں جیسے کسی کو دل کی بات بتا دینا، گزشتہ و موجودہ وآئندہ غیبوں کی خبر دینا، پانی پر چلنا، ہوا پر اڑنا، صدہا منزل زمین ایک قدم میں طے کرنا، آنکھوں سے چھپ جانا کہ سامنے موجود ہوں اور کسی کو نظر نہ آئیں۔

● اور کرامات معنویہ کو صرف خواص پہچانتے ہیں، وہ یہ ہیں کہ اپنے نفس پر آداب شرعیہ کی حفاظت رکھے، عمدہ خصلتیں حاصل کرنے اور بری عادتوں سے بچنے کی توفیق دیا جائے، تمام واجبات ٹھیک ادا کرنے پر التزام رکھے۔

ان کرامتوں میں مکر واستدراج کو دخل نہیں اور کرامتیں جنہیں عوام پہچانتے ہیں ان سب میں مکر نہاں کی مداخلت ہوسکتی ہے پھر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ظاہری کرامتیں استقامت کا نتیجہ ہوں یا خود استقامت پیدا کریں ورنہ کرامت نہ ہوگی

اور کرامت معنویہ میں مکر واستدراج کی مداخلت نہیں اس لئے کہ علم ان کے

ساتھ ہے، علم کا شرف خود ہی تجھے بتائے گا کہ ان میں مکر کا دخل نہیں اس لئے کہ
شریعت کی حدیں کسی کے لیے مکر کا پھندا قائم نہیں کرتیں اس لئے کہ شریعت سعادت
پانے کا عین صاف وروشن راستہ ہے، علم ہی مقصود ہے اور اسی سے نفع پہنچانا ہے اگر چہ
اس پر عمل نہ ہو کہ مطلقاً ارشاد ہوا ہے کہ عالم و بے علم برابر نہیں تو علماء ہی مکر و اشتباہ سے
امان میں ہیں و بس۔

ابراہیم دسوقی کا قول

حضرت سیدی ابراہیم دسوقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان چار اقطاب میں سے ایک
ہیں جو تمام اقطاب میں اعلی وممتاز گنے جاتے ہیں۔

اول: حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

دوم: حضرت سید احمد رفاعی

سوم: حضرت سید احمد کبیر بدوی

چہارم: حضرت سیدی ابراہیم دسوقی، رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

قطب چہارم حضرت ابراہیم دسوقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

الشریعة هی الشجرة والحقیقة هی الثمرة

(الطبقات الکبریٰ ا، ص: ۱۶۹۔ ترجمہ ۲۸۶ مصر)

شریعت درخت ہے اور حقیقت پھل ہے۔

فائدہ:

درخت وثمر کی نسبت بھی وہی بتا رہی ہے کہ درخت قائم ہے تو اصل موجود ہے مگر
جو اصل کاٹ بیٹھا وہ نرا محروم ومردود ہے۔ پھر اس مثال کی بھی وہی حالت ہے جو ہم
"نبع و بحر" میں بیان کر آئے۔ درخت کٹ جائے تو آئندہ پھل کی امید نہ رہی مگر جو پھل
آ چکے ہیں یہاں درخت کٹتے ہی آئے ہوئے پھل بھی فنا ہو جاتے ہیں اور فنا ہونے
ہی پر بس نہیں بلکہ انسان کا دشمن ابلیس لعین غلیظ اور گوبر کے پھل جادو سے بنا کر اس

میں دیتا ہے اور یہ اپنی حالت سے انہیں ثمر حقیقت جان کر خوش خوش نگلتا ہے۔
آنکھ بند ہوگی اس وقت کھلے گا کہ منہ میں کیا بھرا تھا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ
ان درختوں میں قریب تر مثال پان اور اس کی بیل کی ہے خوشبو، خوشرنگ، خوش
ذائقہ، مفرح، مقوی دل و دماغ، مصفی خون، مطیب، نکہت وجہ، سرخروئی، باعث
لذت۔ اور پھر عجیب خاصہ یہ کہ بیل سوکھے تو اس کے پان جہاں جہاں ہوں معاً سوکھ
جائیں گے۔
یہ ایک ادنی مثال شریعت وحقیقت یا اس جاہل کے طور پر شریعت وطریقت کی

سیدی علی خواص کے اقوال

ا۔ عارف باللہ حضرت سیدی علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ (پیر ومرشد امام عبد
الوہاب شعرانی) فرماتے ہیں

علم الكشف اخبار بالامور علي ماهي عليه فى نفسها و هذا اذا حققه و جدتنه لا يخالف الشريعة فى شئى بل هو الشريعة بعينها.

(میزان الشریعۃ الکبریٰ ا،ص: ۴۴۔ فصل فی بیان استحالۃ الخ۔ مصر)

یعنی علم کشف یہ ہے کہ اشیاء جس طرح واقع وحقیقت میں ہیں اسی طرح ان
سے خبر دے اسے اگر تو تحقیق کرے تو اصلاً کسی بات میں شریعت کے خلاف نہ پائے گا
بلکہ وہ عین شریعت ہے۔

۲۔ نیز ولی ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

جميع مصابيح علماء الظاهر والباطن قد اتقدت من نور الشريعة فما من قول من اقوال المجتهدين و مقلديهم الا وهو مؤيد باقوال اهل الحقيقة لاشک عند نافى ذلک.

(المیزان الکبری ا،ص: ۴۵۔ فصل فی بیان استحالۃ الخ۔ مصر)

علمائے ظاہر ہوں خواہ علمائے باطن سب کے چراغ شریعت ہی کے نور سے روشن ہیں، تو ائمہ مجتہدین اوران کے مقلدین کسی کا کوئی قول ایسا نہیں کہ اہل حقیقت کے اقوال اس کی تائید نہ کرتے ہوں، ہمارے نزدیک اس میں کوئی شک نہیں۔

۳۔ نیز فرمایا۔

امداد قلبه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم لجمیع قلوب علماء امه فما اتقد مصباح عالم الاعن مشکوة نور قلب رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم. (المیزان الکبری ا،ص:۴۵۔ فصل فی بیان استحالة الخ۔ مصر)

تمام علمائے امت کے دلوں کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قلب اقدس سے مدد پہنچتی ہے تو ہر عالم کا چراغ حضور ہی کے نور باطن کے شمعدان سے روشن ہے۔

۴۔ نیز یہی مفتوح ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

علم الکشف الصحیح لا یاتی قط الاموافقا للشریعة المطهرة

(المیزان الکبری ا،ص:۱۲۔ فصل فان قال قائل الخ۔ مصر)

سچا علم کشف کبھی نہیں آتا مگر شریعت مطہرہ کے موافق

سیدی افضل الدین کا قول

حضرت سیدی افضل الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کہ اجل خلفائے سیدی علی خواص ہیں) فرماتے ہیں

کل حقیقة شریعة و عکسه.

(المیزان الکبری ا،ص:۴۵۔ فصل فی بیان استحالة الخ۔ مصر)

حقیقت عین شریعت ہے اور شریعت عین حقیقت

امام عبدالوہاب شعرانی کے اقوال

امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہٗ الربانی فرماتے ہیں۔

ان الله تعالیٰ قد اقدر ابلیس کماقال الغزالی وغیرہ علی ان یقیم للمکاشف صورۃ المحل الذی یا خذ علمه منه من سماء او عرش او القلم اولوح فربما ظن المکاشف ان ذلک العلم عن الله عزوجل فیاخذ به فضل فاضل فمن هنا او جبوا علی المکاشف انه یعرض ما اخذه من العلم من طریق کشفه علی الکتاب والسنة قبل العمل به فان وافق فذاک والاحرام علیه العمل به.

(المیزان الکبریٰ ا،ص۱۲۔ فصل فان قال قائل الخ۔ مصر)

بیشک اللہ تعالیٰ نے ابلیس کوقدرت دی ہے جیسے امام حجۃ الاسلام غزالی وغیرہ اکابر نے تصریح کی ہے کہ صاحب کشف آسمان،عرش،کرسی،لوح،قلم جہاں سے اپنے علوم حاصل کرتا ہے اس مکان کی ساختہ تصویر اس کے سامنے قائم کردے (اور حقیقت میں وہ عرش کرسی لوح وقلم نہ ہوں شیطان کا دھوکا ہوں اب شیطان اس دھوکے کی ٹٹی سے اپنا علم شیطانی القاء کرے) اور یہ صاحب کشف اسے اللہ عزوجل کی طرف سے گمان کرکے عمل کر بیٹھے خود بھی گمراہ ہوا اوروں کو بھی گمراہ کرے اسی لئے ائمہ اولیائے کشف والے پر واجب کیا ہے کہ جو علم بذریعہ کشف حاصل ہو اس پر عمل کرنے سے پہلے اسے کتاب وسنت پر عرض کرے اگر موافق ہو تو بہتر ورنہ اس پر عمل حرام ہے۔

نابیناؤ! تم نے شریعت کی حاجت دیکھی،شریعت کا دامن نہ تھا مو تو شیطان کچے دھاگے کی لگام دے کر تمہیں گھمائے پھرے۔جب تو حدیث نے فرمایا۔

بغیر فقہ کے عبادت میں پڑنے والا ایسا ہے جیسا کہ چکی کھینچنے والا گدھا کہ مشقت جھیلے اور نفع کچھ نہیں۔ (حلیۃ الاولیا،لابی نعیم ۵،ص:۲۱۹۔ترجمہ ۳۱۸۔ بیروت)

۲۔ نیز امام ممدوح قدس سرہٗ فرماتے ہیں

لا تلحق نهایة الولایة بدایة النبوۃ ابدا ولو ان ولیا تقدم الی العین التی یاخذ منها الانبیاء علیهم الصلاۃ والسلام لاحترق

وغایة امر الاولیاء انهم یتعبدون بشریعة محمد صلی الله تعالیٰ

علیہ وسلم قبل الفتح علیھم و بعدہ و متی ماخرجوا عن شریعۃ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ھلکوا وانقطع عنھم الامداد ولم یمکنھم ان یستقلوا بالاخذ عن اللہ تعالیٰ ابدا وقد تقدم ان جمیع الانبیاء والاولیاء مستمدون من محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(الیواقیت والجواہر۲،ص:۱۷ بحث ۴۲۔مصر)

کبھی ولایت کی نہایت نبوت کی ابتدا تک نہیں پہنچ سکتی اور اگر کوئی ولی اس چشمہ تک بڑھے جس سے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام فیض لیتے ہیں تو وہ ولی جل جائے۔

اولیاء کی نہایت کار یہ ہے کہ شریعت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر عبادت بجا لاتے ہیں خواہ کشف حاصل ہوا ہو یا نہیں اور جب کبھی شریعت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے نکلیں گے ہلاک ہو جائیں گے اور ان کی مدد قطع ہو جائے گی تو انہیں کبھی بھی ممکن نہیں کہ اللہ عزوجل سے خود بالاستقلال لے سکیں اور ہم اوپر بیان کر آئے کہ تمام انبیاء واولیاء علیہم الصلاۃ والسلام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مدد لیتے ہیں۔

۳۔نیز ولی موصوف فرماتے ہیں۔

التصوف انما ھو زبدۃ عمل العبد باحکام الشریعۃ.

(طبقات کبریٰ للشعرانی ا،ص:۴۔مقدمۃ الکتاب۔مصر)

تصوف کیا ہے، بس احکام شریعت پر بندہ کے عمل کا خلاصہ ہے۔

۴۔پھر فرمایا

علم التصوف تفرع من عین الشریعۃ

(طبقات کبریٰ للشعرانی ا،ص:۴۔مقدمۃ الکتاب۔مصر)

علم تصوف چشمۂ شریعت سے نکلی ہوئی جھیل ہے۔

۵۔پھر فرمایا

من دقق النظر علم انہ لایخرج شئی من علوم اھل اللہ تعالیٰ عن الشریعۃ و کیف تخرج علومھم عن الشریعۃ والشریعۃ ھی وصلتھم

الله عزوجل فی کل لحظة. (طبقات کبری ۱،ص:۴۔مقدمۃ الکتاب۔مصر)

جو اہل نظر غور کرے جان لے گا کہ علوم اولیاء سے کوئی چیز شریعت سے باہر نہیں اور کیونکر ان کے علم شریعت سے باہر ہوں حالانکہ ہر ہر لحظہ شریعت ہی ان کے وصول بخدا کا ذریعہ ہے۔

۶۔ پھر فرمایا

لقد اجمع القوم علی انه لا یصلح للتصدر فی طرق الله عزوجل الا من تبحر فی علم الشریعة و علم منطوقها و مفهومها و خاصها و عامها و ناسخها و منسوخها و تبحر فی لغة العرب حتی عرف مجازاتها و استعاراتها وغیر ذلک فکل صوفی فقیه ولا عکس.

(الطبقات الکبریٰ للشعرانی ۱،ص:۴۔مقدمۃ الکتاب۔مصر)

تمام اولیائے کرام کا اجماع ہے کہ طریقت میں صدر بننے کا لائق نہیں مگر وہ جو علم شریعت کا دریا ہو اس کے منطوق، مفہوم، خاص، عام، ناسخ، منسوخ سے آگاہ ہو، لغت عرب کا کمال ماہر ہو یہاں تک کہ اس کے مجاز اور استعارے وغیرہ جانتا ہو۔ تو ہر صوفی فقیہ ہوتا ہے اور ہر فقیہ صوفی نہیں۔

۷۔ نیز عارف معروف قدس سرہٗ فرماتے ہیں

الکشف الصحیح لایأتی دائما الا موافقا للشریعة کما هو مقرر عند العلماء (المیزان الکبریٰ ۱،ص۱۲۔فصل فان قال قائل۔مصر)

سچا کشف ہمیشہ شریعت کے مطابق ہی آتا ہے جیسا کہ اس فن کے علماء میں مقرر ہو چکا ہے۔

عبد الغنی نابلسی کے اقوال

۱۔ حضرت عارف باللہ سیدی عبد الغنی نابلسی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

ما یدعیه بعض المتصوفة فی زماننا انکم معشر اهل العلم الظاهر تاخذون احکامکم من الکتاب والسنة و انا ناخذ من صاحبه هذا کفر

لا محالة بالاجماع من وجوه.

الاول التصريح بعدم الدخول تحت احكام الكتاب و السنة مع وجود شروط التكليف من العقل و البلوغ.

(الحدیقۃ الندیۃ ۱،ص:۱۵۵۔الباب الاول۔فیصل آباد)

وہ جو ہمارے زمانے کے بعض صوفی بننے والے ادعا کرتے ہیں کہ اے علم ظاہر والو! تم اپنے احکام کتاب وسنت سے لیتے ہو اور ہم خود صاحب قرآن سے لیتے ہیں یہ بالاجماع قطعاً بوجوہ کثیرہ کفر ہے۔

ازاں جملہ یہ عقل و بلوغ شرائط تکلیف ہوتے ہوئے کہنا کہ ہم زیر احکام شریعت نہیں۔

۲۔یہیں فرمایا

ان اراد بترك العلم الظاهر عدم تعلم ذلك و عدم الاعتناء به لان علم الظاهر لاحاجة اليه، فقد سفه الخطاب الا لهٰى وسفه الانبياء و نسب العبث والبطلان الى ارسال الرسل وانزال الكتب فلا شك فى كفره اشد الكفر. ملتقطاً. (الحدیقۃ الندیۃ ۱،ص:۱۵۹۔الباب الاول۔فیصل آباد)

اگر علم ظاہر چھوڑنے سے اس کا نہ سیکھنا اور اس کا اہتمام نہ کرنا مراد لے اس خیال سے کہ علم ظاہر کی طرف حاجت نہیں تو اس نے کلام الٰہی کو احمق بتایا اور انبیاء کو بیوقوف ٹھہرایا، رسولوں کے بھیجنے، کتابوں کے اتارنے کو عبث و باطل کی طرف نسبت کیا۔تو کچھ شک نہیں کہ وہ کافر ہے اور اس کا کفر سب سے سخت تر کفر۔

۳۔نیز عارف ممدوح تعظیم شریعت مطہرہ کے بارے میں حضرات سید الطائفہ، سری سقطی، ابو یزید بسطامی، ابوسلیمان دارانی، ذوالنون مصری، بشر حافی اور ابو سعید خراز وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اقوال کریمہ ذکر کرکے فرماتے ہیں۔

انظر ايها العاقل الطالب للحق ان هولاء عظماء مشائخ الطريقة و كبراء ارباب الحقيقة كلهم يعظمون الشريعة المحمدية و كيف وهم

ما وصلوا الا بذلک التعظیم والسلوک علی هذا المسلک المستقیم ولم ینقل عن احد منهم ولا عن غیرهم من السادة الصوفیة الکاملین انه احتقر شیئا من احکام الشریعة المطهرة ولاامتنع من قبوله بل کلهم مسلمون له و یبنون علومهم الباطنة علی السیرة الاحمدیة فلایغرنک طامات لجهال المتنسکین الفاسدین المفسدین الضالین المضلین الزائغین عن الشرع القویم الی صراط الجحیم خارجین عن مناهج علماء الشریعة المحمدیة مارقین عن مسالک مشائخ الطریقة لاعراضهم عن التادب بآداب الشریعة و ترکهم الدخول فی حصونها المنیعة فهم کافرون بانکارها مدعون الاستنارة بانوار ها و مشائخ الطریقة قائمون بالاداب الشریعة معتقدون تعظیم احکام الله تعالیٰ ولهٰذا اتحف الله تعالی بالکمالات القدسیة وهولاء المغرورون بالفشار اللابسون حلة الکفار الذین هم مسلمون فی الظاهر واذا حققتهم فهم کفار لم یزالوا معتکفین علی اصنام الاوهام مفتونین بما یلقی لهم الشیطان من الوساوس فی الالهام فالویل لهم ولمن تبعهم او حسن امرهم فهم قطاع طریق الله تعالیٰ. ملتقطاً (الحدیقة الندیة ۱/ص:۱۸۷تا۱۸۹۔الباب الاول۔فیصل آباد)

یعنی اے عاقل! اے حق کے طالب! دیکھ کہ یہ عظمائے مشائخ طریقت، یہ کبرائے ارباب حقیقت سب کے سب شریعت مطہرہ کی تعظیم کررہے اور کیوں نہ کریں کہ وہ واصل نہ ہوئے مگر اسی تعظیم اقدس سیدھی راہ شریعت پر چلنے کے سبب، یا ان سے، یا ان کے سوا اور سرداران اولیائے کاملین کسی ایک سے بھی منقول نہیں کہ اس نے شریعت مطہرہ کے کسی حکم کی تحقیر کی یا اس کے قبول سے باز رہا ہو بلکہ وہ سب اس کے حضور گردن رکھے ہوئے ہیں اور اپنے باطنی علوم کی سیرت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بنا کرتے ہیں، تو تجھے ہرگز دھوکا میں نہ ڈالیں حد سے گزری ہوئی باتیں ان جاہلوں کی کہ سالک بنتے ہیں، خود بگڑے اوروں کو بگاڑتے ہیں، آپ گمراہ اوروں کو گمراہ کرتے ہیں، شرع مستقیم سے کج ہوکر جہنم کی راہ چلتے ہیں، علمائے شریعت کی راہ سے باہر، مشائخ

طریقت کے مسلک سے خارج، اس لئے کہ آداب شریعت اختیار کرنے سے روگردانی کئے اور اس کے مستحکم قلعوں میں پناہ لینے کو چھوڑے بیٹھے ہیں تو وہ انکار شریعت کے سبب کافر ہیں اور دعوے یہ کہ اس کے انوار سے روشن ہیں۔ مشائخ طریقت تو آداب شریعت پر قائم ہیں، احکام الٰہی کی تعظیم کے معتقد ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں کمالات اقدس کا تحفہ دیا، اور یہ اپنی خرافات پر مغرور، یہ عار کا لباس پہنے ہوئے کہ ظاہر میں مسلمان اور حقیقت میں کافر ہیں، یہ ہمیشہ اپنے اوہام کے بتوں کے آگے آسن مارے بیٹھے ہیں۔ شیطان جو وسوسے ان کے افکار میں ڈالتا ہے انہیں پر مفتون ہو رہے ہیں۔ تو خرابی پوری خرابی ان کے لئے اور اس کے لئے اور ان کے لئے جو ان کا پیرو ہوا یا ان کے کام کو اچھا جانے اس لئے کہ وہ راہ خدا کے رہزن ہیں۔ ملتقطاً۔

حضرت مخدوم اشرف کا قول

حضرت قطب ربانی محبوب یزدانی مخدوم اشرف جہانگیر چشتی سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سردار سلسلۂ چشتیہ اشرفیہ فرماتے ہیں

خارق عادت اگر از ولی موصوف باوصاف ولایت ظاہر بود کرامت گویند و اگر از مخالف شریعت صادر شود استدراج۔ **حفظنا الله و ایاکم۔**

(لطائف اشرفی ا،ص:۱۲۶۔ لطیفہ پنجم۔ کراچی)

اگر اوصاف ولایت والے ولی سے خارق عادت ظاہر ہو تو وہ کرامت ہے اور اگر مخالف شریعت سے صادر ہو تو استدراج ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو محفوظ فرمائے۔ (ت)

سیدی رکن الدین کا قول

حضرت سیدی ابو المکارم رکن الدین خلیفہ حضرت سیدی نور الدین عبد الرحمن اسفرائنی، خلیفۂ وقت حضرت سیدی جمال الدین جوزقانی، خلیفہ سیدی رضی اللہ الدین

امام العارفین حضرت سیدی نجم الدین کبریٰ سردار سلسلہ کبرویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے شیخ و مرشد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں۔

ولی تا شریعت را بکمال نگیرد قدم در ولایت نتواں نہاد بلکہ اگر انکار کند کافر گردد۔

(نفحات الانس، ص:۴۴۳۔ ذکر ابوالمکارم رکن الدین۔ ایران)

ولی جب تک شریعت کو مکمل طور پر نہ اپنائے ولایت میں قدم نہیں رکھ سکتا بلکہ اگر اس کا انکار کرے تو کافر ہے۔(ت)

احمد نامقی جامی کا قول

حضرت سیدی شیخ الاسلام احمد نامقی جامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدی خواجہ مودود چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔

اول مصلےٰ را بر طاق نہ وبرو علم آموز کہ زاہد بے علم مسخرۂ شیطان است۔

(نفحات الانس، ص:۳۲۹۔ ذکر خواجہ مودود چشتی۔ ایران)

پہلے عبادت کا مصلے طاق پر رکھ اور جا کر علم حاصل کر کیونکہ جاہل شیطان کا مسخرہ ہوتا ہے۔(ت)

ایک عبرت انگیز حکایت

یہ حکایت بہت نفیس ولطیف ہے اس کا خلاصہ عرض کریں کہ اس کلام کا منشا معلوم ہو اور حضرت خواجہ مودود رضی اللہ تعالیٰ عنہ (کہ سرور وسردار سلسلہ عالیہ چشتیہ بہشتیہ ہیں) سے دفع وہم ہو اور آج کل کے بہت مدعیان ناکار کے لئے کہ مسند ولایت کو ترکہ پدری جانتے ہیں باعث ہدایت وعبرت وفہم ہو۔

حضرت ممدوح سلالۂ خاندان اولیاء کرام ہیں ان کے آباء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجلۂ اکابر محبوبان خدا سرداران شریعت وطریقت واصحاب علم وکرامت تھے۔ اور ان کے بعد حضرت مودود چشتی نے مسند آبائی پر جلوس فرمایا، ہزاروں آدمی مرید ہو گئے مگر صاحبزادہ والا قدر ابھی عالم نہ ہوئے تھے نہ راہ طریقت کسی مرشد کامل کی تعلیم سے

چلے تھے عنایت ازلی ہی ان کے حال پر متوجہ تھی۔

حضرت شیخ الاسلام قطب الکرام سیدی احمد نامقی جامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی تعلیم و تفہیم کے لئے ہرات بھیجا، یہاں خواص و عوام اس جناب کی کرامات عالیہ دیکھ کر مرید و معتقد ہوئے اور تمام اطراف میں ان کا شہرہ ہوا، صاحبزادۂ خواجگان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نا گوار ہوا، قصد فرمایا کہ حضرت والا کو اس ملک سے باہر کریں، لشکر مریداں لے کر جنبش فرمائی، اصحاب حضرت شیخ الاسلام کو اس کی اطلاع ہوئی انہوں نے براہ ادب اسے شیخ الاسلام سے چھپایا، مگر حضرت خود ہی خوب جانتے تھے۔

ایک دن جب صبح کا ناشتہ حاضر کیا گیا تو ارشاد فرمایا ایک ساعت صبر کرو کہ کچھ قاصد آتے ہیں، تھوڑی دیر بعد قاصدان صاحبزادہ حاضر ہوئے، حضرت والا نے انہیں کھانا کھلایا پھر فرمایا، تم کہو گے یا میں بتاؤں کہ کس لئے آئے ہو، عرض کی حضرت فرمائیں، فرمایا: خواجہ مودود نے تمہیں بھیجا ہے کہ احمد سے کہو وہ ہماری ولایت میں کیوں آیا۔ سیدھی طرح واپس جاتا ہے تو جائے ورنہ جس طرح چاہے نکالا جائے گا۔ قاصدوں نے تصدیق کی کہ ہاں حضرت خواجہ نے یہی پیام دے کر ہمیں بھیجا ہے۔

حضرت والا نے فرمایا کہ ولایت سے یہ دیہات مراد ہیں تو یہ اوروں کی ملک ہیں نہ کہ خواجہ مودود کی، اور اگر ولایت سے یہ لوگ مراد ہیں تو یہ بادشاہ سنجر کی رعیت ہیں، تو یوں بادشاہ شیخ الشیوخ ٹھہرے گا۔ اور اگر ولایت سے وہ مراد ہے جو میں جانتا ہوں اور جسے اولیاء اللہ جانتے ہیں تو کل ہم انہیں دکھا دیں گے کہ ولایت کا کام کیا اور کیسا ہوتا ہے قاصدوں کو یہ جواب عطا فرمایا، اور ادھر ابر عظیم آیا اور ایک رات دن ابر برسا دم بھر کو نہ دم لیا، دوسرے دن صبح کو حضرت والا نے فرمایا گھوڑے کسو کہ خواجہ مودود کی طرف چلیں۔ اصحاب نے عرض کی ندی چڑھ گئی اب جب تک چند روز بارش موقوف نہ ہو کوئی ملاح کشتی بھی نہیں لے جا سکتا، فرمایا کچھ مشکل نہیں آج ہم ملاحی کریں گے۔

جب سوار ہو کر جنگل میں پہنچے ملاحظہ فرمایا کہ ایک انبوہ مسلح حضرت کے ہمراہ ہے، فرمایا یہ کون لوگ ہیں، عرض کی حضور کے مرید ومحبّ ہیں ، یہ سن کر کہ ایک جماعت حضور کے مقابلے کو آئی ہے یہ حضور کے ہمراہ ہو لئے ہیں، فرمایا انہیں واپس کرو، تیر وتلوار تو سنجر کا کام ہے اولیاء کے ہتھیار اور ہی ہیں۔ غرض چند خدام کے ساتھ ندی کنارے پہنچے، پانی طغیانی پر تھا، فرمایا، آج یہ ٹھہری ہے کہ ہم ملاحی کریں گے۔ معرفت الٰہی میں کلام فرمانا شروع کیا تمام حاضرین ذوق سے بیخود ہو گئے، فرمایا آنکھیں بند کرلو اور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ کر چلو، لوگوں نے ایسا ہی کیا، جس نے آنکھ جلدی کھول دی اس کا جوتا تر ہوا اور جس نے ذرا دیر کر کے کھولی اس کا جوتا بھی خشک رہا اور سب نے اپنے آپ کو دریا کے اس پار پایا۔

قاصدوں نے جو یہ ماجرا دیکھا جلدی کر کے حضرت صاحبزادہ خواجگان کے حضور حاضر ہوئے اور حال عرض کیا، کسی کو یقین نہ آیا، صاحبزادہ دو ہزار مرید مسلح کے ساتھ متوجہ ہوئے اور جیسے حضرت شیخ الاسلام سے نظر دوچار ہوئی صاحبزادہ بے اختیار پیادہ ہوئے اور حضرت والا کے پائے مبارک پر بوسہ دیا، حضرت ان کی پیٹھ ٹھونکتے اور فرماتے تھے، ولایت کا کام دیکھا تم نہیں جانتے مردان خدا کی فوج سلاح سے نہیں، جاؤ سوار ہو ابھی بچے ہو تمہیں نہیں معلوم کہ کیا کرتے ہو۔

جب بستی میں آئے حضرت شیخ الاسلام مع اپنے اصحاب کے ایک محلّہ میں اترے اور حضرت صاحبزادہ مع مریدان دوسرے محلّہ میں، دوسرے دن ان مریدین صاحبزادہ نے کہا ہم آئے تھے شیخ احمد کو اس ملک سے نکالنے اور آج وہ ہمارے ساتھ ایک ہی گاؤں میں مقیم ہیں کوئی فکر عمدہ کرنی چاہیے۔ حضرت خواجہ مودود نے فرمایا میری رائے میں صواب یہ ہے کہ صبح ان کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے اجازت لیں ان کا کام ہمارے بس کا نہیں۔ مریدوں نے کہا بلکہ رائے صواب یہ ہے کہ کوئی کام پر جاسوس مقرر کریں جب ان کے قیلولہ یعنی دوپہر کو آرام کا وقت آئے اور لوگ ان کے پاس سے چلے جائیں وہ تنہا رہیں اس وقت ہماری ایک جماعت آپ کے

ساتھ ان کے پاس جائے اور سماع شروع کریں اور حال لائیں اسی حالت میں کوئی حربہ ان پر ماردیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا ٹھیک نہیں وہ ولی ہیں صاحب کرامات ہیں مگر مریدوں نے نہ مانا۔

جب دوپہر کو حضرت شیخ الاسلام کے آرام کا وقت آیا خادم نے چاہا کہ بچھونا بچھائے فرمایا ایک ساعت توقف کرو کچھ آرام ہوگا ایک کام درپیش ہے۔ ناگاہ کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا، خادم نے دروازہ کھولا دیکھا کہ حضرت خواجہ مودود ایک جماعت کے ساتھ تشریف لائے، سلام کر کے سماع شروع ہوا، ساتھ والے نعرے لگانے لگے انہوں نے چاہا تھا کہ اپنا ارادہ فاسدہ پورا کریں کہ حضرت شیخ الاسلام نے سر مبارک اٹھا کر فرمایا "ہے سہلا کجائی ہے" (اے سہلا تو کہاں ہے) سہلا نام ہے ایک شخص کا جو شہر سرخس کا رہنے والا ہے وہ صاحب کرامات و عاقل مجنون نما تھے، ہمیشہ حضرت شیخ الاسلام کی خدمت میں رہتے۔ حضرت کے آواز دیتے ہی وہ فوراً حاضر ہوئے اور ایک نعرہ ان مفسدوں پر لگایا، وہ سب کے سب معاً جوتیاں پگڑیاں چھوڑ کر بھاگ گئے صرف صاحبزادہ خواجگان باقی رہے۔ نہایت ندامت کے ساتھ کھڑے ہوئے اور سر برہنہ کر کے معافی مانگی اور عرض کی حضرت کو روشن ہے کہ اس دفعہ یہ میری مرضی نہ تھی، فرمایا تم سچ کہتے ہو مگر تم ان کے ساتھ کیوں آئے، عرض کی میں نے برا کیا حضرت معاف فرمائیں، فرمایا میں نے معاف کیا جاؤ اور ان لوگوں کو واپس لاؤ اور دو خدمتگار مقرر کرو اور تین دن ٹھہراؤ۔ حضرت خواجہ مودود نے ایسا ہی کیا، بعد ازاں حضرت شیخ الاسلام کے پاس آ کر گزارش کی جو حکم ہوا تھا بجالایا اب کیا فرمان ہے، فرمایا۔ مصلے طاق پر رکھو اور اول جا کر علم پڑھو کہ زاہد بے علم مسخرۂ شیطان ہے۔

خواجہ نے فرمایا میں نے قبول کیا اور کیا ارشاد ہے، فرمایا جب تحصیل علم سے فارغ ہوا اپنا خاندان زندہ کرو، تمہارے باپ دادا اولیاء و صاحب کرامات تھے۔ خواجہ مودود نے عرض کی خاندان زندہ کرنے کو ارشاد ہوتا ہے تو پہلے تبرکاً حضرت والا مجھے مسند پر بٹھادیں، فرمایا آگے آؤ، یہ آگے گئے، حضرت نے ہاتھ پکڑ کر اپنی مسند مبارک

ے پر بٹھایا اور فرمایا
فر، اعلم، بشرط علم، بشرط علم۔ تین بار فرمایا
حضرت خواجہ تین روز اور حاضر خدمت رہے، فائدے لئے، نوازشیں پائیں،
ل علم کے لئے بخارا تشریف لئے گئے چار سال میں ماہر کامل ہوئے، ہر شہر میں
سے کرامات ظاہر ہوئیں، پھر چشت کو مراجعت فرمائی، تربیت مریدان میں
ں ہوئے، اطراف سے طالبان خدا حاضر خدمت ہوئے اور حضرت کی برکت
ں سے دولت معرفت ورتبۂ ولایت کو پہنچے۔
حضرت خواجہ شریف زندنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ نہایت عالی درجہ ولی و عارف و
ں ہیں اسی جناب کے تربیت یافتہ ہیں (مشہور یہ ہے کہ ان کا مزار مبارک شہر قنوج
ہندوستان میں ہے جو زیارت گاہ خلائق ہے)
(نفحات الانس، ص:۳۲۶ تا ۳۲۹۔ ذکر خواجہ مودود چشتی۔ ایران)

الدین جامی کا قول

اگر صد ہزار خارق عادات بر ایشاں ظاہر شود چوں نہ ظاہر ایشاں موافق احکام
ت ست ونہ باطن ایشاں موافق آداب طریقت باشد آں از قبیل مکر واستدراج خواہد
از مقولۂ ولایت وکرامت۔ (نفحات الانس، ص ۲۶۔ القول فی اثبات الکرامۃ۔ ایران)
اگر لاکھ خارق عادات ظاہر ہوں جب تک ظاہر و باطن شریعت وآداب طریقت
موافق نہ ہو تو وہ مکر اور استدراج ہوگا ولایت وکرامت کا مصداق نہ ہوگا۔ (ت)

ر عبد الواحد بلگرامی کے اقوال

حضرت میر سید عبد الواحد بلگرامی اجلہ اولیائے خاندان چشت سے ہیں اور صرف
واسطہ سے حضرت مخدوم شاہ صفی کے مرید ہیں، جو صرف ایک واسطہ سے حضرت
دوم شاہ مینا کے مرید ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ میر عبد الواحد بلگرامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ے علم تصوف پر "سبع سنابل" کے نام سے ایک کتاب تصنیف فرمائی جو بارگاہ رسالت

میں مقبول ہوئی۔ حضرت شاہ کلیم اللہ چشتی جہان آبادی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

میں مدینہ منورہ میں ایک شب بستر خواب پر لیٹا تھا کہ میں نے عالم واقعہ میں دیکھا کہ میں اور سید صبغۃ اللہ بروجی دونوں حضرت رسالت پناہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہیں اور صحابہ کرام اور اولیائے عظام کی ایک جماعت بھی موجود ہے۔ انہیں میں ایک صاحب ایسے ہیں جن سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لب شیریں سے تبسم آمیز گفتگو فرمارہے اور ان کی جانب توجہ خاص رکھتے ہیں۔ جب مجلس برخاست ہوئی تو میں سید صبغۃ اللہ صاحب سے دریافت کیا کہ یہ کون صاحب تھے جن کی جانب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس درجہ التفات ہے، انہوں نے فرمایا یہ میر عبد الواحد بلگرامی ہیں، اور اس عزت وکرامت کا باعث یہ ہے کہ ان کی تصنیف کردہ کتاب "سبع سنابل شریف" بارگاہ نبوی سے شرف قبول پاچکی ہے۔ (ت)

ا۔ یہی میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہٗ اسی کتاب مقبول بارگاہ اقدس سبع سنابل شریف میں فرماتے ہیں۔

اے صاحب تحقیق علماء راہ دین کہ ورثۂ انبیاء اندسہ طائفہ ہستند
اصحاب حدیث، وفقہاء، وصوفیہ

(اصح التواریخ ا، ص:۱۶۸)

اے حق کے طلب کرنے والے وہ علماء جو دین کے راستوں پر چلتے ہیں کہ ورثہ انبیاء ہیں ان کے تین گروہ ہیں۔

اول محدثین، دوم فقہاء، سوم صوفیہ (ت)

دیکھو کیسی صریح تشریح ہے کہ علمائے ظاہر وباطن سب وارثان انبیاء کرام ہیں علیہم الصلاۃ والسلام۔

۲۔ یہی حضرت میر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی سبع سنابل شریف میں فرماتے ہیں
شریعت محمدی ودین احمدی راہےست سلیم وجادہ ایست مستقیم خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باچندیں ہزار افواج امت از اولیاء واصفیاء وشہداء وصدیقاں براں جادہ

وآں راز خار وخاشاک شکوک وشبہات پاک رفتہ اعلام ومنازل آں معین ومبین کردہ
و بر قدمے نشانے باز دادہ در ہر منزلے نزلے نہادہ ورفع قطاع الطریق رابدرقۂ ہمت
ہمراہی فرستادہ اگر مہوسے مبتدعے بطریق دیگر دعوت کند باید کہ قول او مسموع ندارند و
اہل بدعت وضلالت طائفہ باشند کہ خودرا در لباس اسلام بہ تلبیس پیدا آرند وعقائد
فاسدۂ خویش در باطن پوشیدہ دارند، این جماعت اند اعدائے دین واخوان الشیاطین و
چوں بنور علم علمائے دین ومشائخ اسلام ظلمات بدعت ایشاں مکشوف می گردد ناچار علمائے
شریعت را دشمن پندارند، علمائے ربانی کہ نجوم سپہر اسلام اند مردم را از شر این شیاطین
الانس محفوظ می دارند وانفاس نورانی ایشاں بمشابہ شہب ثواقب پیوستہ ایں مسترقاں (یعنی
وا داں) شریعت از ہر جانبے میرانند وبرجم وقذف پراگندہ میگردانند۔

(سبع سنابل، ص: ۸۔۹۔ سنبلہ اول۔ لاہور)

شریعت محمدی ودین احمدی وہ راہ سلیم وجادۂ مستقیم ہے جس پر خاتم الانبیاء علیہ
افضل الصلاۃ والتحیۃ اپنی امت کے ہزار ہا اولیا واصفیاء اور صدیقین وشہدا کے جلو میں
گامزن رہے اور اسے ہر قسم کے خس وخاشاک اور شکوک وشبہات سے پاک فرمایا،
اس کے مقامات ومنازل متعین وروشن فرمادیئے، قدم قدم پر نشانات ہیں اور منزل
منزل بینات اور رہزنوں سے حفاظت کے لیے جگہ جگہ رہنمائی کرنے والے مقرر ہیں
اور اولیائے کرام وصوفیائے عظام کے مسلک قدیم کے برخلاف کوئی اور راہ دکھاتا
ہے، کسی اور طریقے کی طرف بلاتا ہے تو اس کی بات پر کان نہیں دھرنا چاہیے بلکہ
حمایت ونصرت حق کی نیت سے اس کی تردید وتغلیط کو منجملہ فرائض دینیہ سمجھنا چاہیے،
اہل بدعت وضلالت وہی تو ہیں جو از راہ فریب وہی لباس اسلام پہن کر عوام اہل
اسلام میں آتے اور اپنے عقائد فاسدہ کو پوشیدہ رکھتے ہیں، یہی لوگ اعدائے دین و
اخوان الشیاطین ہیں، اور چونکہ علمائے دین ومشائخ اسلام کے علم کے نور سے ان کی
گمراہی کی تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں، لامحالہ یہ لوگ علمائے شریعت کو دشمن سمجھنے لگے
ہیں، علمائے ربانی کہ آسمان اسلام کے روشن ستارے ہیں عوام کو ان شیاطین الانس

کے شر سے محفوظ رکھتے ہیں اور اپنے نورانی انفاس سے شہاب ثاقب کی مانند ہمیشہ ان دین کے لٹیروں اور چوروں کو ہر ہر طرف سے ہنکاتے اور ان پر لعنت ورد کے پتھر مار کر درداتے رہتے ہیں۔(ت) (مقال عرفا باعزاز شرع وعلماء)

شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت

طریقت، حقیقت، معرفت ہرگز شریعت سے جدا نہیں نہ شریعت ان سے جدا، یہ آپس میں متحد ہیں ان میں کوئی تخالف و تضاد نہیں ہے۔ جو لوگ طریقت کو شریعت سے جدا تصور کرتے ہیں ان کے نزدیک یہ سب ایک دوسرے سے مغایر ہیں ان کے آپس میں اتحاد نہیں حالانکہ یہ سب اگرچہ اصطلاحی طور پر الگ الگ الفاظ معلوم ہوتے ہیں مگر ان سب کا سرچشمہ ایک ہی ہے یعنی ذات محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، ہر ایک کو شمع نبوت ہی سے روشنی ملتی ہے، حضور نے جو فرمایا یا جو کام کیا وہ سب امت کے لئے قانون بنا۔ علماء و صوفیہ ہوں یا عامۂ ناس ہر ایک لئے مختار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی نمونۂ عمل ہے۔

ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت میں باہم اصلاً کوئی تخالف نہیں اس کا مدعی اگر بے سمجھے کہے تو نرا جاہل ہے اور سمجھ کر کہے تو گمراہ، بد دین۔

- شریعت حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال ہیں۔
- طریقت حضور کے افعال
- حقیقت حضور کے احوال
- اور معرفت حضور کے علوم بے مثال۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۱ ص: ۴۶۰۔ پور بندر)

●●●

علم اور صوفیہ

اللہ عز وجل اور انبیاء واولیاء علیہم الصلاۃ والثناء کے نزدیک علم کی وقعت واہمیت ہے ، قرآن وحدیث میں متعدد مقامات پر علم کی جہل پر برتری بتائی گئی ہے۔ علم ہی کے سبب سے حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو مسجود ملائکہ بنایا گیا، علم ہی انسان کو دیگر مخلوق پر فضیلت دی گئی اور ان کے سر پر تاج کرامت رکھا گیا، حیوان وانسان کے درمیان علم ہی سے تفریق وتمیز ہوتی ہے۔

امام غزالی نے عبداللہ بن مبارک کے حوالے سے فرمایا ہے کہ انسان علم ہی کے سبب حیوان سے ممتاز ہے ورنہ کھانے پینے، سونے جاگنے، چلنے پھرنے وغیرہا امور میں انسان وحیوان دونوں برابر ہیں، دونوں میں مابہ الامتیاز چیز علم ہی ہے۔

علم انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی امانت ومیراث ہے۔ علماء، صوفیہ، فقہاء ومحدثین اس کے وارث وامین ہیں، علم ہی کی بدولت یہ حضرات وراثت انبیاء کے مستحق وحقدار ہوئے ، یہ لوگ درہم ودینار کے نہیں علم انبیاء کے وارث ہیں۔ علماء، علم سے پہچانے جاتے ہیں، علم کے بغیر کسی کو حق کی معرفت حاصل نہ ہوگی۔ یوں ہی صوفیہ اور عابدوں، زاہدوں کے لئے علم ناگزیر شئی ہے ورنہ اس کے بغیر وہ شیطان کے مسخر واستہزا کا ذریعہ بنتے اور راہ راست سے بھٹک جاتے ہیں، بے علم صوفی وعابد کو شیطان اپنی انگلیوں پر نچاتا ہے۔ علم کے بغیر حقائق کا عرفان نہیں ہوسکتا ، نہ صحت عبادات کی ضمانت دی جاسکتی ہے، ریاضت ومجاہدہ اور عملی استحکام کے لئے علم کتنا ضروری ہے اسے اہل معرفت جانتے ہیں۔ جہالت ونادانی تصوف وسلوک کی راہ میں عبادات اور حصول مراتب کے لئے حقیقی مانع ہے۔

حدیث اور اقوال صوفیہ کی روشنی میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

صوفیائے کرام فرماتے ہیں، بے علم صوفی شیطان کا مسخرہ ہے، وہ جانتا ہی نہیں شیطان اپنی باگ ڈور پر لگالیتا ہے۔ حدیث میں ارشاد ہوا

المتعبد بغیر فقه کالحمار فی الطاحون.

بغیر فقہ کے عابد بننے ولا (عابد نہ فرمایا بلکہ عابد بننے والا فرمایا یعنی بغیر فقہ کے عبادت ہو ہی نہیں سکتی عابد بنتا ہے وہ) ایسا ہے جیسے چکی میں گدھا کہ محنت شاقہ کرے اور حاصل کچھ نہیں۔

سمندر پہ تخت ابلیس اور دیدار الٰہی کا دھوکا

ایک بے علم صوفی کو شیطان کے بہکانے اور اہل علم کے بتانے سے اس کے متنبہ ہونے سے متعلق امام احمد رضا فرماتے ہیں۔

ایک صاحب اولیائے کرام میں سے تھے (قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہم) انہوں نے ایک صاحب ریاضت ومجاہدہ کا شہرہ سنا، ان کے بڑے بڑے دعوے سننے میں آئے ان کو بلایا اور فرمایا یہ کیا دعوے ہیں جو میں نے سنے عرض کی مجھے دیدار الٰہی روز ہوتا ہے ان آنکھوں سے، سمندر پر خدا کا عرش بچھتا ہے اور اس پر خدا جلوہ فرما ہوتا ہے۔

اب اگر ان کو علم ہوتا تو پہلے ہی سمجھ لیتے کہ دیدار الٰہی دنیا میں بحالت بیداری ان آنکھوں سے محال ہے سوائے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اور حضور کو فوق السموات والعرش دیدار ہوا۔ دنیا نام ہے سماوات وارض کا۔

خیر ان بزرگ نے ایک عالم صاحب کو بلایا ان سے فرمایا کہ وہ حدیث پڑھو جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شیطان اپنا تخت سمندر پر بچھاتا ہے، انہوں نے عرض کی بیشک سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

ان ابلیس یضع عرشه علی البحر

بیشک شیطان اپنا تخت سمندر پر بچھاتا ہے

انہوں نے جب یہ سنا تو سمجھے کہ اب تک میں شیطان کو خدا سمجھتا رہا، اسی کی

...کرتا رہا، اسی کو سجدے کرتا رہا کپڑے پھاڑے اور جنگل کو چلے گئے پھر ان کا پتہ
...ا۔
(لقط المرجان فی احکام الجان، ص ۳۶۳۔ للعلامۃ سیوطی)

...عالم اور عابد کا امتحان ابلیس

...علم کی برکت سے عالم دین شیطان کے حربے سے محفوظ و مامون رہتا ہے مگر
...علم عابد وصوفی کا ابلیس کے مکر سے بچنا متیقن نہیں وہ شیطان کے بہکاوے میں آ
...ہے کیونکہ شیطانی وساوس اور حربوں کو پہچاننا عالم کا کام اور علم کا ہی فیض ہے۔
...جب اپنے چیلوں کی کارگزاریاں سنتا ہے تو اس شیطان کو آفریں کہتا ہے جس
...سی طالب علم کو بہکایا، ہر فتنے سے زیادہ وہ علم سے روکنے پر خوش ہوتا ہے۔
...شیاطین کی کارگزاریاں اور ایک عالم اور ایک عابد کے پاس ابلیس کے سوال و
...ن کا واقعہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ یوں بیان فرماتے ہیں۔
...بغیر علم کے صوفی کو شیطان کچے تاگے کی لگام ڈالتا ہے۔
...حدیث میں ہے، بعد نماز عصر شیاطین سمندر پر جمع ہوتے ہیں، ابلیس کا تخت بچھتا
...شیاطین کی کارگزاری پیش ہوتی ہے۔ کوئی کہتا ہے اس نے اتنی شرابیں پلائیں، کوئی
...ہے اس نے اتنے زنا کرائے، سب کی سنیں کسی نے کہا اس نے آج فلاں طالب
...پڑھنے سے باز رکھا، سنتے ہی تخت پر سے اچھل پڑا اور اس کو گلے سے لگایا اور کہا
...انت، تو نے کام کیا، تو نے کام کیا، اور شیاطین یہ کیفیت دیکھ کر جل گئے کہ انہوں
...اتنے بڑے بڑے کام کئے ان کو کچھ نہ کہا اور اس کو اتنی شاباشی دی، ابلیس بولا تمہیں
...معلوم جو کچھ تم نے کیا سب اسی کا صدقہ ہے اگر علم ہوتا وہ گناہ نہ کرتے۔
...بتاؤ وہ کون سی جگہ ہے جہاں سب سے بڑا عابد رہتا ہے مگر وہ عالم نہیں اور وہاں
...عالم بھی رہتا ہو انہوں نے ایک مقام کا نام لیا صبح کو قبل طلوع آفتاب شیاطین کو
...ہوئے اس مقام پر پہنچا اور شیاطین مخفی رہے اور یہ انسان کی شکل بن کر رستہ پر کھڑا
...ا۔ عابد صاحب تہجد کی نماز کے بعد فجر کے واسطے مسجد کی طرف تشریف لائے

راستہ میں ابلیس کھڑا ہی تھا سلام علیکم وعلیکم السلام، حضرت مجھے ایک مسئلہ پوچھنا ہے عابد صاحب نے فرمایا جلد پوچھو مجھے نماز کو جانا ہے، اس نے اپنی جیب سے ایک چھوٹی شیشی نکال کر پوچھا اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ ان سماوات وارض کو اس چھوٹی سی شیشی میں داخل کر دے؟ عابد صاحب نے سوچا اور کہا کہاں آسمان وزمین اور کہاں یہ چھوٹی سی شیشی، بولا بس یہی پوچھنا تھا تشریف لے جایئے اور شیاطین سے کہا دیکھو میں نے اس کی راہ ماردی اس کو اللہ کی قدرت ہی پر ایمان نہیں عبادت کس کام کی۔

طلوع آفتاب کے قریب عالم صاحب جلدی کرتے ہوئے تشریف لائے اس نے کہا السلام علیکم وعلیکم السلام، مجھے ایک مسئلہ پوچھنا ہے انہوں نے فرمایا پوچھو جلدی پوچھو نماز کا وقت کم ہے، اس نے وہی سوال کیا ملعون تو ابلیس معلوم ہوتا ہے ارے وہ قادر ہے کہ یہ شیشی تو بہت بڑی ہے ایک سوئی کے ناکے کے اندر اگر چاہے تو کروڑوں آسمان وزمین داخل کردے۔ ان اللہ علی کل شئی قدیر۔ (بیشک اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے) عالم صاحب کے تشریف لے جانے کے بعد شیاطین سے بولا دیکھا یہ علم ہی کی برکت ہے۔ (لقط المرجان فی احکام الجان ص: ۳۷۔۴۷ للعلامۃ سیوطی)

پیر کا تیر مرید کے سینے میں

پیر کامل قدم قدم پر اپنے مرید کی رہنمائی کرتا ہے، اگر پیر کی دستگیری اور خود اسے علم نہ ہو تو مرید لغزش پا کا شکار ہو جائے یہی وجہ ہے کہ کبھی جاہل عابد شیطانی کرشموں کو ربانی عطیہ سمجھتا اور فریب کو حقیقت تصور کرتا ہے۔ کچھ اسی قسم کا ایک واقعہ یہ ہے، امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں۔

سیدی ابوالحسن جوسقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہیں حضرت سیدی ابوالحسن علی بن ہیتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور آپ خلیفہ ہیں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے، آپ (ابوالحسن جوسقی) نے اپنے ایک مرید کو رمضان شریف میں چلے میں بٹھایا، ایک دن انہوں نے رونا شروع کیا آپ تشریف لائے اور فرمایا کیوں روتے ہو عرض کیا

حضرت، شب قدر میری نظروں میں ہے شجر وحجر اور دیوار و در سجدہ میں ہیں، نور پھیلا ہوا ہے، میں سجدہ کرنا چاہتا ہوں ایک لوہے کی سلاخ حلق سے سینے تک ہے جس سے میں سجدہ نہیں کرسکتا اس وجہ سے روتا ہوں، فرمایا اے فرزند وہ سلاخ نہیں وہ تیر ہے جو میں نے میرے سینے میں رکھا ہے اور یہ سب شیطان کا کرشمہ ہے، شب قدر وغیرہ کچھ نہیں، عرض کی حضور میری تشفی کے لئے کوئی دلیل ارشاد ہو، فرمایا اچھا دونوں ہاتھ پھیلا کر آہستہ آہستہ سمیٹو، سمیٹنا شروع کیا جتنا سمیٹتے تھے اتنی ہی روشنی مبدل بہ ظلمت ہوتی جاتی تھی یہاں تک کہ دونوں ہاتھ مل گئے بالکل اندھیرا ہو گیا آپ کے ہاتھوں میں سے نور داخل ہونے لگا حضرت مجھے چھوڑ دیئے میں جاتا ہوں، تب ان مرید کی تشفی ہوئی۔

(الملفوظ سوم، ص: ۴۷۷ تا ۴۷۹۔ تخریج شدہ۔ ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ دہلی)

علم باطن اور اس کا ادنی درجہ

حضرت آدم علیہ الصلاۃ والسلام سے لے کر اب تک علم کو ظاہر و باطن دو خانوں میں تقسیم کیا جاتا رہا، جملہ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو علم ظاہری و باطنی سے آراستہ کیا گیا، یوہیں اولیائے عظام کو بھی ظاہر و باطن کا علم دیا گیا۔ مگر جو علمائے شریعت ہوئے وہ علمائے ظاہر سے مشہور و متعارف ہوئے جبکہ علمائے شریعت میں بھی بہت علم باطن والے ہیں، علمائے طریقت کی شناخت علمائے باطن سے ہوئی حالانکہ علم ظاہر کے بغیر علم باطن کا حصول ممکن نہیں۔ صوفیائے کاملین میں اکثر حضرات علم باطن سے کلام کرتے ہیں اسی لئے بسا اوقات ان کا بعض ظاہری پہلو شریعت کے خلاف ہوتا ہے مگر اس میں ان کو معذور رکھا جاتا ہے، اس بات پر ان سے مواخذہ نہیں کیا جاتا۔ یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ اس کی ولایت ثابت ہو ورنہ معذور نہیں رکھا جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے علم کے دو برتن حاصل کئے، ایک کو تو میں نے پھیلا دیا لوگوں نے اسے تسلیم بھی کیا، مگر دوسرے کا حال یہ ہے کہ اگر میں اسے پھیلاؤں تو میرا حلق کاٹ دیا جائے۔ (بخاری اول، ص: ۲۳۔ کتاب العلم، باب حفظ العلم)

معلوم ہوا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دوسرے برتن کے علم کو اگر پھیلایا جاتا تو ممکن تھا کہ لوگ اسے تسلیم نہیں کرتے اور ابو ہریرہ کے درپے آزار ہو جاتے۔ یہ تو اس دور کی بات ہے جبکہ سب کے سب صحابہ یا تابعین تھے اور وہ خیر القرون بھی تھا، پھر آج کے عہد میں اگر علم باطن سے کلام کیا جائے تو کون تسلیم کرے گا۔ اسی لئے عارفین فرماتے ہیں اس کا ادنی درجہ یہ ہے کہ اس پر اعتقاد رکھا جائے اور اس کے اہل کے لئے اسے تسلیم کیا جائے۔

حضرت ذوالنون مصری اور حضرت شیخ اکبر کے حوالے سے علم باطن کے ادنی درجہ کی تعیین کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ

- میں نے ایک بار سفر کیا اور وہ علم لایا جسے خواص وعوام سب نے قبول کیا۔
- دوبارہ سفر کیا اور وہ علم لایا جسے خواص نے قبول کیا عوام نے نہ مانا
- سہ بارہ سفر کیا اور وہ علم لایا جو خواص وعوام کسی کی سمجھ میں نہ آیا۔

یہاں سفر سے سیر اقدام مراد نہیں بلکہ سیر قلب ہے ان کے علوم کی تو یہ حالت ہے اور ادنیٰ درجہ ان سے اعتقاد، ان پر اعتماد اور ان کے اہل کے لئے تسلیم کرنا ہے، جو سمجھ میں آیا ٹھیک ہے ورنہ یہ ماننا ہوگا کہ سب رب کی طرف سے ہے اور عقل والوں کے لئے یہ عبرت ونصیحت ہے۔

حضرت شیخ اکبر اور اکابر فن نے فرمایا ہے کہ ادنیٰ درجہ علم باطن کا یہ ہے کہ اس کے عالموں کی تصدیق کرے کہ اگر نہ جانتا تو ان کی تصدیق نہ کرتا۔

نیز علم کے ادنی درجہ سے متعلق حدیث میں فرمایا ہے:

اُغدُ عَالِماً اَو مُتعلِماً اَو مُستَمِعاً اَو مُحباً وَلا تکُن الخَامِس فَتھلکُ

(کنز العمال ۱۰ء ص ۸۲ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد)

صبح کر اس حالت میں کہ تو خود عالم ہے یا علم سیکھتا ہے یا عالم کی باتیں سنتا ہے

...یہ کہ عالم سے محبت رکھتا ہے اور پانچواں نہ ہونا کہ ہلاک ہو جائے گا۔

(الملفوظ اول، ص:۸۶۔ تخریج شدہ۔ ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ دہلی)

...فی کون ہے

...خیر القرون کے بعد جس طرح دین میں نت نئے فتنے پیدا ہوئے یوں ہی لوگو...ں کے اعتقاد و عمل میں بھی بگاڑ اور بے اعتدالی پیدا ہوئی، ماحول کے تکدر و تعفن سے ...ق و سچائیاں روپوش ہونے لگیں، جو خدا رسیدہ اور بارگاہ عزت کے مقرب تھے وہ ...گمنامی میں رہنے لگے، جو علم و عمل سے معریٰ، تدین و تقوی اور خوف و خشیت ...ں سے خالی تھے انہوں نے از راہ فریب مشائخ و صوفیہ کا لبادہ اپنایا اور عوام کو اپنی ...ف راغب و متوجہ کرنے کے لئے طرح طرح کے حربے استعمال کئے۔ ستم یہ ہوا کہ ...نے یہ کہا کہ شریعت و طریقت دو الگ الگ راستے ہیں علماء ظاہر شریعت کے پیرو ...اور ہم طریقت کے، کسی نے یہ کہا کہ ہم اہل طریقت ہیں ہمیں اب شریعت کی ...ت نہیں، شریعت کی پیروی تو ظاہر بینوں کا کام ہے ہم تو اہل باطن ہیں، کسی نے ...وں کے مثل بال بڑھا لئے، نصف درجن سے زائد انگوٹھیاں پہن لیں۔ غرض ...لے مکار اور نام نہاد صوفیوں کی بدعات و خرافات سے ملت کراہ اٹھی، سچے ...یوں کا وقار مجروح ہو گیا۔ علمائے حق نے ہمیشہ ان کے خلاف لکھا، ان کی اصلاح ...وش فرمائی، ان کی فکری و عملی کوتاہیوں کو واشگاف کیا۔ اس کے باوجود جھوٹے اور ...ں صوفیوں کا گروہ نئے نئے روپ سے ابھرتا رہا۔

...چودھویں صدی ہجری میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے بھی الحاد پرست ...یوں کی اصلاح اور عوام الناس کو ان کے دجل و فریب سے بچانے کی سعی مشکور ...ل اور لکھا کہ حقیقی صوفی وہ ہے جو اپنی خواہشات کو شرعی تقاضوں پر قربان کردے، ...ت کی تقویت کے لئے شریعت سے غذا حاصل کرے، صوفی، ولایت کے کتنے ...مقام بلند پر پہنچ جائے شریعت کی پیروی سے آزاد نہیں ہوگا بلکہ اس کا درجۂ کمال

IMG_201703

جتنا بڑھے گا اسی کے مطابق سختیاں اور پابندیاں بھی بڑھیں گی۔ خدا و رسول کی اطاعت اور حکم شرع کی موافقت کے بغیر صوفیت وولایت کا تمغہ ملنا تو دور کی بات آدمی سچا پکا مسلمان بھی نہیں ہوسکتا۔

حقیقی صوفی کی تعریف اور اس کی وضاحت کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں۔

صوفی وہ ہے کہ اپنی خواہشوں، اپنی مرادوں کو شریعت کے تابع کرے نہ کہ شرع کسی خواہش پر نہ لگے نہ کہ وہ ہوس اور نفسانی خواہشوں کی خاطر شرع سے دست بردار ہو اور اتباع شریعت سے آزاد، شریعت غذا ہے اور طریقت قوت، جب غذا ترک کی جائے گی قوت آپ زوال پائے گی، شریعت آنکھ ہے اور طریقت نظر، اور آنکھ پھوٹ کر نظر کا باقی رہنا غیر متصور عقل سلیم قبول نہیں کرتی تو شریعت مطہرہ میں کب مقبول و معتبر۔ منزل تک پہنچنے کے بعد اگر اتباع شریعت سے بے پروائی ہوتی اور احکام شرع کا اتباع لازم وضرور نہ رہتا یا بندہ اس میں مختار ہوتا تو سید العلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور امام الواصلین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اس کے ساتھ احق ہوتے اور ترک بندگی و اتباع شرع کے باب میں سب سے مقدم، نہیں اور ہرگز نہیں بلکہ جس قدر قرب حق زیادہ ہوتا ہے شرع کی باگیں اور زیادہ سخت ہوتی جاتی ہیں

حسنات الابرار سیأت المقربین۔

(کشف الخفا، ص: ۳۱۸ حدیث ۱۱۳۵۔ العلمیۃ بیروت)

ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے لئے عیب ہوتی ہیں۔ (ت)

ع ...... نزدیکاں رابیش بود حیرانی

ع ...... جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

آخر نہ دیکھا کہ سید المعصومین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات رات بھر عبادات نوافل میں مشغول اور کار امت کے لئے گریاں و ملول رہتے۔ نماز پنجگانہ تو حضور پر فرض تھی ہی نماز تہجد کا ادا کرنا بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لازم بلکہ فرض قرار

...امت کے لئے وہی سنت کی سنت ہے۔

حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا گیا کہ کچھ لوگ ...ہیں کہ احکام شریعت تو وصول کا ذریعہ تھے اور ہم واصل ہو گئے یعنی اب ہمیں ...ت کی کیا حاجت۔ فرمایا وہ سچ کہتے ہیں واصل ضرور ہوئے مگر کہاں تک؟ جہنم ...

چور اور زانی ایسے عقیدے والوں سے بہتر ہیں اگر ہزار برس جیوں تو فرائض و ...بات تو بڑی چیز ہیں، جو نوافل و مستحبات مقرر کر دیئے ہیں بے عذر شرعی ان میں ...کم نہ کروں۔

تو خلق پر تمام راستے بند ہیں مگر وہ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نشان ...م کی پیروی کرے۔

خلاف پیمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

(بوستاں سعدی دیباچہ، ص:۸)

جس کسی نے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف راستہ اختیار کیا وہ ہرگز منزل ...صود پر نہ پہنچے گا۔ (ت)

(اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والآل والاصحاب۔ کراچی)

...ھوٹے صوفی کی خلاف شرع باتیں

صوفی، اہل اللہ میں سے ہوتا ہے جو اہل اللہ ہیں وہی درحقیقت صوفی ہوتے ...ں۔ شرعی احکام وقوانین کی پابندیوں سے صوفیت کی تکمیل ہوتی ہے اس کے بغیر ...فی ہونا تو دور کی بات ہے آدمی کامل الایمان مسلمان بھی نہیں ہوسکتا۔ صوفیائے ...رام کو من جانب اللہ جو مراتب و مدارج حاصل ہوتے ہیں وہ ان کے باطن کی تطہیر و ...کیہ اور قلوب کو خیال غیر سے پاک کرنے کے سبب سے ہے۔ شریعت مطہرہ پر عمل

مستقیم کے بغیر جو صوفی ہونے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا اور فریبی ہے۔ بعض لوگ ظاہر میں صوفی اور باطن میں ملحد و زندیق ہیں ان کے اقوال و افعال میں تضاد وتخالف ہونے کے ساتھ وہ شریعت وطریقت سے بیگانہ اور کورے ہوتے ہیں وہ اپنے زعم باطل سے سمجھتے ہیں کہ ہم ایسی منزل پر فائز ہو گئے جہاں پہنچ کر شریعت مطہرہ کی پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں حالانکہ کوئی بندۂ خدا ولایت وصوفیت کے کتنے ہی بلند مقام پر فائز ہو اس پر عائد شدہ شرعی ذمہ داریاں ختم نہیں ہوتیں۔ جو لوگ خلاف شرع، جھوٹی اور اختراعی باتوں کو صوفیت وطریقت کا نام دیتے ہیں علمائے ملت کے نزدیک وہ اسلام سے خارج اور ملحد و بے دین ہیں۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے جھوٹے، مکار اور پر فریب صوفی کی بعض خلاف شرع باتوں کی نشاندہی کرتے ہوئے ان پر حکم شرع صادر فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

فی الواقع جو بدعتی ضروریات دین میں سے کسی شئی کا منکر ہو باجماع مسلمین یقیناً قطعاً کافر ہے اگر چہ کروڑ بار کلمہ پڑھے، پیشانی اس کی سجدے میں ایک ورق ہو جائے، بدن اس کا روزوں میں ایک خاکہ رہ جائے، عمر میں ہزار حج کرے، لاکھ پہاڑ سونے کے راہ خدا پر دے، واللہ ہرگز ہرگز کچھ مقبول نہیں جب تک حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ان تمام ضروری باتوں میں جو وہ اپنے رب کے پاس سے لائے تصدیق نہ کرے، ضروریات اسلام اگر مثلاً ہزار ہیں تو ان میں سے ایک کا بھی انکار ایسا ہے جیسا نو سو ننانوے کا۔ جیسے۔

ا۔ کوئی جھوٹا صوفی کہے جب بندہ عارف باللہ ہو جاتا ہے تکالیف شرعیہ اس سے ساقط ہو جاتی ہیں، یہ باتیں تو خدا تک پہنچنے کی راہ ہیں جو مقصود تک واصل ہو گیا اسے راستہ سے کیا کام۔

۲۔ یا کہے یہ رکوع وسجدہ تو محجوبوں کی نماز ہے محبوبوں کو اس نماز کی کیا ضرورت، ہماری نماز ترک وجود ہے۔

۳۔ یا یہ نماز روزہ تو عالموں نے انتظام کے لئے بنالیا ہے۔

۴۔ یا جتنے عالم ہیں سب پنڈت ہیں عالم وہی ہے جو انبیاء بنی اسرائیل کی مثل ہمارے دکھائے، یہ بات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حاصل ہوئی وہ بھی ایک مدت کے بعد مولیٰ علی کے سکھانے سے۔

۵۔ یا خدا تک پہنچنے کے لئے اسلام شرط نہیں، بیعت بک جانے کا نام ہے اگر کافر ہمارے ہاتھ پر بک جائے ہم اسے بھی خدا تک پہنچادیں گو وہ اپنے دین خبیث پر رہے۔

۶۔ یا رنڈیوں کا ناچ علانیہ دیکھے جب اس پر اعتراض ہو تو کہے یہ تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

۷۔ یا رات و دن طبلہ سارنگی میں مشغول رہے جب تحریم مزامیر کی احادیث سنائیں تو کہے یہ مذمتیں تو ان کثیف بے مزہ باجوں کے لئے وارد ہوئیں جو اس وقت عرب میں رائج تھے، یہ لطیف نفیس باجے جواب ایجاد ہوئے اس زمانے میں ہوتے تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سوا ان کے سننے کے ہرگز کوئی کام نہ کرتے۔

۸۔ یا کہے مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اللہ تعالیٰ کے محبوب تھے اور انبیاء سابقین علیہم الصلاۃ والسلام میں کوئی خدا کا محبوب نہ تھا۔

۹۔ یا اس کے جلسہ میں لا الہ الا اللہ فلاں رسول اللہ اسی مغرور کا نام لے کر کہا جائے اور وہ اس پر راضی ہو جائے۔

(اعلام الاعلام، مشمولہ فتاویٰ رضویہ مترجم ۱۴، ص: ۱۲۷۔ برکات رضا پور بندر)

جس صوفی کے یہ اعتقادات باطلہ ہوں کون کہہ سکتا ہے کہ وہ راہ راست پر قائم ہے ایسے بد باطن کی خباثت سے تصوف کی روح مجروح و متاثر ہو سکتی ہے اصل حقائق پر پردہ پڑ سکتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ چودھویں صدی ہجری کے مجدد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ کی تربت اطہر پر رات و دن رحمت و نور کی بارش فرمائے کہ انہوں نے فرقہائے باطلہ کے رد و ابطال کے ساتھ ان ملحد و بے دین صوفیہ کا بھی رد بلیغ فرمایا جو صوفیت کے نام پر الحاد پرستی میں مبتلا ہیں۔ تصوف تو انسان کا وہ سرمایہ ہے جس سے

متاع ایمان وعمل کی حفاظت وصیانت ہوتی ہے، تصوف، انسان کے بہکے ہوئے قدم کو راہ راست پر گامزن رکھتا ہے۔ مگر ایماں فروش اور جھوٹے صوفیوں نے تصوف کی جو اختراعی تصویر پیش کی اس سے ملت کو شدید نقصان پہنچا اور خانقاہی نظام میں اس سے جو بگاڑ پیدا ہوا اس کی مکمل تلافی اب تک نہ ہوسکی ابھی بھی شریعت والے اور طریقت والے کی تفریق باقی ہے۔ امام احمد رضا بریلوی نے اپنی تصانیف میں جس انداز سے جھوٹے صوفیوں کے باطل نظریات کی تردید فرمائی ہے وہ ان کی علم تصوف پر مہارت تامہ کی روشن دلیل ہے۔ (مرتب)

●●●

اولیاء اوران کے مدارج

صوفیائے کرام میں اکثر اللہ کے ولی اور بارگاہ عزت کے مقرب ہوتے ہیں۔ طہارت وتقوی، ریاضت ومجاہدہ، عبادت وبندگی اور کامل اتباع شرع سے انہیں اللہ تعالی نے بلند وبالا مراتب عطا فرمائے، ان کے مدارج علیا ومقام بلند تک عام انسان کی رسائی نہیں۔ جسے خالق کائنات اپنے فضل واحسان سے منصب ولایت عطا فرماتا ہے، اسے اپنا مقرب بنالیتا اور اس سے محبت فرماتا ہے، ایک انسان کے لئے یہ معراج کمال ہے کہ اسے اس کا خالق ومالک اپنا محبوب ومقرب بنالے۔ اولیائے کرام کی تاریخ زندگی اور کارناموں سے ان کے قرب ووصال کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

(مرتب)

اولیاء کی پہچان

اولیاء اللہ وہ ہیں جنہیں دیکھنے سے خدا یاد آئے اور اس پر ائمہ وعلماء وسواد اعظم کا اتفاق بھی ہو کیونکہ وہ جسے ولی مانیں وہ ضرور ولی ہے۔

ایک مجلس میں امام احمد رضا بریلوی سے کسی نے پوچھا

اولیائے الٰہی کی کیا پہچان ہے؟

آپ نے حدیث کے حوالے سے فرمایا

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

اولیاء اللہ الذین اذارؤوا ذکر اللہ

اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جن کے دیکھنے سے خدا یاد آئے۔

(الملفوظ چہارم، ص ۶۵۷۔ تخریج شدہ ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ دہلی)

فقراء و اولیاء کے درجات

جب طالب سلوک کی راہ چلتا ہے تو اسے منزل بہ منزل مختلف مراحل سے گزرنا پڑتا ہے، رفتہ رفتہ اسے فقر و ولایت کے مراتب حاصل ہوتے ہیں۔ ولایت کی ابتدا سے انتہا تک متعدد اقسام ہیں ہر قسم کا نام الگ اور مرتبہ جداگانہ ہے، سالک جس راہ معرفت کی سیر کرتا ہے اس سیر کی بھی قسمیں ہیں۔

- اگر مبتدی ہے تو اس کی سیر کو "سیر الی اللہ" کہیں گے
- اور اگر منتہی ہے تو اس کی سیر کو "سیر فی اللہ"

سیر کی ان دونوں قسموں میں سیر فی اللہ کی منزل آخری ہے جب سالک اس مرتبے پر پہنچتا ہے تو اسے فنا فی اللہ کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔

مراتب فقر کے بارے میں امام احمد رضا بریلوی سے استفسار ہوا کہ

درجات فقر ترتیب وار ارشاد ہوں کہ جب طالب سلوک کی راہ چلتا ہے تو اول کون سا درجہ حاصل ہوتا ہے پھر کون سا؟

آپ نے فرمایا

صلحا۔ سالکین۔ قانتین۔ واصلین۔

اب ان واصلوں کے مراتب ہیں۔

نجبا۔ نقبا۔ ابدال۔ بدلا۔ اوتاد۔ امامین۔ غوث۔ صدیق۔ نبی۔ رسول

تین پہلے سیر الی اللہ کے ہیں، باقی سیر فی اللہ کے۔ اور ولی ان سب کو شامل۔

(الملفوظ چہارم، ص ۱۰۶ تخریج شدہ ایڈوانس پرنٹنگ دہلی)

کرامت وہبی ہے یا کسبی

صاحب ولایت سے جو بات عادت کے خلاف صادر ہو اسے کرامت کہتے ہیں۔ اولیاء کی کرامت حق ہے اس پر یقین و اعتقاد رکھنا لازم اور اس بات کا بھی اعتقاد

...وری ہے کہ ولی کی کرامت وہبی ہوتی ہے کسبی نہیں، اگر کوئی اسے کسبی یا زور بازو کی
...اوار جانے تو وہ گمراہ بدعتی ہے۔ اور اگر کوئی خلاف عادت بات کسب کے زور پر
...ادر ہو تو اسے کرامت نہیں بھان متی کا تماشا کہیں گے۔
کرامت کے وہبی ہونے سے متعلق امام احمد رضا بریلوی ایک مقام پر مختصر انداز
...رماتے ہیں۔
کرامت سب کی وہبی ہوتی ہے اور جو کسب سے حاصل ہو بھان متی کا تماشا
...لوگوں کو دھوکا دینا ہے۔ (الملفوظ چہارم، ص ۵۸۸ تخریج شدہ ایڈوانس پرنٹنگ دہلی)

...یمان وشہود اور غفلت وتذکر

نعمت ایمان جسے ملتی ہے وہ مومن ہوتا ہے، مومنوں میں کوئی مومن کامل ہے،
...وئی مومن ناقص، مومن کے کامل وناقص ہونے میں عمل کا دخل ہے اگر اس کے عمل
...اور شریعت مطہرہ کے مطابق ہیں اور ارتکاب گناہ بھی نہیں کرتا تو وہ مومن کامل
...۔ کیونکہ ایمان، گناہ کے منافی نہیں یعنی ایمان کی موجودگی میں آدمی کا مرتکب گناہ یا
...احب ایمان کا گناہگار ہونا ممکن ہے۔ اور یہ کہ جس پر غفلت طاری ہوتی ہے اسی
...ے گناہ صادر ہوتے ہیں۔ مگر اولیائے کرام ایمان کے ساتھ شہود کی منزل پر فائز
...تے ہیں، جو مقام شہود پر ہو اس سے گناہ کا صدور نہ ہوگا۔ اولیاء پر چونکہ تذکر غالب
...اس لئے ان سے کبیرہ تو کیا صغیرہ بھی نہیں ہوتا۔ بسا اوقات اولیاء پر غفلت ڈالی
...جاتی ہے ورنہ وہ کھانے پینے کی رغبت نہ کریں۔ غفلت کی دو قسمیں ہیں۔
(۱) غفلت مطلقہ (۲) غفلت غالبہ

- جس پر غفلت مطلقہ طاری ہوگی اس سے کفر وشرک ہوگا۔
- جس پر غفلت غالبہ ہوگی وہ اگرچہ ایمان والا ہے مگر فاسق وفاجر ہوگا۔

تذکر کی دو قسمیں ہیں
(۱) تذکر غالب (۲) تذکر مطلق

IMG_201703

● جس پر تذکر غالب ہو وہ درجہ ولایت پالے گا۔
● تذکر مطلق نبوت کی شان ہے۔
صاحب ایمان فیض ربانی سے شہود کا مقام پا سکتا ہے کیونکہ یہ کوئی نبوت نہیں کہ اس کا دروازہ بند ہو چکا ہو۔
● ایمان، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدا کی طرف سے جو لے کر آئے اس کی تصدیق واقرار کرنے کا نام ہے۔
● شہود، یہ صوفیہ کا اصطلاحی لفظ ہے۔ جسے حقائق ومعارف اور اسرار ربانی کا ہر آن مشاہدہ ہو اسی کو شہود کہتے ہیں۔
ایمان تو ہر مومن کا حصہ ہے مگر شہود محبوبان بارگاہ کے ساتھ خاص ہے اسی لئے شہود کا مقام ایمان سے بڑھ کر ہے۔
ایمان وشہود اور غفلت وتذکر کے اقسام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں۔
ایمان اور ہے اور شہود اور، ایمان ارتکاب سئیات کے منافی نہیں، ہاں اگر شہود ہوگا تو بیشک کبیرہ تو درکنار صغیرہ بھی نہیں ہو سکتا۔ اکابر اولیاء پر بھی کھانے پینے اور سونے کے وقت ایک گونہ غفلت دی جاتی ہے ورنہ کھانے پینے پر قادر نہ ہوں۔
پھر فرمایا، غفلت مطلقہ کفر ہے اور غفلت غالبہ فسق، اور تذکر غالب ولایت اور تذکر مطلق نبوت۔، پھر تذکر غالب میں بھی مراتب ہیں۔

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ (النور، ۳۷)

وہ مرد جنہیں غافل نہیں کرتا کوئی سودا اور نہ خرید وفروخت اللہ کی یاد اور نماز برپا رکھنے اور زکوٰۃ دینے سے، ڈرتے ہیں اس دن سے جس میں الٹ جائیں گے دل اور آنکھیں۔ (کنز الایمان)
یہ وہی تذکر غالب ہے۔ اور غفلت مطلقہ یہ ہے جسے حضرت مولانا روم فرماتے

مع

اہل دنیا کافران مطلق اند | روز و شب در زقزق و در بق بق اند
اہل دنیا چہ کہین و چہ مہیں | لعنۃ اللہ علیہم اجمعیں
...ست دنیا از خدا غافل بدن | نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

(مثنوی شریف)

خالص دنیادار لوگ کافر مطلق ہیں رات و دن لغو اور فضول باتوں میں لگے رہتے ...، دنیادار خواہ چھوٹا ہو یا بڑا دونوں برابر ہیں ان سب پر اللہ عزوجل کی لعنت ہے، ...اللہ تعالیٰ سے غافل ہونے کا نام ہی دنیا ہے صرف سونا چاندی اور اولاد وعورت کا ...ہی دنیا نہیں۔ (ت) (الملفوظ چہارم، ص ۲۴۷۔ تخریج شدہ ایڈوانس پرنٹنگ دہلی)

کیا سہاگن اختیار کرنا درست ہے

اولیائے کرام میں مختلف اقسام ہیں، ایک قسم کو مجذوب کہتے ہیں مجذوب پر حالت ...ب میں احکام شرع جاری نہیں ہوتے، وہ مرفوع القلم ہوتے ہیں۔ یعنی مجذوب نے ...کیا حالت جذب و بے خودی میں کیا مگر بعض صوفی کہلانے والے ان کے معتقدین ...کی پیروی کے پیش نظر مجذوب ہی کے مثل افعال کرتے ہیں۔ اگر کسی مجذوب نے ...رض سہاگن اختیار کیا ہوا ہو تو ان کے ماننے والے بھی سہاگن بنتے ہیں حالانکہ یہ ...ریعت میں جائز نہیں نہ طریقت کے کسی سلسلہ میں درست ہے۔ حضرت موسیٰ سہاگ ...ے مجذوب تھے ان کے فعل سے بعض لوگ سہاگن کا استدلال کرتے ہیں حالانکہ وہ ...وفی صاحب تحقیق تھے اور ان کے مقلد اندھے زندیق۔

سچے مجذوب کی شناخت اور حضرت موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے ...ں امام احمد رضا فرماتے ہیں۔

سچے مجذوب کی یہ پہچان ہے کہ شریعت مطہرہ کا کبھی مقابلہ نہ کرے گا۔

● حضرت سیدی موسیٰ سہاگ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مشہور مجاذیب سے تھے، احمد آباد

میں مزار شریف ہے، میں زیارت سے مشرف ہوا ہوں، زنانہ وضع رکھتے تھے۔

ایک بار قحط شدید پڑا بادشاہ وقاضی واکابر جمع ہو کر حضرت کے پاس دعا کے لئے گئے، انکار فرماتے رہے کہ میں کیا دعا کے قابل ہوں، جب لوگوں کی التجا وزاری حد سے گزری ایک پتھر اٹھایا اور دوسرے ہاتھ کی چوڑیوں کی طرف لائے اور آسمان کی جانب منہ اٹھا کر فرمایا، مینہ بھیجئے یا اپنا سہاگ لیجئے۔ یہ کہنا تھا کہ گھٹائیں پہاڑ کی طرح اٹھیں اور جل تھل بھر دیئے۔

● ایک دن نماز جمعہ کے وقت بازار میں جا رہے تھے ادھر سے قاضی شہر کہ جامع مسجد کو جاتے تھے آئے انہیں دیکھ کر امر بالمعروف کیا کہ یہ وضع مردوں کو حرام ہے مردانہ لباس پہنئے اور نماز کو چلئے، اس پر انکار ومقابلہ نہ کیا چوڑیاں اور زیور اور زنانہ لباس اتارا اور مسجد کو ساتھ ہو لئے۔ خطبہ سنا جب جماعت قائم ہوئی اور امام نے تکبیر تحریمہ کہی اللہ اکبر سنتے ہی ان کی حالت بدلی فرمایا اللہ اکبر میرا خاوند حی لا یموت ہے کہ کبھی نہ مرے گا اور یہ مجھے بیوہ کئے دیتے ہیں۔ اتنا کہنا تھا کہ سر سے پاؤں تک وہی سرخ لباس تھا اور وہی چوڑیاں۔

امام احمد رضا بریلوی نے معاشرے کی ہر اس برائی پر بندھ باندھنے کی سعی فرمائی جس کا ناسور ملت کے لئے تباہ کن تھا، صوفیہ کی تقلید کے نام پر جو بدعات وخرافات رائج ہوئیں انہوں نے ممکن تدابیر سے ان کا سدباب فرمایا وہ عالم شرع بھی تھے اور زاہد شب خیز صوفی بھی۔

موسیٰ سہاگ کے واقعہ سے استدلال کرنے والے مقلدین کے لئے آپ فرماتے ہیں۔

اندھی تقلید کے طور پر ان کے مزار کے بعض مجاوروں کو دیکھا کہ اب تک بالیاں، کڑے، جوشن پہنتے ہیں، یہ گمراہی ہے صوفی صاحب تحقیق اور ان کا مقلد زندیق۔

(الملفوظ دوم، ص ۳۷۹۔ تخریج شدہ ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ، دہلی)

...شبہ کا ازالہ

...ذوب جب اللہ کا ولی ہے تو وہ نماز کیوں نہیں پڑھتے، دیگر احکام شرع کی ...ی کیوں نہیں کرتے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جو سچے مجذوب ہوتے ہیں وہ نماز پڑھتے اور شریعت ...رہ پر عمل بھی کرتے ہیں اگر چہ کوئی انہیں نماز وغیرہ پڑھتے ہوئے نہ دیکھے۔ جب ...ک آدمی مکلف ہے اس پر احکام شرع لازم ہیں، مجذوب چونکہ یادالٰہی میں اس طرح ...رق رہتے ہیں کہ انہیں کسی چیز کا ہوش نہیں رہتا، وہ اپنے تن من سے بے نیاز ہو ...تے ہیں اس لئے بظاہر ان پر شریعت کے احکام جاری نہیں ہوتے۔

...ذوب کی نماز اور قضیب البان کا واقعہ امام احمد رضا بریلوی یوں بیان فرماتے ہیں ...جب تک عقل تکلیفی باقی ہے نماز معاف نہیں، سچے مجاذیب بھی نماز نہیں ...تے اگر چہ لوگ انہیں پڑھتے نہ دیکھیں۔

کسی نے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت سیدی قضیب ...بان موصلی قدس سرہٗ کی شکایت کی کہ ان کو کبھی نماز پڑھتے نہ دیکھا، ارشاد فرمایا اس ...کچھ نہ کہو اس کا سر ہر وقت خانہ کعبہ میں سجود میں ہے۔

...تباہ

نماز جب تک عقل باقی ہے کسی وقت میں معاف نہیں، رمضان شریف کے ...روز ے حالت سفر میں یا مرض میں کہ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں اجازت ہے کہ قضا ...کرے، اسی طرح زکوٰۃ صاحب نصاب پر اور حج صاحب استطاعت پر فرض ہے لیکن ...نماز سب پر بہر حال فرض ہے۔ غرض نماز مرتے وقت تک معاف نہیں رب عزوجل ...فرماتا ہے

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (الحجر، ۹۹)

اے بندے اپنے رب کی عبادت کئے جا یہاں تک کہ تجھے موت آئے۔

ایک صاحب صالحین سے تھے بہت ضعیف ہوئے پنج گانہ مسجد کی حاضری نہ
چھوڑتے، ایک شب عشاء کی حاضری میں گر پڑے چوٹ آئی بعد نماز عرض کی الٰہی
اب میں بہت ضعیف ہوا بادشاہ اپنے بوڑھے غلاموں کو خدمت سے آزاد کر دیتے ہیں
مجھے آزاد فرما، ان کی دعا قبول ہوئی مگر یوں کہ صبح اٹھے تو مجنون تھے۔ یعنی جب تک
عقل تکلیفی باقی ہے نماز معاف نہیں۔

(الملفوظ دوم، ص ۳۸۱۔۳۸۲ تخریج شدہ۔ ایڈوانس پرنٹنگ، دہلی)

ولی کے کلمات سکر کا حکم

بعض اکابر اولیائے کرام سے کچھ کلمات ایسے صادر ہوئے جو بظاہر خلاف
شریعت ہیں اس میں ان کو معذور رکھا جاتا ہے اور ان کلمات کی تاویل کی جاتی ہے، اگر
کوئی اس زمانہ میں ایسے الفاظ کہے اور اس کی ولایت ثابت ہو تو اس کو بھی معذور رکھا
جائے گا۔ غیر ولی جس کی ولایت ثابت نہیں وہ اگر خلاف شریعت کلمات کہے اسے
ہرگز معذور نہیں رکھا جائے گا ورنہ شریعت بازیچہ اطفال بن جائے گی جو چاہے اپنی
مرضی سے کچھ بک دے گا پھر کہے گا کہ ہم نے سکر و مدہوشی میں ایسا کہا ہے۔ لہٰذا بظاہر
خلاف شرع کلمات میں صرف ولی کو معذور رکھا جائے گا غیر ولی کو نہیں۔

شریعت مطہرہ سے آزادی کا نام تصوف و طریقت نہیں بلکہ شریعت کی پیروی اور
اتباع رسول کا نام تصوف ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ طریقت عین شریعت ہے،
شریعت و طریقت دونوں ایک ہیں، دونوں میں کوئی تخالف و تضاد نہیں ہے۔ احکام
شرع ہر شخص پر لازم و عائد ہوتے ہیں خواہ وہ ولی ہو یا غیر ولی ہر مکلّف پر اسلامی قوانین
کی پیروی لازم ہے۔ ولی سے جو بات خلاف شرع صادر ہوتی ہے وہ ظاہر کے اعتبار
سے ہوتی ہے ورنہ بباطن وہ خلاف شریعت نہیں ہوتی۔ ہاں اگر ظاہر و باطن دونوں
اعتبار سے بات خلاف شرع ہو تو کسی طرح کی معافی نہیں دی جائے گی جیسا کہ سرمد،
منصور کے واقعات اس پر شاہد ہیں۔

...ہوت ولایت کے طریقے اور غیر ولی کو خلاف شرع بات میں معذور نہ رکھنے

...ے میں امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں

...ہوت ولایت کا طریقہ یہ ہے کہ اطباق ائمہ کا، علماء کا، جمہور کا، سواد اعظم کا ہو، ...عظم جس کو ولی مان رہا ہے وہ بیشک ولی ہے۔ اور اگر یہ شرط نہ لگائی جائے بلکہ ...کسی کو بھی خلاف شریعت الفاظ بکتے سنئے اس کو معذور رکھئے تو ہر شرابی، ہر بھنگڑ جو ...ہک دے گا اور کہہ دے گا کہ ہم نے حالت سکر میں ایسا کہا۔ شریعت بالکل ...م ہو جائے گی۔ (الملفوظ سوم، ص ۵۷ تخریج شدہ۔ ایڈوانس پرنٹنگ دہلی)

...تصوف کا بال بڑھانا

...بعض صوفی بننے والے اور طریقت وتصوف کے دعویدار عورتوں کے مثل لمبے ...ل رکھتے اور اسے اپنے پیر وصوفی ہونے کی علامت بھی قرار دیتے ہیں، بعض لوگ ...طرح بال بڑھا کر اپنے کو ملنگ کہتے کہلواتے ہیں۔ اگر کوئی امر بالمعروف کے طور ...انہیں ایسے بال رکھنے سے منع کرے تو وہ اس پر حضرت گیسو دراز بندہ نواز رحمۃ اللہ ...علیہ کو دلیل میں پیش کرتے ہیں کہ ان کے بھی گیسو دراز تھے اور اگر ان کے لئے ...جائز تھا تو ہمارے لئے بھی جائز وروا ہے، ان کے لئے تو جائز مانیں مگر ہمارے لئے ...جائز کیوں؟ ان کا یہ استدلال سرتاسر غلط ہے۔

اولاً۔ اس لئے کہ کسی کا کوئی فعل شریعت میں قابل استناد وحجت نہیں۔

ثانیاً۔ حضرت گیسو دراز کا گیسو ایک عظیم واقعہ کی یادگار تھا، انہوں نے از راہ شوق ...کے لئے نہیں بلکہ یادگار ہونے کی وجہ سے برکت کے لئے رکھا تھا، اسے عورتوں ...سے بھی کوئی نسبت نہیں ہے۔

ثالثاً۔ حضرت گیسو دراز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تمام بال لمبے نہیں تھے صرف ایک ...گیسو دراز تھا۔ جو لوگ ان کا اتباع کرتے اور اپنے ناجائز فعل میں ان کو سند میں پیش ...کرتے ہیں ان کا ایک گیسو لمبا نہیں ہوتا تمام بال عورتوں کے مثل لمبے اور خلاف شرع

ہوتے ہیں۔

لہٰذا جو لوگ اپنے بال بڑھا کر حضرت گیسو دراز کو دلیل بناتے ہیں وہ کسی طرح درست نہیں، نہ ان کا یہ فعل شریعت وصوفیت کے مطابق، نہ طریقت میں ایسا کرنا روا، جس بات میں غیروں سے تشبہ ہو اس سے بچنا فرض ہے۔

ایک مجلس میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ سے پوچھا گیا، اکثر بال بڑھانے والے لوگ حضرت گیسو دراز کو دلیل لاتے ہیں، کیا ایسا کرنا درست ہے؟

آپ نے فرمایا۔ جہالت ہے۔

حضرت سیدی محمد گیسو دراز قدس سرہٗ نے تشبہ نہ کیا تھا، ایک گیسو محفوظ رکھا تھا اور اس کے لئے ایک وجہ خاص تھی کہ اکابر علماء واجلہ سادات سے تھے جوانی کی عمر میں سادات کی طرح شانوں تک دو گیسو رکھتے تھے کہ اس قدر شرعاً جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے۔

ایک بار سرراہ بیٹھے تھے حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سواری نکلی، انہوں نے اٹھ کر زانوئے مبارک پر بوسہ دیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا، سید فروتر ک، سید اور نیچے بوسہ دو، انہوں نے پائے مبارک پر بوسہ لیا، فرمایا سید فروتر ک، انہوں نے گھوڑے کے سم پر بوسہ دیا، ایک گیسو کہ رکاب مبارک میں الجھ گیا تھا وہیں الجھا رہا اور رکاب سے سم تک بڑھ گیا۔ حضرت نے فرمایا سید فروتر ک، انہوں نے ہٹ کر زمین پر بوسہ دیا۔ گیسو رکاب مبارک سے جدا کر کے حضرت تشریف لے گئے۔ لوگوں کو تعجب ہوا کہ ایسے جلیل سید، اتنے بڑے عالم نے زانو پر بوسہ دیا اور حضرت راضی نہ ہوئے اور نیچے بوسہ دینے کو حکم فرمایا، انہوں نے پائے مبارک کو بوسہ دیا، اور نیچے کو حکم فرمایا، گھوڑے کے سم پر بوسہ دیا اور نیچے کو حکم فرمایا یہاں تک کہ زمین پر بوسہ دیا۔ یہ اعتراض حضرت سید گیسو دراز نے سنا فرمایا لوگ نہیں جانتے کہ میرے شیخ نے ان چار بوسوں میں کیا عطا فرما دیا۔

● جب میں نے زانوئے مبارک پر بوسہ دیا عالم ناسوت منکشف ہو گیا۔

- جب پائے اقدس پر بوسہ دیا عالم ملکوت منکشف ہوا۔
- جب گھوڑے کے سم پر بوسہ دیا عالم جبروت منکشف تھا۔
- جب زمین پر بوسہ دیا لاہوت کا انکشاف ہوگیا۔

اس ایک گیسو کو کہ ایسی جلیل نعمت کی یادگار تھا اور اسے ایسی تجلی رحمت نے بڑھایا ...دراز شوایا اسے تشبہ سے کیا علاقہ، عورتوں کا ایک گیسو بڑا نہیں ہوتا نہ اتنا دراز اور اس ...معلولار کھنے میں یہ راز۔

حضرت گیسو دراز نے ایک گیسو اس واقعہ کی یادگار اور برکت کے لئے دراز رکھا ...آ مراس کے لئے ان کے پاس شریعت کی کون سی دلیل یا کون سی سند تھی؟

اس شبہ کا ازالہ کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں

اس کی سند ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فعل ہے، جب حضور اقدس صلی اللہ ...تعالیٰ علیہ وسلم نے طائف شریف فتح فرمایا اذان ہوئی بچوں نے اس کی نقل کی، ان ...میں ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے ان کی آواز بہت اچھی تھی، حضور نے آپ کو ...بلایا اور سر پر دست مبارک رکھا اور ان کو مؤذن مقرر فرما دیا، ماں نے برکت کے لئے ...پیشانی کے ان بالوں کو جن پر دست اقدس رکھا گیا تھا محفوظ رکھا جس وقت بال کھولے ...جاتے تو زمین پر آجاتے تھے۔

پھر فرماتے ہیں

اسے بھی تشبہ سے کچھ علاقہ نہیں، عورتیں فقط پیشانی کے بال نہیں بڑھاتیں اور ان کا محفوظ رکھنا اس برکت کے لئے تھا۔

انتباہ

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بکثرت احادیث صحیحہ میں ان مردوں پر لعنت فرمائی ...ہے جو عورتوں سے مشابہت پیدا کریں اور ان عورتوں پر جو مردوں سے۔ اور تشبہ کے لئے ہر بات میں پوری وضع بنانا ضرور نہیں ایک ہی بات میں مشابہت کافی ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک عورت کو ملاحظہ فرمایا کہ مردوں کی

طرح کندھے پر کمان لٹکائے جا رہی ہے اس پر بھی یہی فرمایا کہ ان عورتوں پر لعنت جو مردوں سے تشبہ کریں۔ (الترغیب والترہیب ۳، ص ۱۰۳۔ الترھیب من تشبہ الرجل البابی مصر)

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک عورت کو مردانہ جوتا پہنے دیکھا اس پر یہی حدیث روایت فرمائی کہ مردوں سے تشبہ کرنے والیاں ملعون ہیں۔

(ابوداؤد ۲، ص ۵۶۶ باب فی لباس النساء۔ کتاب اللباس)

جب صرف جوتے یا کمان لٹکانے میں مشابہت موجب لعنت ہے تو عورتوں کے سے بال بڑھانا اس سے سخت تر موجب لعنت ہوگا کہ وہ ایک خارجی چیز ہیں اور یہ خاص جزو بدن، تو شانوں سے نیچے گیسو رکھنا بحکم احادیث صحیحہ ضرور موجب لعنت ہے اور چوٹی گندھوانا اور زیادہ اور اس میں مباف ڈالنا اور اس سے سخت تر۔

(الملفوظ دوم، ص ۳۰۴ تخریج شدہ۔ ایڈوانس پرنٹنگ دہلی)

خضر کی تحقیق

حضرت خضر کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ نبی ہیں یا ولی، وہ خضر جو صاحب موسیٰ علیہما الصلاۃ والسلام ہیں اگرچہ ان کے نبی ہونے میں اختلاف ہے مگر مذہب صحیح یہ ہے کہ وہ نبی ہیں۔ اس قول کی بناء پر حضرت خضر علیہ الصلاۃ والسلام جملہ اولیاء سے افضل ہیں کیونکہ کوئی بڑا سے بڑا ولی کسی بھی نبی سے افضل نہیں ہوسکتا۔ بعض لوگ خضر کو ولی کہتے ہیں اس قول کی بناء پر وہ بعض اولیاء سے افضل ہو سکتے ہیں مگر جملہ اولیاء بلکہ اولیائے زمانہ سے بھی افضل ہونا ضروری نہیں کیونکہ ہر دورے میں خضر کے نام سے ایک ولی ہوتا ہے، یہ اس کا منصبی نام ہوتا ہے ذاتی نہیں یعنی اس دورے کے ولی کا نام کچھ بھی ہو مگر اسے خضر کہا جائے گا۔

خضر کی تحقیق کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

اولیائے کرام قدست اسرارہم کو اس میں اختلاف ہے کہ یہ حضرت خضر جو اکثر اکابر سے ملاقی ہوتے ہیں آیا وہ خضر موسیٰ علیہما الصلاۃ والسلام ہیں جن کی نبوت میں

اختلاف ہے اور صحابیت میں شبہ نہیں یا ہر دورے میں ایک ولی بنام خضر ہوتا ہے یعنی مناصب ولایت سے ایک عہدے کا نام ''خضر'' ہے کہ جو اس عہدے پر قائم ہوگا اسی نام سے پکارا جائے گا۔ جیسے غوث کا نام عبد اللہ وعبد الجامع اور اس کے دونوں وزیر دست چپ وراست کا نام عبد الملک وعبد الرب جن کو امامین کہتے ہیں، اوتاد اربعہ کا نام عبد الرحیم وعبد الکریم وعبد الرشید وعبد الجلیل، یونہی جو عہدۂ نقابت پر ہوا سے ''خضر کہا جائے گا اس کا اپنا نام کچھ ہو۔ صوفیائے کرام کی ایک عظیم جماعت اسی قول پر ہے اور بہت حکایات سے اس کا پتہ ملتا ہے۔ حافظ الحدیث امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی قول کی تائید کی ''اصابہ فی تمییز الصحابۃ'' میں فرماتے ہیں۔

قول بعضهم ان لکل زمان خضرا و انه نقیب الاولیاء و کلمامات نقیب اقیم نقیب بعده مکانه ویسمی الخضر، و هذا قول تدا ولته جماعة من الصوفیة من غیر نکیر بینهم ولا یقطع مع هذا بان الذی ینقل عنه انه الخضر هو صاحب موسیٰ علیهما الصلاة والسلام بل هو خضر ذلک الزمان، ویؤیده اختلافهم فی صفته فمنهم من یراه شیخا او کهلا او شابا وهو محمول علی تغایر المرئی و زمانه.

(الاصابہ فی تمییز الصحابۃ ا،ص ۴۳۳، ذکر خضر صاحب موسی۔ دار صادر بیروت)

بعض اولیاء کا قول کہ ہر زمانے کے لئے ایک خضر ہوتا ہے اور وہ نقیب اولیاء ہوتا ہے، جب ایک نقیب کا وصال ہو جائے تو اس کی جگہ کوئی اور نقیب مقرر کر دیا جاتا ہے جس کو خضر کہا جاتا ہے، صوفیہ کی ایک جماعت اسی قول پر ہے اس کے بارے میں کوئی اختلاف وانکار نہیں ہے، اس قول کی موجودگی میں اس پر یقین نہیں کیا جا سکتا کہ اعتراض میں منقول خضر سے مراد وہی خضر ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے ساتھی ہیں بلکہ اس سے مراد اس زمانے کا خضر ہے۔ اور صفت خضر کے بارے میں دیکھنے والوں کا اختلاف بھی اس قول کا مؤید ہے چنانچہ کسی نے ان کو بوڑھا، کسی نے ادھیڑ عمر والا اور کسی نے جوان دیکھا، یہ دکھائی دینے والے اور اس کے زمانے کے تغایر

پرمحمول ہے۔(ت)

خضر کے نام سے جو ولی ہے اس کا جمیع اولیاء درکنار اپنے دورے کے اولیاء سے بھی افضل ہونا ضرور نہیں بلکہ افضل نہ ہونا ضرور ہے۔ غوث بالیقین اس سے افضل ہوتا ہے کہ وہ اپنے دورے میں سلطان کل اولیاء ہے۔ یونہی امامین، یونہی افراد، یونہی اوتاد، یونہی بدلا، یونہی ابدال کہ یہ سب یکے بعد دیگرے باقی اولیائے دورہ سے افضل ہوتے ہیں۔

امام عبد الوہاب شعرانی قدس سرہٗ کتاب ''الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر''میں فرماتے ہیں۔

ان اکبر الاولیاء بعد الصحابة رضی الله تعالیٰ عنهم القطب ثم الافراد علی خلاف فی ذلک ثم الامامان ثم الاوتاد ثم الابدال.

(الیواقیت والجواہر۲،ص:۴۴۶ بحث ۴۵ التراث العربی بیروت)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بعد سب سے بڑا ولی قطب ہوتا ہے پھر افراد، اس میں اختلاف ہے، پھر امامان، پھر اوتاد، پھر ابدال۔

اس کے بعد امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ

ابدال سے مراد سات بدلاء ہیں، دلیل سے یہی ثابت ہے کہ ابدال سات ہیں نہ زیادہ ہوتے ہیں نہ کم، اور یہی بدلاء ہیں، ہاں ابدال چالیس بلکہ ستر ہیں۔

(فتاوی رضویہ مترجم ج ۳۰،ص:۸۶۔ پوربندر)

اولیاء کے باطنی کلمات حق ہیں

بعض اولیاء اور مجاذیب کے کلمات میں باطنی پہلو غالب ہوتا ہے اس لئے ان کی توضیح و تفہیم کے لئے رائے زنی اور قیاس آرائیاں درست نہیں کیونکہ وہ اپنے کلام سے جو باطنی پہلو مراد لیتے ہیں وہ حق و درست ہوتا ہے ہر انسان کے فکر وفہم کی رسائی وہاں تک نہیں ہوسکتی۔ یہی وجہ ہے کہ علماء نے کلمات اولیاء کی تاویلات کیں اور انہیں

...ور رکھا ہے اور کبھی اہل ظاہر نے ان پر حکم شرع بھی صادر کیا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

● امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، علمائے مصر جمع ہو کر ...ک مجذوب کی زیارت کو گئے انہوں نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا۔

مرحبا بعبید عبدی

مرحبا میرے بندے کے بندے کو

سب پریشان ہو کر لوٹ آئے، ایک صاحب جامع ظاہر و باطن سے ملے اور ...یت کی، انہوں نے فرمایا: ٹھیک تو ہے تم سمجھتے نہیں، تم خواہش نفس کے بندے ہو رہے ہو اور انہوں نے خواہش نفس کو اپنا بندہ کرلیا ہے تو ان کے بندے کے بندے ہوئے۔

● محمد شاہ بادشاہ دہلی کے حضور مجمع علماء تھا، اولیا کی طرف منسوب بعض کلمات پر ...رائے زنی ہو رہی تھی، ہر ایک اپنی سی کہتا اور اعتراض کرتا، ایک صاحب کہ اس ...جماعت میں سب سے زیادہ علم والے تھے خاموش تھے بادشاہ نے عرض کی آپ کچھ ...نہیں فرماتے، فرمایا یہ سب صاحب میرے ایک سوال کا جواب دیں تو میں کچھ کہوں، ...سب ان عالم کی طرف متوجہ ہوئے انہوں نے فرمایا آپ حضرات بولی کتے کی سمجھتے ...ہیں؟ سب نے کہا نہ، کہا بلی کی؟ کہا نہ، کہا سبحان اللہ! تم مقر ہو کہ ارذل خلق اللہ کی ...بولی تم نہیں سمجھتے، اولیاء کہ افضل خلق ہیں ان کا کلام کیونکر سمجھ لوگے۔

(فتاوی رضویہ مترجم ج ۳۰، ص: ۸۹۔ پوربندر)

کرامت و فیض میں فرق

● کرامت خرق عادت ہے کہ ولی سے صادر ہو۔ اور فیض و برکات اور ...نورانیت کا دوسرے پر القا فرمانا ہے۔ یہ القا اگر برخلاف عادت ہو تو فیض بھی ہے اور کرامت بھی۔

جیسے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک نصرانی کے گھر تشریف

لے جا کر اسے سوتے سے جگا کر کلمہ پڑھنے کا حکم دیا اس نے فوراً پڑھ لیا، فرمایا فلاں جگہ کا قطب مر گیا ہے ہم نے تجھے قطب کیا

نیز ایک بار ایک نصرانی کو کلمہ پڑھا کر اسی وقت ابدال میں سے کر دیا۔

● اور اگر موافق عادت تربیت و ریاضات و مجاہدات سے ہو تو فیض ہے کرامت نہیں، اور اگر خلاف عادت غیر القائے مذکور ہو جیسے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارہا مردے کو زندہ، زندہ کو مردہ فرما دیا، تو کرامت ہے فیض نہیں۔

(فتاوی رضویہ مترجم ج ۲۶، ص: ۵۶۴۔ پور بندر)

صحابہ کا مقام فنا و بقا

اولیائے امت میں بڑے بڑے اولیائے کرام گزرے ہیں، ان کے مراتب و مدارج کے فرق کو رب عزوجل ہی جانتا ہے ہمیں صرف یہ معلوم ہے کہ یہ حضرات بارگاہ عزت میں مقرب و محبوب ہیں، انہیں وہ بلند مقام حاصل ہے جو عام مومنین کو حاصل نہیں مگر ولی خواہ کتنا ہی بڑا اور صاحب کمال ہو وہ کسی صحابی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اصحاب رسول کو یہ رتبہ حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھنے کے سبب سے عطا فرمایا ہے۔ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے بعد صحابہ کا پھر امت کے اولیائے عظام کا مرتبہ ہے۔ شرف صحابیت میں تمام صحابہ برابر ہیں البتہ فضیلت جزئی میں ان کے آپس میں فرق مراتب ضرور ہے لیکن علی الاطلاق جملہ صحابہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو فضیلت و بزرگی حاصل ہے وہ کسی اور کو حاصل نہیں۔ یوں ہی کشف و مشاہدۂ باطن اور فنا و بقا میں خود صحابہ کے درمیان تو فرق ہو سکتا ہے مگر اولیائے امت کی نسبت سے وہ سب سے بڑھ کر اور افضل ہیں، صحابہ کے مقام فنا و بقا کو کوئی ولی نہیں پا سکتا۔

صحابہ کے مقام فنا و بقا سے متعلق ایک مقام پر امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں۔

تمام اجلہ صحابہ کرام مراتب ولایت میں اور خلق سے فنا اور حق میں بقا کے مرتبہ میں

اپنے ماسوا تمام اکابر اولیائے عظام سے وہ جو بھی ہوں افضل ہیں اور ان کی شان ارفع و اعلیٰ ہے اس سے کہ وہ اپنے اعمال سے غیر اللہ کا قصد کریں، لیکن مدارج متفاوت ہیں اور مراتب ترتیب کے ساتھ ہیں اور کوئی شئی کسی شئی سے کم ہے اور کوئی فضل کسی فضل کے اوپر ہے اور صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام وہاں ہے جہاں نہایتیں ختم اور غایتیں منقطع ہو گئیں کیونکہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیشواؤں کے پیشوا اور تمام کی لگام تھامنے والے اور ان کا مقام صدیقیت سے بلند اور تشریع نبوت سے کمتر ہے ان کے درمیان اور ان کے مولائے اکرم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان کوئی نہیں۔

(الزلال الانقی، مشمولہ فتاوی رضویہ مترجم ۲۸، ص: ۶۸۳۔ پوربندر)

منصور حلاج کے انا الحق کی حقیقت

بعض اولیائے کرام عشق الٰہی اور ذکر و فکر کی بناء پر بحر توحید میں مستغرق رہتے ہیں ایسے وقت میں انہیں اللہ کے سوا کچھ نظر نہیں آتا، زبان و دل سے اللہ ہی اللہ کا ورد ہوتا ہے۔ بسا اوقات استغراق و بے خودی میں ان سے بظاہر ایسے الفاظ نکل جاتے ہیں جن پر علمائے ظاہر کے نزدیک حکم سخت ہوتا ہے، علمائے باطن استغراق حال کے سبب سے انہیں معذور جانتے ہیں۔

● اس قسم کا ایک واقعہ حسین بن منصور حلاج سے صادر ہوا کہ وہ درحقیقت ''اَنَا لَہُ حَقٌّ'' کہتے تھے مگر ان کی آزمائش و ابتلا کے لئے سامعین کی فہم میں ''انا الحق'' آیا جس پر حکم شرع پورا کیا گیا۔

● دوسرا واقعہ حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے کہ وہ استغراقی حالت میں ''سبحانی ما اعظم شانی'' کہا کرتے تھے اس کے بارے میں جب ان سے کہا گیا تو فرمایا کہ یہ میں نہیں کہتا بلکہ وہ کہتا ہے جسے یہ کہنا لائق و زیبا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں

حضرت سیدی حسین بن منصور حلاج قدس سرہٗ جن کو عوام منصور کہتے ہیں، منصور

ان کے والد کا نام تھا اور ان کا اسم گرامی حسین، اکابر اہل حال سے تھے۔ ان کی ایک بہن ان سے بدر جہا مرتبہ ولایت ومعرفت میں زائد تھیں، وہ آخر شب کو جنگل تشریف لے جاتیں اور یاد الٰہی میں مصروف ہوتیں۔ ایک روز حضرت حسین منصور کی آنکھ کھلی اور بہن کو نہ پایا شیطان نے شبہ ڈالا دوسری رات قصداً جاگتے رہے جب وہ اپنے وقت معمول پر اٹھ کر باہر چلیں یہ آہستہ آہستہ اٹھ کر پیچھے ہو لئے وہ جنگل میں پہنچیں اور عبادت میں مشغول ہوئیں، یہ پیڑوں کی آڑ میں چھپے دیکھتے تھے، قریب صبح انہوں نے دیکھا کہ آسمان سے سونے کی زنجیر میں یاقوت کا جام اترا اور وہ ان کی بہن کے دہن مبارک کے پاس آ گیا انہوں نے پینا شروع کیا، یہ بے چین ہوئے اور چلا کر کہا بہن تمہیں خدا کی قسم تھوڑا میرے لئے بھی چھوڑ دو، انہوں نے صرف ایک جرعہ ان کے لئے چھوڑا جس کے پیتے ہی ان کو ہر شجر و حجر و در و دیوار سے آواز آنے لگی کہ کون اس کا زیادہ احق ہے کہ ہماری راہ میں قتل کیا جائے، یہ اس کا جواب دیتے "**اَنَــا لَا حَقُّ**" بیشک میں احق ہوں۔ لوگوں نے کچھ سنا اور جو منظور تھا واقع ہوا۔

بایزید بسطامی کے سبحانی ما اعظم شانی کہنے کا راز

حضرت سیدنا بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب "**سبحانی ما اعظم شانی**" کہا اس پر لوگوں نے اعتراض کیا، پہلے تو آپ نے فرمایا کہ میں یہ نہیں کہتا ہوں کیونکہ استغراق ختم ہونے کے بعد آپ کو معلوم نہ ہوتا کہ اس حالت میں کیا کہا تھا جب سائلوں نے اصرار کیا، فرمایا میں نہیں کہتا وہ فرماتا ہے جسے فرمانا زیبا ہے۔ سائلوں نے اس پر دلیل چاہی فرمایا تم سب ایک ایک خنجر ہاتھ میں لے کر بیٹھ جاؤ اور جس وقت مجھے ایسا کہتے سنو بے تامل خنجر مارو کہ ایسے قائل کی سزا قتل ہے، انہوں نے ایسا ہی کیا جب حضرت پر حالت وارد ہوئی اور وہی کلمہ نکلا ان سب نے بے مہابا خنجر مارے، جس نے جس جگہ کے قصد پر خنجر مارا تھا خود اسی کے اسی جگہ لگا، جب حضرت کو افاقہ ہوا ملاحظہ فرمایا کہ وہ سب گھائل پڑے ہیں، فرمایا میں نہ کہتا تھا کہ میں نہیں کہتا وہ

کہنا ہے جس کا کہنا بجا ہے۔

یہ دونوں واقعے لکھ کر امام احمد رضا بریلوی نے ایک عارف ربانی کی حیثیت سے جو توضیح پیش کی ہے وہ اہل نظر کے لیے باعث اطمینان ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

سیدنا موسیٰ کلیم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والتسلیم نے کوہ طور پر اس درخت میں سے ندا سنی کہ

یٰمُوْسٰٓی اِنِّیْٓ اَنَا اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ (القصص، ۳۰)

اے موسیٰ بیشک میں ہی ہوں اللہ رب سارے جہان کا۔ (کنزالایمان)

کیا یہ درخت نے کہا تھا، نہیں بلکہ رب العلمین نے درخت پر تجلی فرمائی اور حضرت کلیم کو اس میں سے ندا مسموع ہوئی۔ کیا وہ ایک درخت پر تجلی فرما سکتا ہے اور بایزید پر نہیں، کیا محال ہے کہ بایزید پر تجلی کرے اور سبحانی ما اعظم شانی اور لوگوں کو ان میں سے ندا آئے؟

حضرت مولوی معنوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں، ایک جن جس پر تسلط کرتا ہے اس کی زبان سے کلام کرتا ہے، اس کے جوارح سے کام کرتا ہے، کیا تمہارے نزدیک رب عزوجل ایسا نہیں کرسکتا؟ کلام اس کا ہے اور زبان بایزید کی، بایزید شجرۂ موسیٰ ہیں اور متکلم وہ جس نے فرمایا انی انا اللہ رب العلمین.

(فتاوی رضویہ قدیم ۱۲، ص ۱۹۷۔ رضا اکیڈمی بمبئی)

ابدال کون ہیں

اولیائے کرام کے رتبے اور درجات یکساں نہیں ان کے مدارج و مراتب میں نمایاں فرق ہے، اس فرق کو ہر شخص اپنے علم و معلومات کی بنیاد پر نہیں جان سکتا اسے بارگاہ الٰہی کے مقربین اور مخصوص بندے ہی جانتے ہیں۔ چونکہ یہ مقام و اوصاف انہیں من جانب اللہ عطا ہوتے ہیں اس لئے اس کی عطا و فیض کے بغیر اس کا ادراک کوئی نہیں کرسکتا۔ اولیائے کرام کے اقسام مختلف اور ان کے کام خدمت جداگانہ ہیں،

بعض کو نظام کائنات کا انتظام سپرد کیا جاتا ہے، بعض کے ذمے پانی برسانا اور بلائیں دفع کرنا وغیرہ امور ہوتے ہیں۔ ان میں سے جن کو ابدال کہا جاتا ہے ہر وقت ہر زمانے میں ان کی تعداد تیس، چالیس یا ستر رہتی ہے، ان کے ذریعہ مخلوقات کی حاجت برآری ہوتی ہے اور وہ امور دین و دنیا کو سنبھالتے ہیں پانی ان کے ذریعہ برستا ہے، ان کے سبب سے رزق دیا جاتا ہے، ان کے واسطے سے فریاد سنی جاتی ہے۔ وغیرہ۔

ابدال کی تعداد، ان کے کام اور امور دارین سے متعلق امام احمد رضا بریلوی نے جو حدیثیں پیش فرمائی ہیں وہ یہ ہیں۔

حدیث ۱: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

الابدال فی امتی ثلثون بھم تقوم الارض وبھم تمطرون وبھم تنصرون. (کنز العمال ۱۲، ص:۱۸۶ حدیث ۳۴۵۹۳۔ الرسالۃ بیروت)

ابدال میری امت میں تیس ہیں انہیں سے زمین قائم ہے انہیں کے سبب تم پر بارش اترتی ہے، انہیں کے باعث مدد ملتی ہے۔

حدیث ۲: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

ابدال شام میں ہیں اور وہ چالیس ہیں جب ایک مرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے دوسرا قائم کرتا ہے۔

یسقی بھم الغیث و ینتصر بھم علی الاعداء ویصرف عن اھل الشام بھم العذاب. (مسند احمد بن حنبل ا، ص:۱۱۲ عن علی۔ الاسلامی بیروت)

انہیں کے سبب مینہ دیا جاتا ہے، انہیں سے دشمنوں پر مدد ملتی ہے، انہیں کے باعث شام والوں سے عذاب پھیرا جاتا ہے۔

دوسری روایت یوں ہے

یصرف عن اھل الارض البلاء والغرق.

(تاریخ دمشق الکبیر ا، ص:۲۱۳ ان الشام یکون الابدال۔ التراث العربی بیروت)

انہیں کے سبب اہل زمین سے بلاء اور غرق دفع ہوتا ہے۔

حدیث۳: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، ابدال شام میں ہیں **بهم ينصرون و بهم يرزقون.** (معجم کبیر ۱۸، ص ۶۵ حدیث ۱۲۰، الفیصلیہ بیروت)

وہ انہیں کی برکت سے مدد پاتے ہیں اور انہیں کے وسیلہ سے رزق۔

حدیث۴: حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

لن تخلو الارض من اربعين رجلا مثل ابراهيم خليل الرحمن فبهم تسقون و بهم تنصرون.

(کنز العمال ۱۲، ص: ۱۸۸ حدیث ۳۴۶۰۳ الرسالۃ بیروت)

زمین ہرگز خالی نہ ہوگی چالیس اولیاء سے کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کے پرتو پر ہوں گے انہیں کے سبب تمہیں مینہ ملے گا اور انہیں کے سبب مدد پاؤ گے۔

حدیث۵: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

لن تخلو الارض من ثلثين مثل ابراهيم بهم تغاثون وبهم ترزقون وبهم تمطرون. (کنز العمال ۱۲، ص: ۱۸۷ حدیث ۳۴۶۰۲ الرسالۃ بیروت)

ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والثناء سے خوبو میں مشابہت رکھنے والے تیس شخص زمین پر ضرور رہیں گے، انہیں کی بدولت تمہاری فریاد سنی جائے گی اور انہیں کے سبب روزی پاؤ گے اور انہیں کی برکت سے بارش دیئے جاؤ گے۔

حدیث۶: حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

لايزال اربعون رجلا من امتى قلوبهم على قلب ابراهيم يدفع الله بهم عن اهل الارض يقال لهم الابدال.

(حلیۃ الاولیاء ۴، ص ۱۷۳، ترجمہ ۲۶۳ العربی بیروت)

میری امت میں چالیس مرد ہمیشہ رہیں گے کہ ان کے دل ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے دل پر ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کے سبب زمین والوں سے بلا دفع کرے گا ان کا لقب ابدال ہوگا۔

حدیث۷: حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

لایزال اربعون رجلا یحفظ الله بهم الارض کلمامات ر
ابدل الله مکانه آخر وهم فی الارض کلها

(کنزالعمال ۱۲، ص ۱۹۱ حدیث ۳۴۶۱۴ الرسالۃ

چالیس مرد قیامت تک ہوا کریں گے جن سے اللہ تعالیٰ زمین کی حفاظت
جب ان میں ایک انتقال کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے دوسرا قائم فرمائے گا اور
ساری زمین میں ہیں۔

حدیث ۸: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

بیشک اللہ تعالیٰ کے لئے خلق میں تین سو اولیاء ہیں کہ ان کے دل قلب آدم پر ہیں
اور چالیس کے دل قلب موسیٰ، اور سات کے قلب ابراہیم، اور پانچ کے قلب جبریل
اور تین کے قلب میکائیل، اور ایک کا دل قلب اسرافیل پر ہے۔ علیہم الصلاۃ والسلام
جب وہ ایک مرتا ہے تین میں سے کوئی اس کا قائم مقام ہوتا ہے، اور جب ان
میں سے کوئی انتقال کرتا ہے تو پانچ میں سے اس کا بدل کیا جاتا ہے اور پانچ والے کا
عوض سات اور سات کا چالیس اور چالیس کا تین سو اور تین سو کا عام مسلمین سے۔

فیهم یحیی و یمیت و یمطر و ینبت و یدفع البلاء

انہیں تین سو چھپن اولیاء کے ذریعہ سے خلق کی حیات، موت، مینہ کا برسنا،
نباتات کا اگنا، بلاؤں کا دفع ہونا ہوا کرتا ہے۔

(حلیۃ الاولیاء ۱، ص:۹ مقدمۃ الکتاب العربی بیروت)
(الامن والعلی، رضا اکیڈمی)

بعض قراء قرآن ابدال کے مثل ہیں

ابدال واوتاد اور اولیائے کرام کے ذریعہ سے بارش اترتی، بلائیں دفع ہوتیں اور
مخلوق کو ان کے سبب سے رزق دیا جاتا ہے اسی طرح وہ قاری قرآن جس نے قرآن
پڑھا، قرآن سے دل کی بیماریوں کا علاج کیا، رات رات بھر جاگ کر عبادت الٰہی
لایا، تلاوت قرآن کے وقت نرم آواز سے رویا تو وہ مرتبے میں ابدال کے مثل ہے اس

ذریعہ سے بھی اللہ تعالیٰ مخلوق کو فائدہ پہنچاتا اور امان عطا فرماتا ہے۔ (مرتب)

حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

قرأ القران ثلثة (فذكر الحديث الى ان قال) و رجل قرأ القران فوضع دواء القرآن على داء قلبه فاسهر به ليله و اظماء به نهاره و قاموا فى مساجد هم و احبوا به تحت برانسهم فهو لاء يدفع الله بهم البلاء و يزيل من الاعداء و ينزل غيث السماء فو الله هولاء من قراء القران اعز من الكبريت الاحمر.

(شعب الایمان ۲، ص:۵۳۱ حدیث ۲۶۲۱ العلمیۃ بیروت)

تین قسموں کے آدمیوں نے قرآن پڑھا (دو قسمیں دنیا طلب و بے عمل قاری بیان کر کے فرمایا) ایک وہ شخص جس نے قرآن عظیم پڑھا اور دوا کو اپنے دل کی بیماری کا علاج بنایا تو اس نے اپنی رات جاگ کر اور اپنا دن پیاس یعنی روزے میں کاٹا اور اپنی مسجدوں میں قرآن کے ساتھ نماز میں قیام کیا اور اپنی زاہدانہ ٹوپیاں پہنے نرم آواز سے روئے، تو یہ لوگ وہ ہیں جن کے طفیل میں اللہ تعالیٰ بلا کو دفع فرماتا اور دشمنوں سے مال و دولت و غنیمت دلاتا اور آسمان سے مینہ برساتا ہے، خدا کی قسم قاریان قرآن میں ایسے لوگ گوگرد سرخ سے بھی کمیاب تر ہیں۔ (الامن والعلی، رضا اکیڈمی ممبئی)

افراد کون ہیں

اولیائے کرام کے مراتب میں ''فردیت'' ایک اعلیٰ اور عظیم مقام ہے جو غوثیت کے بعد ہے۔ افراد زیادہ تر عام لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل رہتے اور جماعت اولیاء کی نگہبانی کرتے ہیں، وہ دنیا اور دنیا والوں کے قریب نہیں جاتے، شراب محبت سے مست و بے خود، بحر توحید میں مستغرق اور فنا فی اللہ کی منزل میں فائز ہوتے ہیں۔

اولیائے کرام میں افراد کون لوگ ہیں اس کی وضاحت کرتے ہوئے ایک استفسار کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

افراد، اجلۂ اولیائے کرام سے ہوتے ہیں، ولایت کے درجات ہیں غوثیت کے

بعد فردیت۔

حضرت خضر علیہ السلام اور دوافراد

صحیح ومعتمد قول کے مطابق حضرت خضر علیہ الصلاۃ والسلام نبی ہیں جمہور کا
مذہب ہے کہ وہ نبی ہیں زندہ ہیں خدمت بحرانہیں سے متعلق ہے، اور الیاس علیہ
الصلاۃ والسلام خشکی میں ہیں۔ یوں تو ہر نبی زندہ ہے مگر چار نبی زندہ ہیں کہ ان کو
الھیہ ابھی آیا ہی نہیں، انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام پر ایک آن کو محض تصدیق وعدۂ الٰہیہ
کے لئے موت طاری ہوتی ہے بعد اس کے پھر ان کو حیات حقیقی حسی دنیوی عطا ہوتی
ہے۔ ان چاروں میں سے دو آسمان پر ہیں اور دو زمین پر ہیں۔

- حضرت خضر والیاس علیہما السلام زمین پر ہیں
- ادریس وعیسیٰ علیہما السلام آسمان پر ہیں

حضرت خضر والیاس علیہما الصلاۃ والسلام ہر سال حج میں جمع ہوتے، حج کرتے
ختم حج پر زمزم شریف کا پانی پیتے ہیں کہ وہ پانی ان کو سال بھر کے طعام وشراب سے
کفایت کرتا ہے۔

حضرت خضر والیاس علیہما الصلاۃ والسلام عام لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہ کر
مخلوق کی رہنمائی کرتے ہیں مگر اولیاء وافراد وغیرہ جو بارگاہ الٰہی کے مقربین ومخصوصین
ہیں ان سے کبھی کبھی ان کی ملاقات ہوا کرتی ہے۔ کوئی ولی حضرت خضر علیہ السلام کی
نظروں سے غائب نہیں رہ سکتا، جو اولیاء عام لوگوں کی نگاہوں سے مخفی رہتے ہیں انہیں
بھی حضرت خضر علیہ السلام کی نگاہ سے مخفی رہنے کی گنجائش نہیں ہے سوائے ان بعض افراد
زمانہ کے جو جوار رحمت نور الٰہی کی چادر میں ملبوس اور جلوۂ جاناں میں گم رہتے ہیں۔

دو افراد کے حضرت خضر سے ملنے اور نگاہ خضر سے ان کے غائب ہونے سے
متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

ایک صاحب اجلہ اولیائے کرام سے کسی نے پوچھا حضرت خضر علیہ السلام

وہ ہیں، فرمایا ابھی ابھی مجھ سے ملاقات ہوئی تھی فرماتے تھے میں نے جنگل میں
ایک نور دیکھا جب میں قریب گیا تو معلوم ہوا کہ وہ کمبل کا نور ہے، ایک
صاحب اسے اوڑھے سو رہے ہیں میں نے پاؤں پکڑ کر ہلایا اور جگا کر کہا اٹھو مشغول
ہو کہا آپ اپنے کام میں مشغول رہیں مجھے میری حالت پر رہنے دیجئے میں نے کہا
کہ میں مشہور کیئے دیتا ہوں یہ ولی اللہ ہے، کہا میں مشہور کردوں گا کہ یہ حضرت خضر
ہیں میں نے کہا میرے لئے دعا کرو کہا دعا تو آپ ہی کا حق ہے میں نے کہا تمہیں دعا
کرنی ہوگی کہا

وَفَّرَ اللّٰهُ حَظَّكَ مِنْهُ

اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں آپ کا نصیبہ زائد کرے

اور کہا میں اگر غائب ہو جاؤں تو ملامت نہ فرمایئے گا اور فوراً نظر سے غائب
ہو گئے حالانکہ کسی ولی کی طاقت نہ تھی کہ میری نگاہ سے غائب ہو سکے۔

وہاں سے آگے بڑھا ایک اور اسی طرح کا نور دیکھا کہ نگاہ کو خیرہ کرتا ہے
قریب گیا تو دیکھا کہ ٹیلے پر ایک عورت کمبل اوڑھے سو رہی ہے وہ اس کے کمبل کا نور
ہے میں نے پاؤں ہلا کر ہوشیار کرنا چاہا غیب سے نداء آئی ''اے خضر احتیاط کیجئے'' اس
نے آنکھ کھولی اور کہا حضرت نہ رکے یہاں تک کہ رو کے گئے، میں نے کہا اٹھ
مشغول بخدا ہو کہا حضرت اپنے کام میں مشغول رہیں مجھے اپنی حالت پر رہنے دیں
میں نے کہا تو میں مشہور کیئے دیتا ہوں یہ ولی اللہ ہے، کہا میں مشہور کردوں گی کہ یہ
حضرت خضر ہیں میں نے کہا میرے لئے دعا کرو کہا دعا تو آپ کا حق ہے میں نے کہا
تمہیں دعا کرنی ہوگی کہا

وَفَّرَ اللّٰهُ حَظَّكَ مِنْهُ

اللہ اپنی ذات میں آپ کا نصیبہ زائد کرے۔

پھر کہا اگر میں غائب ہو جاؤں تو ملامت نہ فرمایئے گا۔ میں نے دیکھا یہ بھی جاتی
ہے۔ کہا یہ تو بتایئے جا کیا تو اسی مرد کی بی بی ہے کہا ہاں۔ یہاں ایک ولیہ کا انتقال ہو گیا

تھا اس کی تجہیز و تکفین کا ہمیں حکم تھا یہ کہا اور میری نگاہ سے غائب ہوگئی۔

حضرت خضر علیہ السلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں فرمایا یہ لوگ افراد ہیں، میں نے کہا وہ بھی کوئی ہے جس کی طرف یہ رجوع لاتے ہیں فرمایا ہاں شیخ عبد القادر جیلانی۔ (رسالہ قشیریہ ص ۳۹۴ باب کرامات اولیاء مختصرا)

(الملفوظ اول، ص: ۲۲۶ تخریج شدہ۔ مطبع ایڈوانس پرنٹنگ دہلی)

غوث کے دو وزیر اور غوثیت کبریٰ

مرتبۂ نبوت کے بعد غوثیت ایک بڑا درجہ اور عظیم منصب ہے، انبیاء کے تشریف لانے کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے امت کے مخصوص افراد کو مرتبہ غوثیت عطا فرمایا چونکہ دنیا کے باطنی نظام کی انجام دہی کے لئے غوث وابدال، اوتاد، اقطاب وغیرہ کو مامور و متعین کیا گیا ہے، ہر زمانے میں غوث کی ضرورت ہے بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے، ایک وقت میں چند اغواث تو ہو سکتے ہیں مگر غوثیت کبریٰ کا منصب صرف ایک کو ملتا ہے دوسرے اغواث، غوث اکبر کے نائبین اور وزیر ہوتے ہیں۔ سلسلۂ غوثیت کی ابتدا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی پھر درجہ بدرجہ یہ سلسلہ آگے بڑھا یہاں تک کہ حضور غوث اعظم محبوب سبحانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غوثیت کبریٰ کے مقام رفیع پر فائز ہوئے ان کے بعد جتنے غوث ہوئے یا ہوں گے سب امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ ظہور تک حضور غوث اعظم کے نائبین ہوں گے پھر امام مہدی کو غوثیت کبریٰ کا رتبہ عطا ہوگا۔ غوث کے ساتھ اس کے دو وزیر بھی ہوتے ہیں، ایک وزیر دست راست ہوتا ہے اور دوسرا وزیر دست چپ۔

غوث کے دو وزیر اور غوثیت کبریٰ سے متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

ہر غوث کے دو وزیر ہوتے ہیں، غوث کا لقب عبد اللہ ہوتا ہے اور وزیر دست

...عبد الرب، اور وزیر دست چپ عبد الملک، اس سلطنت میں وزیر دست چپ، ...دست راست سے اعلیٰ ہوتا ہے بخلاف سلطنت دنیا اس لئے کہ یہ سلطنت قلب ہے اور ...جانب چپ۔

● غوث اکبر و غوث ہر غوث حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ ...صدیق اکبر حضور کے وزیر دست چپ تھے اور فاروق اعظم وزیر دست راست۔

● پھر امت میں سب سے پہلے درجۂ غوثیت پر امیر المؤمنین حضرت ابو بکر ...صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ممتاز ہوئے اور وزارت امیر المؤمنین فاروق اعظم وعثمان غنی ...رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو عطا ہوئی۔

● اس کے بعد فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوثیت مرحمت ہوئی اور ...غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم وزیر ہوئے۔

● پھر امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوثیت عنایت ہوئی ...مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم و امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ وزیر ہوئے۔

● پھر مولیٰ علی کو اور امامین محترمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما وزیر ہوئے۔

● پھر حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درجہ بدرجہ امام حسن عسکری ...سب حضرات مستقل غوث ہوئے۔

امام حسن عسکری کے بعد حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک جتنے ...حضرات ہوئے سب ان کے نائب ہوئے، ان کے بعد سیدنا غوث اعظم مستقل ...، حضور تنہا غوثیت کبریٰ کے درجے پر فائز ہوئے۔ حضور غوث اعظم بھی ہیں اور ...الافراد بھی۔ حضور کے بعد جتنے ہوئے اور جتنے اب ہوں گے حضرت امام مہدی ...سب نائب حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے۔

● پھر امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غوثیت کبریٰ عطا ہوگی۔

(الملفوظ اول، ص: ۲۲۵ تخریج شدہ۔ مطبع مذکور)

غوث کے انتقال کے بعد کون کس کے مقام پر

اغواث و ابدال اور اوتاد وغیرہ میں سے اگر کسی کا انتقال ہو جائے تو
درجے سے اوپر کا درجہ پورا کیا جاتا ہے، اگر کسی غوث کا انتقال ہو تو امامین سے غوث
اور اوتاد اربعہ سے کسی کو امامین کی جگہ پر مامور کیا جائے گا اسی طرح مرتبے میں
اوپر کا خلا پورا کیا جائے گا، کبھی بلالحاظ ترتیب کافر کو مسلمان بنا کر کمی پوری کی جاتی
غوث کے انتقال کے بعد درجۂ غوثیت پر فائز ہونے سے متعلق ایک استفتا
کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

غوث کی جگہ اگر خالی ہو تو امامین سے غوث کر دیا جاتا ہے اور امامین کی جگہ
اربعہ سے اور اوتاد کی جگہ بدلا سے، بدلا کی جگہ پر ابدال سبعین سے اور ان کی جگہ
نقباء سے، پھر اولیاء سے اور اولیاء کی جگہ عامۂ مومنین سے کر دیا جاتا ہے۔ کبھی بلالحاظ
ترتیب کافر کو مسلمان کر کے بدل کر دیتے ہیں ان کا مرتبہ ابدال سے زیادہ ہے۔
(روض الریاحین، ص، ۳۹۰) (الملفوظ اول، ص: ۲۲۷ تخریج شدہ۔ مطبع مذکور)

حضرت مجنوں کی حقیقت

ولایت کے مختلف درجات و مراتب ہیں، بعض اولیاء خلق خدا میں اپنے آپ کو
مشہور و متعارف کراتے ہیں تاکہ مخلوق ان سے استفادہ کر سکے اور بعض دنیا کی نگاہ
سے مستور و پوشیدہ رہتے اور اپنے آپ کو چھپاتے ہیں بلکہ انہیں ظاہر نہ ہونے کا حکم دیا
جاتا ہے، ہر ولی اپنے رتبہ کے اعتبار سے مخلوقات کو فائدہ پہنچاتا اور اپنی شان ظاہر
فرماتا ہے، حق یہ ہے کہ وہ حکم الٰہی کے پابند اور اشارۂ غیبی کے محتاج ہوتے ہیں۔
چھپے ہوئے اولیاء میں سے حضرت مجنوں علیہ الرحمہ بھی ہیں جنہوں نے اپنے
عشق لیلیٰ میں زندگی بھر چھپا کر رکھا یہاں تک کہ ان کی وفات بھی بظاہر عشق لیلیٰ ہی کی
وارفتگی میں ہوئی۔ مجنوں کے بارے میں اگرچہ چنیں و چناں مشہور ہے مگر وہ صاحب

حال اور عاشق پاکباز بزرگ تھے۔ یعنی حضرت مجنوں، لیلیٰ کے عاشق صادق کی حیثیت سے مشہور ومعروف تھے دنیا بھی ان کو اسی حیثیت سے جانتی پہچانتی ہے مگر حقیقت وہ ہے جسے امام احمد رضا بریلوی نے آشکارا کیا ہے کہ حضرت مجنوں عاشق پاکباز تھے عشق لیلیٰ کو پردہ بنا رکھا تھا۔

آپ تحریر فرماتے ہیں

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

ان مجنون بنی عامر کان من احباء الله تعالیٰ ستر شانه بجنونه بليلیٰ.

(شرح الزرقانی علی المواہب، روضۃ العاشق، لابن قیم)

حضرت مجنوں بنی عامر اولیاء سے تھے عشق لیلیٰ کو پردہ کر رکھا تھا۔

ابوسعید خراز کی گھبراہٹ

بعض شعراء اپنے کلام کا مخاطب معشوق مجازی کو بناتے اور اسی کے خدوخال، حسن وبانکپن اور ناز وادا کی تعریف وتوصیف میں زور بیان صرف کرتے ہیں، کبھی فرضی معشوق کو لیلیٰ اور سلمی کے نام سے تعبیر کرتے اور عاشقانہ انداز میں پورا قصیدہ کہہ ڈالتے ہیں۔ بعض لوگ ایسے کلام میں عشق ووارفتگی اور رنگ تغزل کو دیکھ کر اسے اللہ ورسول کی شان میں محمول کرتے اور اس میں کچھ حرج وعیب محسوس نہیں کرتے حالانکہ شرعی اعتبار سے ایسے اشعار کو خدا اور رسول کی شان میں محمول ومنطبق کرنا درست نہیں۔ جس طرح بعض اولیاء کے کلمات بے خودی کو سکر اور وارفتگی پر محمول کر کے ان کو معذور رکھا جاتا ہے یوں ہی بسا اوقات خدا ورسول کی جناب میں ایسے اشعار محمول کرنے والے محبوبین بارگاہ کو معذور رکھتے ہیں۔ اس قسم کا ایک واقعہ حضرت سیدی ابوسعید خراز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صادر ہوا ہے، جس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں۔

سیدی ابوسعید خراز رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوتے سوتے گھبرا کر روتے ہوئے اٹھے

اور فرمایا کہ ابھی مجھ سے رب عزوجل نے خواب میں فرمایا: ابوسعید تو لیلی وسلمی کے اشعار سنتا اوران کے مضامین کو مجھ پر محمول کرتا ہے اگر میں نہ جانتا کہ تو مجھ کو دوست رکھتا ہے تو وہ عذاب کرتا کہ نہ کیا ہوتا۔

سیدی ابوبکر شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی کو یہ شعر پڑھتے سنا۔

اسأل عن سلمی فهل من مخبر. یکون له علم بها این تنزل

میں سلمی کو پوچھتا ہوں ہے کوئی بتانے والا کہ وہ کہاں اترے گی۔

فرمایا، والله مافی الدارین عنها مخبر

خدا کی قسم دونوں جہان میں کوئی اس کی خبر دینے والا نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم ۱۵،ص:۳۰۶۔پوربندر)

زمانہ کا پھیلنا اور سمٹ جانا

اولیائے کرام کی کرامات وخرق عادت باتیں حق اور من جانب اللہ ہیں۔اس نے اپنے مخصوص بندوں کو جس طرح مخلوقات میں تصرف کرنے کا اختیار دیا یوں ہی بعض اولیاء اور مقربین بارگاہ کو بسط زمان اور طی زمان ومکان کی کرامت عطا فرمائی ہے یعنی قلیل زمانہ اور محدود وقت کا پھیل کر طویل ہو جانا، اسی طرح طویل مدت کا سمٹ کر کم ہو جانا یا لمبی مسافت کا سمٹ کر ایک دو قدم ہو جانا اولیائے امت کی عظیم کرامت اور شرعی اعتبار سے ایسا ہونا جائز وحق ہے۔اللہ تعالیٰ جسے یہ بات مرحمت فرماتا ہے اسی کے لیے بسط زمان کی کیفیت اور اس زمانے میں ہونے والے واقعات کا صدور ہوتا ہے دوسرے لوگ اس سے بے خبر رہتے ہیں، یوں ہی طی زمان ومکان کا معاملہ بھی ہے کہ جو دور دراز کی مسافت دو چار قدموں میں طے کر لیتا یا قلیل وقت میں زیادہ کام کر لیتا ہے وہی اس کی حقیقت سے واقف وآگاہ ہوتا ہے دوسروں کو اس کی خبر نہیں ہوتی۔ جیسے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم شب معراج زمین سے عرش اعظم تک تشریف لے گئے اور جنت وغیرہ کی سیر فرمائی۔ ظاہر ہے کہ اس کے لئے ایک طویل مدت گزری ہوگی مگر اہل مکہ میں سے کسی کو اس کا احساس نہ ہوا۔خالق کائنات اس بات پر قادر ہے کہ جس کے لئے

ہر چیز چاہے موجود و مہیا فرما دے، کسی کے لیے ایک آن کو پھیلا کر ایک مہینہ یا ایک سال کے برابر اور کسی کے لئے ایک سال یا چند سالوں کو سمیٹ کر ایک آن کے برابر کر دے۔ بسط زمان ہو یا طی مکان و زمان ہر ایک میں اسی کی قدرت کاملہ کی جلوہ فرمائیاں مظہر و پنہاں اور اس ولی کے کمال تصرف کا اظہار ہے جس سے یہ کرامت صادر ہوئی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں باسط بھی ہے اور قابض بھی، جب وہ قلیل زمانہ کو پھیلا کر طویل کرنا چاہتا ہے تو اسم باسط سے اس پر تجلی ڈالتا ہے اور جب طویل زمانہ کو سمیٹنے کا ارادہ فرماتا ہے تو اسم قابض سے اس پر تجلی ڈال کر کم کر دیتا ہے۔ کوئی چیز اس کی قدرت سے باہر نہیں وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ کسی ولی یا مخصوص بندے کو تصرف و اختیار کی قوت دینا اسی کا حکم اور اسی کی کرم نوازیاں ہیں۔

ہم زمانہ کے پھیلنے اور سمٹنے سے متعلق چند حکایات امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے حوالے سے پیش کر رہے ہیں ان واقعات سے اس کی حقیقت آشکار او عیاں ہو جائے گی۔

(مرتب)

ابن سکینہ کے ایک مرید کا واقعہ

شیخ الشیوخ ابن سکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک سنار مرید تھا ان کا کام یہ تھا کہ وہ صوفیاء کرام کے مصلے جامع مسجد کو لے جاتے اور انہیں بچھاتے تھے، جب نماز جمعہ ہو جاتی تو ان مصلوں کو وہ خانقاہ لے آتے۔ ایک جمعہ کو ایسا ہوا کہ انہوں نے مصلوں کو جامع مسجد لے جانے کے لیے اکٹھا کر کے باندھ دیا اور دریائے دجلہ میں غسل جمعہ کے لئے گئے اور کپڑے اتار کر کنارے پر رکھ دیئے اور پانی میں غوطہ لگایا جب سر نکالا تو انہوں نے اپنے کو دجلہ میں نہیں بلکہ دوسری جگہ پایا پھر لوگوں سے اس جگہ کے بارے میں پوچھا تو بتایا گیا کہ یہ مصر ہے ان کو اس سے بڑا تعجب ہوا اور وہ پانی سے نکل کر شہر میں آئے، ایک سنار کی دکان کے پاس کھڑے ہو گئے ان کے جسم پر صرف ایک ازار تھا جو ستر پوشی کو کافی تھا، صاحب دکان نے سمجھ لیا کہ یہ آدمی سنار ہے دوکاندار نے ان کی

آزمائش کی تو انہیں اس فن میں بہت ہی عمدہ و ماہر پایا دو کاندار نے ان کی عزت وتکریم کی اور اپنے گھر لے گئے اور اپنی بیٹی سے اس کا نکاح کر دیا پھر سات سال میں ان کے تین بچے ہوئے۔

اتفاق سے ایک دن وہ مرید اسی پانی کے پاس سے گزرے تو نہانے کے لیے انہوں نے اس پانی میں غوطہ لگایا جب پانی سے سر نکالا تو اپنے آپ کو دریائے دجلہ کے اسی مقام پر پایا جہاں پر سات سال پہلے انہوں نے ڈبکی لگائی تھی اور اپنے کپڑوں کو کنارے پر اسی طرح رکھے ہوئے دیکھا جیسا انہوں نے رکھا تھا پھر وہ کپڑوں کو پہن کر خانقاہ آئے تو مصلوں کو بھی اسی حال پر پایا، ان سے ان کے بعض ساتھی نے کہا کہ بھئی جلدی کرو کیونکہ کچھ لوگ صبح سویرے ہی جامع مسجد جا چکے ہیں، پھر وہ مصلوں کو جامع مسجد لے گئے نماز پڑھی اور خانقاہ واپس ہوئے وہاں سے تعجب و حیرانی کے عالم میں بعجلت گھر آئے ان سے ان کی بیوی نے کہا کہ وہ لوگ کہاں ہیں جن کے لئے آپ نے مچھلی بھوننے کے لیے کہا تھا، مچھلی تیار ہو چکی ہے وہ مہمانوں کو لے کر آئے اور سب نے مچھلی کھائی۔

پھر اپنے شیخ ابن سکینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آئے پورا واقعہ بیان کیا اور مصر کی اولاد کا بھی ذکر کیا ان کے شیخ نے انہیں اہل وعیال کو لانے کا حکم دیا وہ مصر گئے اور سب کو لے آئے جب شیخ نے ان کے اہل وعیال کو دیکھا تو ان کے واقعہ کی تصدیق کی اور پوچھا کہ آج تمہارے دل میں کیا وسوسہ وخیال گزر رہا تھا مرید نے عرض کیا کہ ہاں میرے دل میں اس آیت کریمہ کے بارے میں خلجان ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ (المعارج:۴)

وہ عذاب اس دن ہوگا جس کی مقدار پچاس ہزار برس ہے۔ (کنزالایمان)

شیخ نے فرمایا کہ یہ تم پر اللہ کی رحمت و عنایت ہے کہ تمہارے اشکال و خلجان دور ہو گئے اور تمہارا ایمان صحیح وسالم رہا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے

بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے زمانہ کو پھیلا دیتا اور دوسرے کے لیے کم کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے زمانہ کو روک دیتا اور طویل مدت کو کم کر دیتا ہے۔
(نفحات الانس، ترجمہ شیخ موسی سدرانی)

ایک جوہری کی حکایت

عارف جامی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اسی سے ملتا جلتا واقعہ وہ ہے جسے شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فتوحات میں بیان فرمایا ہے کہ ایک جوہری اپنے گھر سے خمیر لے کر تنور کے پاس روٹی پکوانے کے لیے گیا انہیں غسل کی حاجت تھی وہ دریائے نیل کے کنارے گیا اور پانی میں ڈبکی لگائی، ڈبکی لگاتے ہی وہ اپنے آپ سے غائب ہو گیا اور انہیں ایسا محسوس ہوا جیسے خواب دیکھ رہا ہو کہ وہ بغداد میں ہے وہاں اس نے شادی کی اور اس کے بچے ہوئے اسی حال میں وہ اپنی بیوی کے ساتھ چھ سال رہا پھر جب اپنے ہوش میں آیا اپنے کو اسی پانی میں دیکھا جہاں اس نے چھ سال پہلے غسل جنابت کے لیے غوطہ لگایا تھا غسل مکمل کر کے کپڑے پہنے اور تنور کے پاس سے روٹیاں لے کر گھر کو آئے۔

جوہری نے یہ قصہ اپنی بیوی سے بیان کیا جب چھ مہینے گزر گئے ان کی دوسری بیوی بغداد سے اپنے بچوں کے ساتھ جوہری کا گھر پوچھتے ہوئے آ گئی، جب دونوں کی ملاقات ہوئی تو جوہری نے عورت اور بچوں کو پہچان لیا۔ جوہری کی پہلی بیوی نے اپنی سوکن سے پوچھا کہ تم سے انہوں نے کب نکاح کیا تھا اس عورت نے کہا کہ میرے ساتھ نکاح کو چھ سال ہو گئے۔ (نفحات الانس، ترجمہ شیخ موسیٰ سدرانی)

حضرت جنید کے ایک مصاحب کا قصہ

سبع سنابل شریف میں ہے کہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب میں سے ایک شخص دریائے دجلہ میں غسل کے ارادے سے گیا اس نے کپڑے اتار کر ڈبکی لگائی جب پانی سے سر نکالا تو اپنے آپ کو ہندوستان میں پایا یہاں اس نے شادی کی اس

کے بچے ہوئے اور یہاں پر وہ کئی سال رہے۔ پھر ایک مرتبہ اس نے غسل کے ارادے سے پانی میں غوطہ لگایا تو اپنے آپ کو دریائے دجلہ میں پایا اس کے کپڑے اسی حال پر رکھے ہوئے تھے وہ کپڑے پہن کر خانقاہ آیا اپنے ساتھیوں کو دیکھا کہ وہ لوگ اسی نماز کا وضو کر رہے ہیں جس میں وہ انہیں چھوڑ کر غسل کے لیے گیا تھا۔ جب حضرت جنید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس شخص نے واقعہ بیان کیا تو شیخ نے ایک دوسرے شخص کو ان کے اہل وعیال کو لانے کے لیے ہندوستان بھیجا اس نے ان کے بیوی بچوں کو لا کر ان کے حوالے کر دیا۔

پھر میر عبدالواحد بلگرامی نے ان معارف وحقائق کا ذکر فرمایا ہے جو بسط زمان و طی مکان سے متعلق ہیں یہاں تک کہ انہوں نے آیات سے استدلال کیا اور فرمایا ہے کہ اگر تم اس سلسلے میں شک وریب میں ہو تو قرآن عظیم سنو کہ قرآن نے ایک مقام پر روز قیامت کے بارے میں یہ بیان فرمایا ہے کہ

كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ (المعارج:۴)

روز قیامت کی مقدار پچاس ہزار برس کی ہے۔ (کنز الایمان)

وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ (النحل:۷۷)

اور قیامت کا معاملہ نہیں مگر جیسے ایک پلک کا مارنا بلکہ اس سے بھی قریب۔

(کنز الایمان)

ایک جادوگر کی حیرت انگیز بات

صاحب سبع سنابل نے پھر یہ واقعہ بیان فرمایا کہ ہندوستان کے بادشاہ ہمایوں کے زمانے میں شمس آباد (ضلع فرخ آباد یوپی) میں ایک جادوگر رہتا تھا جو لوگوں کو عجیب و غریب حیرت انگیز باتیں دکھایا کرتا۔ ایک دن شیخ احمد فرملی اور شیخ احمد استاذ (یہ علماء میں سے تھے اور استاذ سے مشہور تھے) دونوں اس جادوگر کے پاس گئے اور اسے کچھ تعجب خیز بات دکھانے کے لیے کہا جادوگر نے دونوں شیخ کو ایک گھر میں بٹھایا اور گھاس کا ایک چھپر بنا کر گھر کے ایک گوشے میں کھڑا کر دیا، اس کے بعد جادوگر نے شیخ احمد فرملی سے کہا کہ

اس چھپر کے نیچے آیئے، جب شیخ نے اس چھپر کے اندر قدم رکھا جو خیالات ان کے دل میں تھے وہ سب کے سب زائل ومحو ہو گئے اور ان کے دل میں اب یہ خیال پیدا ہوا کہ وہ اپنے گھر سے گجرات جانے کے ارادے سے نکلے تھے پھر وہ مرحلے طے کرتے رہے اور منزلوں میں اترتے رہے یہاں تک کہ وہ ایک مدت کے بعد گجرات پہنچے، وہاں انہوں نے ایک باغ دیکھا جس سے کچھ پھل چنے اسی وقت اس باغ کا باغبان ان پر چلانے اور کہنے لگا کہ یہ تو بادشاہ کا باغ ہے تم نے بغیر اجازت کے پھل کیسے چن لئے، پھر اس باغبان نے ان سے پھل لے لئے اور انہیں بادشاہ کے پاس لایا اور شکایت کی۔ جب بادشاہ نے شیخ احمد کو غور سے دیکھا تو سمجھ گیا کہ یہ شریف ومعزز لوگوں میں سے ہیں یہ دیکھ کر بادشاہ نے باغبان کو منع کیا اور سختی سے ڈانٹا اور شیخ سے فرمایا کہ آپ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں؟ شیخ نے جواب دیا کہ میں ایک فرملی (پرمل اور چنے بیچنے والا) آدمی ہوں میرا وطن قنوج ہے، میں تو بادشاہ کے پاس ملازمت کے ارادہ سے آیا تھا، بادشاہ نے کہا مبارک ہو مجھے آپ کی ملازمت قبول ہے۔اس کے بعد بادشاہ نے انہیں دو گھوڑے، کچھ کھانے پینے کی چیزیں اور رہنے کے لیے ایک گھر دیا۔

شیخ احمد فرملی وہاں پر کئی سال رہے وہاں انہوں نے شادی کی جس سے بچے بھی ہوئے اور وہ بادشاہ کے ساتھ رہنے لگے، جب بادشاہ شکار کے لیے جاتے یا چوگان کھیلا جاتا تو یہ بادشاہ کے ہمراہ ہوتے یہاں تک کہ پچاس سال گزر گئے وہ بوڑھے اور عمر رسیدہ ہو گئے، شیخ اسی حالت میں تھے کہ انہوں نے ایک چھپر دیکھا اس کے اندر داخل ہوئے پھر چند ہی قدم چلے تھے کہ چھپر سے باہر نکل گئے تو دیکھا کہ شیخ احمد استاذ وہاں موجود ہیں ان سے بغل گیر ہوئے اور پوچھا کہ آپ گجرات سے کب آئے؟ شیخ احمد استاذ نے کہا کہ بھئی گجرات کہاں ہے؟ ہم تو شمس آباد میں جادوگر کے گھر میں ہیں اور آپ ابھی اس چھپر کے اندر گئے تھے اور ابھی واپس آئے ہیں۔اب شیخ احمد فرملی کو جادوگر کے پاس آنا اور اس سے تعجب خیز بات کے بارے میں پوچھنا یاد آیا پھر انہوں

نے اپنے آپ کو دیکھا تو محسوس ہوا کہ وہ اسی طرح نوجوان ہیں جس طرح پہلے تھے،
جب انہیں مکمل ہوش آیا تو پوری سرگزشت انہوں نے شیخ احمد استاذ کو بتائی، وہ جب
تک زندہ رہے یہ تعجب انگیز واقعہ انہیں یاد رہا اور اس پر اظہار حیرت کرتے رہے۔

(سبع سنابل، سنبلہ ۲)

بسط زمان کی ایک حکایت

ابریز شریف میں ہے صاحب ابریز حافظ احمد بن مبارک نے میر عبد الواحد بلگرامی
سے پوچھا کہ ایک آدمی دریا میں اترا پھر ایک ساعت کے بعد باہر آیا ان کے ساتھی نے
ان سے کہا کہ تم نے بڑی تاخیر کی یہاں تک کہ مجھے جمعہ کی نماز فوت ہو جانے کا خوف
ہونے لگا، جو آدمی دریا میں اترا تھا اس نے کہا کہ میں مصر سے آرہا ہوں میں وہاں اتنی
مدت اور اتنے مہینے رہا میں نے وہاں پر شادی کی جس سے ایک بچہ بھی پیدا ہوا، ان کے
ساتھی کہتے ہیں کہ میں نے کہا یہ کیسے ممکن ہے کہ دونوں پر جو زمانہ جو وقت گزرا وہ تو ایک
ساعت ہی ہے تو ایسا کیونکر ہو سکتا ہے کہ اس پر ایک ساعت گزرے اور اس پر چند مہینے؟
کیونکہ آسمان میں سورج تو ایک ہی ہے جس سے ساعت، زمانہ اور مہینے کا وجود ہوتا ہے۔
صاحب ابریز سے یہ سن کر میر عبد الواحد بلگرامی نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کوئی چیز
مشکل و دشوار نہیں وہ کسی چیز سے عاجز و قاصر نہیں، وہ اس بات پر قادر ہے کہ صاحب
حکایت (جس سے واقعہ سرزد ہوا) کے لیے دوسرا زمانہ پیدا فرما دے اور صاحب
حکایت جب تک دریا میں ہو دوسرے لوگوں کے لیے دوسرا زمانہ پیدا کر دے اور اس
کے دریا میں موجود رہنے کے باوجود دریا کے مشاہدہ سے اس کو روک دے۔ جس طرح
اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے اسے کراماً کاتبین دونوں فرشتوں کے مشاہدہ سے روک
دیتا ہے، فرشتوں کو پوشیدہ رکھتا ہے حالانکہ فرشتے ہمیشہ انسان کے ساتھ رہتے ہیں۔ اور
جب وہ دریا میں چھپا رہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے وہ زمانہ اور ان لوگوں کو موجود فرما
دیتا اور اہل مصر وغیرہ میں سے جن کی چاہتا ہے ہو بہو ان کی صورت بنا دیتا ہے یہاں

یک کہ اس حکایت سے جو مقصود و مدعا ہوتا ہے وہ حاصل ہو جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اس
اولاد اور ان لوگوں کو ختم کر دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ یہ یا اس کے مثل اس چیز کے لیے کرتا
ہے جو صاحب حکایت کو درپیش ہوتی ہے۔ میں نے کہا کہ ہاں تم لوگ درست و سچ
کہتے ہو۔ کہا گیا ہے کہ یہ صاحب حکایت بعض کرامات کا منکر تھا حالانکہ وہ اولیاء کرام کی
کثرت خدمت انجام دیتا تھا۔ (ابریز شریف، باب ۷)

تنبیہ

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ
یہ واقعہ الگ ہے اور اس سے پہلے کا واقعہ الگ، یہاں پر چند مہینوں کا ذکر ہے
اور وہاں پر چھ سال کا، یہاں پر ایک لڑکا پیدا ہوا اور وہاں پر تین بچے ہوئے۔ یہاں پر
اس کا ساتھی کنارے پر انتظار کر رہا تھا اور وہاں پر اس کے ساتھی خانقاہ میں تھے، یہاں
بعض کرامات کا انکار تھا اور وہاں پر آیت کریمہ (کان مقدارہ خمیسن الف
سنۃ) کے حجت ہونے میں خدشہ و خلجان تھا۔ ان قرائن سے معلوم ہوا کہ دونوں واقعے
جداگانہ ہیں۔

نیز آپ فرماتے ہیں کہ
جس ذات نے آدمی کو اس زمانے سے غائب کر دیا جس میں وہ تھا اور اس کے
لیے دوسرا زمانہ موجود فرما دیا وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ اس معاملے میں عورت کو بھی
مرد کے شریک فرما دے اور عورت اپنے زمانہ سے غائب ہو کر اس زمانے میں موجود
ہو جائے جس میں مرد موجود ہے، پھر مرد و عورت دونوں ایک زمانہ میں جمع ہوں،
شادیاں کریں اور اولاد پیدا ہو جائے۔ یہ صرف ایک خیال و قیاس یا وہم نہیں کیونکہ
اولاد کا لانا اس حقیقت کی حقیت پر شاہد و ناطق ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

ایک نادر مخلوق

صاحب ابریز فرماتے ہیں کہ میر عبدالواحد بلگرامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ

میں نے اس سے بھی زیادہ نادر و حیرت انگیز بات دیکھی ہے وہ یہ کہ میں نے ایک شخص کو
چاشت کے وقت دیکھا جس کی شادی نہیں ہوئی تھی وہ کنوارا تھا، جب ظہر کے وقت میں
دوبارہ اسی جگہ آیا تو اس شخص کو مردہ پایا اور اس کے بیٹے کو اس کے کام میں مشغول و
مصروف پایا اس کا یہ بیٹا جوان ہو چکا تھا، یہ بیٹا اس باپ کا تھا جس نے چاشت کے بعد
شادی کی اور ظہر سے پہلے اس کا بیٹا بھی پیدا ہوا اور وہ بالغ و جوان بھی ہو گیا۔

صاحب ابریز فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ یہ لوگ جن ہیں یا انسان؟ میر
عبدالواحد بلگرامی نے فرمایا کہ یہ نہ جن ہیں نہ انسان، بلکہ اللہ کی ایسی مخلوقات ہیں جن کا
شمار و حساب نہیں، اللہ تعالیٰ ہی اپنی فوج کا حال جانتا ہے۔

وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ (المدثر، ۳۱)

اور تمہارے رب کے لشکروں کو اس کے سوائی کوئی نہیں جانتا۔ (کنزالایمان)

(ابریز شریف، باب ۷)

اس واقعہ کے بعد امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ

حمل و بلوغ کی مدت جنس کے اختلاف سے متفاوت و مختلف ہوتی ہے اگر یہ
لوگ (چاشت کے بعد جس کی شادی ہو اور ظہر سے پہلے اولاد) انسان کے علاوہ دوسری
جنس سے ہوں تو ہمیں ان کا حال معلوم نہ ہوگا اور نہ ہم انہیں جان سکیں گے ہو سکتا ہے یہ
ان کی عادت ہو کہ ان کے یہاں حمل، ولادت اور بلوغ ایک ہی ساعت میں ہو جاتی ہو،
جیسا کہ اہل جنت کے لیے حدیث میں وارد ہوا ہے کہ جنتی کی خواہش اگر اولاد کی ہوگی تو
اس کا سارا عمل ایک ہی ساعت میں پورا ہو جائے گا۔

میر عبدالواحد بلگرامی کی کرامت و معلومات

صاحب ابریز نے فرمایا کہ میر عبدالواحد بلگرامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ
میری والدہ کے انتقال کے بعد گیارہ سال ایسے گزرے جن میں نادر و حیرت انگیز باتیں
بہت ہوئیں۔ ایک سال تو ایسا گزار جس میں ہم نے اپنی موت تک کے تمام واقعات

...لئے، میں نے ان شیوخ کو دیکھا جن سے میں نے بعد میں ملاقات کی، اس عورت ...کو دیکھا جس سے میں نے بعد میں نکاح کیا اور اپنے لڑکے عمر کی پیدائش تک کا زمانہ ...دیکھا اور ساتویں دن عمر کا عقیقہ بھی کرایا پھر عمر کی پیدائش کے بعد اپنے لڑکے ادریس کی ...ائش تک کے سارے واقعات و حالات دیکھے، ادریس کا عقیقہ بھی ساتویں دن کرایا ...اپنی بیٹی فاطمہ کی ولادت تک کے سارے احوال و کوائف دیکھے، فاطمہ کی ولادت ...کے بعد میں نے اس رزق و روزی کو دیکھا جو بعد میں مجھے میسر و دستیاب ہوئی اور جن ...وں کا میں نے ادراک کیا ان میں سے کوئی چیز مجھ سے غائب و پوشیدہ نہ رہی اور یہ ...یں وہ ہیں جو میری زندگی میں واقع ہوئیں یا واقع ہوں گی، یہ سارے احوال و ...واقعات کا علم رفتہ رفتہ نہیں بلکہ بہت ہی جلدی ہوا اور میں سویا ہوا نہیں تھا کہ یہ واقعات ...خواب میں ہوئے بلکہ میں بیدار تھا میرے ہوش و حواس بحال و قائم تھے۔

(ابریز، حوالہ مذکور)

امام عبدالوہاب شعرانی کی کرامت

سیدی عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کتاب ''الیواقیت والجواہر'' کے ...خاتمہ میں فرماتے ہیں اللہ کا شکر ہے کہ میں نے اس کتاب کو ایک مہینہ سے کم مدت میں ...الیف کیا ہے، میں نے اس کی بحث کی تعداد کے برابر ''فتوحات'' کا مطالعہ ...کیا، مناسب نقل واقتباس کے لیے ہر بحث پر میں پوری فتوحات کا مطالعہ کرتا تھا۔ علماء ...نے اس بات کو امام شعرانی کی کرامات میں شمار کیا ہے کیونکہ ''فتوحات'' دس ضخیم جلدوں ...میں ہے اس حساب سے ہر دن فتوحات کا اڑھائی مرتبہ مطالعہ ہوتا تھا جس کی مقدار ...روزانہ پچیس جزء ہوتے ہیں۔ (الیواقیت والجواہر، خاتمۃ الکتاب)

امام احمد رضا بریلوی اس بات کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ

...صاحب کرامت کا اپنی کرامت پر یقین و اعتماد رکھنا لازم و ضروری ہے جس طرح ...دوسرے ولی شرع کی کرامت پر یقین کرنا ضروری ہے۔ فقیر مؤلف (امام احمد رضا ...بریلوی) سب سے پہلے اس کرامت کی تصدیق و تائید کرتا ہے۔ اول و آخر ہر حال میں

اللہ ہی کا شکر واحسان ہے۔ (الیواقیت والجواہر، خاتمۃ الکتاب)

امام احمد رضا بریلوی کی کرامت

مذکورہ واقعات کو لکھنے کے بعد خود امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ

یہاں پر بارگاہ قادری کے بعض فقیر کے لئے دو مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ وہ نماز فجر کے لئے آخر وقت میں بیدار ہوئے انہیں احتلام ہوا تھا، غسل کی حاجت تھی انہوں نے نجاست کو پاک کیا، استنجاء کیا، دانتوں میں خلال کیا غسل خانہ میں ان کے لیے پانی رکھا گیا، غسل خانہ میں داخل ہو کر کپڑے اتارنا چاہا کہ جیب سے گھڑی نکال کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ طلوع آفتاب میں صرف دس منٹ باقی ہیں اس لیے کہ اس فقیر کو علم توقیت میں مکمل مہارت ومعرفت حاصل ہے گھڑی زمین پر رکھ کر غسل خانہ میں گئے اور سارے کپڑے اتارے کیونکہ یہ سردی کا زمانہ تھا، اس کے بعد فقیر کو خیال ہوا کہ وقت ابھی کافی ہے اطمینان سے تین تین مرتبہ پانی ڈال کر سنتوں کی ادائیگی کے ساتھ غسل کیا پھر سر کے بالوں کا پانی تولیہ سے خشک کرنے میں خوب مبالغہ کیا، کیونکہ بال خشک نہ کرنے کی صورت میں ضعف دماغ کے سبب سے مرض پیدا ہونے کا خوف و اندیشہ ہوتا ہے۔ پھر کپڑے باندھ کر غسل خانہ سے باہر آئے تو زمین سے گھڑی اٹھا کر دیکھا تو اسمیں اتنا ہی وقت تھا جتنا پہلے تھا اس سے ایک سکنڈ بھی زیادہ نہیں ہوا تھا اس سے یہ وہم ہوا کہ گھڑی رکھ دینے سے بند ہو گئی تھی اور اٹھانے سے چلنے لگی شاید وقت ختم ہو چکا ہے کیونکہ غسل وغیرہ میں دس منٹ سے زیادہ وقت لگا تھا پھر افق کی طرف نظر پڑی تو وہ زبان حال سے کہہ رہا تھا کہ وقت ابھی باقی ہے اس میں صرف فرض ہی نہیں سنت کی بھی گنجائش ہے پھر فقیر نے سنت پڑھ کر فرض با جماعت ادا کیا، گھر واپس آکر جیبی گھڑی کو گھر کی بڑی عمدہ ودرست گھڑی سے ملایا تو دونوں گھڑیاں برابر مساوی تھیں اگر یہ گھڑی بند ہو جاتی تو دونوں کے وقت میں ضرور اختلاف وفرق ہوتا

...اس بات پر اللہ کا شکر بجالایا اور اس سے یہ یقین ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے فقیر قادری
...لیے ایک سکنڈ سے کم زمانہ کو پھیلا دیا یہاں تک کہ اس وقت میں اتنے کام ہو گئے
...اس منٹ سے زیادہ وقت میں بھی نہیں ہوتے۔ ہو بہو ایسا ہی واقعہ فقیر سے دو مرتبہ
...ہوا ہے، اس قسم کے واقعات کو علماء کی اصطلاح میں معونت کہتے ہیں۔

(انباء الحی ان کلامہ المصون تبیان لکل شئی ،ص:۸۶تا۸۸۔ پور بندر)

●●●

کشف ومکاشفہ

جب صفات ذمیمہ سے قلب کی تطہیر وصفائی ہو جاتی ہے اس وقت قلب میں
ایک نور ظاہر ہوتا ہے اسی کو مکاشفہ کہتے ہیں۔

جس کے دل میں یہ نور ظاہر ہوتا ہے اس کے ذریعہ اس پر بہت سارے ایسے امور
منکشف ہو جاتے ہیں جن کا پہلے وہ صرف نام سنتا تھا اور اسے ان کے اجمالی معانی کا
وہم ہوتا تھا، اس نور معرفت کی برکت سے تمام امور واضح ومنکشف ہونے لگتے ہیں
یہی وہ مقام ہے جہاں عارف کو ذات باری تعالیٰ کی حقیقی معرفت حاصل ہو جاتی ہے
اسی لئے کہا جاتا ہے کہ مکاشفہ صدیقین اور مقربین بارگاہ عزت کا حصہ ہے۔

علم کی دو قسمیں ہیں

(۱) علم مکاشفہ (۲) علم معاملہ

● علم مکاشفہ، علم باطن ہی کو کہتے ہیں، چونکہ اس میں باطن ہی کا انکشاف ہوتا
ہے، یہ ایسا علم ہے جسے علم کی غایت وانتہا کہا جاتا ہے۔

● علم معاملہ، احوال قلب جاننے کا نام ہے

قلب کی حالت وکیفیت مختلف ہوتی ہے (اختلاف وانقلاب ہی کے سبب سے
قلب کو قلب کہا جاتا ہے)

● قلب کے احوال محمود بھی ہوتے ہیں جیسے صبر وشکر، زہد وتقویٰ، قناعت وسخاوغیرہ۔

● قلب کے احوال مذموم بھی ہوتے ہیں جیسے بغض وحسد، غضب وعداوت
وتکبر وغیرہ

صوفیہ نے احوال قلب کو سنوارا اور قلب کو صفات ذمیمہ سے دور رکھنے کے جتن
کئے جس سے ان کے دل میں نور معرفت ہویدا ہوا پھر ان پر حقائق اشیاء منکشف ہو

کیونکہ دل جب کدورتوں، کثافتوں سے پاک ہو کر صاف و شفاف ہو جائے تو وہ
آئینہ خانہ بن جاتا ہے، یہ ظاہر ہے کہ آئینہ میں ان اشیاء کی صورتیں چھپتی ہیں جو اس
کے سامنے ہوں مگر صوفیہ کے دل وہ آئینہ ہیں جن میں سامنے کی چیز بھی چھپتی ہے اور
پس دیوار کی بھی، ظاہر بھی چھپتا ہے اور باطن بھی، اسی منزل پر پہنچ کر وہ باطن کو ظاہر
کی مثل دیکھتے ہیں۔ بعض صوفیہ فرماتے ہیں کہ صوفی وہ ہے جو باطن کو ظاہر کی طرح
دیکھے ورنہ وہ صوفی نہیں۔

ذیل میں ہم صوفیہ و اولیاء کے کچھ واقعات امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے
حوالے سے پیش کر رہے ہیں جن میں کسی نہ کسی جہت سے کشف و مکاشفہ کا تذکرہ ملتا
ہے، اس سے میرا مقصود نظر صوفیہ کی اہمیت اور امام احمد رضا بریلوی کی علوم تصوف پر
وسعت نگاہ ثابت کرنا ہے۔

ایک صحابی کا کشف

حضور سرور کون و مکاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سید المکاشفین ہیں غیب و شہادت کو
اللہ تعالیٰ نے حضور کے پیش نظر انور کر دیا تھا پردہائے غیب اٹھا دیئے گئے تھے، ان کے
طفیل رحمت سے صحابہ و تابعین پھر صوفیہ و اولیاء کو حصہ مرحمت ہوا۔

ایک مجلس میں امام احمد رضا بریلوی سے کسی سائل نے پوچھا

کیا صحابہ کرام کو بھی کشف ہوتا تھا؟

آپ نے فرمایا:

لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰـہُ، ان کے غلاموں اولیائے کرام کے پیش نظر عرش سے تحت
الثریٰ تک ہوتا ہے پھر صحابہ کی شان کا کیا پوچھنا۔

حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک صحابی سے دریافت فرمایا

کَیۡفَ اَصۡبَحۡتَ

تم نے کیونکر صبح کی

عرض کی، اَصۡبَحۡتُ مُؤۡمِنًا حَقًّا

میں نے صبح کی اس حال میں کہ میں سچا مومن تھا

ارشاد فرمایا ہر دعویٰ کی ایک دلیل ہوتی ہے جس سے اس دعویٰ کی سچائی ثابت ہوتی ہے تمہارے دعوے کی کیا دلیل ہے؟

عرض کی میں نے صبح کی اس حال میں کہ عرش سے تحت الثریٰ تک تمام موجودات عالم میرے پیش نظر ہے، جنتیوں کو جنت میں عیش کرتے دیکھ رہا ہوں اور جہنمیوں کو جہنم میں چیختے چلاتے عذاب پاتے دیکھ رہا ہوں۔

ارشاد فرمایا تم پہنچ لئے ہو اطمینان رکھو۔

(معجم کبیر طبرانی ۳، ص ۲۶۶ حدیث ۳۳۶۷)

اس کے بعد امام احمد رضا نے فرمایا

ماضی تو ماضی مستقبل بھی ان کے پیش نظر ہوتا ہے۔

اولیائے کرام فرماتے ہیں کوئی پتا سبز نہیں ہوتا مگر عارف کی نگاہ میں

سیدی شریف عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، اولیائے کرام فرماتے ہیں

مَا السَّمٰوٰتُ السَّبۡعُ وَالۡاَرَضُونَ السَّبۡعُ فِی نَظۡرِ الۡعَبۡدِ الۡمُؤۡمِنِ اِلَّا کَحَلۡقَةٍ مُلۡقَاةٍ فِی فَلَاةٍ مِنَ الۡاَرۡضِ.

ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں مومن کامل کی وسعت نگاہ میں ایسے ہیں جیسے کہ لق و دق میدان میں ایک چھلا پڑا ہو۔

اللہ اکبر! جب غلاموں کی یہ شان ہے تو عظمت شان اقدس کو کون خیال کر سکے۔

(الملفوظ چہارم، ص: ۶۶۰-۶۶۱ تخریج شدہ۔ ایڈوانس پرنٹنگ دہلی)

ابن عربی اور ایک جوان کا کشف

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک جگہ دعوت میں تشریف لے گئے آپ نے دیکھا کہ ایک لڑکا کھانا کھا رہا ہے کھانا کھاتے ہوئے

اچانک رونے لگا وجہ دریافت کرنے پر کہا کہ میری ماں کو جہنم کا حکم ہے اور فرشتے اسے لئے جاتے ہیں (اس شہر میں یہ لڑکا کشف میں مشہور تھا) حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس کلمہ طیبہ ستر ہزار مرتبہ پڑھا ہوا محفوظ تھا، آپ نے اس کی ماں کو دل میں ایصال ثواب کر دیا فوراً وہ لڑکا ہنسا، آپ نے سبب ہنسنے کا دریافت فرمایا لڑکے نے جواب دیا کہ حضور میں نے ابھی دیکھا میری ماں کو فرشتے جنت کی طرف لئے جا رہے ہیں۔ شیخ ارشاد فرماتے ہیں اس حدیث کی تصحیح مجھے اس لڑکے کے کشف سے ہوئی اور اس کے کشف کی تصدیق اس حدیث سے۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۳، ص ۹۸ باب ما علی الماموم من المتابعة)

فائدہ

کلمہ طیبہ (لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ) ستر ہزار مرتبہ مع درود شریف پڑھ کر بخش دیا جائے انشاء اللہ تعالیٰ پڑھنے والے اور جس کو بخشا جائے دونوں کے لئے ذریعہ نجات ہوگا اور پڑھنے والے کو دونا ثواب ہوگا اور اگر دو کو بخشے گا تو تگنا اسی طرح کروڑوں بلکہ جمیع مومنین و مومنات کو ایصال ثواب کر سکتا ہے، اسی نسبت سے اس پڑھنے والے کو ثواب ہوگا۔ (الملفوظ اول، ص: ۱۷۹ تخریج شدہ۔ ایڈوانس پرنٹنگ دہلی)

جنید بغدادی کا کشف اور ایک نصرانی کا قبول اسلام

اللہ تعالیٰ نے مومن کو جو فہم و فراست عطا فرمائی ہے وہ نور الٰہی کا جلوہ ہے، مومن کی فراست جب درجہ کمال کو پہنچتی ہے تو مکاشفہ حاصل ہوتا ہے۔ فراست کاملہ اور کشف، اولیائے کاملین کا حصہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مکاشفہ سے اس نصرانی کو پہچان لیا جس نے زنار چھپا کر مشائخ زمانہ کا امتحان کرنا چاہا۔ یہ واقعہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے حوالے سے اس طرح ہے۔

یمن کے ایک نصرانی نے یہ صحیح حدیث سنی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

فرماتے ہیں

اِتَّقُوا فِراسَۃَ المُؤمنِ فَاِنّہ یَنظُرُ مِنُ نُورِ اللّٰہ

(ترمذی ۲،ص ۱۴۵،سورۃ الحجر من ابواب التفسیر)

مسلمان کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

اس نصرانی نے چاہا کہ امتحان کرے،ادھر کے نصاریٰ زنار باندھتے ہیں اس نے زنار نیچے چھپایا اور اوپر مسلمانی لباس پہنا،عمامہ باندھا اور مسلمان بن کر مشائخ کرام کی مجلسوں پر دورہ شروع کیا ہر ایک کے پاس جاتا اور حدیث کے معنی پوچھتا،وہ کچھ فرمادیتے یہ دوسرے کے پاس حاضر ہوتا،یوں ہی بغداد شریف آیا اور حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس وعظ میں حاضر ہوا،عرض کی یا سیدی اس حدیث کے معنی کیا ہیں۔**اِتقُوا فِراسۃَ المؤمنِ فَانہ ینظرُ مِن نُورِ اللّٰہ** ،فرمایا اس کے یہ معنی ہیں کہ زنار توڑ اور نصرانیت چھوڑ اسلام لا۔وہ یہ سنتے ہی بیتاب ہوا اور کلمہ شہادت پڑھا اور کہا یا سیدی میں اتنے مشائخ کرام کے پاس گیا اور کسی نے مجھے نہ پہچانا ،فرمایا سب نے پہچانا مگر تجھ سے تعرض نہ کیا کہ تیرا اسلام میرے ہاتھ پر لکھا ہوا ہے۔

(جامع کرامات اولیاء علامہ یوسف نبھانی جلد ۲ ص ۱۲)

فائدہ

برکات اولیائے کرام کے تذکرے میں امام احمد رضا نے فرمایا:

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیمار ہوئے آپ کا قارورہ ایک طبیب نصرانی کے پاس گیا بغور دیکھتا رہا پھر دفعۃً کہا **اَشھدُ اَن لّآ اِلٰہ اِلّا اللّٰہ واَشھدُ اَن مُحمدًا رسول اللّٰہ** (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) لوگوں نے سبب پوچھا کہا میں دیکھتا ہوں یہ قارورہ ایسے شخص کا ہے جس کا جگر عشق الٰہی نے کباب کردیا۔

اللہ اکبر،ان بزرگوں کا بول وہ ہدایت کرتا ہے جو دوسروں کا قول نہیں کرتا۔

(الملفوظ اول،ص:۱۹۹۔۲۰۰تخریج شدہ۔ایڈوانس پرنٹنگ دہلی)

...ل حضرمی کا کشف قبور

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک قبرستان سے گزرے صحابہ سے فرمایا کہ ان ...الوں پر عذاب ہو رہا ہے اس عذاب کا سبب یہ ہے کہ ایک شخص پیشاب کی چھینٹوں ...ں بچتا تھا اور دوسرا شخص چغل خوری کیا کرتا تھا پھر دو ہری شاخیں منگا کر ان دو قبروں ...دیں اور فرمایا کہ جب تک یہ شاخیں ہری رہیں گی امید ہے کہ ان کے عذاب میں ...ب ہوگی۔ (بخاری اول، ص: ۳۵۔ کتاب الوضو۔ باب من الکبائر ان لا یستتر من بولہ)

حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت سے اولیائے ملت کو بھی کشف ...ی صلاحیت دی گئی ہے، انہیں بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ کس قبر والے پر عذاب ہو رہا ...س پر نہیں۔ ایک مرتبہ حضرت اسمعیل حضرمی ایک قبرستان سے گزرے تو انہیں ...ں کے عذاب کا حال معلوم ہو گیا۔ امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں۔

ایک بار حضرت سیدی اسمعیل حضرمی قدس سرہٗ العزیز کہ اجلہ اولیاء کرام سے ...، ایک قبرستان سے گزرے امام محب الدین طبری کہ اکابر محدثین سے ہیں ہمراہ ...ب تھے حضرت سیدی اسمعیل نے ان سے فرمایا۔

اَتُؤمِنَ بِکَلَامِ الْمَوتیٰ

کیا اس پر آپ ایمان لاتے ہیں کہ مردے زندوں سے کلام کرتے ہیں۔

عرض کی ہاں، فرمایا اس قبر والا مجھ سے کہہ رہا ہے

اَنَا مِنْ حَشَبِ الْجَنَۃِ

میں جنت کی بھرتی میں سے ہوں

آگے چلے وہاں چالیس قبریں تھیں آپ بہت دیر تک روتے رہے یہاں تک ...ہ دھوپ چڑھ گئی اس کے بعد آپ ہنسے اور فرمایا تو بھی انہیں میں سے ہے۔ لوگوں ...نے یہ کیفیت دیکھ کر عرض کی حضرت یہ کیا راز ہے ہماری سمجھ میں کچھ نہ آیا، فرمایا ان

قبور پر عذاب ہو رہا تھا جسے دیکھ کر میں روتا رہا اور حضرت عزت میں میں نے ان کی شفاعت کی مولیٰ تعالیٰ نے میری شفاعت قبول فرمائی اوران سے عذاب اٹھالیا، ایک قبر گوشے میں تھی جس کی طرف میرا خیال نہ گیا تھا اس میں۔ سے آواز آئی

یَا سَیِّدِی اَنَا مِنْھُم اَنَا فُلَانَۃُ الْمُغَنِیَۃ

اے میرے آقا میں بھی تو ان ہی میں ہوں میں فلاں ڈومنی ہوں۔

مجھے اس کے کہنے پر ہنسی آگئی اور میں نے کہا انت منھم، تو بھی انہیں میں ہے۔ اس پر سے بھی عذاب اٹھالیا گیا۔ تو یہ حضرات سراپا رحمت ہیں جس طرف گزر ہو رحمت ساتھ ہے۔ (شرح الصدور، ص ۱۸۵۔ زیارۃ القبور)

(الملفوظ دوم، ص: ۳۰۷ تخریج شدہ۔ ایڈوانس پرنٹنگ دہلی)

احمد بدوی کبیر کا کشف

صوفیہ واولیاء کو جس طرح زندگی میں مکاشفہ ہوتا ہے یوں ہی انتقال کے بعد بھی وہ اپنے زائرین وغیرہ کے احوال سے آگاہ ہوتے ہیں یہاں تک کہ جو ان کے ساتھ حسن عقیدت یا سوءظن رکھتا ہے اسے بھی جانتے ہیں۔

حضرت سیدی احمد بدوی کبیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بڑے اولیائے کرام میں ہیں ان کے مزار پر حضرت سیدی امام عبدالوہاب شعرانی جو بذات خود بھی صاحب کشف اور ولی کامل ہیں، ہر سال حاضر ہوتے، ایک سال آنے میں تاخیر ہوئی تو انہوں نے مزار سے پردہ اٹھا کر امام عبدالوہاب شعرانی کے آنے کے بارے میں بار بار پوچھا۔ اس سے دونوں بزرگوں کی شان ولایت ظاہر ہوتی ہے اوران کے مقام کشف کا اندازہ ہوتا ہے۔

اس واقعہ کو امام احمد رضا بریلوی ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں

امت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ والثنا کے اولیائے کرام کی یہ شان ہے کہ وہ خود اپنے مہمانوں کی مدد فرماتے ہیں۔

حضرت سیدی احمد بدوی کبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی مجلس میلاد مصر میں ہوتی

ہے، مزار مبارک پر آپ کی ولادت کے دن ہر سال مجمع ہوتا ہے اور آپ کا میلاد پڑھا جاتا ہے۔ امام عبدالوہاب شعرانی قدس اللہ سرہ الربانی التزام کے ساتھ ہر سال حاضر ہوتے، اپنی کتاب میں بھی بہت تعریف لکھی ہے، کئی ورقوں میں اس مجلس کے حالات بیان کئے ہیں۔ مجلس تین دن ہوتی ہے ایک دفعہ آپ کو تاخیر ہوگئی، یہ ہمیشہ ایک دن پہلے ہی حاضر ہو جاتے تھے اس دفعہ آخری دن پہنچے، جو اولیائے کرام مزار مبارک پر مراقب تھے انہوں نے فرمایا کہاں تھے دو روز سے، حضرت مزار مبارک سے پردہ اٹھا اٹھا کر فرماتے ہیں عبدالوہاب آیا، عبدالوہاب آیا۔ انہوں نے فرمایا کیا حضور کو میرے آنے کی اطلاع ہوتی ہے، انہوں نے فرمایا اطلاع کیسی، حضور تو فرماتے ہیں کہ کتنی ہی منزل پر کوئی شخص میرے مزار پر آنے کا ارادہ کرے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اس کی حفاظت کرتا ہوں، اگر اس کا ایک ٹکڑا رسی کا جاتا رہے گا اللہ تعالیٰ مجھ سے سوال کرے گا۔

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں

امام عبدالوہاب شعرانی پر خاص توجہ تھی اور ان کو بھی خاص نیاز مندی تھی اسی وجہ سے حضرت کو ان سے خاص محبت تھی۔

حدیث میں ہے جو کوئی دریافت کرنا چاہے کہ اللہ کے یہاں اس کی کس قدر قدر و منزلت ہے وہ یہ دیکھے کہ اس کے دل میں اللہ کی کس قدر قدر و منزلت ہے اتنی ہی اس کی اللہ کے یہاں ہے۔

(الملفوظ سوم، ص:۴۸۴ تخریج شدہ۔ ایڈوانس پرنٹنگ دہلی)

خواجہ غریب نواز اور حمید الدین ناگوری کا کشف

سلطان الہند عطائے رسول خواجہ غریب نواز حضرت معین الدین چشتی حسن سنجری، قاضی حمید الدین ناگوری اور خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ ہندوستان کے بلند پایہ اولیاء میں سے ہیں، ہندوستان کی سرزمین کو ان پر فخر و ناز ہے

خصوصاً خواجہ غریب نواز کا تو خاص فیضان ہے انہیں کے فیض قدوم سے ہندوستان میں باضابطہ اسلام کی ترویج واشاعت ہوئی۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی علیہ الرحمہ خواجہ غریب نواز کے خلیفہ خاص ہیں، دلی اور اس کے گردونواح میں ان کے انوار چمک رہے ہیں۔ حضرت بختیار کا کی کی عمر جب چار سال چار ماہ چار دن ہوئی تو ان کی رسم بسم اللہ خوانی کے لئے خواجہ غریب نواز اجمیر سے تشریف لائے مگر یہ رسم چونکہ حضرت قاضی حمید الدین ناگوری سے انجام پانی تھی، وہ ناگور میں تشریف فرما تھے بذریعہ الہام انہیں اطلاع ہوئی وہاں سے فوراً تشریف لائے اور خواجہ صاحب کی موجودگی میں انہوں نے خواجہ قطب الدین بختیار کا کی کی رسم بسم اللہ خوانی ادا فرمائی۔ اس واقعہ سے ان کے کشف والہام اور ان کے مقام ولایت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ رسم بسم اللہ خوانی کے تذکرہ میں فرماتے ہیں۔

بسم اللہ خوانی کی عمر شرعاً کچھ مقرر نہیں ہاں مشائخ کرام کے یہاں چار برس چار مہینے چار دن مقرر ہیں۔

حضرت خواجہ قطب الحق والدین بختیار کا کی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر جس دن چار برس چار مہینے چار دن کی ہوئی تقریب بسم اللہ مقرر ہوئی لوگ بلائے گئے حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف فرما ہوئے، بسم اللہ پڑھانا چاہی مگر الہام ہوا کہ ٹھہرو حمید الدین ناگوری آتا ہے وہ پڑھائے گا ادھر ناگور میں قاضی حمید الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو الہام ہوا کہ جلد جا میرے ایک بندے کو بسم اللہ پڑھا، قاضی صاحب فوراً تشریف لائے اور آپ سے فرمایا صاحبزادے پڑھئے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آپ نے پڑھا اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور شروع سے لے کر پندرہ پارے حفظ سنا دیئے، حضرت قاضی صاحب اور خواجہ صاحب نے فرمایا صاحبزادے آگے پڑھئے فرمایا میں نے اپنی ماں کے شکم میں اتنے ہی سنے تھے اور اسی قدر ان کو یاد تھے وہ مجھے بھی یاد ہو گئے۔

(سبع سنابل ۴۳۸ ساتواں سنبلہ) (الملفوظ چہارم، ص: ۶۳۰۔ تخریج شدہ۔ ایڈوانس پرنٹنگ دہلی)

حضرت ابن مسعود کا کشف

اولیائے کرام جہاں بیٹھ گئے وہاں پاکیزہ روحوں کا ہجوم ہو گیا، انسانوں میں انہوں نے انسانیت کی تعمیر کی، انہیں قلوب واذہان کی تطہیر وتزکیہ کی تعلیم سے آشنا کرایا۔ وہ خدا کی بارگاہ میں جھک گئے دنیا ان کے سامنے جھک گئی، کائنات کی ہر شئی ان کا احترام وتکریم کرنے لگی، نیک خصلت انسان تو ان کے اشارۂ ابرو پر چلتے ہی ہیں جانور بھی ان کا حکم مانتے ہیں۔ شیر جو جنگل کا راجہ ہے وہ بھی ان کے سامنے پالتو کتے کی طرح ہو جاتا، اولیائے کرام کی تاریخ میں یہ بات ملتی ہے کہ کسی نے شیر کی سواری کی، کسی نے شیروں کو اپنے دربار کا دربان بنایا، اس انقلاب نظر کو بھی دیکھیں کہ ان کی نگاہ کیمیا اثر سے جہاں شیر پالتو کتے کے مثل ہو جاتا وہیں کتا بھی ایسا ہو جاتا ہے جو شیر کو خاطر میں نہیں لاتا۔ ان کے خدا داد اختیارات وتصرفات سے تنکا پہاڑ اور ذرہ آفتاب ہو سکتا ہے، وہ ثریا کو ثریٰ اور پستی کو بلندی عطا کر سکتے ہیں۔

حضرت سیدی ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگل میں رہتے تھے جنگل کے درندے اور شیر وغیرہ ان کا حکم مانتے اور مؤدبانہ ان کے سامنے حاضر ہوتے تھے۔ امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں۔

حضرت سیدی ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکابر اولیاء سے ہیں (نفعنا اللہ تعالیٰ ببر کاتھم فی الدین و الدنیا والآخرۃ) آپ جنگل میں رہتے تھے، ایک شخص نے ایک بیل نذر مانا جب وہ خوب موٹا تازہ ہو گیا تو اس کو لے کر حضرت کی خدمت میں چلا، تیار بہت تھا راستہ میں چھوٹ گیا ہر چند تلاش کیا نہ ملا، خیر مایوس ہو کر لوٹ آیا۔ ایک اور شخص کہ اس کے ایک ہی بیل تھا تمام کھیتی وغیرہ کا کام اسی سے لیتا نہایت لاغر ونحیف ہو گیا تھا لے کر حاضر ہوا، عرض کیا حضرت میرے رزق کا ذریعہ یہی بیل ہے دعا فرمایئے یہ دبلا بہت ہے اس میں طاقت آجائے، آپ کے پاس چند شیر بیٹھے تھے ایک کو اشارہ فرمایا وہ گیا اور اس بیل کا شکار کیا اور کچھ کھایا، پھر دوسرے کو اشارہ

فرمایا وہ گیا اور کچھ کھایا، اسی طرح سب نے کھایا اور وہ بیل ختم ہو گیا۔ یہ شخص اپنے دل میں کہنے لگا میں اچھی دعا کرانے آیا تھا کہ میرا دبلا بیل بھی ہاتھ سے گیا، تھوڑی دیر بعد ایک اچھا موٹا تازہ بیل آیا جو اس آدمی سے چھوٹ گیا تھا اور سامنے آ کر مؤدب کھڑا ہو گیا، فرمایا اسے اس کے بدلے میں لے لے، اس نے لے تو لیا لیکن دل میں خطرہ گزرا کہ یہ شیر حضرت کی خدمت میں بیٹھے ہیں حضرت کے سامنے تک تو کچھ نہیں بولتے یہاں سے پھر مجھے اور اس بیل کو کھالیں گے آپ کو فوراً اس کے خطرہ پر اطلاع ہو گئی، اور کیوں نہ ہو جو اس کو جانتا ہے اس سے کوئی شئی پوشیدہ نہیں، فرمایا شیروں سے ڈرتے ہو؟ اب ان کے دل میں یہ خطرہ آیا کہ معلوم نہیں کس کا بیل ہے کوئی پوچھے تو کیا کہوں گا، خود ہی فرمایا تم سے کوئی نہ بولے گا، ایک شیر کو اشارہ فرمایا وہ ان کے ساتھ کتے کی طرح ہو لیا اور ان کی اور ان کے بیل کی حفاظت کی۔ آبادی کے قریب آ کر وہ شیر واپس چلا گیا۔ (الملفوظ چہارم، ص: ۶۲۷۔ تخریج شدہ۔ ایڈوانس پرنٹنگ دہلی)

امام جعفر صادق کا کشف

خاصان خدا کا کمال یہ ہے کہ اگر وہ مٹی کو ہاتھ لگا دیں تو وہ سونا بن جائے، انہوں نے حق کی ایسی پیروی کی کہ کائنات کی ہر چیز ان کا تابع فرمان ہو گئی، وہ دنیا کے اسباب وعلل پر نہیں ذات حق پر توکل واعتماد کرتے ہیں وہ اگرچہ بظاہر خالی ہاتھ ہوتے ہیں مگر حقیقت میں وہ صاحب دولت وصاحب اختیار ہوتے ہیں، غنا ان کی پونجی، فقر ان کا فخر ہوتا ہے، وہ زمین واہل زمین پر بوجھ نہیں بلکہ وہ ان کے محافظ ونگہبان اور ان کے لئے سراپا رحمت ہوتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توکل واستغناء ومکاشفہ اور شقیق بلخی کے وسوسہ دلی پر آگاہ ہونے سے متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

● ایک مرتبہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تنہا ایک گدڑی پہنے مدینہ طیبہ سے کعبہ معظمہ کو تشریف لئے جاتے تھے اور ہاتھ میں صرف ایک تاملوٹ، شقیق بلخی

[...] اللہ تعالیٰ علیہ نے دیکھا دل میں خیال کیا کہ یہ فقیر اوروں پر اپنا بار ڈالنا چاہتا ہے،
[...] وسہ شیطانی آنا تھا کہ امام نے فرمایا، شقیق بچو گمانوں سے بعض گمان گناہ ہوتے
[...] امام ہٹانے اور وسوسہ دلی پر آگاہی سے نہایت عقیدت ہوگئی اور امام کے ساتھ ہو
[...] راستہ میں ایک ٹیلہ پر پہنچ کر امام نے اس سے تھوڑا ریت لے کر تا ملوٹ میں
[...] کر پیا اور شقیق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی پینے کو فرمایا انہیں انکار کا چارہ نہ ہوا،
[...] پیا تو ایسے نفیس لذیذ خوشبو دار ستو تھے کہ عمر بھر میں نہ دیکھے، نہ سنے۔

● ایک روز شقیق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مسجد حرام شریف میں دیکھا کہ وہی
[...] بیش بہا لباس پہنے درس دے رہے ہیں، لوگوں سے پوچھا یہ کون بزرگ ہیں؟
[...] نے کہا ابن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جعفر صادق، جب تخلیہ ہوا انہوں نے
[...] کیا حضرت یہ کیا بات ہے کہ راہ میں آپ کو ایک گدڑی پہنے دیکھا تھا اور اس
[...] یہ لباس دیکھ رہا ہوں، آپ نے دامن مبارک اٹھایا کہ وہی گدڑی نیچے زیب تن
[...] اور فرمایا کہ وہ تمہارے دکھانے کو ہے اور یہ گدڑی اللہ کے لئے۔

(تذکرۃ الاولیا، ص: ۱۲)

[...] صیحت

بدگمانی حرام ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ

(الحجرات، ۱۲)

اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچو بیشک بعض گمان گناہ ہوتے ہیں

حدیث صحیح میں فرمایا

اِيَّاكُمْ وَالظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ

گمان سے دور رہو کہ گمان سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے

(الملفوظ دوم، ص: ۳۹۹-۴۰۰ تخریج شدہ۔ ایڈوانس پرنٹنگ دہلی)

IMG_201707

سید محمد یمنی کا کشف اور بیلوں کی موت

اولیاء وصوفیہ کی نگاہ کشف کا کمال یہ ہے کہ وہ ماضی و مستقبل ہر ایک کا
فرماتے رہتے ہیں کوئی شئی ان کی نظر سے مخفی نہیں وہ دلوں کے خطرات سے وا
آگاہ ہیں، وہ انسانی کائنات کے لئے سراپا رحمت ہی رحمت ہیں ان کے ذریعہ
دفع ہوتی ہیں، وہ آنے والی مصیبتوں کو ٹال دیتے ہیں ان کے فیض نظر کے صد
سے تقدیر بنتی بگڑتی ہے، وہ عطائے خداوندی سے جنتیوں اور دوزخیوں کو بھی پہچا
ہیں، ان کے دل انوار الٰہیہ کے معدن و منبع ہیں عرفان حق کی بدولت انہیں عا
کائنات کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے۔

سید محمد یمنی کے کشف واحتیاط اوران کے صاحبزادے کے کشف وجلال کا وا
امام احمد رضا یوں بیان فرماتے ہیں۔

شیخ محقق عولقی مدنی مجھ سے کہتے تھے کہ حضرت سید محمد یمنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نما
فجر کے لئے مسجد میں تشریف لائے دیکھا کہ منبر پر ایک بچہ بیٹھا ہے، سوا حضرت کے
کسی نے نہ دیکھا آپ نے کچھ تعرض نہ فرمایا نماز پڑھ کر تشریف لے آئے۔ پھر ظہر
کے لئے آئے تو دیکھا کہ ایک جوان بیٹھا ہے نماز پڑھ کر چلے آئے اور اس سے کچھ نہ
کہا پھر عصر کے لئے گئے تو وہیں منبر پر ایک بوڑھے کو پایا اب بھی کچھ نہ پوچھا اور نماز
سے فارغ ہو کر واپس آئے پھر مغرب کے لئے گئے تو ایک بیل کو وہاں دیکھا اب فرمایا
تو کیا ہے کہ اتنی مختلف حالتوں میں میں نے تجھے دیکھا ہے، اس نے کہا میں وبا ہوں۔

● اگر آپ اس وقت مجھ سے کلام کرتے جب میں بچہ تھا تو یمن میں کوئی بچہ
باقی نہ رہتا

● اور اگر اسوقت دریافت فرماتے جب جوان تھا تو یہاں کوئی جوان نہ رہتا۔

● یوہیں اگر اس وقت بات کرتے جب میں بڈھا تھا تو اس شہر میں کوئی بوڑھا
نہ رہتا۔

● اب آپ نے اس حال میں کہ مجھے بیل دیکھا کلام فرمایا، یمن میں کوئی بیل نہ

...ے گا۔

یہ کہہ کر غائب ہو گیا، یہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت تھی کہ آپ نے پہلی ...حالتوں میں اس سے سوال نہ فرمایا۔ بیلوں میں مرگ عام ہو گئی اگر اس وقت کوئی ...اچھا بھی ذبح کیا جاتا تو اس کا گوشت ایسا خراب ہوتا کہ کوئی کھا نہ سکتا، اس میں ...مک کی بو آتی۔

...ب انہوں نے فرمایا تو آگ میں

انہیں سید محمد یمنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک صاحبزادے مادر زاد ولی تھے ایک ... جب عمر شریف چند سال کی تھی باہر تشریف لائے اور اپنے والد ماجد کی جگہ ... رکھی ایک شخص سے کہا لکھ فُلانٌ فِی الجنۃِ، یعنی فلاں شخص جنت میں ہے، ...ایں نام بنام بہت سے اشخاص کو لکھوایا، پھر فرمایا لکھ فُلَانٌ فِی النّارِ، یعنی فلاں شخص ...دوزخ میں ہے، انہوں نے لکھنے سے ہاتھ روک لیا، آپ نے پھر فرمایا انہوں نے نہ ...لکھا، آپ نے سہ بارہ ارشاد کیا انہوں نے لکھنے سے انکار کر دیا، اس پر آپ نے فرمایا ...انتَ فِی النّار، تو آگ میں ہے۔ وہ گھبرائے ہوئے ان کے والد ماجد کی خدمت ...میں حاضر ہوئے حضرت نے فرمایا اَنتَ فِی النّارِ کہا یا اَنتَ فِی جَھنمَ، عرض کی ...انتَ فِی النّارِ فرمایا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا میں اس کے کہے کو بدل نہیں سکتا اب ...تجھے اختیار ہے دنیا کی آگ پسند کر یا آخرت کی، عرض کی دنیا کی آگ پسند ہے۔ ان کا ...جل کر انتقال ہوا۔

(الملفوظ اول، ص: ۱۰۴، تخریج شدہ مطبع مذکور)

...غوث اعظم کے کشف کا ایک واقعہ

حضور غوث اعظم محبوب سبحانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ...جملہ اولیائے امت کے سلطان اور غوثیت کبریٰ کے مقام بلند پر فائز ہیں، ان کی ...خصوصیت، ان کی خدمات دینیہ اور ان کی کرامات مشہور زمانہ ہیں۔ یہاں ہم حضور غوث

اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کشف و کرامت کا ایک واقعہ امام احمد رضا بریلوی کے حوالے سے درج کرر ہے ہیں۔

ایک بزرگ سیدی عبدالرحمٰن طفسونجی نے ایک روز برسر منبر فرمایا

اَنَا بَیْنَ الْاَوْلِیَاءِ کَالْکُرْکِی اَطْوَلُ عُنقًا

میں اولیا میں ایسا ہوں جیسے کلنگ سب میں اونچی گردن

وہیں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک مرید حضرت سیدی احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تشریف فرما تھے انہیں ناگوار ہوا کہ حضور غوث اعظم پر اپنے آپ کو تفضیل دی گدڑی پھینک کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا میں آپ سے کشتی لڑنا چاہتا ہوں۔ حضرت سیدی عبدالرحمٰن نے ان کو سر سے پیر تک دیکھا، پھر پیر سے سر تک دیکھا، پھر سر سے پیر تک دیکھا۔ غرض اسی طرح کئی بار نظر ڈالی اور خاموش ہو گئے، لوگوں نے حضرت سے سبب پوچھا فرمایا میں نے دیکھا اس کے جسم کو کہ کوئی رونگٹا رحمت الٰہی سے خالی نہیں ہے اور ان سے فرمایا گدڑی پہن لو۔ انہوں نے کہا فقیر جس کپڑے کو اتار کر پھینک دیتا ہے دوبارہ نہیں پہنتا۔ بارہ روز کے راستہ پر ان کا مکان تھا اپنی زوجہ مقدسہ کو آواز دی فاطمہ میرے کپڑے دو انہوں نے وہیں سے ہاتھ بڑھا کر کپڑے دیئے اور انہوں نے ہاتھ بڑھا کر پہن لئے۔

حضرت سیدی عبدالرحمٰن نے دریافت کیا کس کے مرید ہو، فرمایا میں غلام ہوں سرکار غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ انہوں نے اپنے دو مریدوں کو بغداد بھیجا کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا کر عرض کرو بارہ برس سے قرب الٰہی میں حاضر ہوتا ہوں آپ کو نہ جاتے دیکھا نہ آتے، ادھر سے یہ دونوں مرید چلے ہیں کہ ادھر غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دو مریدوں سے ارشاد فرمایا طفسونج جاؤ، راستہ میں شیخ عبدالرحمٰن کے دو آدمی ملیں گے ان کو واپس لے جاؤ اور شیخ عبدالرحمٰن کو جواب دو کہ

● وہ جو صحن میں ہے کیونکر دیکھ سکتا ہے اس کو جو دالان میں ہے

● اور وہ جو دالان میں ہے اسے کیونکر دیکھ سکتا ہے جو کوٹھری میں ہے
● اور وہ جو کوٹھری میں ہے اسے کیونکر دیکھ سکتا ہے جو نہاں خانۂ خاص میں ہو۔
میں نہاں خانۂ خاص میں ہوں اور علامت یہ ہے کہ فلاں شب بارہ ہزار اولیاء کو
عطا ہوئے تھے یاد کرو کہ تم کو جو خلعت ملا تھا وہ سبز تھا اور اس پر سونے سے قل
اللہ شریف لکھی تھی، یہ سن کر شیخ عبدالرحمٰن نے سر جھکا لیا اور فرمایا
صدق الشیخ عَبدُالقادرِ وَھُو سُلطانُ الوقتِ
شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سچ فرمایا اور وہ وقت کے سلطان
ہیں۔ (ت) (قلائد الجواہر ص ۳۶۶، ذکر شیخ عبدالرحمٰن طفسونجی)
(الملفوظ سوم، ص: ۵۵۲۔۵۵۳ تخریج شدہ۔ مطبع مذکور)

امام احمد رضا بریلوی کے کشف کا ایک واقعہ

ملفوظات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے جامع و مرتب تاجدار اہل
سنت شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند مولانا الشاہ محمد مصطفےٰ رضا خاں صاحب نوری
علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔
ایک مرتبہ (شیر بیشۂ سنت مناظر اہل سنت حضرت علامہ مفتی) مولوی حشمت علی
صاحب قادری رضوی لکھنوی کے دل میں یہ خیال آیا کہ قرآن عظیم میں یعلمون له
ما یشاء من محاریب و تماثیل، ہے (اس کے لئے بناتے جو وہ چاہتا اونچے
اونچے محل اور تصویریں۔ کنزالایمان السباء، ۱۳)
یعنی سیدنا سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام کے لئے جن ان کی حسب منشاء
محرابیں اور تصویریں بناتے تھے اور یہ ثابت ہے کہ اگلی شریعتوں کو جب رب عزوجل
بلا انکار کے بیان فرمائے تو وہ احکام ہمارے لئے بھی ہوتے ہیں اور تصویروں پر
قرآن عظیم نے انکار نہ فرمایا اور جن احادیث سے حرمت ثابت ہوتی ہے وہ سب احاد
ہیں تو قرآن عظیم کو منسوخ نہیں کرسکتیں۔

مولوی حشمت علی صاحب یہ شبہ دل میں لئے ہوئے حاضر خدمت ہوئے اور امام احمد رضا بریلوی سے عرض کیا حضور والا حرمت تصاویر متواتر ہے؟

آپ نے فرمایا:

ہاں حرمت تصاویر متواتر ہے مگر وہ احادیث جن سے حرمت ثابت ہوتی ہے وہ سب فرداً فرداً احاد ہیں مگر مجموعہ سے حرمت متواتر ہو جاتی ہے تو یوں کہہ سکتے ہیں کہ حرمت تصاویر کی حدیث متواتر المعنی ہے اور حدیث متواتر المعنی قرآن عظیم کو منسوخ کر سکتی ہے جیسے ایسی احادیث نے **یعلمون له ما یشاء من محاریب و تماثیل** کو منسوخ کر دیا۔

اس واقعہ کا ذکر کرنے کے بعد جامع ملفوظات قدس سرہٗ لکھتے ہیں کہ یہ اعلیٰ حضرت کی کرامت کہیئے تو بجا ہے اور یہ اسی بار نہیں اکثر ایسا ہوا ہے کہ شبہ بیان ہوا نہیں اور جواب فرما دیا۔ (الملفوظ چہارم، ص:۶۶۲ تخریج شدہ۔ ایڈوانس پرنٹنگ، دہلی)

کشف، الہام اور کرامت کی حقیقت

کشف والہام اور خلاف عادت بات کا ظہور نبی سے بھی ہوتا ہے اور غیر نبی سے بھی، اس قسم کی باتوں کو معجزہ، ارہاص، کرامت معونت، استدراج کہتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی حیثیت اور ہر ایک کا مقام و درجہ الگ الگ ہے۔

- خلاف عادت بات اگر نبی ورسول سے صادر ہو اس کو "معجزہ" کہتے ہیں۔
- نبی سے قبل نبوت خلاف عادت امور ظاہر ہوں تو ان کو "ارہاص" کہا جاتا ہے۔
- صاحب تقویٰ و صاحب ولایت سے اگر خوارق عادات باتیں ظہور میں آئیں تو ان کو "کرامت" کہیں گے۔
- اگر متبع شریعت مومن سے ایسی بات صادر ہو اس کو "معونت" کہتے ہیں۔
- بے ایمان کافر یا فاسق وفاجر سے اگر عادت کے خلاف کوئی امر ظاہر ہو اس کو "استدراج" کہا جاتا ہے۔

• کسی مخفی امر کا حال معلوم ہو جانا یا دل میں اس کا خیال پیدا ہونا ''کشف و الہام'' کہلاتا ہے۔

یعنی بندۂ مومن جب شریعت کی پیروی، زہد و تقویٰ اور امر و نہی پر عمل کرتے نوافل وغیرہ کے ذریعہ قربِ خداوندی حاصل کرتا ہے اس وقت وہ عنایات سے درجہ ولایت پر فائز ہو جاتا ہے پھر اس پر کائنات کے حقائق و معارف ہونے لگتے ہیں، بندہ کے ایسے مقام پر پہنچنے کے بعد جب اس کے دل میں کسی چیز کا القا ہو اسی کو ''کشف والہام'' کہتے ہیں۔ یہ حقیقت بھی یاد رکھنے کی ہے کہ کشف اور خلاف عادت بات ظاہر ہونے کے لئے زہد و تقویٰ اور ولایت و بزرگی بلکہ ایمان کا بھی ہونا ضروری نہیں یہ تو فاسق و فاجر اور کافر کو بھی ہو سکتا ہے۔ نمرود سے بڑا کافر کون؟ اسے بھی استدراج حاصل تھا۔

امام احمد رضا بریلوی نمرود کے استدراج سے متعلق ایک مقام پر دو واقعے بیان فرماتے ہیں

ا۔ نمرود کے دروازہ پر ایک درخت تھا جس کا سایہ بالکل نہ تھا جب ایک شخص اس کے پاس آتا اس کے لائق سایہ ہو جاتا، دوسرا آتا تو دو کے لائق ہو جاتا غرض ایک لاکھ آدمی اس کے سایہ میں رہ سکتے، اور جہاں ایک لاکھ سے ایک بھی زیادہ ہوا سب دھوپ میں۔

۲۔ اسی کا ایک حوض تھا صبح کو لوگ آتے کوئی اس میں پیالہ بھر کر دودھ ڈالتا، کوئی شربت، کوئی شہد جس کو جو پسند آتا یہاں تک کہ وہ بھر جاتا اور سب چیزیں خلط ہو جاتیں اب جس کو جو حاجت ہوتی پیالہ ڈالتا جو شئی جس نے ڈالی ہوتی وہی اس کے کام میں آتی۔ یہ کافر اور وہ بھی کیسے بڑے کافر کا استدراج تھا۔

(الملفوظ چہارم، ص: ۵۸۷۔ تخریج شدہ۔ مطبع مذکور)

کرامت واستدراج کے طور پر انسان سے تو خلاف عادت بات صادر ہو ہی سکتی علاوہ ازیں تو یہ ہے کہ جانور کی روح سے بھی ایسی بات پیدا ہو سکتی ہے جس سے منظر حسین

وخوشگوار نظر آنے لگتا ہے، یہ بھی استدراج کی ایک قسم ہے ورنہ جانور صاحب وا
ہرگز نہیں ہوسکتا۔

ایک الو کی روح کی قوت کے بارے میں امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں

"سبع سنابل شریف" میں ہے تین صاحب جارہے تھے دور سے ایک جنگل میں
دیکھا کہ بہت آدمیوں کا مجمع ہے ایک راجہ گدی پر بیٹھا ہے جواری (لونڈیاں) حاضر
ہیں ایک فاحشہ ناچ رہی ہے شمع روشن ہے۔ یہ صاحب تیراندازی میں بڑے
تھے آپس میں کہنے لگے کہ اس مجلس فسق و فجور کو درہم برہم کرنا چاہئے، کیا تد
جائے۔ ایک نے کہا کہ راجہ کو قتل کردو کہ سب کچھ اسی نے کیا ہے، دوسرے نے کہا
اس ناچنے والی عورت کو قتل کرو، تیسرے صاحب نے کہا اسے بھی قتل نہ کرو کہ وہ
نہیں آئی راجہ کے حکم سے آئی ہے، اپنی غرض تو مجلس کا درہم برہم کرنا ہے اس شمع کو گل
کرو۔ یہ رائے پسند آئی انہوں نے تاک کر شمع کی لو پر تیر مارا شمع گل ہوئی اب نہ
راجہ رہا نہ فاحشہ نہ مجمع، نہایت تعجب ہوا بقیہ رات وہیں گزاری جب صبح ہوئی دیکھا
ایک الو مرا پڑا ہے اور اس کی چونچ میں وہی تیر لگا ہے۔

تو معلوم ہوا کہ یہ سب کام اسی الو کی روح کر رہی تھی۔

(سبع سنابل ص ۳۱۰ چھٹا سنبلہ) (الملفوظ چہارم ص: ۵۸۶۔ تخریج شدہ۔ مطبع مذکور)

اسی لئے کہا جاتا ہے کہ صرف کشف و کرامت ولایت کا معیار نہیں اتباع
شریعت معیار و کسوٹی ہے، جو متبع شریعت نہیں وہ کتنا ہی کشف و ولایت کا دعویٰ کرے
ہرگز ولی نہیں ہوسکتا۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں

اسی واسطے اولیائے کرام فرماتے ہیں کشف و کرامت نہ دیکھ استقامت
دیکھ کہ شریعت کے ساتھ کیسا ہے۔

حضرت خواجہ شیخ بہاء الحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے

...امام ہیں، آپ سے کسی نے عرض کی کہ حضرت تمام اولیاء سے کرامتیں ظاہر ہوتی ہیں
...ور سے بھی کوئی کرامت دیکھیں، فرمایا اس سے بڑی اور کیا کرامت ہے کہ اتنا بڑا
...اری بوجھ گناہوں کا سر پر ہے اور زمین میں دھنس نہیں جاتا۔

(الملفوظ چہارم، ص: ۵۸۷۔ تخریج شدہ مطبع مذکور)

لہٰذا کشف والہام معیار ولایت نہیں، اس توضیح کے پیش نظر ذیل میں ایک ولی کا
...ف اور ایک گدھے سے کشف کی تشبیہ کا نقشہ ملاحظہ فرمائیں

...ایک ولی کا کشف اور ایک گدھے کی حکایت

ایک صاحب اولیائے کرام (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم) میں سے تھے، آپ کی
...دمت میں بادشاہ وقت قدمبوسی کے لئے حاضر ہوا حضور کے پاس کچھ سیب نذر میں
...ئے تھے، حضور نے ایک سیب دیا اور کہا کھاؤ، عرض کیا حضور بھی نوش فرمائیں آپ
...ے بھی کھائے اور بادشاہ نے بھی، اس وقت بادشاہ کے دل میں خطرہ آیا کہ یہ جو سب
...میں بڑا اچھا خوش رنگ سیب ہے اگر اپنے ہاتھ سے اٹھا کر مجھ کو دیدیں گے تو جان لوں
...گا کہ یہ ولی ہیں، آپ نے وہی سیب اٹھا کر فرمایا:

ہم مصر گئے تھے وہاں ایک جگہ جلسہ بڑا بھاری تھا دیکھا کہ ایک شخص ہے اس کے
...پاس ایک گدھا ہے اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہے، ایک چیز ایک شخص کی دوسرے
...کے پاس رکھدی جاتی ہے، اس گدھے سے پوچھا جاتا ہے گدھا ساری مجلس میں دورہ
...کرتا ہے جس کے پاس ہوتی ہے سامنے جا کر سر ٹیک دیتا ہے۔

یہ حکایت ہم نے اس لئے بیان کی کہ اگر یہ سیب ہم نہ دیں تو ولی ہی نہیں اور اگر
...دیں تو اس گدھے سے بڑھ کر کیا کمال کیا، یہ فرما کر سیب بادشاہ کی طرف پھینک
...دیا۔ بس یہ سمجھ لیجئے کہ وہ صفت جو غیر انسان کے لئے ہوسکتی ہے انسان کے لئے کمال
...نہیں اور وہ جو غیر مسلم کے لئے ہوسکتی ہے مسلم کے لئے کمال نہیں۔

(الملفوظ چہارم، ص: ۵۸۵۔ تخریج شدہ۔ ایڈوانس پرنٹنگ دہلی)

محبوب الٰہی کا کشف اور تین قلندر

محبوب الاولیاء حضرت نظام الدین محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہندوستان کے مشہور اولیاء میں ہیں دلی اور اس کے اطراف میں تو ان کے انوار چمکتے ہی ہیں پورے ملک میں بھی ان کی فیض بخشیوں کا جلوہ نظر آتا ہے۔ حضرت محبوب الٰہی کی سخاوت و دریا دلی کا عالم یہ تھا کہ ان کے یہاں ہمہ اوقات کھانے کا لنگر جاری رہتا خاص و عام فقراء و مساکین، راہ گیر و مسافر اس سے مستفیض ہوتے تھے، ایک روایت میں ہے کہ روزانہ لنگر میں اتنا کھانا پکتا کہ اس میں ستر من نمک صرف میں آتا تھا، شاہی خزانے سے ان کی بارگاہ میں جو ہدیئے اور تحائف آتے تھے انہیں لنگر کے انتظام میں خرچ فرمادیتے اپنی ذات کے لئے کچھ بچا کر نہ رکھتے تھے، متوکل علی اللہ تھے پردہ غیب سے اس کا سامان مہیا ہوتا تھا، وہ جسے محبوب بنالے ساری دنیا اس کی ہو جاتی ہے۔ حضرت محبوب الٰہی صبر و تحمل کے پیکر تھے ناگوار طبیعت بات پر بھی حلم و بردباری کا مظاہرہ فرماتے تھے۔ تین قلندروں کے واقعہ سے ان کے ضبط و تحمل کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، پھر یہ کہ جس کی نظر میں واجب الوجود کا جلوہ سما گیا ہو اس کی نگاہ میں دنیا کی ہر چیز حقیر و بے وقعت ہوتی ہے۔ امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں۔

تین قلندر نظام الدین محبوب الٰہی قدس سرہٗ العزیز کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کھانا مانگا، خدام کو لانے کا حکم فرمایا، خادم نے جو کچھ اس وقت موجود تھا ان کے سامنے رکھا ان میں سے ایک نے وہ کھانا اٹھا کر پھینک دیا اور کہا اچھا کھانا لاؤ، حضرت نے اس ناشائستہ حرکت کا کچھ خیال نہ فرمایا، خدام کو اس سے اچھا لانے کا حکم فرمایا، خادم پہلے سے اچھا لایا انہوں نے پھر پھینک دیا اور اس سے بھی اچھا مانگا، حضرت نے اور اچھے کا حکم دیا غرض انہوں نے اس بار بھی پھینک دیا اور اس سے بھی اچھا مانگا، اس پر اس قلندر کو اپنے پاس بلایا اور کان میں ارشاد فرمایا کہ یہ کھانا اس مردار بیل سے تو اچھا تھا جو تم نے راستہ میں کھایا، یہ سنتے ہی قلندر کا حال متغیر ہوا، راہ میں تین فاقوں کے بعد ایک مرا ہوا بیل جس میں کیڑے پڑ گئے تھے ملا تھا اس کا گوشت کھا کر آئے تھے۔ قلندر

حضور کے قدموں پر گرا حضور نے اس کا سر اٹھا کر اپنے سینے سے لگالیا اور جو کچھ عطا فرمانا تھا عطا فرمادیا۔ اس وقت وہ وجد میں رقص کرتا اور یہ کہتا تھا کہ میرے مرشد نے بہت عطا فرمائی، حاضرین نے کہا بے وقوف جو کچھ تجھے ملا وہ حضرت کا عطا کیا ہوا ہے یہاں تک تو تو بالکل خالی آیا تھا، کہا بے وقوف تم ہو اگر میرے مرشد نے مجھ پر نظر نہ کی ہوتی تو حضور کیوں نظر فرماتے یہ اسی نظر کا ذریعہ ہے۔ اس پر حضرت نے کہا یہ سچ کہتا ہے اور فرمایا بھائیو مرید ہونا اس سے سیکھو۔

(الملفوظ اول، ص: ۹۵۔ تخریج شدہ۔ مطبع مذکور)

امام اعظم کا کشف اور مشاہدۂ باطن

امام الائمہ سراج الامۃ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجتہدین وفقہاء کے سردار و پیشوا ہیں ان کی مساعی جمیلہ سے علم فقہ کی ترتیب وتدوین ہوئی، مسائل فقہیہ مربوط ومبوب ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے امام اعظم ابو حنیفہ کو علمی کمال کے ساتھ بہت ساری خوبیوں سے نوازا تھا جہاں وہ ایک بے مثل مجتہد اور فقہ کے بڑے امام ہیں وہیں وہ تصوف وطریقت کے بھی امام ہیں اگر چہ وہ عظیم مجتہد وفقیہ سے مشہور ہوئے۔ ان کی عبادت وشب بیداری کو دیکھ کر یہ کہنا پڑتا ہے کہ وہ جنید وشبلی سے کم نہ تھے رات رات بھر عبادت وریاضت کرنا، دیکھنے والوں کا یہ سمجھنا کہ گویا ایک ستون ہے جو بے حس وحرکت کھڑا ہے، انہوں نے تیس برس تک رات کی نماز میں ہر رکعت میں ایک ختم قرآن کیا ہے۔ ان کی طہارت وپاکیزگی، زہد وتقویٰ، کشف ومشاہدہ باطن اور علم وعمل سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ شریعت وطریقت دونوں کے امام ہیں اگر چہ شریعت ان پر غالب تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ائمہ اربعہ میں ان کا مقام نمایاں طور پر بلند ہے، یوں تو تمام ائمہ کی تقلید کرنے والے اور ماننے والے موجود ہیں مگر دنیا بھر میں امام اعظم کے مقلدین اور مذہب حنفی کے ماننے والوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کشف کے بارے میں جو حقائق وروایات پیش کی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی

امام اعظم ابوحنیفہ نگاہ ظاہر سے دیکھنے کے ساتھ نگاہ باطن سے بھی دیکھتے تھے، ہماری نگاہیں صرف نظر آنے والی چیزوں کو دیکھ سکتی ہیں مگر ان کی نگاہ کا کمال یہ ہے کہ وہ نظر نہ آنے والی وغیر مرئی چیز کو بھی دیکھتے اور اس کے حقائق سے آگاہ ہو جاتے تھے۔

ایک حدیث میں ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مسلم یا مومن بندہ وضو میں اپنا چہرہ دھوتا ہے تو اس کے چہرہ سے ہر وہ گناہ نکل جاتے ہیں جس کی طرف اس نے اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا ہو پانی کے ساتھ یا آخری قطرہ کے ساتھ، جب وہ اپنے دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو جو گناہ اس نے اپنے ہاتھوں سے کئے وہ پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتے ہیں اور جب وہ اپنے پیر دھوتا ہے تو اس کے پیروں کے گناہ پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے۔

(مسلم ا،ص ۱۲۵ اخروج الخطایا مع ماء الوضوء)

وضو میں استعمال کیا ہوا پانی جو مستعمل کہلاتا ہے وہ پاک ہے یا ناپاک، اس حدیث کے ضمن میں اسی پر بحث کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی نے امام اعظم کے کمال کشف کو یوں بیان فرمایا ہے۔

اصحاب مشاہدہ اپنی آنکھوں سے وضو کے پانی سے لوگوں کے گناہوں کو دھلتا ہوا دیکھتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اہل شہود کے امام ابوحنیفہ نے فرمایا کہ مستعمل پانی نجاست مغلظہ ہے کیونکہ وہ اس پانی کو گندگیوں میں ملوث دیکھتے تھے، تو ظاہر ہے کہ وہ یہ دیکھتے ہوئے اس کے علاوہ اور کیا حکم لگاتے۔ انسان اپنی آنکھوں دیکھے کو کیسے ٹھکرا سکتا ہے۔

اما شعرانی نے میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرمایا کہ میں نے سیدی علی خواص (جو بڑے شافعی عالم تھے) کو فرماتے سنا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے مشاہدات اتنے دقیق ہیں جن پر بڑے بڑے صاحبان کشف اولیاء اللہ ہی مطلع ہو سکتے ہیں، فرماتے ہیں امام اعظم ابوحنیفہ جب وضو میں استعمال شدہ پانی دیکھتے تو اس میں جتنے صغائر وکبائر مکروہات ہوتے ان کو پہچان لیتے تھے۔ اس لئے جس پانی کو مکلّف نے استعمال کیا

اس کے تین درجات آپ نے مقرر فرمائے۔
اول: وہ نجاست مغلظہ ہے کیونکہ اس امر کا احتمال ہے کہ مکلف نے گناہ کبیرہ کا ارتکاب کیا ہو۔
دوم: نجاست متوسطہ یعنی خفیفہ، اس احتمال سے کہ مکلّف نے صغیرہ کا ارتکاب کیا ہو۔
سوم: طاہر غیر مطہر، کیونکہ احتمال ہے کہ اس نے مکروہ کا ارتکاب کیا ہو۔
ان کے بعض مقلدین اس سے یہ سمجھ بیٹھے کہ یہ ایک ہی حالت میں ابوحنیفہ کے تین اقوال ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ تین اقوال اقسام گناہ کے اعتبار سے ہیں۔ (ت)

(میزان الشریعۃ الکبریٰ ا، ص ۱۰۹ کتاب الطہارۃ۔ البابی مصر)

امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں کہ میں نے سیدی علی خواص کو فرماتے سنا کہ اگر انسان پر کشف ہو جائے وہ طہارت میں استعمال کئے جانے والے پانی کو انتہائی گندہ اور بدبودار دیکھے گا اور وہ اس پانی کو اسی طرح استعمال نہ کر سکے گا جیسے جس پانی میں کتا یا بلی مر گئی ہو۔

میں نے ان سے کہا اس سے معلوم ہوا کہ ابوحنیفہ اور ابویوسف اہل کشف سے تھے کیونکہ یہ مستعمل پانی کی نجاست کے قائل تھے، تو انہوں نے کہا جی ہاں، امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے صاحب بڑے اہل کشف سے تھے جب وہ وضو میں لوگوں کے استعمال کردہ پانی کو دیکھتے تو وہ پانی میں گرتے ہوئے گناہوں کو پہچان لیتے تھے اور کبائر کے دھوون کو صغائر کے دھوون سے الگ ممتاز کر سکتے تھے، اور صغائر کے دھوون کو مکروہات سے اور مکروہات کے دھوون کو خلاف اولیٰ سے ممتاز کر سکتے تھے بعینہٖ اسی طرح جیسے محسوس اشیاء ایک دوسرے سے الگ ممتاز ہوا کرتی ہیں۔

غسالہ وضو دیکھ کر تین شخصوں کو توبہ کی تلقین

● امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جامع کوفہ کے طہارت خانہ میں داخل

ہوئے، تو دیکھا کہ ایک جوان وضو کر رہا ہے اور پانی کے قطرات اس سے ٹپک رہے ہیں، فرمایا اے میرے بیٹے والدین کی نافرمانی سے توبہ کر، اس نے فوراً کہا میں نے توبہ کی۔

● ایک دوسرے شخص کے پانی کے قطرات دیکھے، فرمایا اے میرے بھائی زنا سے توبہ کر، اس نے کہا میں نے توبہ کی۔

● ایک اور شخص کے وضو کا پانی گرتا ہوا دیکھا، اس سے فرمایا شراب نوشی اور فحش گانے بجانے سے توبہ کر، اس نے کہا میں نے توبہ کی۔ (ت) (حوالہ مذکور)

(الطراس المعدل فی حد الماء المستعمل، مشمولہ فتاوی رضویہ مترجم ۲، ص ۶۳ تا ۶۵۔ پور بندر)

حقیقت باطنہ پر حضور کا حکم فرمانا

اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جملہ غیوب کا علم عطا فرمایا ہے، غیبی ادراک کی بنا پر حضور حقیقت باطنہ کا مشاہدہ فرماتے ہیں۔ حکم شرع کا نفاذ اگرچہ ظاہر حال پر ہوتا ہے مگر حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو باطن پر بھی حکم فرمانے کا اختیار تھا اسی لئے حضور کبھی باطن کو دیکھ کر حکم صادر فرماتے تھے۔ اختیارات مصطفےٰ کی یہ ادنیٰ مثال ہے۔ فیض رسالت سے اہل عرفان بھی باطن کا مشاہدہ فرماتے اور باطن احوال کو ظاہر کی طرح دیکھتے ہیں۔ صوفی کے کشف کی انتہا یہی ہے کہ وہ باطن کو ظاہر کے مثل دیکھے، جس صوفی کی یہ کیفیت نہ ہو وہ عارف کامل کہلانے کا مستحق نہیں۔

ایک مرتبہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باطن کا مشاہدہ فرما کر ایک ایسے شخص کو قتل کر دینے کا حکم فرمایا جو بظاہر نمازی تھا، نمازیں پڑھتا تھا، صحابہ نے اس کے قتل میں تامل کیا پھر حضور کے اصرار پر جب چند اکابر صحابہ یکے بعد دیگرے اسے قتل کرنے گئے تو اس کی نماز کو دیکھ کر ان کے ہاتھ رک گئے۔ اس منظر کے بعد حضور نے اظہار افسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر آج اسے قتل کر دیا جاتا تو امت کے اوپر سے بڑا فتنہ اٹھ جاتا اور اس امت میں کوئی اختلاف نہ ہوتا۔ (مرتب)

اللہ عزوجل نے ہمارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شریعت و حقیقت دونوں کا حاکم بنایا، حضور کے احکام شریعت ظاہرہ پر ہوتے اور کبھی حقیقت باطنہ پر حکم فرماتے مگر اس پر زور نہ دیا جاتا۔

حدیث میں ہے، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں

قال ذکر وا رجلا عند النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فذکروا قوته فی الجهاد واجتهاده فی العبادة فاذاهم بالرجل مقبل فقال النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم انی لاجد فی وجهه سفعة من الشیطان فلما دنی فسلم فقال له رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم هل حدثت نفسک بانه لیس فی القوم احد خیر منک؟ قال نعم ثم ذهب فاختط مسجدا و وقف یصلی، فقال رسول اللہ ایکم یقوم فیقتله؟

فقام ابو بکر فانطلق فوجده یصلی فرجع فقال وجدته قائما یصلی فهبت ان اقتله۔

فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایکم یقوم فیقتله؟

فقام عمر فصنع کما صنع ابو بکر

فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایکم یقوم فیقتله؟

فقال علی انا، قال انت ان ادرکته فذهب فوجده قدانصرف فرجع۔

فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم هذا اول قرن خرج فی امتی لو قتلته مااختلف اثنان بعده من امتی۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی ۶،ص: ۲۸۷ ماروی فی اخبارہ۔العلمیۃ۔بیروت)

صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ایک شخص کی تعریف کی کہ جہاد میں ایسی قوت رکھتا ہے اور عبادت میں ایسی کوشش کرتا ہے اتنے میں وہ سامنے سے گزرا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس کے چہرے پر شیطان کا داغ پاتا ہوں۔ اس نے پاس آکر سلام کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے دل کی بات بتائی کہ

کیوں تو نے اپنے دل میں کہا کہ اس قوم میں تجھ سے بہتر کوئی نہیں، کہا ہاں۔ پھر چلا گیا
اور ایک مسجد مقرر کر کے نماز پڑھنے کھڑا ہوا، حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا
کہ کون ایسا ہے جو اٹھ کر جائے اور اسے قتل کر دے؟

● صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے دیکھا وہ نماز پڑھتا ہے، واپس آئے اور
عرض کیا کہ میں نے اسے نماز میں دیکھا مجھے قتل کرتے خوف آیا۔

حضور نے پھر فرمایا، تم میں کون ایسا ہے کہ اٹھ کر جائے اور اسے قتل کر دے؟

● فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ گئے اور نماز پڑھتا دیکھ کر چھوڑ آئے اور وہی
عذر کیا۔

حضور نے پھر فرمایا، تم میں کون ایسا ہے جو اٹھ کر جائے اور اسے قتل کر دے؟

● مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے عرض کی میں۔

حضور نے فرمایا ہاں تم اگر اسے پاؤ، یہ گئے وہ جا چکا تھا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ میری امت سے پہلا سینگ نکلا
تھا! اگر یہ قتل ہو جاتا تو آئندہ امت میں کچھ اختلاف نہ پڑتا۔

(ازاحۃ العیب بسیف الغیب، مشمولہ فتاویٰ رضویہ مترجم ۲۹، ص ۵۳۰۔ پوربندر)

حضور نے ایک چور کو قتل کرنے کا حکم فرمایا

شریعت مطہرہ میں چوری کی سزا چور کا ہاتھ کاٹنا ہے، اگر چوری ثابت ہو جائے تو
اسلامی حکم کے مطابق اس کا صرف ہاتھ کاٹا جائے گا قتل نہیں کیا جائے گا۔ حضور انور
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باطن کا مشاہدہ فرما کر ایک چور کو قتل کر دینے کا حکم فرمایا
اگرچہ اس پر زور نہ دیا گیا۔ اس واقعہ سے بھی یہی ثابت ہے کہ حضور شریعت وحقیقت
دونوں کے حاکم ہیں، حضور کو اس بات کا اختیار حاصل ہے خواہ ظاہر پر حکم فرمائیں یا
باطن پر۔

پورا واقعہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے حوالے سے یہ ہے

خدمت اقدس میں ایک شخص حاضر کیا گیا جس نے چوری کی تھی ارشاد ہوا اسے قتل کر دو، عرض کی گئی اس نے چوری ہی تو کی ہے۔ فرمایا خیر ہاتھ کاٹ دو۔ پھر اس نے دوبارہ چوری کی اور قطع کیا گیا، سہ بارہ زمانہ صدیق اکبر میں پھر چرایا اور قطع کیا گیا، چوتھی بار پھر چوری کی اور قطع کیا گیا، پانچویں بار پھر چرایا۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیری حقیقت خوب جانتے تھے جبکہ اول ہی بار تیرے قتل کا حکم فرمایا تھا تیرا وہ ہی علاج ہے جو حضور کا ارشاد تھا، لے جاؤ اسے قتل کر دو۔ اب قتل کیا گیا۔

حدیث میں ہے حارث بن حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے

قال اتی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بلص فامر بقتلہ فقیل انہ سرق فقال اقطعوہ ثم جیٔ بہ بعد ذلک الی ابی بکر وقد قطعت قوائمہ فقال ابو بکر ما اجد لک شیئا الا ماقضی فیک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم امر بقتلک فانہ کان اعلم بک فامر بقتلہ (کنز العمال ۵، ص: ۵۳۸، حدیث ۱۳۸۶۱۔ الرسالۃ بیروت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس ایک چور لایا گیا، حضور نے فرمایا اسے قتل کر دو، عرض کی گئی اس نے چوری ہی تو کی ہے، فرمایا اچھا اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ پھر اسے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اس حال میں لایا گیا کہ اس کے تمام ہاتھ پاؤں کاٹے جا چکے تھے۔ تو آپ نے فرمایا میں تیرا علاج وہی جانتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیرے بارے میں فرمایا تھا کہ اس کو قتل کر دو، وہ تیرا حال خوب جانتے تھے۔۔ چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے قتل کا حکم دیا کہ اس کی سزا یہی تھی۔ (ت)

دوسری روایت میں ہے

ان رجلا سرق علی عہد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فاتی بہ فقال اقتلوہ فقالوا انما سرق ، قال فاقطعوہ ثم سرق ایضا

فقطع ثم سرق علی عهد ابی بکر فقطع ثم سرق فقطع حتی قطع قوائمه، ثم سرق الخامسة فقال ابو بکر رضی الله تعالیٰ عنه کان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اعلم بهذا حیث امر بقتله ان هبو ابه فاقتلوه. (المستدرک للحاکم ۴،ص ۳۸۲ کتاب الحدود۔ دارالفکر بیروت)

عہد رسالت میں ایک شخص نے چوری کی اسے بارگاہ اقدس میں لایا گیا حضور نے فرمایا اس کو قتل کر دو، صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ اس نے چوری ہی تو کی ہے، فرمایا اس کا ہاتھ کاٹ دو، اس نے پھر چوری کی پھر قطع کیا گیا، زمانہ صدیق میں پھر چوری کی پھر قطع کیا گیا، پھر چوری کی پھر قطع کیا گیا۔ یہاں تک کہ اس کے تمام ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے، پانچویں مرتبہ اس نے پھر چوری کی، ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کا حال خوب جانتے تھے جبکہ آپ نے پہلی مرتبہ ہی اس کے قتل کا حکم صادر فرمایا تھا اس کو لے جاؤ اور قتل کر دو۔ (ت)

ان دونوں روایات کو پیش کرنے کے بعد امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں ظاہر ہے کہ ان دونوں کے قتل کا حکم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے علوم غیب ہی کی بناء پر فرمایا تھا ورنہ ظاہر شریعت میں وہ مستحق قتل نہ تھے۔

(ازاحۃ العیب، مشمولہ فتاوی رضویہ مترجم ۲۹،ص:۵۳۱۔ پوربندر)

قصہ خضر وموسیٰ کی حقیقت اور ظاہر و باطن پر حکم کی توضیح

جملہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیادت و برتری مسلم ہے، دیگر انبیائے کرام کو جو اوصاف وخصائل جداگانہ طور پر عطا ہوئے ان سب کو حضور انور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ میں جمع کر دیا گیا، نیز حضور کے بعض خصائص ایسے ہیں جو صرف حضور ہی کو عطا ہوئے کسی دوسرے نبی کو ان میں شریک نہیں کیا گیا۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم ظاہر و باطن دونوں دیا گیا اور شریعت وحقیقت وغیرہ کا عرفان کامل بھی حضور کو حاصل ہے۔ دیگر

...یں بعض کو علم ظاہر زیادہ دیا گیا اور بعض کو علم باطن زیادہ ملا، جیسے حضرت موسیٰ اور
...خضر علیہما الصلاۃ والسلام دونوں نبی ہیں مگر جو علم ظاہر حضرت موسیٰ علیہ السلام
...میں آیا وہ حضرت خضر علیہ السلام کو نہیں دیا گیا اور جو علم باطن حضرت خضر علیہ
...کو عطا ہوا وہ حضرت موسی علیہ السلام کو نہیں ملا۔ یوں ہی اولیاء و صوفیہ کے علوم میں
...نمایاں تفاوت و فرق رکھا گیا ہے، انبیاء و اولیاء کے اس فرق مراتب کو اہل عرفان
...رباب مکاشفہ خوب جانتے ہیں، اصحاب ظاہر کو اس میں کلام کی گنجائش نہیں ہے۔

...ک فضل الله يؤتيه من يشاء.

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعض خصائص اور حضرت موسیٰ و حضرت
...علیہما السلام کے علوم اور مکاشفۂ باطن سے متعلق امام احمد رضا بریلوی امام سیوطی کے
...لے سے فرماتے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ "خصائص الکبریٰ شریف" میں فرماتے ہیں۔

من خصائصه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم انه جمع بين القبلتين
الهجرتين وانه جمعت له الشريعة والحقيقة ولم يكن للانبياء الا
...حدهما بدليل قصة موسى مع الخضر عليهما الصلاة والسلام و
...وله انى على علم من علم الله لا ينبغى لك ان تعلمه و انت على علم
من علم الله لا ينبغى لى ان اعلمه.

(الخصائص الکبریٰ ۲، ص:۱۹۱ باب و من خصائصه انه جمع الخ۔ پوربندر)

حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خصائص میں سے یہ ہے کہ حضور دو قبلوں اور
دو ہجرتوں کے جامع ہیں اور یہ کہ حضور کے لئے شریعت و حقیقت کو جمع کر دیا گیا، دیگر
انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام میں سے کسی میں یہ دونوں وصف جمع نہ ہوئے بلکہ وہ صرف
ایک وصف کے ساتھ متصف ہوئے، اس کی دلیل سیدنا موسیٰ اور سیدنا خضر علیہما السلام کا
...ہے، اور حضرت خضر علیہ السلام کا وہ قول کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے
کہا "میں اللہ کی طرف سے ایسے علم کا حامل ہوں جسے جاننا آپ کو مناسب نہیں اور آپ

کومن جانب اللہ ایسا علم عطا ہوا جس کو جاننا مجھے مناسب نہیں۔ (ت)

فقد اشکل فهمه علی قوم ولو تاملوا لا تضح لهم المراد بالشریعة الحکم بالظاهر و بالحقیقة الحکم بالباطن وقد نص العلماء علی ان غالب الانبیاء علیهم الصلاة والسلام انما بعثوا لیحکموا بالظاهر دون ما اطلعوا علیه من بواطن الامور و حقائقها و بعث الخضر علیه السلام لیحکم بما اطلع علیه من بواطن الامور و حقائقها و لکون الانبیاء لم یبعثوا بذلک انکر موسی علیه قتله الغلام وقال له "لقد جئت شئیا نکرا" لان ذلک خلاف الشرع فاجاب بانه امر بذاک و بعث به فقال وما فعلته عن امری (ذلک تاویل) وهذا معنی قوله له انک علی علم. الخ (حوالہ مذکور)

بیشک لوگوں کو اس کے سمجھنے میں مشکل پیش آئی، اگر وہ غور وفکر کرتے تو مطلب واضح ہوجاتا کہ شریعت سے مراد ظاہری حکم اور حقیقت سے مراد باطنی حکم ہے۔ بیشک علمائے کرام نے اس بات کی تصریح فرمائی کہ اکثر انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اس لئے مبعوث ہوئے کہ وہ ظاہر پر حکم کریں نہ کہ امور باطنیہ اور ان کے حقائق پر جن سے وہ مطلع ہوئے۔ اور حضرت خضر علیہ السلام کی بعثت اس پر ہے کہ وہ اس پر حکم دیں جو امور باطنیہ اور اس کے حقائق سے متعلق ہیں اور جس پر انکو اطلاع وخبر ہے۔ چونکہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی اس کے ساتھ بعثت نہیں ہوئی، یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے اس بچہ کے قتل پر اعتراض کیا جس کو حضرت خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا اور ان سے کہا "بیشک تم نے بہت بری بات کی" اس لئے کہ قتل نفس شریعت کے خلاف ہے، لہٰذا اس کا جواب حضرت خضر علیہ السلام نے دیا کہ انہیں اسی کا حکم دیا گیا اور اسی کے ساتھ بھیجا گیا ہے۔ اور کہا کہ یہ قتل میں نے اپنے ارادے سے نہیں کیا ہے۔ اور یہی مطلب ان کے اس کہنے کا ہے جو کہ انہوں نے کہا تھا "میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے علم کا حامل ہوں جسے جاننا آپ کو مناسب نہیں۔ (ت)

قال الشیخ سراج الدین البلقینی فی شرح البخاری المراد بالعلم التنفیذ والمعنی لا ینبغی لک ان تعلمه لتعمل به لان العمل به مناف لمقتضی الشرع ولاینبغی ان اعلمه فاعمل بمقتضاه لانه مناف لمقتضی الحقیقة قال فعلی هذا لا یجوز للولی التابع للنبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اذا اطلع علی حقیقة ان ینفذ ذلک بمقتضی الحقیقة و انما علیه ان ینفذ الحکم الظاهر. (حوالہ مذکور)

شیخ سراج الدین بلقینی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ''شرح بخاری'' میں فرمایا کہ علم سے مراد علم کا نافذ کرنا ہے اوران کے اس کہنے کا مطلب یہ تھا کہ مناسب نہیں ہے کہ آپ اس کا علم حاصل کریں تاکہ آپ اس پر حکم نافذ کریں۔ کیونکہ اس پر عمل کرنا تقاضائے شریعت کے خلاف ہے اور نہ یہ مناسب ہے کہ میں اسے حاصل کروں اور اس کے مقتضاء پر عمل کروں کیونکہ یہ بھی مقتضائے حقیقت کے منافی ہے۔ شیخ سراج الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا اس قاعدے کے پیش نظر اس ولی کے لئے جائز نہیں ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تابع ہے کہ جب وہ حقیقت پر مطلع ہو تو وہ بہ مقتضائے حقیقت اس کا نفاذ کرے، اس پر یہی لازم ہے کہ حکم ظاہر کو نافذ کرے۔ (ت)

وقال الحافظ ابن حجر فی الاصابة قال ابو حبان فی تفسیره الجمهور علی ان الخضر نبی و کان علمه معرفة بواطن اوحیت الیه وعلم موسیٰ الحکم بالظاهر، فاشار الی ان المراد فی الحدیث بالعلمین الحکم بالباطن والحکم بالظاهر لا امر لاخر.

(الخصائص الکبری ۲، ص: ۱۹۲ باب ومن خصائصه انه جمع الخ پور بندر)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''الاصابہ'' میں فرمایا کہ ابوحبان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تفسیر میں بیان کیا کہ جمہور اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت خضر علیہ السلام نبی ہیں اوران کا علم ان امور باطنیہ کی معرفت تھی جس کی انہیں وحی کی گئی جبکہ حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا علم ظاہر پر حکم لگانا تھا۔ حدیث میں دو علوم جن کی طرف اشارہ

فرمایا ہے اس سے مراد ظاہر و باطن پر حکم لگانا ہے، اس کے علاوہ کوئی اور مطلب مراد نہیں ہے۔ (ت)

شیخ تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا وہ حکم جس کے ساتھ حضرت علیہ الصلاۃ والسلام مبعوث ہوئے وہ ان کی شریعت تھی، لہٰذا یہ سب شریعت ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ حکم فرمایا گیا کہ ظاہر پر حکم فرمائیں اور اس بات وحقیقت پر حکم نہ دیں جس کی حضور کو خبر ہے جیسا کہ اکثر انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا معمول تھا۔ اسی لئے

● حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ہم تو ظاہر پر حکم دیتے ہیں۔

● ایک روایت میں یہ ہے کہ میں تو ظاہر پر فیصلہ دیتا ہوں باطنی حالات کا اللہ عزوجل مالک ہے۔

● حضور نے فرمایا میں تو اسی پر فیصلہ دیتا ہوں جیسا میں سنتا ہوں، لہٰذا میں نے جس کے لئے دوسرے کے حق میں فیصلہ کردیا ہے تو وہ یہ جان لے کہ وہ آگ کا ٹکڑا ہے۔

● حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، جہاں تک تمہارے ظاہر کا تعلق ہے تو وہ ہمارے ذمہ ہے لیکن جو تمہاری باطنی حالت ہے وہ اللہ عزوجل کے ذمہ ہے۔

● حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے رہ جانے والوں کی معذرت قبول فرماتے تھے اور ان کے باطنی حالات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد فرماتے تھے۔

● حضور نے ایک عورت کے بارے میں فرمایا، اگر میں بغیر دلیل وشہادت کے کسی کو سنگسار کرتا تو ضرور اس عورت کو سنگسار کرتا۔

● اور یہ بھی فرمایا کہ اگر قرآن نہ ہوتا تو یقیناً میرے لئے اور اس عورت کے لئے کچھ اور ہی معاملہ ہوتا۔

یہ تمام نظائر وشواہد اس بات کے مظہر ہیں کہ حضور کو دلیل وشہادت یا اعتراف واقرار کے ساتھ ظاہر شریعت پر فیصلہ دینے کا حکم ہوا نہ کہ ان باطنی امور پر جن پر اللہ عزوجل نے

حضور کو مطلع فرمایا اور ان کے حقائق حضور پر واضح فرمائے۔ اس کے بعد اللہ عزوجل نے حضور کے شرف و بزرگی کو اور زیادہ فرمایا اور اجازت عطا فرمائی کہ آپ باطن پر حکم لگائیں اور جن امور کی حقیقتوں کی آپ کو اطلاع دی گئی ہے اس پر فیصلہ فرمائیں۔

اس طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان تمام معمولات کے جامع تھے جو انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے لئے تھے اور اس خصوصیت کے ساتھ جو حضرت خضر علیہ السلام کے لئے اللہ عزوجل نے خاص فرمائے اور یہ امر حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور نبی میں جمع نہیں کیا گیا۔

امام قرطبی علیہ الرحمہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں، علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ کسی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ اپنے علم سے کسی کے قتل کا حکم دے سوائے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے، اس کی شاہد وہ حدیث ہے جس میں حضور نے ایک نمازی اور ایک چور کو قتل کر دینے کا حکم فرمایا تھا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے باطنی حالات پر حضور کو مطلع فرمادیا تھا اور ان دونوں کے بارے میں حضور کو یہ علم ہو گیا تھا کہ وہ واجب القتل ہیں، اگر چہ ان کا قتل کچھ عرصہ کے بعد واقع ہوا۔ (ت)

(الخصائص الکبریٰ ۲، ص: ۱۹۲، باب ومن خصائصہ الخ پور بندر)

اس بحث کے آخر میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں بعض اسلاف نے فرمایا ہے کہ حضرت خضر علیہ الصلاۃ والسلام اب تک حقیقت کو نافذ کرتے ہیں اور وہ لوگ جو اچانک مرجاتے ہیں وہ وہی ہوتے ہیں جن کو انہوں نے قتل کیا ہوتا ہے۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو ان کا یہ عمل اس امت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے بطور نیابت ہوگا اور وہ حضور کے متبعین میں سے ہوں گے۔ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام جب آسمان سے اتریں گے تو وہ حضور کی شریعت کے ساتھ حضور کی نیابت میں حکم دیں گے، وہ حضور کے متبعین اور حضور کی امت میں سے ہوں گے۔ (ت)

(حوالہ مذکور)

خصائص کبریٰ کے اس بیان کے بعد امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرماتے ہیں۔

اس کلام نفیس سے ثابت کہ عامہ انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو صرف ظاہر شرع پر عمل کا اذن ہوتا ہے اور سیدنا خضر علیہ الصلاۃ والسلام کو اپنے علم مغیبات پر عمل کا حکم ہے، ولہٰذا انہوں نے ناسمجھ بچہ کو بے کسی جرم ظاہر کے قتل کر دیا اور یہ کہ اب جو ناگہانی موت سے مر جاتے ہیں انہیں بھی وہی قتل فرماتے ہیں۔ اور ہمارے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ظاہر شرع اور اپنے علوم غیب دونوں پر عمل وحکم کا رب عزوجل نے اختیار دیا ہے۔ اور امام قرطبی نے اجماع علماء نقل فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اختیار ہے کہ محض اپنے علم کی بناء پر قتل کا حکم فرمادیں اگرچہ گواہ شاہد کچھ نہ ہو، اور حضور کے سوا دوسرے کو یہ اختیار نہیں۔ تو اگر اس نماز والے یا اس چور یا اس شخص کو جس پر عورت نے دھوکے سے تہمت رکھی تھی قتل کا حکم فرمائیں تو یقیناً وہ حضور کے علوم غیب ہی پر مبنی ہے نہ کہ ان کا نافی۔

(ازاحۃ العیب بسیف الغیب، مشمولہ فتاوی رضویہ مترجم ۲۹، ص:۵۲۹ تا ۵۳۹۔ پوربندر)

●●●

ریاضت ومجاہدہ

اولیاء وصوفیہ نے اپنی زندگی میں نفس کشی کے لئے بڑے بڑے مجاہدے کئے ہیں
کیونکہ ریاضت ومجاہدہ کے بغیر نہ تزکیہ قلوب ہوسکتا ہے نہ ولایت وعرفان کی منزل مل سکتی
ہے۔ مجاہدہ کی تعلیم وترغیب قرآن وحدیث دونوں میں ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے بھی اپنے صحابہ کو مجاہدہ کا سبق دیا خاص طور سے اصحاب صفہ اسی کے لیے وقف تھے،
اولیاء امت کے لئے اصحاب صفہ کا عمل مجاہدہ ونفس کشی کی اصل ہے۔ اس کے لئے طویل
مدت درکار ہے لیکن اگر فضل ربانی ہو جائے تو فاصلے سمٹ جائیں گے آن واحد میں قطب و
ابدال کردیا جائے گا۔ اولیائے کرام کی تاریخ میں اس قسم کے بہت سارے واقعات ہیں کہ
چور کو ابدال کردیا گیا، راہزن کو ہدایت دی گئی مقامات ومنازل طے کرائے گئے پھر اسے
صاحب سلسلہ بنادیا گیا۔ نفس کو خواہشات کی تکمیل سے روکنے کا نام مجاہدہ ہے۔ میدان میں
کفار سے جنگ کرنا جہاد اصغر اور نفس سے جہاد کرنا جہاد اکبر ہے۔

مجاہدہ کی اصل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی ایک آیت اور ایک
حدیث پیش کرتے ہیں۔

سارا مجاہدہ اس آیت کریمہ میں جمع فرمادیا ہے

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى

(النازعات، ۴۰)

جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اور نفس کو خواہشوں سے
روکے بیشک تو جنت ہی ٹھکانہ ہے۔ یہی جہاد اکبر ہے

حدیث میں ہے جہاد کفار سے واپس آتے ہوئے فرمایا

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ

ہم اپنے چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف پھرے۔
(الملفوظ اول، ص:۲۰۱۔تخریج شدہ۔ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ دہلی)

مجاہدہ کی مدت

مجاہدہ کی تکمیل کے لئے اسی (۸۰) برس درکار ہیں چونکہ اس میں قدم بقدم منازل طے ہوتے ہیں اس لئے طویل مدت کا ہونا لازم ہے۔صوفیہ کی تاریخ زندگی بھی یہی بتاتی ہے کہ انہوں نے مدتوں کی تطہیر قلوب کے بعد وعظ وتذکیر شروع کی تو ان کے سیل رواں کو دنیا کی کوئی طاقت نہ روک سکی، مادی طاقتوں پر ان کی روحانیت غالب آ گئی، ان کے روحانی جمال سے مادیت کی ظلمت وتاریکی کافور ہوگئی۔

مدت مجاہدہ کے بارے میں امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں۔
مجاہدے کے لئے کم از کم اسی (۸۰) برس درکار ہوتے ہیں باقی طلب ضروری جائے۔
مقصود یہ ہے کہ جس طرح اس عالم میں مسببات کو اسباب سے مربوط فرمایا گیا ہے اسی طریقہ پر اگر چھوڑیں اور جذب وعنایت ربانی بعید کو قریب نہ کردے تو اس راہ کی قطع کو اسی (۸۰) برس درکار ہیں اور رحمت توجہ فرمائے تو ایک آن میں نصرانی سے ابدال کردیا جاتا ہے اور صدق نیت کے ساتھ یہ مشغول مجاہدہ ہو تو امداد الٰہی ضرور کارفرما ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت،۶۹)

وہ جو ہماری راہ میں مجاہدہ کریں ہم ضرور انہیں اپنے راستے دکھادیں گے

مجاہدہ کرنے والے صوفیہ اور علماء میں فرق

یہ امر مسلم ہے کہ صوفیائے کرام مجاہدات کے ذریعہ بلند مراتب پر فائز ہوئے مگر وہ علماء جو مجاہدہ نہیں کرتے نہ اس کا انہیں موقع ملتا ہے کیونکہ وہ دین ومذہب کی حمایت واشاعت میں ہمہ تن مصروف عمل رہتے ہیں ایسے علماء کا اشاعت مذہب میں لگا رہنا

صوفیہ کے مجاہدات سے کسی طرح کم نہیں بلکہ علماء کا مرتبہ ان سے بڑھ کر ہے۔ صوفیہ جو ریاضت ومجاہدہ اور نفس کشی کرتے ہیں وہ سب ان کی اپنی ذات کے لئے ہے لیکن علماء جو فروغ علم، دین و مذہب کی ترویج وتشہیر اور دین میں پیدا ہونے والے فتنوں کا انسداد کرتے ہیں وہ پوری ملت کے لئے ہے۔ یہیں سے دونوں گروہ کے درمیان فرق بھی معلوم ہوگیا کہ صوفیہ کا مفاد خاص ہے اور علماء کا عام، زاہدوں کی مانند اگر علماء بھی دینی خدمت ترک کر کے ریاضت ومجاہدے میں لگ جائیں تو پھر دین وشریعت کا کیا ہوگا اس کے تحفظ و بقا کا سامان کون کرے گا۔ علماء تو رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نائب ووارث ہیں دین کی اشاعت وتبلیغ انہیں کے ذریعہ ہوگی۔

جو عالم باعمل مذہب حق کی تائید وحمایت اور فرقہائے باطلہ کا رد وابطال کرے اس کے بارے میں امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں۔

اس کے لئے یہی خدمات مجاہدات ہیں بلکہ اگر نیت صالحہ ہے تو ان مجاہدوں سے اعلیٰ۔ امام ابواسحٰق اسفرائنی جب انہیں مبتدعین کی بدعات کی اطلاع ہوئی پہاڑوں پر ان اکابر علماء کے پاس تشریف لے گئے جو ترک دنیا و مافیہا کر کے مجاہدات میں مصروف تھے ان سے فرمایا:

یَا اٰکِلَۃَ الحَشِیْشِ اَنتُم ھٰھُنا و اُمۃ مُحمَّدٍ صلی اللہ تَعالیٰ علیہ وسلّم فِی الفِتَنِ۔

اے سوکھی گھاس کھانے والو تم یہاں ہو اور امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فتنوں میں ہے۔

انہوں نے جواب دیا کہ امام یہ آپ ہی کا کام ہے ہم سے ہو نہیں سکتا۔ وہاں سے واپس آئے اور مبتدعین کے رد میں نہریں بہائیں۔

(الملفوظ اول ص: ۸۸۔۸۹ تخریج شدہ۔ ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ، دہلی)

گوشہ نشینی کس کے لئے ہے

عزلت و گوشہ نشینی کب اور کس کے لئے درست ہے کس کے لئے نادرست، اور افادہ واستفادہ کے اعتبار سے آدمی کی کتنی قسمیں ہیں اس کی وضاحت کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

آدمی تین قسم کے ہیں

(۱) مفید (۲) مستفید (۳) منفرد

- مفید وہ کہ دوسروں کو فائدہ پہنچائے
- مستفید وہ کہ خود دوسرے سے فائدہ حاصل کرے
- منفرد وہ کہ دوسرے سے فائدہ لینے کی اسے حاجت نہ ہو اور نہ دوسرے کو فائدہ پہنچا سکتا ہو۔

مفید اور مستفید کو عزلت گزینی حرام ہے اور منفرد کو جائز بلکہ واجب، امام ابن سیرین کا واقعہ بیان فرما کر ارشاد فرمایا وہ لوگ جو پہاڑ پر گوشہ نشین ہو کر بیٹھ گئے تھے وہ خود فائدہ حاصل کئے ہوئے تھے اور دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی ان میں قابلیت نہ تھی، ان کو گوشہ نشینی جائز تھی اور امام ابن سیرین پر عزلت حرام تھی۔

(پھر فرمایا) امام ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے ایک عالم صاحب کی وفات ہوئی ان کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا فرمایا جنت عطا کی گئی نہ علم کے سبب بلکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اس نسبت کے سبب جو کتے کو راعی کے ساتھ ہوتی ہے کہ ہر وقت بھونک بھونک کر بھیڑوں کو بھیڑیئے سے ہوشیار کرتا رہتا ہے مانیں نہ مانیں یہ ان کا کام۔ سرکار نے فرمایا کہ بھونکے جاؤ بس اس قدر نسبت کافی ہے۔ لاکھ ریاضتیں، لاکھ مجاہدے اس نسبت پر قربان، جس کو یہ نسبت حاصل ہے اس کو کسی مجاہدے، کسی ریاضت کی ضرورت نہیں۔

(پھر فرمایا) اور اسی میں ریاضت کیا تھوڑی ہے جو شخص عزلت نشین ہو گیا نہ اس

کے قلب کو کوئی تکلیف پہنچ سکتی ہے نہ اس کی آنکھوں کو، نہ اس کے کانوں کو۔ اس سے کہئے جس نے اوکھلی میں سر دیا ہے اور چاروں طرف سے موسل کی مار پڑ رہی ہے۔

(الملفوظ سوم، ص: ۴۹۸۔ تخریج شدہ۔ ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ دہلی)

اولیائے کرام کے مجاہدات

اولیائے کرام نے ریاضت ومجاہدہ کی راہ میں مشکلات وصعوبت انگیزیوں کا سامنا کیا اور ایسے مجاہدات کئے جن کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، ہر آزمائش وامتحان کی منزل میں وہ ثابت قدم رہے۔ اہل بصیرت کے لئے ان کی زندگیاں، ان کے عمل کی اثر آفرینیاں مؤثر پیغام ہیں۔ مندرجہ ذیل واقعات میں مجاہدہ کی جو تعلیم ہے وہ ایک مقلد کو عمل کے لئے کافی ہے۔ امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں۔

انار اور دودھ کی خواہش

ایک صاحب کو انار کی خواہش میں تیس برس گزر گئے اور نہ کھایا اس کے بعد خواب میں زیارت اقدس حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے کہ فرماتے ہیں

اِنَّ لِنَفْسِکَ عَلَیْکَ حَقًّا۔

(بخاری اول ص ۱۵۵، باب مایکرہ من ترک قیام اللیل لمن کان یقومہ)

تیرے نفس کا بھی کچھ تجھ پر حق ہے۔

صبح اٹھے انار کھایا، اب نفس نے دودھ کی خواہش کی فرمایا تیس برس خواہش کر پھر شاید حضور تشریف لائیں اور فرمائیں اس سے یہی بہتر ہے کہ صبر کر فوراً خلش دور ہوگئی۔

نفسانی وشیطانی خواہش میں فرق

اس قسم کی خواہش یا تو نفسانی ہوا کرتی ہے یا شیطانی، جس کے دو امتیاز سہل ہیں۔

● ایک یہ کہ شیطانی خواہش میں بہت جلد کا تقاضا ہوتا ہے کہ ابھی کرلو اَلعُجلَۃُ

مِنَ الشَّیْطَانِ۔ (عجلت شیطان کی طرف سے ہے۔) اور نفس کو ایسی جلدی نہیں ہوتی۔

● دوسرے یہ کہ نفس اپنی خواہش پر جمارہتا ہے جب تک پوری نہ ہو اسے بدلتا نہیں اسے واقعی اسی شئی کی خواہش ہے۔

اگر شیطانی ہے تو ایک چیز کی خواہش ہوئی وہ نہ ملی دوسری چیز کی ہوگئی، وہ نہ ملی تیسری کی ہوگئی، اس واسطے کہ اس کا مقصد گمراہ کرنا ہے خواہ کسی طور پر ہو۔

گھڑا جو دھوپ میں رہا

ایک صاحب ایک بزرگ کے یہاں آئے دیکھا کہ پانی پینے کا گھڑا دھوپ میں رکھا ہے انہوں نے کہا پانی دھوپ میں رکھا رہ گیا گرم ہو گیا ہوگا، فرمایا صبح تو سایہ ہی تھا پھر دھوپ آگئی، میں نے اللہ سے شرم کی کہ نفس کی خاطر قدم اٹھاؤں۔

شکستہ آبخورہ

حضرت سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا روزہ تھا طاق میں پانی ٹھنڈا ہونے کے لئے آبخورہ میں رکھ دیا تھا، عصر کے مراقبہ میں تھے حوران بہشتی نے یکے بعد دیگرے سامنے سے گزرنا شروع کیا جو سامنے آتی اس سے دریافت فرماتے تو کس کے لئے ہے وہ ایک بندۂ خدا کا نام لیتی، ایک آئی اس سے پوچھا اس نے کہا میں اس کے لئے ہوں جو روزہ میں پانی ٹھنڈا ہونے کو نہ رکھے فرمایا اگر تو سچ کہتی ہے تو اس کوزے کو گرا دے اس نے گرا دیا، اس کی آواز سے آنکھ کھل گئی دیکھا تو وہ آبخورہ ٹوٹا پڑا ہے۔

(جامع کرامات اولیاء ۲، ص ۸۹۔ پوربندر)

عند اللہ عابد و فاسق کا مقام

دو فرشتے آپس میں ملے ایک نے پوچھا کہاں جاتے ہو، دوسرے نے کہا فلاں عابد کے ہاتھ میں دودھ کا پیالہ ہے اور وہ پیا چاہتا ہے مجھے حکم ہے کہ جا کر پر ماروں اور گرا دوں۔ اور تم کہاں جاتے ہو کہا ایک فاسق دیر سے دریا میں بنچھی ڈالے بیٹھا ہے اور مچھلیاں نہیں پھنستیں، مجھے حکم ہے جاؤں اور پھانس دوں۔

فائدہ

ان واقعات کو بیان کرنے کے بعد امام احمد رضا بریلوی نے بطور فائدہ کے اس تذکرہ میں ارشاد فرمایا۔

اگر چالیس دن گزر جائیں کہ کوئی علت یا قلت یا ذلت نہ ہو تو خوف کرے کہ کہیں چھوڑ نہ دیا گیا۔

حدیث میں ہے جب کوئی مقبول بندہ رب عزوجل کی طرف اپنی کسی حاجت کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہے اور گڑگڑاتا ہے جبریل امین علیہ الصلاۃ والتسلیم کو ارشاد ہوتا ہے اے جبریل اس کی حاجت رہنے دے کہ مجھے اس کا گڑگڑانا اور میری طرف منہ اٹھانا اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اور جب کوئی فاسق اپنی حاجت کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہے ارشاد ہوتا ہے اے جبریل اس کی حاجت جلد روا کردے کہ مجھے اپنی طرف اس کا منہ اٹھانا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ (طبرانی معجم اوسط ۶، ص ۱۸۳ حدیث ۸۴۴۲)

فائدہ

اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں

اس حدیث میں ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ جبریل علیہ الصلاۃ والسلام حاجت روا ہیں، پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاجت روا، ومشکل کشا، ودافع البلا ماننے میں کس مسلمان کو تامل ہوسکتا ہے وہ تو جبریل کے بھی حاجت روا ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

(الملفوظ اول، ص: ۲۰۱۔۲۰۳۔تخریج شدہ۔ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ دہلی)

داؤد طائی کا توکل ومجاہدہ

امام داؤد طائی، امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں میں سے تھے امام نے جب دیکھا کہ ان کی دنیا کی طرف توجہ نہیں ان کو سب سے الگ کرکے پڑھانا شروع

کیا۔ ایک دن تنہائی میں فرمایا اے داؤد آلہ تیار کرلیا مقصود کس دن حاصل کرو گے۔ ایک سال درس میں حاضر رہے یہ ریاضت کی کہ طلباء آپس میں مذاکرہ کرتے ان کو آفتاب سے زیادہ وجہیں روشن معلوم ہوتیں، نفس بولنا چاہتا مگر یہ چپ رہتے۔ غرض ایک سال کامل سکوت فرمایا، جب ان کے والد ماجد کا انتقال ہوا اسی (۸۰) درہم اور ایک مکان ورثہ میں ملا، وہ درہم عمر بھر کے لئے کافی ہوئے اور مکان کے ایک درجے میں بیٹھا کرتے، جب وہ گر گیا دوسرے میں بیٹھنا شروع کیا، جب وہ اس قابل نہ رہا تو اور درجے میں۔ ادھر ان کی روح نے پرواز کیا ادھر بعض صالحین نے خواب میں دیکھا کہ داؤد طائی نہایت خوشی کے ساتھ ہشاش بشاش دوڑے ہوئے چلے جارہے ہیں انہوں نے کبھی آپ کو اس حالت میں نہ دیکھا تھا پوچھا کیا ہے کیوں دوڑے جاتے ہو فرمایا ابھی جیل خانہ سے چھوٹا ہوں خبر پائی کہ وہی وقت انتقال کا تھا۔

(رسالہ قشیریہ ص ۳۴۔۳۵ داؤد طائی)

اَلدُّنیَا سِجۡنُ الۡمُؤمِنِ وَجنَّۃُ الۡکَافِرِ

دنیا مومن کا قید خانہ ہے اور کافر کی جنت۔ (م)

تنبیہ

اس واقعہ کے بعد امام احمد رضا بریلوی خالص صوفیانہ انداز میں تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

مسلمان عمر بھر کتنے ہی تنگی ومصائب میں رہے ایک ہوا جنت کی دیں گے اور پوچھیں گے تم نے دنیا میں کیا تکلیف اٹھائی کہے گا واللہ کوئی تکلیف نہ اٹھائی اور کافر کو ہزار برس تک ناز ونعم میں رکھا جائے، کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائی جائے، گرم ہوا بھی نہ لگنے پائے قبر میں ایک جھونکا اسے جہنم کا دیں گے کہے گا واللہ مجھے دنیا میں کوئی آرام نہیں ملا۔

وَاِذَا رَاَیۡتَ ثَمَّ رَاَیۡتَ نَعِیۡمًا وَّ مُلۡکًا کَبِیۡرًا (الدھر، ۲۰)

اور جب تو ادھر نظر اٹھائے ایک چین دیکھے اور بڑی سلطنت۔ (کنزالایمان)

نعیم اور ملک کبیر دیتے ہیں دنیا کی ایک ذرا سی تکلیف پر عقل تو گوارا نہیں کرتی
ملک کبیر آرام دنیا کی متاع قلیل کے بدلے چھوڑ دیا جائے مگر نفس اس کے عکس کو
ارا نہیں کرتا۔

خُلِقَ الْاِنْسَانُ مِنْ عَجَلٍ (الانبیاء،۳۷)

آدمی جلد باز بنایا گیا۔ (کنز الایمان)

وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا (الاسراء،۱۱)

آدمی بڑا جلد باز ہے۔ (کنز الایمان)

انسان اپنے قدموں کے نیچے دیکھتا ہے آگے نظر نہیں کرتا، یہاں کے آرام کو
ام سمجھتا ہے اور یہاں کی تکلیف کو تکلیف، حالانکہ بہت سے آرام یہاں کے وہاں
تکلیف ہیں اور بہت سی یہاں کی تکلیف وہاں کے آرام ہیں۔
(الملفوظ چہارم، ص:۶۱۳۔۶۱۴۔تخریج شدہ۔ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ دہلی)

دنیا کا راستہ دینا

مجاہدہ کی تکمیل کے لئے بزرگوں نے عبادت و بندگی میں محنت شاقہ اٹھائی،
یا کی رنگینیوں سے دور رہ کر ہر قدم پر نفس کشی کا سامان کیا انہوں نے دین و دنیا کے
اموں میں جو بھی کیا وہ اللہ کے لئے اور اللہ کی رضا کے لئے کیا، ان کا کھانا پینا، سونا
گنا، شادی بیاہ کرنا، زندگی کے حوائج وضروریات کو پورا کرنا وغیرہ سب اللہ کے لیے
وتا ہے، اس کو پانے اور اس کو راضی کرنے کے لیے وہ ہر دم کوشاں رہتے ہیں پھر ایک
نزول ایسی آتی ہے جس میں وہ فنا فی اللہ ہو کر اس کے جلوؤں میں گم ہو جاتے ہیں، اس
مقام پر فائز ہونے کے بعد فانی فی اللہ کو اللہ کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا وہ دنیا کی ہر چیز
میں اس کا جلوہ اور اس کی قدرت کے کرشمے دیکھتا ہے۔
اس سلسلے میں امام احمد رضا بریلوی ایسے بزرگوں کے واقعے بیان فرماتے ہیں
ان کا کوئی فعل اپنے نفس کے لئے نہیں ہوتا۔

دو صاحب اولیائے کرام سے ایک دریا کے اس کنارے اور دوسرے اس پار رہتے تھے، ان میں سے ایک صاحب نے اپنے یہاں کھیر پکوائی اور خادم سے کہا تھوڑی ہمارے دوست کو بھی دے آؤ خادم نے عرض کی حضور راستے میں تو دریا ہے کیونکر پار اتروں گا کشتی وغیرہ کا کوئی سامان نہیں، فرمایا دریا کے کنارے جا اور کہہ کہ میں اس کے پاس سے آیا ہوں جو آج تک اپنی عورت کے پاس نہیں گیا، خادم حیران تھا کہ یہ کیا معمہ ہے اس واسطے کہ حضرت صاحب اولاد تھے۔ بہر حال تعمیل حکم ضروری تھی دریا پر گیا اور وہ پیغام جو ارشاد فرمایا تھا کہا دریا نے فوراً راستہ دے دیا، اس نے پار جا کر ان بزرگ کی خدمت میں کھیر پیش کی انہوں نے نوش جان فرمائی اور فرمایا ہمارا سلام اپنے آقا سے کہہ دینا، خادم نے عرض کی کہ سلام تو جبھی کہوں گا جب دریا سے پار اتر جاؤں، فرمایا دریا پر جا کر کہہ میں اس کے پاس سے آتا ہوں جس نے تیس برس سے آج تک کچھ نہیں کھایا۔ خادم شش و پنج میں تھا یہ عجیب بات ہے ابھی تو میرے سامنے کھیر تناول فرمائی اور فرماتے ہیں کہ اتنی مدت سے کچھ نہیں کھایا مگر بلحاظ ادب خاموش دریا پر آ کر جیسا فرمایا تھا کہہ دیا، دریا نے پھر راستہ دے دیا۔ جب اپنے آقا کی خدمت میں پہنچا تو اس سے نہ رہا گیا اور عرض کی حضور یہ کیا معاملہ تھا فرمایا ہمارا کوئی فعل اپنے نفس کے لئے نہیں ہوتا۔ (فوائد الفواد ص:۶۹، حصہ ۲)

(الملفوظ اول، ص:۲۱۱۔ تخریج شدہ۔ مطبع ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ دہلی)

کوئی شمع نہ بجھ سکی

امام غزالی نے احیاء العلوم شریف میں سید ابو علی رودباری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے نقل کیا کہ ایک بندۂ صالح نے مجلس ذکر شریف ترتیب دی اور اس میں ایک ہزار شمعیں روشن کیں ایک شخص ظاہر بیں پہنچے اور یہ کیفیت دیکھ کر واپس جانے لگے، بانی مجلس نے ہاتھ پکڑا اور اندر لے جا کر فرمایا کہ جو شمع میں نے غیر خدا کے لئے روشن کی ہو وہ بجھا دیجئے، کوششیں کی جاتی تھیں اور کوئی شمع ٹھنڈی نہ ہوئی۔ (احیاء العلوم ۲، ص:۲۰، قاہرہ)

(الملفوظ اول، ص:۲۲۱۔ تخریج شدہ۔ مطبع ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ، دہلی)

نفس امارہ کی ایک مثال

انسان کے اندر خیر وشر دونوں کی قوت وصلاحیت رکھی گئی ہے، خیر کی قوت غالب ہے تو انسان نیک کام کرتا اور نیکیوں میں دلچسپی لیتا ہے اور اگر شر کی قوت غالب ہو قدم قدم پر گناہ اور برائیاں صادر ہوتی ہیں۔ یوں ہی انسانی وجود میں نفس امارہ، نفس لوامہ اور نفس مطمئنہ کی کارفرمائیاں بھی ظاہر ہوتی رہتی ہیں اسی سے وہ ثواب وعقاب کا مستحق قرار دیا جاتا ہے۔

● نفس امارہ وہ ہے جو انسان کو شر کی طرف بلاتا ہے جس سے وہ گناہوں کا مرتکب ہو جاتا ہے۔

● نفس لوامہ وہ ہے جو انسان کو کسی برائی کے صادر ہونے پر ملامت کرتا ہے۔

● نفس مطمئنہ جسے حاصل ہوتا ہے وہ اپنے عمل خیر پر نہ ثواب کی خواہش رکھتا نہ عبادات پر اجر کا طالب رہتا ہے۔ یاد حق میں مستغرق ومحو رہنے کی وجہ سے اسے اطمینان کی منزل مل جاتی ہے اور وہ مخلوقات سے بے نیاز و مستغنی ہو جاتا ہے۔ یہ مقام انبیائے کرام اور اولیائے عظام کو رب کی عطا سے ملتا ہے۔

صوفیائے کرام ریاضت ومجاہدہ کے ذریعہ نفس امارہ کو کچل کر اس کی تطہیر وتزکیہ کرتے ہیں جس سے وہ گناہوں کے ارتکاب سے محفوظ رہتے اور قرب حق پانے کے سبب سے مرتبۂ کمال کو پہنچتے ہیں، پھر رب تعالیٰ کی رحمت وغفران سے انہیں نفس مطمئنہ حاصل ہو جاتا ہے اسی منزل میں پہنچنے کے بعد انہیں رب کی رضا کے ساتھ دخول جنت اور لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون کا مژدہ سنایا جاتا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نفس امارہ کو کچلنے دبانے کی تاکید کرتے ہوئے اس کے متعلق ایک نفیس مثال تحریر فرماتے ہیں۔

عقل ونقل اور تجربہ سب شاہد ہیں کہ نفس امارہ کی باگ جتنی کھینچئے دبتا ہے اور جس قدر ڈھیل دیجئے زیادہ پاؤں پھیلاتا ہے۔ کسی نے اچھا کہا ہے۔

والنفس کا لطفل ان تمهله شب علی

حب الرضاع و ان تفطمه ینفطم

نفس بچے کی طرح ہے اگر آپ اسے موقع دیں گے تو وہ ماں کا دودھ پینے میں دلیر رہے گا اور اگر آپ دودھ چھڑا دیں گے تو چھوڑ دے گا۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم ۱۲، ص: ۴۶۹۔ برکات رضا پوربندر)

●●●

ذکر اللہ

اللہ تعالیٰ نے کائنات میں جتنی چیزیں بنائی ہیں خواہ وہ انسان ہو یا جن، حیوانات ہوں یا نباتات وجمادات وغیرہ، ہر شئی اس کے ذکر وتسبیح میں مشغول ہے۔ قرآنی آیات واحادیث اور ائمہ واولیاء کے ارشادات واقوال سے ثابت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر شئی کی آواز وتسبیح سنتے تھے خواہ وہ ذی روح ہو یا بے روح، بلکہ حضور سے تو شجر وحجر کلام کرتے تھے۔ اولوالعزم ہستیوں میں جنہیں اللہ عزوجل نے منصب ولایت عطا فرمایا ہے وہ بھی ہر چیز کی تسبیح سنتے اور سمجھتے ہیں، ولایت کے بغیر ایسی تسبیح کا سننا ممکن نہیں، عام انسان جب جانوروں کی بولیاں نہیں سمجھ سکتا تو بے جان شئی کی تسبیح کیونکر سن سکتا ہے۔

اولیائے کرام فرماتے ہیں کہ جو پتہ درخت سے گرتا ہے وہ ذکر الٰہی اور تسبیح سے غفلت کے سبب سے گرتا ہے، جو جانور ذبح کیا جاتا ہے یا مچھلی جال میں پھنستی ہے وہ ذکر اللہ سے غفلت کا نتیجہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیائے کرام نے ذکر اللہ کو اپنا نصب العین قرار دیا، ان کی زندگی ذکر وفکر سے عبارت ہے، وہ ہر حال میں ہر آن ذکر وتسبیح میں مصروف رہتے تھے ان کا کوئی لمحہ یاد الٰہی سے خالی نہیں گزرتا۔ حدیث پاک میں بھی حکم ہے کہ ذکر الٰہی سے تمہاری زبان ہر وقت تر رہے، اور یہ بھی آیا ہے کہ ذکر کی کثرت اس درجہ کرو کہ لوگ تمہیں پاگل سمجھنے لگیں۔

ہر شئی کی تسبیح کی تشریح

شجر وحجر جمادات ونباتات وغیرہ ہر شئی کی تسبیح وذکر سے متعلق ایک سوال کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

رب عزوجل فرماتا ہے:

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ (بنی اسرائیل، ۴۴)

اس کی تسبیح کرتے ہیں آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کرتی ہو مگر تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔

یہ کلیہ عامہ عالم کے جمیع اشیاء کو شامل ہے ذی روح ہو یا بے روح، اجسام جماد جن کے ساتھ کوئی روح نباتی بھی متعلق نہیں، دائم التسبیح ہیں کہ ''ان من شئی'' کے دائرے سے خارج نہیں مگر ان کی تسبیح بے منصب ولایت نہ مسموع نہ مفہوم، اور وہ اجسام جن سے روح انسی یا ملکی یا جنی یا حیوانی یا نباتی متعلق ہے ان کی دو تسبیحیں ہیں۔

● ایک تسبیح جسم، کہ اس روح متعلق کے اختیار میں نہیں وہ اسی ''ان من شئی'' کے عموم میں اس کی اپنی ذاتی تسبیح ہے۔

● دوسری تسبیح روح، یہ ارادی اختیاری ہے اور برزخ میں ہر مسلمان کو مسموع و مفہوم،

اس تسبیح ارادی میں غفلت کی سزا حیوان ونبات کو قتل وقطع سے دی جاتی ہے اور اس کے بعد جب جانور مر جائے یا نبات خشک ہو جائے منقطع ہو جاتی ہے۔ ولہذا ائمہ دین نے فرمایا کہ تر گھاس مقابر سے نہ اکھیڑیں،

فانه مادام رطبا يسبح لله فيونس الميت.

(ردالمحتار ۱/ص: ۲۰۶ باب صلوۃ الجنائز۔ التراث العربی بیروت)

کہ جب تک وہ تر ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے تو میت کا دل بہلتا ہے۔

مگر قتل وقطع وموت ویبس کے بعد بھی وہ تسبیح کہ نفس جسم کی تھی جب تک اس کا ایک جزء لا یتجزی باقی رہے گا منقطع نہ ہوگی کہ ''ان من شئی الا یسبح بحمدہ''

روح سے تعلق نہ تھا کہ تعلق روح نہ رہنے سے منقطع ہو۔
(فتاوی رضویہ مترجم ج ۲۶ ص: ۵۶۹۔ پوربندر)

شئی کے نطق اور تسبیح کی مزید وضاحت

ایک استفسار کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی نے ہر شئی کے نطق اور تسبیح سے متعلق جو صوفیانہ بحث فرمائی ہے وہ قابل دید ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

ہر شئی ناطق ہے شجر، حجر، دیوار و در سب ناطق ہیں۔ نص ہے۔

قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ (حم السجدة، ۲۱)

اعضاء کہیں گے کہ ہم کو اس اللہ نے ناطق کیا جس نے ہر شئی کو ناطق کر دیا۔

اور نصوص کا ان کے ظواہر پر حمل واجب، بلا ضرورت ان میں تاویل باطل و مسموع۔

اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ (بنی اسرائیل، ۴۴)

کوئی شئی ایسی نہیں کہ اللہ کی تسبیح وتحمید نہ کرتی ہو لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے۔

ہر شئی مکلّف ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور خدا کی تسبیح کے ساتھ۔

عرض: كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلٰوتَهٗ وَ تَسْبِيْحَهٗ، سے ان کا نماز پڑھنا ثابت ہے۔

ارشاد: اول تو یہ آیت خاص پرندوں اور ذوی العقول کے باب میں ہے سیاق آیت ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ
كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ (النور، ۴۱)

کیا نہیں دیکھا جو لوگ زمین و آسمان میں ہیں اور پرندے صف باندھے ہوئے اللہ کی تسبیح کرتے ہیں ہر ایک نے اپنی نماز اور اپنی تسبیح کو پہچان لیا۔

● دوسرے یہ کہ اس آیت میں لف ونشر مرتب مانا جائے کہ مَنْ فِي

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ نے اپنی نماز کو جان لیا اور پرندوں نے اپنی تسبیح کو۔

● تیسرے یہ کہ اگر اس آیت کو عام رکھا جائے تو از قبیل عطف عام علی الخاص ہو جائے گا۔ جمادات و نباتات کی نماز وہی ان کا ایمان و تسبیح ہے۔

پھر فرمایا، ان میں مادۂ معصیت بھی ہے ان کے لائق جو سزا ہوتی ہے وہ ان کو دی جاتی ہے۔

اہل کشف فرماتے ہیں، تمام جانور تسبیح کرتے ہیں جب تسبیح چھوڑ دیتے ہیں اس وقت ان کو موت آتی ہے، ہر پتہ تسبیح کرتا ہے جس وقت تسبیح سے غفلت کرتا ہے اس وقت درخت سے جدا ہو کر گر پڑتا ہے۔

جب مجمع ہوا کفار کا مدینہ طیبہ پر کہ اسلام کا قلع قمع کر دیں، غزوۂ احزاب کا واقعہ ہے رب عزوجل نے مدد فرمانا چاہی اپنے حبیب کی، شمالی ہوا کو حکم ہوا جا اور کافروں کو نیست و نابود کر دے اس نے کہا

اَلْحَلَائِلُ لَا یَخْرُجْنَ بِاللَّیْلِ

بی بیاں رات کو باہر نہیں نکلتیں

فَاَعْقَمَهَا اللّٰهُ تَعَالٰی

تو اللہ تعالیٰ نے اس کو بانجھ کر دیا۔

اسی وجہ سے شمالی ہوا سے کبھی پانی نہیں برستا، پھر صبا (یعنی پروائی) سے فرمایا

فَقَالَتْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا

تو اس نے عرض کیا ہم نے سنا اور اطاعت کی

وہ گئی اور کفار کو برباد کرنا شروع کیا صرف ایک خندق درمیان تھی اس پار مسلمان تھے، اس پار کفار، ادھر صبح تک چراغ جلتے رہے اور دوسری طرف اونٹ بارہ بارہ کوس پر گرے۔ تو پروائی کو یہ نعمت دی کہ بارش اسی کے ساتھ ہوتی ہے۔

(مواہب اللدنیہ اول، ص ۴۵۷، غزوۃ الاحزاب۔ پور بندر)

پھر فرمایا، ایک ایک روحانیت تو ہر ہر نبات، ہر ہر جماد سے متعلق ہے اسے خواہ

ں کی روح کہا جائے یا اور کچھ، وہی مکلّف ہے ایمان و تسبیح کے ساتھ۔ حدیث میں ہے

مَا مِنْ شَئیٍ اِلَّا وَ یَعْلَمُ اَنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَّا مَرَدَۃَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۔

کوئی شئی ایسی نہیں جو مجھ کو خدا کا رسول نہ جانتی ہو سوا سرکش جن اور انسانوں

کے۔ (کنز العمال ۱۲، ص ۴۵)

عرض : پھر انسان اور دیگر حیوانات میں مابہ الامتیاز کیا ہے۔

ارشاد : عقل ہے اور وہ تکالیف شرعیہ جو رکھی گئی ہیں اس پر، اور وہ امانت ہے جس کو اٹھالیا انسان نے۔

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ الْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا

(الاحزاب،۷۲)

بیشک ہم نے امانت پیش فرمائی آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں پر تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور آدمی نے اٹھالی بیشک وہ اپنی جان کو مشقت میں ڈالنے والا بڑا نادان ہے۔

پھر فرمایا، علماء فرماتے ہیں جو ان کے سمع وادراک پر ایمان نہ لائے اس کے ایمان میں نقص ہے، یہ سب ایمان لائے ہیں حضور پر (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کوئی چیز ایسی نہیں یہاں تک کہ مصنوعات انسانیہ جیسے (اپنی گھڑی اور ڈبیا کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) یہ گھڑی یہ ڈبیا کہ ان کو انسان نے بنایا ہے مگر روز ازل سب سے عہد لیا گیا تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ تو اگر فہم وادراک نہ تھا تو یہ عہد کیسا؟

قرآن عظیم میں ہے

فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَا اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ

(حم السجدۃ،۱۱)

فرمایا آؤ تم خوشی سے یا مجبوراً (کہ چاہتے نہ تھے مگر مجبور ہو کر چلے آئے) تو انہوں نے کہا کہ ہم خوشی سے آئے۔

جس طرح تمہارا بدن نہیں سمجھتا وہ روح سمجھتی ہے جو اس بدن سے متعلق ہے اسی طرح وہ اجسام بھی سننے سمجھنے والے نہیں بلکہ وہ روحانیتیں جو ان سے متعلق ہیں۔

عرض: تو پھر یہ تقسیم موجودات دنیا کی حیوانات، نباتات، جمادات کی طرف غلط ٹھہرے گی۔

ارشاد: ہاں یہ ظاہر بینوں کی تقسیم ہے اور ظاہر نظر میں یہ تقسیم صحیح بھی ہے مگر نظر دقیق میں نہیں۔

ابتدائے اسلام میں کفار دشمن سخت تھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لئے جا رہے تھے راہ میں ایک پہاڑ پر تشریف لے جانے کا ارادہ فرمایا پہاڑ سے آواز آئی حضور مجھ پر نہ تشریف لائیں کہ مجھ پر کوئی جگہ امن کی نہیں مجھے خوف ہے کہ اگر کفار نے حضور کو مجھ پر پالیا اور ایذا دی تو اللہ مجھ پر وہ سخت عذاب نازل کرے گا کہ کبھی نہ نازل کیا ہوگا۔ سامنے دوسرا پہاڑ تھا اس نے آواز دی الی یا رسول اللہ، یا رسول اللہ حضور میری طرف تشریف لائیں سرکار اس پر تشریف لے گئے۔

(مواہب اللدنیہ ۲، ص ۵۳۸۔ تسلیم الحجر۔ حجۃ اللہ علی العالمین ص ۳۲۴۔ تحرک الجبل۔ نور بندر)

تو اگر علم وادراک ونطق نہ تھا تو کیونکر ایسا ہوا۔

جب آیت کریمہ نازل ہوئی

وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ (البقرۃ، ۲۴۔ التحریم، ۶)

جہنم کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، والعیاذ باللہ تعالیٰ

پہاڑوں نے رونا شروع کیا یہ آنسو ہیں دریا جو بہہ گئے۔

پھر فرمایا، رجوع وخشوع وخضوع عام ہے تمام حیوانات ونباتات وجمادات کو

يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ (السباء، ۱۰)

اے پہاڑو اس کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع کرو اور اے پرندو، اور ہم نے اس کے لئے لوہا نرم کیا۔ (کنز الایمان)

داؤد علیہ الصلاۃ والسلام کے لئے لوہے کا نرم ہو جانا اسی کے حکم سے تھا، محض ارادۂ

ے موم ہو جاتا تھا جیسے ٹھنڈا ہو جانا آگ کا ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام پر۔ فرمایا

یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ (الانبیاء، ۶۹)

اے آگ ٹھنڈی اور سلامتی ہو جا ابراہیم پر۔

یا نار، عام فرمایا تھا جتنی آگیں تھیں دنیا کی سب ٹھنڈی ہو گئیں روئے زمین پر کہیں آگ کا نام ونشان نہ رہا اور یہ آگ تو ایسی ٹھنڈی ہو گئی کہ علماء فرماتے ہیں اگر سلاماً نہ فرماتا تو اتنی ٹھنڈی ہو جاتی کہ اس کی ٹھنڈک ایذا دیتی۔

کئی کوس کے گرد میں وہ آگ تھی کوئی اس کے قریب بھی نہ جا سکتا تھا اب فکر ہوئی کہ ان کو ڈالیں گے کیونکر، شیطان ملعون آیا اور گوپھن بنانا سکھایا کہ اس طرح کا بنا کر اس میں ابراہیم (علیہ الصلاۃ والسلام) کو بیٹھا کر پھینک دو، جب آپ کو گوپھن میں بٹھا کر پھینکا آپ آگ کی محاذات پر آئے جبریل علیہ الصلاۃ والسلام حاضر ہوئے عرض کی

اَلَکَ حَاجَۃٌ اِبْرَاھِیْمُ

اے ابراہیم کوئی حاجت ہے، فرمایا

اَمَّا مِنْکَ فَلَا

ہے تو مگر تم سے نہیں

عرض کی تو جس سے ہے اسی سے کہیے، فرمایا

عِلْمُہ بِحَالِی کَفَانِی عَنْ سُؤَالِی

وہ خود جانتا ہے عرض کی ضرورت نہیں۔

قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ۔

(تفسیر کبیر ۲۲، ص ۱۸۷۔ الانبیا، ۶۹)

(الملفوظ چہارم، ص: ۶۷۹ تا ۶۸۵۔ تخریج شدہ۔ ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ، دہلی)

ذکر لا الہ الا اللہ

کلمہ طیبہ کے ذکر و ورد اور اس کے وظیفہ سے متعلق امام احمد رضا بریلوی ایک

مقام پر فرماتے ہیں۔

وظیفہ کے لئے پورا کلمہ طیبہ مناسب تر ہے مگر اس کے ساتھ درود شریف لانا ضرور ہے یعنی ورد کرے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ،اور صرف جزء ثانی مع درود کا بھی ورد کر سکتا ہے مگر مبتدی یا طالب کہ محتاج تصفیہ ہے اسے صرف جزء اول کا ذکر و شغل بتاتے ہیں کہ اس میں حرارت ہے اور دوسرا جزء کریم ٹھنڈا لطیف اور تزکیہ گرمی پہچانے کا محتاج، ہاں جب جزء اول سے حرارت حد سے متجاوز ہو تو تعدیل کے لئے بتاتے ہیں کہ مثلاً ہر سو بار لا الہ الا اللہ کے بعد ایک بار محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہہ لے کہ تسکین پائے۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۶،ص:۵۸۵۔پوربندر)

کیا تلاوت قرآن ذکر اللہ ہے

صوفیائے کرام جہاں ذکر اللہ میں شب و روز مصروف رہتے وہیں وہ تلاوت قرآن بھی بکثرت کرتے تھے کیونکہ قرآن کی تلاوت بھی ذکر اللہ ہے بلکہ ذکر اللہ کے تمام طریقوں میں قرآن عظیم کی تلاوت سب سے بڑا طریقہ ہے۔حدیث پاک سے یہ ثابت ہے کہ جو تلاوت قرآن میں ہر وقت مشغول رہے اسے پھر کسی ذکر و دعا کی حاجت نہیں ،اللہ تعالیٰ اسے مانگنے سے زیادہ بغیر مانگے عطا فرماتا ہے۔

تلاوت قرآن کے ذکر اللہ ہونے سے متعلق ایک مقام پر امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں۔

اگرچہ قرآن عظیم و تہلیل و تکبیر و تسبیح و ذکر شریف حضور پرنور سید العلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سب ذکر الٰہی ہیں مگر قرآن عظیم اذکار الٰہیہ میں بڑا طریقہ ہے۔

آیت کریمہ ورفعنا لک ذکرک کی تفسیر میں حدیث قدسی ہے

جعلتک ذکرا من ذکری فمن ذکرک فقد ذکرنی.

(کتاب الشفاء ا،ص:۱۵۔فصل ا باب ا۔عثمانیہ ترکی)

یعنی رب العزت تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرماتا ہے میں نے تمہیں اپنے ذکر میں سے ایک ذکر بنایا تو جس نے تمہارا ذکر کیا اس نے میرا ذکر کیا۔ (ت)

قرآن عظیم کے ذکر اللہ ہونے سے متعلق حدیث قدسی میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، رب عزوجل فرماتا ہے۔

من شغلہ القران عن ذکری و مسألتی اعطیتہ افضل من اعطی السائلین و فضل کلام اللہ علی سائر الکلام کفضل اللہ علی خلقہ.

(ترمذی ۲، ص: ۱۱۶، ابواب فضائل القرآن)

جسے قرآن عظیم میرے ذکر و دعا سے روکے یعنی بجائے ذکر و دعا قرآن کریم ہی میں مشغول رہے، اسے مانگنے والوں سے بہتر عطا کروں اور کلام اللہ کا فضل سب کلاموں پر ایسا ہے جیسا اللہ عزوجل کا فضل اپنی مخلوق پر (ت)

(فتاوی رضویہ مترجم ۷، ص: ۴۸۲۔ پوربندر)

ذکر لسانی وذکر قلبی

جملہ عبادات وریاضات سے اللہ عزوجل کا ذکر مقصود ہے، ذکر کی مختلف قسمیں ہیں کوئی ذکر لسانی ہے، کوئی قلبی اور کوئی فکری۔ ذکر لسانی خفی بھی جائز ہے اور جہری بھی، مگر جہری ذکر زیادہ مفید و بہتر ہے کہ اسے اگر غافل لوگ سنیں گے تو وہ بھی ذکر کی طرف راغب ہوں گے یا کم از کم انہیں ذکر الٰہی کا خیال آئے گا، اس طرح ذکر بالجہر سے اپنے وسوسے دور ہوں گے اور دوسرے کو اس کی طرف رغبت ہوگی۔ ذکر قلبی کو تفکر بھی کہا جا سکتا ہے، تفکر کا مقام ذکر سے بڑھ کر ہے کیونکہ کوئی بندۂ مخلص جب سکوت و توجہ قلبی کے ساتھ فکر میں مستغرق ہو تو اس کی خاموشی محض خاموشی نہیں ہوگی بلکہ اس کی زبان اگرچہ چپ ہو مگر اس کا دل ذکر الٰہی میں مشغول رہے گا ایسا تفکر عبادت سے بڑھ کر ہے ورنہ جو خاموشی ذکر و فکر کے بغیر ہو وہ صوفیہ کے نزدیک فضول و عبث ہے۔

ذکر وفکر اور طریقۂ ذکر سے متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

اللہ عزوجل کا ذکر اصل مقصود واجل مقاصد ومغز عبادت ہے۔

● وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ (طٰہٰ،۱۴)

میری یاد کے لئے نماز قائم رکھ۔ (کنز الایمان)

● یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ (آل عمران،۱۹۱)

جو اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے۔ (کنز الایمان)

● کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یذکر اللہ فی کل احیانہ

(المستدرک علی الصحیحین،۱،ص:۴۹۹۔کتاب الدعا۔دار الفکر بیروت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر وقت اللہ عزوجل کا ذکر کرتے تھے۔(ت)

● وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (الجمعۃ:۱۰)

اور اللہ کو بہت یاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔ (کنز الایمان)

● اکثروا ذکر اللہ حتی یقولوا انہ مجنون.

(مسند احمد بن حنبل ۳،ص:۶۸،۷۱ مروی از ابو سعید۔دار الفکر بیروت)

اللہ کا ذکر اتنی کثرت سے کرو کہ لوگ کہیں کہ یہ پاگل ہے۔(ت)

ذکر کے لئے کثیر طریقے ہیں، قلبی ولسانی، خفی وجلی، تلاوت وثنا، درود ودعاء، عبادت وطاعات۔ اطلاق کے باوجود بعض مقامات کو بعض طریقے سے خصوصیت ہوتی ہے جیسے محل جنازہ مقام تفکر ہے کہ ذکر قلبی ہے۔

تفکر ساعة خیر من عبادة الثقلین

گھڑی بھر کا تفکر انسانوں اور جنوں کی عبادت سے بہتر ہے۔(ت)

جہاں مقام تفکر ہے وہاں ذکر قلبی کو ذکر لسانی پر ترجیح ہوگی ورنہ ذکر پر تفضیل محال ہوتی، و ذکر اللہ اکبر (اور اللہ تعالیٰ کا ذکر سب سے بڑھا ہوا ہے۔ت) اس قسم کے ذکر کے لئے صمت یعنی خاموشی بہتر ہوتی ہے، اسی لئے فقہاء نے فرمایا

ینبغی ان یطیل الصمت (طویل سکوت اختیار کرنا چاہیے۔ت)

صدر اول میں غالباً یہی معمول تھا یہاں تک کہ جنازہ کے ساتھ چلنے میں یہ نہ معلوم ہوتا کہ ہمارے دہنے ہاتھ پر کون اور بائیں ہاتھ پر کون ہے، ہر شخص اپنی فکر میں مشغول ہوتا، اور اپنے لئے یہ وقت آنا، اور پھر اس وقت کیا ہوگا؟ کیسے گزرے گی؟ اپنے اعمال کی حالت کیا ہے؟ اس دھن میں مستغرق ہونا گویا ہر شخص اس جنازہ کو اپنا ہی جنازہ جانتا، بلاشبہ اس وقت کے مناسب یہی حالت ہے اور اس حالت کے مناسب وہی خاموشی، کہ سانس کے سوا بالکل آواز نہ ہو۔ جب زمانہ بدلا اور صدر اول کی طرح خوف مسلمانوں میں نہ رہا، محض خاموش رہنا بہت لوگوں کو باعث پریشاں خیالی ہوا، اطبائے قلوب نے ذکر لسانی خفی کا اضافہ فرمایا کہ

ان اراد ان یذکر اللہ تعالیٰ یذکرہ فی نفسہ

اگر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا چاہے تو آہستہ کرے۔(ت)

اس میں حکمت یہ تھی کہ خود خاموشی کوئی شئی مطلوب نہیں، کہ اچھی بات کہنا کچھ نہ کہنے سے بہرحال افضل ہے۔ اسی لئے ارشاد ہوا۔

ان لایزال لسانک رطبا من ذکر اللہ.

(ترمذی ۲، ص:۱۷۳۔ابواب الدعوات)

یعنی ہمیشہ تمہاری زبان خدا کے ذکر سے تر رہے۔(ت)

اگرچہ اگلی شریعتوں نے خاموش رہنے کا حکم روزے میں رکھا تھا، مگر ہماری شریعت نے اسے منسوخ فرمادیا، مجوس کے یہاں کھانے کے وقت خاموش رہنے کا حکم ہے، ہماری شریعت میں وہ مکروہ ولازم الاحتراز ہے۔ یہاں ایک ذریعہ بعد معین مقصود ہوکر مطلوب ہوا تھا کہ زبان کا عمل توجہ بٹنے کی وجہ نہ ہو۔ اب دیکھا کہ زمانہ بدلا، اب وہ معین ہونے کے عوض بہت لوگوں کے لئے مقصود میں خلل ہونے لگا، اصل مقصود حاصل ہونے کے لئے ذکر لسانی بتایا اور خفی رکھا کہ سب تو ایسے پریشاں خیال نہیں جہر سے اہل تفکر کا ذہن نہ ہٹے۔ جب زمانہ اور بدلا اور اکثر عامۂ ناس اسی

قسم کے رہ گئے تو اطبائے روحانی نے جہر بالذکر کی اجازت دی کہ وہ نفوس میں زیادہ کارگر، وسوسوں کو زیادہ دور کرنے والا اور لوگوں کے لئے زیادہ نفع بخش ہے، وہ ذاکرین کی زبانوں اور سامعین کے کانوں کو مشغول کرتا اور غافلین کو جگا کر لغویات سے باز رکھ کر ذکر و سماع کی طرف لاتا ہے، تو اب ذکر جہر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے افراد سے ہے۔ (فتاویٰ رضویہ مترجم ۹، ص:۱۵۱۔۱۵۲۔ پوربندر)

کلمہ طیبہ کی حقیقت

کلمہ طیبہ کے دو جز ہیں، ایک **لا الہ الا اللہ** اور دوسرا **محمد رسول اللہ**، دونوں پر ایمان واعتقاد رکھنا فرض ہے اور دونوں ایک دوسرے کے ایسے جز ہیں کہ ایک کے اقرار وتصدیق سے دوسرے کا اقرار لازم ہے۔ لیکن اگر کوئی ایک جز کا اقرار کرے اور دوسرے کا انکار، تو اس کا ایمان واقرار معتبر نہیں بلکہ دوسرے جز کی حاجت نہ سمجھنا کفر ہے۔

امام احمد رضا بریلوی نے کلمہ طیبہ کے دونوں جز کی حقیقتوں پر بحث کرتے ہوئے ایسے رموز ونکات بیان فرمائے ہیں جو ان کے فکر وتدبر اور صوفیانہ طرز استدلال کا عکس جمیل ہے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ نجات کے لئے صرف **لا الہ الا اللہ** کافی ہے، محمد رسول اللہ کی کچھ حاجت نہیں، اور اس پر حدیث **من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنۃ** سے سند لاتے ہیں۔

اس کے جواب میں آپ نے فرمایا۔

حدیث حق ہے اور اس سے یہ سند لانا کہ محمد رسول اللہ کی کچھ حاجت نہیں یہ زعم کفر ہے۔ **لا الہ الا اللہ** کلمہ طیبہ کا علم ہے جس سے پورا کلمہ مراد ہے۔ اگر کہئے **الحمد** سات بار، یا **قل ھو اللہ** گیارہ بار کہو، کیا اس سے صرف لفظ **الحمد** یا لفظ **قل ھو اللہ** مراد ہوں گی ہرگز نہیں بلکہ پوری سورتیں کہ اختصاراً جن کے یہ نام ہیں۔

طیبہ کا اختصار لا الہ نہیں ہوسکتا تھا کہ نفی محض بلا استثناء تو معاذ اللہ کلمہ کفر ہے، لاجرم صرف کلمہ اس کا اختصار ہوا۔ یہ ایک ظاہر جواب ہے۔

اور میرے نزدیک تو حقیقت امر یہ ہے کہ بیشک صرف **لا الـه الا الـلـه** نجات کا ضامن ہے اور اسی سے وہ ملعون قول کہ محمد رسول اللہ کی معاذ اللہ حاجت نہیں کفر خالص ہے۔ **لا الـه الا الله** سے فقط الفاظ مراد نہیں بلکہ اس کے معنی کی تصدیق سچے دل سے ایمان لانا کہ جس ذات جامع جمیع کمالات منزہ از جمیع عیوب و نقائص کا علم پاک واقع میں اللہ ہے جس نے سچی کتابیں اتاریں، سچے رسول بھیجے، محمد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو افضل الرسل و خاتم النبیین کیا، وہ جس کے کلام کا ایک ایک حرف یقینی قطعی حق ہے جس میں کذب یا سہو یا خطا کا اصلاً کسی طرح امکان نہیں، جس نے اللہ کو اس طرح جانا اسی نے اللہ کو جانا، اسی نے **لا الـه الا الـلـه** مانا اور جسے ضروریات دین سے کسی بات میں شک یا شبہ ہے اس نے نہ ہرگز اللہ کو جانا، نہ **لا الـه الا الـلـه** مانا، مثلاً جو شخص **لا الـه الا الـلـه** پر ایمان کا دعویٰ رکھے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ مانے وہ ایسے کی توحید کی گواہی دیتا ہے، ایسے کو اللہ سمجھا ہے جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہ بھیجا اور وہ ہرگز اللہ نہیں اس نے اپنے خیال میں ایک باطل تصور جما کر اس کا نام اللہ رکھ لیا ہے یہ اللہ پر مومن نہیں بلکہ اللہ کے ساتھ مشرک ہے۔ اللہ یقیناً وہ ہے جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا تو اللہ پر ایمان وہی لائے گا جو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہے۔ اس پر تمام ضروریات دین کو قیاس کر لو مثلاً جو اللہ کا مقر اور قیامت کا منکر ہے یقیناً اللہ کا منکر اور اس اقرار میں مشرک ہے تو ایسے کو اللہ ٹھہرایا جو قیامت نہ لائے گا حالانکہ اللہ وہ ہے کہ قیامت جس کا سچا وعدہ ہے، وعلی ھذا القیاس۔

اب بفضلہ تعالیٰ معنی بے تکلف صحیح ہو گئے لہٰذا اپنے رسالہ "**بـاب الـعـقـائـد والـكـلام**" میں ثابت کیا ہے کہ کفر صرف جہل باللہ کا نام ہے۔ جو اللہ کو صحیح طور پر جانتا ہے کافر نہیں ہوسکتا۔ اور جو کافر ہے اللہ کو ہرگز نہیں جان سکتا اگرچہ کتنا ہی بڑا دعویٰ علم

و معرفت کا کرے۔ (الملفوظ دوم، ص:۵۔۷۳ تخریج شدہ۔ ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ دہلی)

ذکر جہر و ذکر خفی

صوفیائے کرام کا معمول یہ تھا کہ وہ نفس کشی اور درجۂ بقا پانے کے لئے ذکر فکر میں محو و مستغرق رہتے تھے ان کے معمولات میں ذکر جہر بھی تھا اور ذکر خفی بھی... دونوں طرح کے ذکر و اذکار سے مانوس تھے مگر مبتدی کے لئے کیا بہتر اور ذکر کے دونوں طریقوں میں سے کسے اولیت حاصل ہے اس کی وضاحت یوں کی جاسکتی ہے۔

● اگر دل خیال غیر سے پاک ہو، دل پر فکر دنیا کا غلبہ نہ ہو، وسوسے سے محفوظ ہو تو ذکر خفی بہتر ہے۔

● اگر ذکر کے وقت دل میں وساوس اٹھیں، کامل یکسوئی نہ ہو یا قلبی توجہ نہ پائی جائے تو ایسی صورت میں ذکر جہر بہتر ہے۔ کیونکہ ذکر کی آواز جب کانوں میں پڑے گی تو خیال غیر سے محفوظ ہوگا اور دل صرف اسی ذات کی طرف مرکوز و متوجہ رہے گا جس کا ذکر کر رہا ہے۔

بعض صوفیہ یہ کہتے ہیں کہ مبتدی کے لئے ذکر جہر بہتر ہے اور منتہی کے لئے ذکر خفی، اور یہ کہ ذکر کی کثرت اس درجہ کرے کہ اس کی عادت پڑ جائے جب اس کی عادت پڑ جائے گی تو ہر سانس کے ساتھ ذکر جاری رہے گا۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے ذکر جہر چہار ضربی اور ذکر خفی دونوں کے طریقے بتائے ہیں اور انہیں جس صوفیانہ انداز میں بیان فرمایا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت بڑے ذاکر اور بزم اولیاء کے روشن چراغ تھے۔

ذکر جہر چہار ضربی

چار زانو بیٹھے، بائیں زانو کی رگ کیماس دہنے پاؤں کے انگوٹھے اور اس کے برابر کی انگلی میں دبالے، پھر سر جھکا کر بائیں گھٹنے کے محاذی لاکر لا کا لام یہاں سے شروع کرکے دہنے گھٹنے کے محاذات تک کھینچتا ہوا لے جائے، اب یہاں سے الہٰ کا

ره شروع کر کے لام کے بعد کا الف دہنے شانے تک کھینچتا لے جائے اور ہ دہنی
ف خوب منہ پھیر کر کہے، پھر وہاں سے الا اللہ بقوت دل پر ضرب کرے۔ سو بار یا
سب قوت کم سے شروع کرے، پھر حسب طاقت وفرصت بڑھاتا جائے۔ بہتر یہ
ہے کہ پانچ ہزار ضرب روزانہ تک پہنچائے۔ جب حرارت بڑھنے لگے ہر سو بار کے
د ایک یا تین بار محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہہ لے تسکین پائے گا۔
مگر مبتدی جب تک زنگ دور نہ ہو، خالص حرارت کا محتاج ہے۔ یہ ذکر ایسے
ت اور ایسی جگہ ہو کہ ریا نہ آئے، کسی نمازی یا ذاکر یا مریض یا سوتے کو تشویش نہ ہو،
گر دیکھے کہ ریا آتی ہے تو نہ چھوڑے اور خیال ریا کو دفع کرے اور اللہ عزوجل کی طرف
س کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے توسل سے رجوع لائے، تائب ہو انشاء اللہ تعالیٰ
یا دفع ہوگی۔

ذکر خفی

دو زانو آنکھیں بند کئے زبان تالو سے جمائے کہ متحرک نہ ہو محض تصور سے کہ
سانس کی آواز بھی نہ سنائی دے۔ ان پانچ طریقوں سے جو طریقہ چاہے اختیار کرے
خواہ وقتاً فوقتاً پانچوں برتے۔

۱-: سر جھکا کر ناف سے لا کا لام نکال کر سر بتدریج اوپر اٹھاتا ہوا الــہ کی ہ دماغ
تک لے جائے اور معاً الا اللہ کا پہلا ہمزہ وہاں شروع کر کے اس کی ضرب ناف خواہ
دل پر کرے۔

۲-: اسی طور پر لا الہ الا ھو اس میں دوسرا جزالا ھو ہوگا۔

۳-: صرف الا اللہ کا پہلا ہمزہ ناف سے اٹھ کر الا ال دماغ تک لے جائے اور
معالاہ کو وہاں سے اتار کر ناف یا دل پر ضرب کرے۔

۴-: فقط اللہ کا پہلا ہمزہ ناف سے شروع کرے لا کو دماغ تک پہنچائے اور
بدستورہ کی ضرب

۵-: محض اللہ بسکون ہا، پہلا ہمزہ ناف سے اٹھا کر لام دماغ تک اور لاہ کی ضرب
اسے سو بار سے شروع کرے حسب وسعت ہزاروں تک پہنچائے۔ ان پانچوں
میں افضل پہلا طریقہ ہے۔ یہ طریقے اس درجہ مفید ہیں کہ انہیں اخفا کرتے ہیں، رموز
میں لکھتے ہیں۔ فقیر (امام احمد رضا بریلوی) نے خاص اپنے برادران طریقت کے لئے
اسے عام کیا۔
انہیں پانچوں طریقوں سے جسے چاہے ہر سانس کی آمد و رفت میں کھڑے بیٹھے
لیٹے چلتے پھرتے وضو بے وضو بلکہ قضائے حاجت کے وقت بھی ملحوظ رکھے یہاں تک
کہ اس کی عادت پڑ جائے اور تکلف کی حاجت نہ رہے اب سوتے میں بھی سانس کے
ساتھ ذکر جاری رہے گا۔

تنبیہ

ذکر کے ان طریقوں کو بیان کرنے کے بعد امام احمد رضا بریلوی تنبیہ کرتے
ہوئے ناصحانہ انداز میں فرماتے ہیں۔

● اذکار و اشغال میں مشغولی سے پہلے اگر قضا نمازیں یا روزے ہوں ان کا ادا
کر لینا جس قدر جلد ممکن ہو نہایت ضرور ہے۔ جس پر فرض باقی ہے اس کے نفل،
اعمال مستحبہ کام نہیں دیتے بلکہ قبول نہیں ہوتے جب تک فرائض نہ ادا کر لے۔

● اذکار و اشغال کے لئے تین چیزوں کی ضرورت ہے۔
(۱) کم کھانا (۲) کم بولنا (۳) کم سونا

(حیات اعلیٰ حضرت ۳، ص: ۴۶ ادارہ اشاعت مسجد نور الاسلام بولٹن)

ذکر کے وقت سینہ کوبی اور کھڑا ہو جانا کیسا ہے

ذکر جلی ہو یا ذکر خفی ہر دو صورتیں جائز ہیں مگر ذکر جلی کرنے کی صورت میں
حد اعتدال سے تجاوز نہ کرے یعنی بے جا آواز بلند کرنا جس سے نمازی، مریض یا
سونے والے کو تکلیف ہو، یا حلقہ باندھ کر ذکر کرتے کرتے کھڑے ہو جانا، سینے پر

مارنا، ایک دوسرے پر گر پڑنا، لپٹ جانا، شور وغل کرنا وغیرہ اگر وجد کی حالت میں
کوئی بات نہیں ورنہ بناوٹ یا ریا کرنا جائز ودرست نہیں۔
ذکر جلی میں آواز بلند کرنے اور سینہ کوبی وغیرہ سے متعلق ایک سوال کے جواب
امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔
ذکر جلی جائز ہے حد معین یہ ہے کہ اتنی آواز نہ ہو جس سے اپنے آپ کو ایذا ہو یا
نمازی یا مریض یا سوتے کو تکلیف پہنچے اور ذکر کرتے کرتے کھڑا ہو جانا وغیرہ
ال اگر بحالت وجد ہوں صحیح ہیں کوئی حرج نہیں اور معاذ اللہ ریا کے لئے بناوٹ ہیں
رام۔ (احکام شریعت اول، ص:۱۷۵ المکتبہ نعیمیہ دہلی)

●●●

توبہ ورجوع الی اللہ

بندوں پر رب تعالیٰ کی یہ بے حد و بے حساب رحمت ہے کہ وہ گناہ کرنے والوں کی توبہ قبول فرماتا ہے، جس بات کے ارتکاب سے بندہ عذاب اور غضب الٰہی کا مستحق ہوتا ہے اگر وہ اس سے خلوص قلب سے رجوع کرے تو رب العزت تبارک و تعالیٰ اسے معاف فرما دیتا ہے، یہی وجہ ہے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں اور وہ گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہو جاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے والا بچہ۔

توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اس پر قائم رہے اور جس کام سے توبہ کی ہے اس کو دوبارہ نہ کرے، یہی قبولیت توبہ کی دلیل ہے اسی کو توبہ نصوحہ کہا جاتا ہے، ورنہ اگر بار بار گناہ کر کے بار بار توبہ کرے تو اس کی توبہ قبول نہ ہوگی ایسے شخص کے لئے حدیث میں آیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ گویا مذاق و استہزا کرتا ہے۔ یہ امر بھی مسلم ہے کہ جو بندہ مخلص ہوتا ہے اسی کو توبہ کی توفیق ملتی ہے اگرچہ شامت نفس سے وہ گناہ کا مرتکب ہوا ورنہ توفیق توبہ ہر کا ایک کا حصہ نہیں، کتنے فاسق و فاجر ہیں کہ فسق و فجور کرتے ہوئے مرجاتے ہیں اور انہیں توبہ کا موقع نہیں ملتا۔

مشائخ و صوفیہ کے نزدیک توبہ اور انابت الی اللہ کا مقام بہت بلند ہے اسی لئے انہوں نے توبہ کو قرب الٰہی کا ذریعہ سمجھا، کیونکہ بندہ جب تک رب کی رحمتوں سے دور ہوتا ہے اسے توبہ نصیب نہیں ہوتی مگر جب اللہ تعالیٰ اسے اپنا قرب عطا فرمانا چاہتا ہے تو اسے توبہ کی دولت مل جاتی ہے اور وہ رجوع الی اللہ کرتے ہوئے خدا کی بارگاہ میں جھک جاتا ہے۔ (مرتب)

...کے لیے بلندی پر جانا

یوں تو اللہ تعالیٰ ہر جگہ سے بندے کی توبہ قبول فرماتا ہے وہ سمیع و بصیر ہے قرب و
...ہر ایک کو سنتا دیکھتا ہے لیکن توبہ کے لئے کوئی اگر بلندی پر جائے تو یہ قبولیت میں
...وہ مؤثر ہے اور یہ کہ جہاں پر گناہ سرزد ہو وہاں سے کچھ ہٹ کر توبہ کرے۔
توبہ کے لئے بلندی پر جانے کی حکمت و اسرار بتاتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی
...س سرہٗ ایک مقام پر فرماتے ہیں۔
انصاف کی آنکھ بے غبار و صاف ہو تو احادیث صحیحہ سے اس کا بھی پتہ چلتا ہے کہ
...اں جانا چاہے اس طرف چند قدم قریب ہونا اور جہاں سے جدائی مقصود ہو اس سے
...قدم دور ہونا بھی نفع بخش و کارآمد ہوتا ہے جب کمال قرب و بُعد میسر نہ ہو۔
حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

کل شئی یتکلم به ابن آدم فانه مکتوب علیه فاذا خطأ الخطیئة ...م احب ان یتوب الی الله عزوجل فلیأت بقعة مرتفعة فلیمد د یدیه ...لی الله ثم یقول اللهم انی اتوب الیک منها لا ارجع الیها ابدافانه ...غفرله مالم یرجع فی عمله ذلک۔

(المستدرك علی الصحیحین ا،ص:۵۱۶ کتاب الدعا۔ دارالفکر بیروت)

آدمی کا ہر بول اس پر لکھا جاتا ہے تو جو گناہ کرے پھر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرنا
...چاہے اسے چاہیے بلند جگہ پر جائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہاتھ پھیلا کر کہے الٰہی میں
اس گناہ سے تیری طرف رجوع لاتا ہوں اب کبھی ادھر عود نہ کروں گا، اللہ تعالیٰ اس
...کے لئے مغفرت فرمادے گا جب تک اس گناہ کو پھر نہ کرے۔
توبہ کے لئے بلندی پر جانے کی یہی حکمت ہے کہ حتی الوسع موضع معصیت سے
دور اور محل طاعت و منزل رحمت یعنی آسمان سے قرب حاصل ہو۔

(فتاوی رضویہ مترجم ۷،ص:۶۱۶۔ برکات رضا، پوربندر)

IMG_20170...

اعلیٰ حضرت کی تلقین توبہ کا اثر

کہا جاتا ہے کہ "دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے" یہی وجہ ہے کہ صوفیا
کرام نے اپنے حلقہ نشینوں یا خلق خدا کی ہدایت وارشاد کے لئے جو وعظ و تذکیر فرمائی
یا معصیت و گناہ سے دور رہنے اوران سے توبہ کی تلقین کی وہ اہل جہاں کے لئے اکسیر
تریاق مؤثر ہوئی، اہل نظر کو اس کی اثر آفرینیاں نظر آئیں۔ کیونکہ صوفیہ کے قلوب
اسرار الٰہیہ کے مخزن و ماویٰ ہیں جسے دل کی گہرائیوں سے کوئی بات کہہ دیتے یا نصیحت
فرماتے وہ فوراً اثر انداز ہو جاتی۔ ایک صوفی کامل اور بارگاہ خداوندی کے محبوب و
مقرب کا یہی طرۂ امتیاز ہے۔

شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ چودھویں
صدی ہجری کے مجدد اعظم، عاشق صادق، اور صوفی مرتاض بزرگ ہیں۔ وہ فنافی اللہ و
فنافی الرسول کی منزل میں فائز تھے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ۔

بحمد اللہ تعالیٰ اگر میرے قلب کے دو ٹکڑے کئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا
ہوگا لا الہ الا اللہ، دوسرے پر لکھا ہوگا محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

(الملفوظ سوم، ص:۵۳۹ تخریج شدہ۔ ایڈوانس پرنٹنگ دہلی)

طریقت میں رب تعالیٰ کی رضا جوئی کے ساتھ خدمت خلق کا جذبہ بھی کارفرما
ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام احمد رضا بریلوی کا دل خلق خدا کے لئے خیر خواہانہ جذبات
سے لبریز تھا، وہ یہ چاہتے تھے کہ تمام جہان کے مسلمان صراط مستقیم اور عقائد حقہ پر
قائم رہتے ہوئے پیارے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عاشق وشیدا ہو جائیں اور
آٹھوں پہر اپنے آپس میں اخوت و بھائی چارگی کا مظاہرہ کرتے رہیں۔

ایک مرتبہ انہوں نے جبل پور میں لوگوں کو اس انداز سے نصیحت اور توبہ ورجوع
الی اللہ کی تلقین فرمائی کہ لوگ جوق در جوق اپنے خفیہ وظاہری گناہوں سے توبہ کی اور
ندامت گناہ سے رونے لگے۔ اگر کسی کے آپس میں کوئی خلش یا نااتفاقی تھی وہ بھی دور

ہو گئی اور برسوں کے بچھڑے گلے مل گئے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ رجب ۱۳۳۷ھ کو جبل پور تشریف لے گئے وہاں پر ایک ماہ کامل قیام رہا اس دوران میں اکثر مقدمات کا جو باہمی خانہ جنگیوں کے باعث عرصہ سے پڑے ہوئے تھے ایسا تصفیہ فرمایا کہ جن کا سلام و کلام قطعاً بند تھا موت وزیست چھوٹ چکی تھی باہم شیر و شکر ہو گئے۔

دو صاحبوں میں عرصہ سے نزاع تھا اور دونوں اعلیٰ حضرت کے عقیدت مندوں میں تھے، دونوں کے بیانات جو ایک دوسرے کے خلاف تھے سن کر آپ نے فرمایا:

آپ صاحبوں کا کوئی مذہبی تخالف ہے؟ کچھ نہیں، آپ دونوں صاحب آپس میں بھائی ہیں نسلی رشتہ چھوٹ سکتا ہے لیکن اسلام وسنت اور اکابر سلسلہ سے عقیدت باقی ہے تو یہ رشتہ نہیں ٹوٹ سکتا، دونوں حقیقی بھائی اور ایک گھر کے، تمہارا مذہب ایک، رشتہ ایک، آپ دونوں صاحب ایک ہو کر کام کیجئے کہ مخالفین کو دست اندازی کا موقع نہ ملے خوب سمجھ لیجئے آپ دونوں صاحبوں میں جو سبقت ملنے میں کرے گا جنت کی طرف سبقت کرے گا۔ یہ فرمانا تھا کہ دونوں کے قلوب پر ایک برقی اثر ہوا اور بے تابانہ ایک دوسرے کے قدموں پر گر پڑے اور آپس میں نہایت صاف دلی کے ساتھ لپٹ گئے۔ جوش محبت کی یہ حالت ہوئی کہ اگر حاضرین میں سے سنبھال نہ لیتے تو دونوں حضرات اس معانقہ قلبی میں گر پڑتے۔ واقعی مقدس حضرات کی مٹھی میں قلوب ہوتے ہیں جس طرف چاہیں رجوع کر دیں۔

ایک مرتبہ حضور غوث اعظم محبوب سبحانی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد جامع میں تشریف لائے خادم جو ہمراہ تھے انہوں نے دیکھا کہ آج خلاف معمول اہل مسجد حضور کو دیکھ رہے ہیں لیکن نہ کوئی سلام کرتا ہے نہ قیام، حالانکہ ہمیشہ تشریف لاتے ہی تمام جماعت حضور کی طرف آتی اور دست بوسی وقدم بوسی سے مشرف ہوتی۔ ان کے دل میں یہ خطرہ آنا تھا کہ چاروں طرف سے لوگوں کا اس قدر ہجوم ہوا کہ حضور سے بہت پیچھے رہ گئے۔ انہیں خیال ہوا کہ اس سے تو وہی حالت بہتر

تھی میں حضور کے قریب تو تھا۔ان کے دل میں یہ خطرہ آتے ہی حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی طرف روئے انور کیا اور فرمایا یہ تمہیں نے تو چاہا کیا تمہیں معلوم نہیں رب عزوجل نے قلوب ہمارے ہاتھ میں رکھے ہیں جب چاہیں پھیر دیں اور جب چاہیں اپنی طرف کرلیں۔......ع

بندہ مجبور ہے خاطر پہ ہے قبضہ تیرا

جبل پور کی جس مجلس میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ لوگوں کو نصیحتیں فرمارہے تھے اس میں بعض وہ لوگ بھی تھے جو بدمذہبوں کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔اعلیٰ حضرت کے یہ گراں بہا نصائح سن کر دل ہی دل میں اپنے اوپر نفریں اور ملامت کررہے تھے اور کبھی کبھی کسی گوشہ سے توبہ واستغفار کی آواز بھی آجاتی تھی۔اسی وقت ایک صاحب نے کھڑے ہوکر دوسرے صاحب سے کہا آپ کو اکثر اوقات بدمذہبوں کی صحبت میں دیکھا گیا ہے مناسب ہے کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت خوش قسمتی سے تشریف فرماہیں توبہ کرلیجئے، یہ سنتے ہی وہ قدموں پر آکر گرے اور صدق دل سے تائب ہوئے۔اس پر آپ نے فرمایا:

بھائیو! یہ وقت نزول رحمت الٰہی کا ہے سب حضرات اپنے اپنے گناہوں سے توبہ کریں جن کے خفیہ ہوں وہ خفیہ اور جن کے علانیہ ہوں وہ علانیہ، کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے۔

اِذَا عَمِلتَ سَیئۃً فَاحدِثْ عِندھَا تَوبۃُ السِّر بِالسرِّ وَالعَلانِیۃَ بِالعَلانِیۃِ (کنزالعمال ۴،ص ۱۲۰۔الترغیب والترھیب ۴،ص ۱۰۶۔الترغیب فی التوبۃ)

جب تو کوئی گناہ کرے تو فوراً توبہ کر مخفی کی مخفی اور آشکارا کی آشکارا۔

سچے دل سے توبہ کریں کہ رب عزوجل ایسی ہی توبہ قبول فرماتا ہے، فقیر دعا کرتا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ آپ حضرات کو استقامت کرامت فرمائے۔جو داڑھی منڈاتے یا کترواتے ہوں، یا چڑھاتے، یا سیاہ خضاب لگاتے ہوں وہ اور ایسے ہی جو علانیہ گناہ کرتے ہوں انہیں علانیہ توبہ کرنا چاہئے اور جو گناہ پوشیدہ طور پر کئے ان سے پوشیدہ

کہ گناہ کا اعلان بھی گناہ ہے۔

اعلیٰ حضرت کے ان چند کلمات میں اللہ ہی جانے کیا اثر تھا کہ لوگ ڈھاڑیں مار مار کر رونے لگے گویا وہ اپنے گناہوں کے دفتر آنسوؤں سے دھور ہے تھے اور بے تابانہ پروانہ وار اس شمع انجمن محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نثار ہونے دوڑتے اور قدموں پر گر گر کر اپنے خفیہ وعلانیہ گناہوں سے توبہ کرر ہے تھے، عجب سماں تھا حضور اعلیٰ حضرت خود بھی نہایت گریہ وزاری کے ساتھ ان کے لئے دعائے مغفرت میں مصروف تھے۔ جب سب لوگ تائب ہو چکے اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ آج مجھے فائدہ معلوم ہوا کہ تیرا جبل پور آنا اور اتنے دنوں قیام کرنا یوں ہوا۔

(الملفوظ دوم،ص:۳۶۸۔۴۰۸ تخریج شدہ، ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ، دہلی)

●●●

محبت اور عشق

دل کے میلان کا نام محبت ہے، یہی محبت جب غالب ہو جائے تو عشق کہلاتا ہے، عشق میں عقل باقی رہتی ہے اور اگر عقل پر عشق کا غلبہ ہو تو جنون کہلاتا ہے۔ محبت کا درجہ عشق سے کمتر ہے عشق کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ عاشق اپنے محبوب میں فنا ہو جائے، عشق میں اہل بدایت کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ اپنی خواہش کے پابند ہوتے ہیں اور ان کی خواہش یہی کہ حبیب کو دیکھیں اور رقیب کو نہ دیکھیں۔ یہ امر بھی مسلم ہے کہ جو عشق حقیقی کی لذتوں سے آشنا ہو جاتا ہے وہ دنیا و مافیہا سے بیگانہ ہو کر وصال محبوب کی آرزو میں مچلتا رہتا ہے۔ صوفیہ کی تاریخ زندگی میں عشق و عرفاں ہی وہ لازوال دولت ہے جس سے انہیں مراتب عالیہ اور قرب حق حاصل ہوا۔ (مرتب)

عشق کے تین مقام

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ ایک مقام پر عشق کے تین مقامات مختلفہ کی وضاحت فرماتے ہیں جن میں سے ہر مقام ایک دوسرے سے اعلیٰ ہے۔

مقام اول: ادنی مقام ''جوشش عشق و رشک ہے'' یعنی دل کی خواہش تو یہی ہے کہ حبیب بے خلش رقیب جلوہ گر ہو مگر ''حبیب و رقیب'' شدت مصاحبت سے متلازم ہیں کہ ایک کا دیکھنا دوسرے کے دیکھنے اور ایک کا نہ دیکھنا دوسرے کے نہ دیکھنے کو مستلزم ہے۔ نظر برآں جب رشک جوش کرتا ہے حبیب کو دیکھنا نہیں چاہتا کہ اس کی رویت بے رویت رقیب نہ ہوگی اور رویت رقیب ہرگز منظور نہیں، اور جب عشق جوش زن ہوتا ہے رقیب کو دیکھنا نہیں چاہتا کہ اس کا نہ دیکھنا حبیب کے نہ دیکھنے کو مستلزم ہوگا اور دیدار حبیب سے محرومی گوارا نہیں۔

مقام دوم: اوسط مقام ''فنائے ارادہ در ارادۂ محبوب'' یعنی خواہش دل تو وہی کہ حبیب بے رقیب متجلی ہو، مگر حبیب کا ارادہ اس کا عکس ہے وہ چاہتا ہے کہ میں اسے نہ دیکھوں اور رقیب کو دیکھوں کہ غیظ پاؤں اور مراد نہ پاؤں۔ جب فنائے ارادہ فی ارادۃ الحبیب کا مقام وارد ہوتا ہے میں اپنی اس خواہش دلی سے درگزر کرتا ہوں۔

میل من سوئے وصال وقصد او سوئے فراق
ترک کام خود گرفتم تا بر آید کام دوست

میری رغبت وصال کی طرف اور اس کا ارادہ فراق کا ہے، میں نے اپنا مقصد ترک کر دیا تا کہ دوست کا مقصد پورا ہو جائے۔ (ت)

فراق و وصل چہ خواہی رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد از و غیر او تمنائے

فراق و وصل کیا چاہتا ہے دوست کی رضا مندی طلب کر کیونکہ اس سے اس کے غیر کی تمنا کرنا افسوسناک ہوگا۔ (ت)

مقام سوم: اعلیٰ مقام ''فنافی المحبوب'' کہ خود اپنی ذات ہی باقی نہ رہے غیر و اضافات ونسبت وتعلقات کہاں سے آئیں۔ رقیب کا غیر ہونا ظاہر، اور رویت حبیب کا تصور بھی تصور غیر ہے کہ رویت تین چیزوں کو چاہتی ہے، رائی، مرئی، اور وہ تعلق کہ ان دونوں میں ہوتا ہے بلکہ حبیب کو جاننا بھی بے تصور نفس ممکن نہیں کہ حبیب وہ جس سے محبت ہو، اور محبت کو ہر دو حاشیہ محبّ ومحبوب اور دونوں کے درمیان کی نسبت و اضافت سے چارہ نہیں، جب میں ہمہ تن فنافی المحبوب ہوں تو رقیب، حبیب ورویت و عدم رویت کو کون سمجھے، اور ارادہ وچاہت کدھر سے آئے، لاجرم اس وقت ان میں سے کچھ خواہش نہیں رہتی۔ (فتاوی رضویہ مترجم ج۲۶،ص:۵۶۶۔ پور بندر)

عہد فاروقی کے ایک جوان عابد کی حکایت

دنیا میں بڑے بڑے عابد وزاہد اور عاشقان پاکباز گزرے ہیں، ان میں بعض

ایسے قدسی صفات انسان ہیں جن کے عشق وعرفاں، عبادت وریاضت اور زہد و پرہیز گاری کی شہرت وسچائی اب تک باقی ہے، یہ وہ باکمال افراد ہیں جن کی حکمت و دانائی پر زمانے کو ناز ہے۔ تاریخ یہ بتاتی ہے کہ عابد و شیطان کی کشمکش ہمیشہ رہی، نفس و شیطاں کی جنگ میں کبھی عابد غالب رہا کہ اس پر شیطانی حربے کارگر نہ ہوئے، اور کبھی شیطان غالب ہوا کہ عابد اس کے فریب میں مبتلا ہو گیا اور اس کی پارسائی مشکوک و مشتبہ ہو گئی۔ مگر جس کی روحانیت، نفسانیت پر غالب ہوتی یا خالق کائنات جسے اپنے حفظ وامان میں رکھتا ہے وہ دشمن ایمان شیطان کے فریب اور مکروہ حربوں سے محفوظ رہتا ہے۔ اس پس منظر میں عہد فاروقی کے ایک عابد و پارسا جوان کا واقعہ امام احمد رضا بریلوی کے حوالے سے یہ ہے۔

عہد خلافت فاروقی میں ایک جوان عابد تھا، امیر المومنین اس سے بہت خوش تھے، دن بھر مسجد میں رہتا، بعد عشا باپ کے پاس جاتا، راہ میں ایک عورت کا مکان تھا اس پر عاشق ہو گئی، ہمیشہ اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی، جوان نظر نہ فرماتا، ایک شب قدم نے لغزش کی، ساتھ ہو لیا، دروازے تک گیا، جب اندر جانا چاہا خدا یاد آیا اور بے ساختہ یہ آیت کریمہ زبان سے نکلی:

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطَٰنِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُم مُّبْصِرُونَ

(الاعراف، ۲۰۱)

ڈر والوں کو جب کوئی جھپٹ شیطان کی پہنچتی ہے خدا کو یاد کرتے ہیں اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

آیت پڑھتے ہی غش کھا کر گرا، عورت نے اپنی کنیز کے ساتھ اٹھا کر اس کے دروازے پر ڈال دیا، باپ منتظر تھا، آنے میں دیر ہوئی، دیکھنے نکلا، دروازے پر بیہوش پڑا پایا، گھر والوں کو بلا کر اندر اٹھوایا، رات گئے ہوش آیا، باپ نے حال پوچھا کہا خیر ہے، کہا بتا دے، ناچار قصہ کہا۔ باپ بولا جان پدر، وہ آیت کون سی ہے، جوان نے پھر پڑھی، پڑھتے ہی غش آیا، جنبش دی مردہ پایا، رات ہی کو نہلا کفنا کر دفن کر دیا۔ صبح کو امیر

المومنین نے خبر پائی، باپ سے تعزیت اور خبر نہ دینے کی شکایت فرمائی۔ عرض کی یا امیر المومنین رات تھی، پھر امیر المومنین ہمراہیوں کو لے کر قبر پر تشریف لے گئے۔
آگے لفظ حدیث یوں ہیں

فقال عمر یا فلان ولمن خاف مقام ربه جنتٰن ، فاجابه الفتی من داخل القبر یا عمر قد اعطانیها ربی مرتین.

(کنز العمال ۲، ص: ۵۱۶۔۵۱۷۔ حدیث ۴۶۳۴۔ الرسالۃ بیروت)

یعنی امیر المومنین نے جوان کا نام لے کر فرمایا اے فلاں جو اپنے رب کے پاس کھڑے ہونے کا ڈر کرے اس کے لئے دو باغ ہیں، جوان نے قبر میں سے آواز دی اے عمر مجھے میرے رب نے یہ دولت عظمیٰ جنت میں دو بار عطا فرمائی۔

(حیات الموات، مشمولہ فتاوی رضویہ مترجم ۹، ص: ۷۳۵۔ پوربندر)

●●●

توکل وقناعت

اولیائے کاملین کی تاریخ زندگی میں یہ ملتا ہے کہ انہوں نے توکل علی اللہ کو سرمایہ افتخار اور صبر وقناعت کو آخرت کی پونجی سمجھا۔ توکل واستقامت کا یہ قیمتی سبق انہیں منبع نور ورحمت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقدس زندگی سے ملا، مختار کونین ہونے کے باوجود حضور نے شاہانہ کروفر سے دور رہ کر سادہ اور بے تکلف زندگی گزاری اور بادشاہت پر مسکینیت کو ترجیح دیا۔ کاشانۂ اقدس سے لے کر رزم گاہوں تک حضور کی پوری حیات اقدس کا جائزہ لے لیجیے کہیں پر آپ کو دنیاوی شوکت وحشمت کا سامان نہیں ملے گا، دنیاوی جاہ وحشم کی ساری رعنائیاں حضور کے قدموں پر قربان ہونے کو تیار تھیں مگر حضور چونکہ توکل واستغناء کی لازوال دولت سے مالا مال ہیں اسی لئے ان چیزوں کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی خاطر میں نہیں لائے، بلکہ کائنات کو توکل وقناعت کا جو بھی حصہ ملا ہے وہ حضور ہی کے چشمۂ رحمت کا قطرہ ہے۔

صوفیائے کرام نے مشقت آمیز ریاضت ومجاہدے کئے مختلف جہتوں سے نفس کشی کا سامان مہیا کیا، عبادات وطاعات کی کامل پابندی کی، بندگان خدا سے حسن سلوک ومعاملات کئے، میں کہتا ہوں کہ انہوں نے اللہ کے لئے جو بھی کیا اس میں صبر و توکل ضرور کارفرما ہے۔ دنیا میں سامان لذت وعیش کی ریل پیل ہے اس سے کنارہ کش ہو کر خدا کی بندگی میں لگ جانا بغیر صبر وتوکل کے ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیہ نے سادہ اور سنت نبوی کے مطابق زندگی بسر کی اور جو کیا وہ آخرت کے لئے کیا، انہیں یقین تھا کہ دنیا فانی اور آخرت باقی ہے، جو دنیا کی لذتوں کو چھوڑ دیتا ہے وہ عقبیٰ کی نعمتوں سے مالا مال ہو جاتا ہے، اتباع رسول میں صوفیہ نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دیا۔ اسی سے انہیں حیات جاودانی مل گئی جریدۂ عالم پر ان کا نام نقش کالحجر ہو گیا۔

انسان اپنے وجود میں احوال ومزاج کے اعتبار سے مختلف اور ذہن وفکر کے لحاظ سے ایک دوسرے سے جداگانہ ہے، کسی کا میلان قلب دین اور آخرت کی طرف زیادہ ہوتا ہے، اور کسی کا رجحان دنیا کی طرف زیادہ، کوئی اپنے پورے مال ودولت کو راہ خدا اور رضائے مولیٰ کی خاطر خرچ کر ڈالتا ہے، کوئی خرچ بھی کرتا اور اپنی اولاد وورثہ کے لئے بچا کر رکھتا بھی ہے، کوئی ایسا بھی ہے جو بالکل خرچ نہیں کرتا یہاں تک کہ زکوٰۃ جو فرض ہے وہ بھی ادا نہیں کرتا۔ ان میں سے کون افضل اور کس کا مقام عند اللہ بلند ہے؟ ظاہر ہے کہ جسے خدا مطلوب ہے وہ سب سے افضل اور ہر جہت سے بہتر ہے، جسے وہ مطلوب نہیں وہ محبوب بھی نہیں۔

توکل واستغناء سے متعلق اسی قسم کا ایک سوال امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کی خدمت میں پیش ہوا آپ نے تصوف وطریقت کے پیرایۂ بیان میں اس کا ایسا مؤثر ومدلل جواب تحریر فرمایا ہے جسے دیکھ کر یہ اعتراف ویقین کرنا پڑتا ہے کہ امام احمد رضا بریلوی بحر توحید میں مستغرق اور توکل وقناعت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے، نیز اس مسئلے کے جواب میں انہوں نے حقیقی متوکل وقانع کی نشاندہی کرتے ہوئے توکل کی جتنی شقیں تحریر کی ہیں ان سے علوم تصوف پر ان کی مہارت اور وسعت معلومات کا اندازہ ہوتا ہے۔

متوکل وقانع کون

سوال ہوا کہ، ایک شخص جو اہل وعیال رکھتا ہے اپنی آمدنی سے اپنے بال بچوں پر خرچ کر کے بقایا خدا کی راہ میں دیتا ہے آئندہ کو اہل وعیال کے واسطے کچھ نہیں رکھتا۔

دوسرا اپنی آمدنی سے بچوں پر ایک حصہ خرچ کر کے دوسرا حصہ خیرات کرتا اور تیسرا حصہ آئندہ ان کی ضرورتوں میں کام آنے کی غرض سے رکھ چھوڑنے کو اچھا جانتا ہے۔ ان دونوں میں افضل کون ہے؟

آپ نے فرمایا

حسن نیت سے دونوں صورتیں محمود ہیں اور باختلاف احوال ہر ایک افضل، بھی واجب، اسی لئے اس بارے میں احادیث بھی مختلف آئیں اور سلف صالح کا عمل بھی مختلف رہا۔

پھر فرماتے ہیں وباللہ التوفیق:

اس میں قول مختصر وجامع انشاء اللہ تعالیٰ یہ ہے کہ

آدمی دو قسم ہیں

- منفرد، کہ تنہا ہو
- اور معیل، کہ عیال رکھتا ہو۔

سوال اگرچہ معیل سے متعلق ہے مگر ہر معیل اپنے حق نفس میں منفرد اور اس پر اپنے نفس کے لحاظ سے وہی احکام ہیں جو منفرد پر ہیں لہٰذا دونوں کے احکام سے بحث درکار۔

اول: وہ اہل انقطاع وتبتل الی اللہ اصحاب تجرید وتفرید، جنہوں نے اپنے رب سے کچھ نہ رکھنے کا عہد باندھا ان پر اپنے عہد کے سبب جمع نہ کرنا لازم ہوتا ہے، اگر بچا رکھیں تو نقض عہد ہے اور عہد کے بعد پھر جمع کرنا ضرور ضعف یقین کو بتائے گا یا اس کا موہم ہوگا۔ ایسے اگر کچھ بھی ذخیرہ کریں مستحق عقاب ہوں۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کچھ خرمے جمع دیکھے، فرمایا یہ کیا ہے؟

عرض کی، **شئی اد خرته لغد**

میں نے آئندہ کے لئے جمع کر رکھے ہیں

اور ایک روایت میں ہے، **اعد ذلک لا ضیافک**

حضور کے مہمانوں کے خیال سے انہیں رکھا ہے۔ فرمایا

اما تخشی ان تکون لک دخان فی نار جهنم انفق یا بلال ولا تخشی من ذوی العرش اقلالا.

کیا ڈرتا نہیں کہ تیرے لئے آتش دوزخ کا دھواں ہو، اے بلال خرچ کر اور عرش کے

مالک سے کمی کا اندیشہ نہ کرو۔ (شعب الایمان ۳، ص:۲۰۹ حدیث ۳۳۲۸_العلمیۃ بیروت)

ایک بار انہیں بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، اے بلال فقیر مرنا اور غنی ہو کر نہ مرنا، عرض کی اس کی کیا سبیل ہے؟ فرمایا جو ملے نہ چھپانا اور جو مانگا جائے منع نہ کرنا (ظاہر ہے کہ جب نہ مال چھپانا ہو نہ کسی کا سوال رد کیا جائے تو سائلین کسی وقت بھی کچھ پاس نہ چھوڑیں گے) عرض کی ایسا کیونکر کروں؟ فرمایا:

ھو ذاک او النار.

یا تو یونہی کرنا ہوگا یا آگ۔ (المعجم الکبیر ۱، ص:۳۴۱ حدیث ۱۰۲۱_الفیصلیہ بیروت)

دوم: فقر و توکل ظاہر کر کے صدقات لینے والا اگر یہ حالت مستمر رکھنا چاہے تو ان صدقات میں سے کچھ جمع کر رکھنا اسے ناجائز ہوگا کہ یہ دھوکا ہوگا اور اب جو صدقہ لے گا حرام وخبیث ہوگا۔

انہیں دونوں باب سے ہیں وہ احادیث جن میں ایک اشرفی ترکہ چھوڑنے والے کو ایک داغ فرمایا، دو پر دو، تین پر تین داغ، یعنی فی اشرفی ایک داغ دیا جائے گا۔

حدیث: توفی رجل من اھل الصفة فوجد فی مئزرہ دینار فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیة، ثم توفی آخر فوجد فی مئزرہ دیناران فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیتان.

(مسند احمد بن حنبل ۵، ص:۲۵۳ مروی از ابوامامہ_دار الفکر بیروت)

اصحاب صفہ میں سے ایک فوت ہوئے ان کے ازار بند میں ایک دینار ملا، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے لئے ایک داغ ہے، دوسرے فوت ہوئے ان کے دامن میں دو دینار تھے حضور نے فرمایا یہ دو داغ ہیں۔ (ت)

حدیث: توفی رجل من اھل الصفة فوجد وافی شملته دینارین فذکروا ذلک للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال کیتان.

(مسند احمد بن حنبل ۱، ص:۴۵۷ مروی از ابن مسعود_دار الفکر بیروت)

اصحاب صفہ میں سے ایک فوت ہوئے ان کے شملہ میں دو دینار پائے گئے، لوگوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں عرض کیا تو فرمایا یہ دو

داغ ہیں۔ (ت)

حدیث: عن سلمة بن الاکوع رضی الله تعالیٰ عنه کنت جالسا عند النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فاتی بجنازة فقال هل ترک من شئی قالوا نعم ثلثة دنانیر فقال باصابعه ثلث کیات.

(مسند احمد بن حنبل ۴، ص: ۴۷ مروی از سلمہ بن اکوع دار الفکر بیروت)

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سرکار رسالتمآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بیٹھا ہوا تھا ایک جنازہ لایا گیا حضور نے فرمایا اس نے کچھ چھوڑا ہے؟ عرض کیا ہاں اس نے تین دینار چھوڑے ہیں، حضور نے انگلیوں سے اشارہ کرکے فرمایا یہ تین داغ ہیں۔ (ت)

بعض آیات واحادیث میں سونا چاندی جمع رکھنے ان کی زکوٰۃ نہ دینے اور اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے پر سخت وشدید وعید وارد ہوئی ہے، مگر ظاہر ہے کہ مذکور احادیث کا محل وہ نہیں ہوسکتا جو اس آیت کریمہ کا محمل ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ (التوبۃ، ۳۴، ۳۵)

اور وہ کہ جوڑ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں خوش خبری سناؤ دردناک عذاب کی جس دن وہ تپایا جائے گا جہنم کی آگ میں پھر اس سے داغیں گے ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں یہ ہے وہ جو تم نے اپنے لئے جوڑ کر رکھا تھا اب چکھو مزہ اس جوڑنے کا۔ (کنز الایمان)

مذکور احادیث کا محل وہ نہیں ہوسکتا جو اس حدیث صحیح کا محمل ہے

من اوکی علی ذهب او فضة ولم ینفقه فی سبیل الله کان جمرا یوم القیمة یکوی به. (المعجم الکبیر ۲، ص: ۱۵۳ حدیث ۱۶۴۱ الفیصلیہ بیروت)

جس نے سونا و چاندی جمع کیا اور اسے راہ خدا میں خرچ نہ کیا وہ روز قیامت اس کے لئے آگ کا انگارہ بن جائے گا اس سے اس کے مالک کو داغا جائے گا۔ (ت)

یعنی جب زکوٰۃ دے دے، حقوق واجبہ شرعیہ ادا کردے کنز نہ رہا اور سبیل اللہ میں خرچ نہ کرنا صادق نہ آیا لہٰذا استحقاق داغ نہ رہا۔

اس کے بعد امام احمد رضا بریلوی کنز، ادخار یعنی ذخیرہ اندوزی اور اصحاب صفہ کے داغ کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں

کلماادی زکوۃ فلیس بکنزو ان کان مدفوناتحت الارض و کلما لایودی زکوۃ فھو کنز وان کان ظاھرا.

(سنن کبری للبیہقی ۴، ص: ۸۳ کتاب الزکوۃ۔ دار صادر بیروت)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، ہر وہ مال جس کی زکوۃ دے دی جائے وہ کنز نہیں کہلاتا اگرچہ وہ زمین میں مدفون ہو اور ہر مال جس کی زکوۃ نہ دی گئی ہو وہ کنز ہے اگرچہ ظاہر ہو۔ (ت)

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھماقال لمانزلت ھذہ الایة والذین یکنزون الذھب والفضة کبرذلک علی المسلمین فقال عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انا افرج عنکم فانطلق فقال یا نبی اللہ انہ کبر علی اصحابک ھذہ الایة فقال ان اللہ لم یفرض الزکوۃ الالیطیب مابقی من اموالکم و انما فرض المواریث لتکون لمن بعد کم قال فکبر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(ابوداؤد، ا، ص: ۲۳۴ کتاب الزکوۃ۔ باب حقول المال)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جب یہ آیت کریمہ والذین یکنزون الذھب والفضة، نازل ہوئی تو مسلمان پریشان ہوئے، حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا میں تمہاری یہ پریشانی دور کرتا ہوں، حضرت عمر حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یا نبی اللہ اس آیت مبارکہ نے آپ کے اصحاب کو پریشان کردیا ہے، حضور نے

فرمایا اللہ تعالٰی نے زکوۃ فقط اسی لئے فرض فرمائی تا کہ تمہارا باقی مال پاک ہو جائے اور وراثت اس لئے فرض کی ہے تا کہ بعد کے لوگوں کو مال ملے، یہ سن کر عمر فاروق نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔(ت)

اور یہ اس لئے کہ بیس دینار سے کم پر نہ زکوۃ ہے نہ کوئی صدقہ واجبہ، لامحالہ یہاں استحقاق داغ انہیں دو وجہ سے ایک پر ہو۔

قوت القلوب اور ترغیب وغیرہ میں ہے

انما کان کذلک لانه ادخر مع تلبسه بالفقر ظاهرا و مشارکة الفقراء فیمایأتیهم من الصدقة.

(الترغیب والترهیب ۲،ص:۵۸ کتاب الصدقات۔البابی مصر)

یہ داغ اس لئے ہے کہ ذخیرہ کرنے کے ساتھ انہوں نے ظاہراً فقر کا اظہار کیا اور وہ صدقات میں فقراء کے ساتھ شریک ہو گئے۔(ت)

یہ اسی صورت پر ہے کہ داغ سے مراد (عیاذاً باللہ) آتش دوزخ میں تپا کر داغ دینا ہو، اور اگر اس سے دھبہ مراد ہو یعنی اس کے جمال ونورانیت میں وہ ایسے معلوم ہوں گے جیسے چہرہ پر چیچک وغیرہ کا داغ، اور جن موردوں کے بارے میں یہ حدیثیں آئیں وہاں بلا شبہ یہی معنی دوم انسب واقرب ہیں تو وہ ان دونوں قسموں سے الگ ہیں۔

حجۃ الاسلام امام غزالی نے ''احیاء العلوم'' میں وجہ اول (جبکہ آتش دوزخ میں تپا کر داغ دینا مراد ہو) ذکر کرنے کے بعد فرمایا۔

الثانی ان لا یکون ذلک عن تلبیس فیکون المعنی به النقصان عن درجته فی الاخرة اذلایوتی احد من الدنیا شیئا الا نقص بقدره من الاخرة۔ ملخصاً (احیاء العلوم ۴،ص:۲۷۸ کتاب التوحید والتوکل، المشهد الحسینی قاهره)

دوسرا یہ کہ دھوکا کی بناء پر نہ ہو، اب معنی یہ ہوگا کہ آخرت کے درجات میں کمی ہو جائے گی کیونکہ دنیا میں جس کو بھی کچھ دیا گیا ہے اس کے عوض آخرت میں کمی ہو جائے گی۔(ت)

زبیدی نے ''اتحاف السادۃ'' میں فرمایا

وهذا الوجه هو اللائق بمقام الصحابة رضی الله تعالى عنهم كما لا يخفى.

(اتحاف السادۃ المتقین ۹، ص:۵۰۵ کتاب التوکل۔ دار الفکر بیروت)

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مقام کے یہی وجہ مناسب ہے۔ (ت)

سوم: جسے اپنی حالت معلوم ہو کہ حاجت سے زائد جو کچھ بچا کر رکھتا ہے نفس اسے طغیان وعصیان پر ابھارتا، یا کسی معصیت کی عادت پڑی ہے اس میں خرچ کرتا ہے تو اس پر معصیت سے بچنا فرض ہے۔ اور جب اس کا یہی طریقہ معین ہو کہ باقی مال اپنے پاس نہ رکھے تو اس حالت میں اس پر حاجت سے زائد سب آمدنی کو مصارف خیر میں صرف کر دینا لازم ہوگا۔

یہ اس لئے کہ ذریعہ کا مفقود ہو جانا بھی عصمت کی ایک صورت ہے اور جو شئی کسی واجب کا ذریعہ بن رہی ہو وہ بھی واجب ہو جاتی ہے۔ (ت)

چہارم: جو ایسا بے صبرا ہو کہ اگر اسے فاقہ پہنچے تو معاذ اللہ رب عزوجل کی شکایت کرنے لگے اگرچہ صرف دل میں، نہ زبان سے، یا طرق ناجائزہ مثل چوری یا بھیک وغیرہ کا مرتکب ہو۔ اس پر لازم ہے کہ حاجت کے قدر جمع رکھے۔ اگر پیشہ ور ہے کہ روز کا روز کھاتا ہے، تو ایک دن کا۔ اور ملازم ہے کہ ماہوار ملتا ہے، یا مکانوں دکانوں کے کرایہ پر بسر ہے کہ مہینہ پیچھے آتا ہے، تو ایک مہینہ کا۔ اور زمیندار ہے کہ فصل یا سال پر پاتا ہے تو چھ مہینہ یا سال بھر کا۔ اور اصل ذریعہ معاش مثلاً آلات حرفت یا دکان مکان دیہات بقدر کفایت کا باقی رکھنا تو مطلقاً اس پر لازم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

من رزق فی شئی فلیلزمه

(شعب الایمان ۲، ص:۸۹ حدیث ۱۲۴۱۔ العلمیۃ بیروت)

جو شئی کسی کا ذریعہ رزق ہو وہ اسے لازم پکڑے۔ (ت)

دوسری حدیث میں ہے، فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

ما من عبد يبيع تالدا (المال القديم) الا سلط الله عليه تالفا.

(المعجم الکبیر ۱۸، ص ۲۲۲ حدیث ۵۵۵۔ الفیصلیۃ بیروت)

جو بندہ قدیم جائداد کو بیچ دے اللہ تعالٰی اس پر تلف کرنے والا مسلط کردیتا ہے۔ (ت)

تیسری حدیث میں ہے، فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

من باع عقر دار من غير ضرورة سلط الله على ثمنها تالفا يتلفه.

(الجامع الصغیر، بحوالہ طبرانی اوسط، حدیث ۸۵۵۳)

جس نے بغیر ضرورت کے گھر کی بنیاد کو بیچا اللہ تعالٰی اس کے ثمنوں پر کسی تلف کرنے والے کو مسلط کردیتا ہے۔

پنجم: جو عالم دین مفتی شرع یا دافع بدعت ہو اور بیت المال سے رزق نہیں پاتا، جیسا یہاں ہے، اور وہاں اس کا غیر ان مناصب دینیہ پر قیام نہ کرسکے کہ افتا یا دفع بدعات میں اپنے اوقات کا صرف کرنا اس پر فرض عین ہو اور وہ مال و جائداد رکھتا ہے جس کے باعث اسے غنا اور ان فرائض دینیہ کے لیے فارغ البالی ہے کہ اگر خرچ کردے محتاج کسب ہو اور ان امور میں خلل پڑے، اس پر بھی اصل ذریعہ کا باقی رکھنا اور آمدنی کا بقدر مذکور جمع رکھنا واجب ہے۔ ایسے عالم کو جہاد کے لئے جانے کی اجازت نہیں کسب مال میں وقت صرف کرنے کی کیونکر اجازت ہوسکتی ہے۔

تنویر و درمختار میں ہے

عالم ليس في البلدة افقه منه فليس له الغزو.

(درمختار ۱، ص: ۳۳۹ کتاب الجہاد۔ مجتبائی دہلی)

کسی شہر میں فقیہ ہو اور وہاں اس سے بڑھ کر دین جاننے والا نہ ہو تو ایسا شخص جہاد پر نہیں جاسکتا۔ (ت)

ششم: اگر وہاں اور بھی عالم یہ کام کرسکتے ہوں تو باقی رکھنا اور جمع کرنا اگرچہ

واجب نہیں مگر اہم وموکد بیشک ہے کہ علم دین وحمایت دین کے لئے فراغ بال، کسب مال میں اشتغال سے لاکھوں درجے افضل ہے، اس کے باوجود ایک سے دو، اور دو سے چار بھلے ہوتے ہیں۔ایک کی نظر کبھی خطا کرے تو دوسرے اسے صواب ودرستی کی طرف پھیر دیں گے، ایک کو مرض وغیرہ کے باعث کچھ عذر پیش آئے تو جب اور موجود ہیں کام بند نہ رہے گا، لہٰذا تعدد علمائے دین کی طرف ضرور حاجت ہے۔

ہفتم: عالم نہیں مگر طلب علم دین میں مشغول ہے اور کسب میں اشتغال اس سے مانع ہوگا تو اس پر بھی اسی طرح مال کا باقی وجمع رکھنا موکد واہم ہے۔

ہشتم: تین صورتوں میں جمع منع ہوئی، دو میں واجب، دو میں موکد۔جوان آٹھ سے خارج ہو وہ اپنی حالت پر نظر کرے اگر جمع نہ رکھنے میں اس کا قلب پریشاں ہو عبادت وذکر الٰہی کی طرف توجہ میں خلل پڑے تو بمعنی مذکور بقدر حاجت جمع رکھنا ہی افضل ہے اور اکثر لوگ اس قسم کے ہیں۔

پراگندہ روزی پراگندہ دل

روزی پراگندہ ہو تو دل بھی پریشان وپراگندہ ہوتا ہے۔(ت)

شب چو عقد نماز بر بندم چہ خور بامداد فرزندم

رات کو جب میں نے نماز کی نیت باندھی تو یہ خیال پریشان کرنے لگا کہ صبح کو بچے کیا کھائیں گے۔(ت)

عین العلم میں ہے

یترک المضطرب طریق المتوکل بالاذخار لان الغرض صلاح القلب. (عین العلم، ص: ۳۳۸، باب ۲۰ فی التوحید والتوکل۔اسلامیہ لاہور)

مضطرب ذخیرہ کے ذریعہ متوکل کا طریق ترک کردے کیونکہ مقصد اصلاح قلب ہے۔(ت)

احیاء العلوم میں ہے

بل لوامسک ضیعۃ یکون دخلھا وافیا بقدر کفایتہ وکان

لایتضرع قلبه الابه فذلک له اولیٰ.

(احیاء العلوم ۴،ص: ۲۷۷ کتاب التوحید والتوکل۔المشہد الحسینی قاہرہ)

بلکہ اگر قدر کفایت کو پورا کرنے والی جائداد کو محفوظ کرے جبکہ (عبادت میں) تضرع اسی سے حاصل رہتا ہے تو یہ بہتر ہے۔(ت)

یہاں وہ لوگ مراد ہیں جن کو توجہ بخدا کا قصد ہے ورنہ دنیا میں منہمک رہنے والے تو کسی وقت بھی متوجہ نہیں ہوتے، غنی ہوں تو بھول جائیں۔

نہم: اگر جمع رکھنے میں اس کا دل متفرق اور مال کے حفظ یا اس کی طرف میلان سے متعلق ہو تو جمع نہ رکھنا ہی افضل ہے کہ اصل مقصود ذکر الٰہی کے لئے فراغ بال ہے جو اس میں مخل ہو وہی ضم ہے ان ہی دونوں مقاموں کی طرف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس دعا میں اشارہ فرمایا جو اپنی امت کو تعلیم فرمائی کہ

اللھم ما رزقتنی مما احب فاجعله قوة لی فیما تحب اللھم ما زویت عنی مما احب فاجعله فراغالی فیما تحب۔

(ترمذی ۲،ص ۱۸۷۔ابواب الدعوات)

اے اللہ! تو نے جو مجھے میرا پسندیدہ رزق دیا ہے تو اسے اپنے پسندیدہ کاموں میں میرے لئے قوت کا ذریعہ بنادے، اور وہ پسندیدہ رزق جو تو نے مجھ سے روک رکھا ہے اسے اپنے پسندیدہ کاموں میں میرے لئے ذریعہ فراغت بنادے۔(ت)

حجۃ الاسلام امام غزالی عبارت مذکورہ کے بعد فرماتے ہیں

المقصود اصلاح القلب لیتجرد لذکر الله و رب شخص یشغله وجود المال و رب شخص یشغله عدمه، والمحذور مایشغل عن الله عزوجل والافالد نیافی عینها غیر محذورة لا وجودها ولاعدمها۔

(احیاء العلوم ۴،ص ۲۷۷۔کتاب التوحید والتوکل، قاہرہ)

مقصود تو دل کی اصلاح ہے تاکہ وہ ذکر الٰہی کے لئے خالی ہو جائے اور بہت سے لوگوں کو مال کا ہونا اللہ تعالیٰ سے غافل کر دیتا ہے، اور بہت سے لوگوں کو مال کا نہ

ہونا غافل کر دیتا ہے، اور منع تو وہ ہے جو اللہ عزوجل سے غافل کر دے ورنہ فی نفسہٖ دنیا کا وجود وعدم ممنوع نہیں۔ (ت)

دہم: اصحاب نفوس مطمئنہ ہوں، نہ عدم مال سے ان کا دل پریشان نہ وجود مال سے ان کی نظر، وہ مختار ہیں۔

حق سبحانہ اپنے نبی سیدنا سلیمان علیہ الصلاۃ والسلام سے فرماتا ہے

هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (سورہ ص، ۳۹)

یہ ہماری عطا ہے اب تو چاہے تو احسان کر یا روک رکھ تجھ پر کچھ حساب نہیں۔
(کنزالایمان)

اور کچھ نہ رکھنا افضل کہ عباد اللہ کا فائدہ ہے۔

احیاء کتاب الزکوۃ وظیفہ سادسہ مزکی میں ہے

المال كله لله عزوجل و بذل جميعه هو الاحب عندالله سبحانه وانما لم يأمر به عبده لانه يشق عليه بسبب بخله كما قال عزوجل" فيحفكم تبخلوا.

(احیاء العلوم ا،ص ۲۱۸۔ کتاب اسرار الزکوۃ۔ قاہرہ)

تمام مال اللہ عزوجل کے لئے ہے اور تمام کا تمام خرچ کر دینا اللہ سبحانہ کے ہاں پسندیدہ عمل ہے، باقی تمام کو خرچ کر دینے کا اللہ تعالیٰ نے اس لئے حکم نہیں دیا کہ بندے پر بخل کی وجہ سے ایسا کرنا مشکل ہوتا، جیسا کہ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تم سے زیادہ طلب کرے تو تم بخل کروگے۔ (ت)

یازدہم: حاجت سے زیادہ کا مصارف خیر میں صرف کر دینا اور جمع نہ رکھنا صورت سوم میں تو واجب تھا باقی جملہ صور میں ضرور مطلوب، اور جوڑ کر رکھنا اس کے حق میں ناپسند ومعیوب کہ منفرد کو اس کا جوڑنا طول امل (لمبی امید) یا حب دنیا ہی سے ناشی ہوگا، اور طول امل غرور ہے اور حب دنیا سب برائیوں سے بڑھ کر برائی۔

● رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

کن فی الدنیا کانک غریب اوعابر سبیل وعد نفسک من اصحب القبور اذا اصبحت فلا تحدث نفسک بالمساء و اذا امسیت فلا تحدث نفسک بالصباح۔

(ترمذی ۲،ص ۵۷۔ ابواب الزہد۔ باب ما جاء فی قصر الامل)

دنیا میں یوں رہ گویا تو مسافر بلکہ راہ چلتا ہے اور اپنے آپ کو قبر میں سمجھ کہ صبح کرے تو دل میں یہ خیال نہ لا کہ شام ہوگی، اور شام ہو تو یہ نہ سمجھ کہ صبح ہوگی۔

● ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

یاایھا الناس اما تستحیون

اے لوگو کیا تمہیں شرم نہیں آتی؟

حاضرین نے عرض کی، یارسول اللہ کس بات سے، فرمایا

تجمعون مالا تاکلون و تبنون مالا تعمرون و تاملون مالا تدرکون الا تستحیون ذلک۔

(طبرانی، معجم کبیر ۲۵،ص ۱۷۲۔ حدیث ۴۲۱ الفیصلیۃ بیروت)

جمع کرتے ہو جو نہ کھاؤ گے اور عمارت بناتے ہو تو جس میں نہ رہو گے اور وہ آرزوئیں باندھتے ہو جن تک نہ پہنچو گے اس سے شرماتے نہیں۔

● ایک حدیث میں ہے اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک مہینے کے وعدے پر ایک کنیز سو دینا کو خریدی، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

الا تعجبون من اسامة المشتری الی شهران اسامة طویل الامل والذی نفسی بیده ماطرفت عینای الاظننت ان شفریّ لا یلتقیان حتی یقبض الله روحی ولا رفعت قدحا الی فی فظننت انی واضعه حتی اقبض ولا لقمت لقمة الا ظننت انی لا اسیغها حتی اغص بها من الموت، والذی نفسی بیده ان ما توعدون لأت و ماانتم بمعجزین.

(الترغیب والترہیب ۴،ص ۲۴۲۔ کتاب التوبۃ والزہد۔ البابی مصر)

کیا اسامہ سے تعجب نہیں کرتے جس نے ایک مہینے کے وعدے پر (کنیز) خریدی، بیشک اسامہ کی امید لمبی ہے قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں تو جب آنکھ کھولتا ہوں یہ گمان ہوتا ہے کہ پلک جھپکنے سے پہلے موت آجائے گی، اور جب پیالہ منہ تک لے جاتا ہوں کبھی یہ گمان نہیں کرتا کہ اس کے رکھنے تک زندہ رہوں گا اور جب کوئی لقمہ لیتا ہوں گمان ہوتا ہے اسے حلق سے اتارنے نہ پاؤں گا کہ موت اسے گلے میں روک دے گی، قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بیشک جس بات کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے ضرور آنے والی ہے اور تم تھکا نہ سکو گے۔ (ت)

● عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیوار پر کہگل اور ٹٹی درست کرتے دیکھا، فرمایا اے عبداللہ کیا ہے؟ عرض کی درست کرتا ہوں، فرمایا

الامر اسرع من ذلک۔

(ترمذی ۲، ص ۵۷۔ ابواب الزہد، باب ماجاء فی قصر الامل)

معاملہ اس سے قریب تر ہے

● ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گردن مبارک پر دست اقدس رکھ کر فرمایا

ھذا ابن آدم و ھذا اجلہ۔

یہ ابن آدم ہے اور یہ اس کی موت ہے

پھر دست انور پھیلا کر فرمایا

و ثم املہ و ثم املہ (حوالہ مذکور)

اور وہ اتنی دور اس کی امید ہے، اتنی دور اس کی امید ہے۔

● ایک حدیث میں ہے

الدنیا دار من لا دار لہ ولھا یجمع من لا عقل لہ۔

(مسند احمد بن حنبل ۶، ص ۷۱ مروی از عائشہ، دار الفکر بیروت)

دنیا بے گھروں کا گھر ہے اور اس کے لئے وہ جمع کرتا ہے جو بے عقل ہے۔

IMG_20170З

● ایک حدیث میں ہے فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

من کنز دنیا یرید حیاۃ باقیۃ فان الحیاۃ بید اللہ الا وانی لا کنز دینارا ولا درھما ولا اخبأ رزقا لغد

(الترغیب والترھیب ۴، ص:۱۸۹ کتاب التوبۃ والزہد البابی مصر)

جو دنیا جوڑ کر رکھے کہ بقائے زندگی چاہتا ہو تو زندگی تو اللہ کے ہاتھ میں ہے سن لو میں نہ اشرفی جوڑ کر رکھتا ہوں نہ روپیہ، نہ کل کے لئے کھانا اٹھا کر رکھوں۔

● اس توضیح کے بعد امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں

یہ سب منفرد کا بیان ہے، رہا عیالدار، ظاہر ہے کہ وہ اپنے نفس کے حق میں منفرد ہے تو خود اپنی ذات کے لئے اسے انہیں احکام کا لحاظ چاہئے۔ اور عیال کی نظر سے اس کی صورتیں اور ہیں ان کا بیان کریں۔

دوازدہم: عیال کی کفالت شرع نے اس پر فرض کی، وہ ان کو توکل وتجتل وصبر علی الفاقہ پر مجبور نہیں کرسکتا، اپنی جان کو جتنا چاہے کَسے مگر ان کو خالی چھوڑنا اس پر حرام ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

کفی بالمرء اثما ان یضیع من یقوت

(ابوداؤد ا، ص:۲۳۸ کتاب الزکوۃ، باب فی صلۃ الرحم)

آدمی کو گناہ کافی ہے کہ جس کا قوت اس کے ذمہ ہے اسے ضائع چھوڑے۔

حجۃ الاسلام امام غزالی قدس سرہٗ فرماتے ہیں

لایجوز تکلیف العیال الصبر علی الجوع فلایمکنہ فی حقھم ولا توکل المکتسب فاماترک العیال توکلافی حقھم او القعود عن الاھتمام بامرھم توکلا فھذا حرام و قد یفضی الی ھلاکھم ویکون ھو مواخذا بھم، ملخصاً.

(احیاء العلوم ۲، ص:۲۷۲ کتاب التوحید والتوکل۔ المشھد الحسینی قاہرہ)

عیال کو بھوک پر قائم رکھنا جائز نہیں، ان کے حق میں ایسا کرنا درست نہیں، اسی

طرح کمانے والے کو توکل کر لینا بھی جائز نہیں، عیال کے حق میں توکل کرتے ہوئے انہیں چھوڑ دینا یا توکل کرتے ہوئے ان کے اخراجات کا اہتمام نہ کرتے ہوئے بیٹھ جانا حرام ہے اور اگر یہ ان کی ہلاکت کا سبب بن گیا تو یہ شخص پکڑا جائے گا۔ (ت)

حضور پرنور سید المتوکلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے نفس کریم کے لئے کل کا کھانا بچا رکھنا، پسند نہ فرماتے۔

ایک بار خادمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پرند کا گوشت کہ آج تناول تو فرمایا تھا بچا ہوا دوسرے دن حاضر کیا فرمایا۔

الم انهك ان ترفعي شيئا لغد فان الله يأتي برزق غدا.

(مسند ابی یعلی ۴، ص: ۱۹۲ حدیث ۴۲۰۸ مؤسسۃ علوم القران بیروت)

کیا ہم نے منع نہ فرمایا کہ کل کے لئے کچھ اٹھا کر نہ رکھنا کل کی روزی اللہ کل دے گا۔

اور اپنی عیال کریم کے لئے سال بھر کا قوت جمع فرما دیتے۔

صحیحین میں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے

كان صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ينفق منه (اى مما افاء الله على رسوله من اموال بني النضير) على اهله نفقة سنة ثم يجعل مابقى منه مجعل مال الله عزوجل.

(بخاری ۲، ص: ۸۰۶ کتاب النفقات وص ۹۹۶ کتاب الفرائض)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس مال سے اپنے اہل پر سال بھر خرچ فرماتے جو اللہ تعالیٰ نے بنونضیر کے مال غنیمت سے حضور کو عطا فرمایا تھا پھر جو بچتا اسے راہ خدا میں صرف کر دیتے۔ (ت)

سیزدہم: وہ جس کی عیال میں صورت چہارم کی طرح بے صبرا ہو اور بیشک بہت عوام ایسے نکلیں گے تو اس کے لحاظ سے تو اس پر دوہرا وجوب ہوگا کہ قدر حاجت جمع رکھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا (التحریم،۶)

اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ۔ (کنزالایمان)

چہاردہم: ہاں جس کی سب عیال صابر و متوکل ہوں اسے روا ہوگا کہ سب راہ خدا میں خرچ کردے۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بار صدقہ کا حکم فرمایا، امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں خوش ہوا کہ اگر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سبقت لے جاؤں گا تو اس بار، کہ میرے پاس مال بہت ہے اور ان کے پاس کم۔ فاروق اپنے تمام مال کا نصف حاضر لائے، ارشاد ہوا عیال کے لئے کیا چھوڑا؟ عرض کی اتنا ہی۔ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام وکمال اتنا اپنا سارا مال حاضر لائے، ارشاد ہوا عیال کے لئے کیا چھوڑا؟ عرض کی اللہ ورسول، جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

بينكما ما بين كلمتيكما

تم دونوں کے مرتبوں میں وہ فرق ہے جو تمہاری ان باتوں میں ہے۔ (ت)

اس بحث کے پس منظر میں اصل سوال یہ ہے کہ اپنی آمدنی میں سے اخراجات کے بعد جو بچے اسے راہ خدا میں خرچ کر دینا بہتر ہے یا آئندہ کی ضرورتوں کے لئے بچا کر رکھنا؟

اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں

اگر صاحب جائداد ہے اور اس کی آمدنی خرچ سے زائد ہے تو اس کی آمدنی سے بقدر خرچ رکھ کر باقی کا تصدق مطلقاً افضل ہے۔ اگر آمدنی ماہانہ ہے تو ایک مہینہ کا خرچ رکھ کر اور سالانہ تو ایک سال کا، اس سے زائد کا جمع رکھنا حرص وحُب دنیا سے ناشی ہوتا ہے، اور حب دنیا خطا کی جڑ ہے۔

اور اگر جائداد نہیں رکھتا عیال کے لئے اتنا پس انداز کرنا کہ اگر یہ مرجائے تو وہ اس بقیہ سے منتفع ہوں اور انہیں بھیک مانگنی نہ پڑے افضل ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

انک ان تذر ورثتک اغنیاء خیر من ان تذرھم عالة یتکففون الناس فی ایدیھم. (بخاری ۲،ص:۵۰۶ کتاب النفقات، باب فضل النفقة علی الاہل)

تیرا ورثاء کو غنی چھوڑنا اس سے کہیں بہتر ہے کہ محتاج میں لوگوں سے بھیک مانگتے پھریں۔(ت)

ہاں اگر عیال خود غنی ہوں تو پس انداز نہ کرنا ہی افضل، یونہی اگر فاسق ہوں کہ مال معصیت میں خرچ کریں گے تو ان کے لئے کچھ نہ چھوڑنا ہی بہتر۔

فتاوی خلاصہ ولسان العلوم وفتاوی عالمگیری میں ہے

لوکان ولدہ فاسقا و اراد ان یصرف مالہ الی وجوہ الخیر و یحرمہ عن المیراث ھذا خیر من ترکہ.

(فتاوی ہندیہ ۴،ص:۳۹۱ باب ۶ فی الھبة للصغیر۔پشاور)

اگر اولاد فاسق وفاجر ہے اور وہ چاہتا ہے کہ میں اسے وراثت سے محروم کرکے مال کو اچھے کاموں پر خرچ کردوں تو یہ وراثت چھوڑنے سے بہتر ہے۔(ت)

(فتاوی رضویہ مترجم ۱۰،ص ۳۱۱ تا ۳۲۷ برکات رضا پور بندر)

راہ خدا میں پورا مال خرچ کرنا کیسا ہے

لوگوں کے حوائج وضروریات مختلف اور ان کے مراتب ومدارج میں نمایاں فرق ہے اور ہر ایک کا توکل واستغناء برابر نہیں، یہی وجہ ہے کہ کسی کے لئے اپنا پورا مال راہ خدا میں خرچ کردینا بہتر ہے اور کسی کے لئے بقدر حاجت بچا کر رکھنا، مگر پورا مال خرچ کردینے سے اگر بھیک مانگنے کی نوبت ہو تو ایسا کرنا ہرگز درست نہیں۔

امام احمد رضا بریلوی صدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا واقعہ بیان کرنے کے بعد ایک مقام پر فرماتے ہیں

تحقیق یہ ہے کہ عام کے لئے وہی حکم میانہ روی ہے اور صدق توکل وکمال تبتل والوں کی شان بڑی ہے۔

ایک صاحب انڈے برابر سونا لے کر حاضر ہوئے کہا یا رسول اللہ، میں نے ایک کان میں سے پایا میں اسے تصدق کرتا ہوں اس کے سوا میری ملک میں کچھ نہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اعراض فرمایا، انہوں نے پھر عرض کی، پھر اعراض فرمایا، پھر عرض کی پھر اعراض فرمایا، پھر عرض کی، حضور نے وہ سونا ان سے لے کر ایسا پھینکا کہ اگر ان کے لگتا تو درد پہنچاتا یا زخمی کرتا۔ اور فرمایا تم میں ایک شخص اپنا پورا مال لاتا ہے کہ یہ صدقہ ہے پھر بیٹھا لوگوں سے بھیک مانگے گا۔

خیر الصدقة ما کان عن ظهر غنی

بہتر صدقہ وہ ہے جس کے بعد آدمی محتاج نہ ہو جائے۔

(ابوداؤد اول، ص: ۲۳۶ باب الرجل یخرج من ماله)

(فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۱۰، ص: ۶۹۱۔ برکات رضا پور بندر)

سوال کی مذمت اور حضرت عمر کا توکل

بے ضرورت شرعی سوال کرنا حرام ہے اور جن لوگوں نے باوجود قدرت کسب بلا ضرورت سوال کرنا اپنا پیشہ کرلیا وہ جو کچھ اس سے جمع کرتے ہیں سب ناپاک وخبیث ہے اور ان کا یہ حال جان کر ان کے سوال پر کچھ دینا داخل ثواب نہیں بلکہ ناجائز وگناہ اور گناہ میں مدد کرنا ہے، اور جب انہیں دینا ناجائز تو دلانے والا بھی دال علی الخیر نہیں بلکہ دال علی الشر ہے۔ لیکن اگر بے سوال کوئی کچھ دے جیسے لوگ علماء ومشائخ کی خدمت کرتے ہیں تو اس کے لے لینے میں کوئی حرج نہیں بلکہ نیک نیت ہو تو دینے اور لینے والے دونوں داخل ثواب ہیں خصوصاً جبکہ لینے والا حاجت رکھتا ہو۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کچھ عطا بھیجی انہوں نے واپس حاضر کی کہ حضور نے ہی ہمیں حکم دیا تھا کہ کسی سے کچھ نہ لینے میں بھلائی ہے، فرمایا یہ بحالت سوال ہے اور جو بے سوال آئے وہ تو ایک رزق ہے کہ مولیٰ تعالیٰ نے تجھے بھیجا۔

امیر المومنین نے عرض کی واللہ اب کسی سے کچھ سوال نہ کروں گا اور بے سوال جو

پھر آئے گی لے لوں گا۔ (بخاری ا،ص:۱۹۹۔باب من اعطاہ اللہ شیئا من غیر مسئلۃ)

(فتاوی رضویہ مترجم ۱۰،ص۳۰۳۔برکات رضا پور بندر)

حضرت ایوب علیہ السلام کا توکل

رب تعالیٰ کی رحمت ونوازشات سے دامن بھرنا صبر وتوکل کے منافی نہیں وہ جسے چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔البتہ حرص وہوس کرنا، بے ضرورت سوال کرنا،فکر فردا وغیرہ میں حیران وسرگرداں رہنا توکل وقناعت اور طریقہ صوفیہ کے خلاف ہے۔

حضرت ایوب علیہ الصلاۃ والسلام کا صبر مشہور ہے ایک مرتبہ جب ان پر سونے کی بارش ہونے لگی تو انہوں نے سونے سے اپنا دامن بھر لیا اور رب عزوجل سے عرض کی اے پروردگار میں تیری برکت ورحمت سے بے نیاز نہیں۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ ایک مقام پر فرماتے ہیں

سیدنا ایوب علیہ الصلاۃ والسلام کو مولیٰ جل وعلا نے اموال عظیمہ عطا فرمائے تھے، ایک روز نہارہے تھے کہ آسمان سے سونے کی ٹیریاں برسیں، ایوب علیہ الصلاۃ والسلام چادر میں بھرنے لگے، رب عزوجل نے ندا فرمائی

ایاایوب الم اکن اغنیتک عماتری.

اے ایوب! جو تمہارے پیش نظر ہے کیا میں نے تمہیں اس سے بے پرواہ نہ کیا تھا؟ عرض کی،

بلی وعزتک ولکن لا غنی لی عن برکتک۔

(بخاری ا،ص ۴۸۰۔کتاب الانبیاء باب قول اللہ عزوجل وایوب الخ)

ضرور غنی کیا تھا تیری عزت کی قسم مگر مجھے تیری برکت سے تو بے نیازی نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم ۱۰ص ۶۰۷ پور بندر)

تدبیر توکل کے منافی نہیں

تقدیر و تدبیر دونوں اللہ عزوجل کی نوشتہ چیزیں ہیں بندوں کو وہی اختیار دیتا ہے
اسی کے حکم سے افعال صادر ہوتے ہیں اسی لئے تقدیر و تدبیر کے حق ہونے پر ایمان
وایقان لازم ہے، اس بات پر بھی ایمان رکھنا لازم ہے کہ تدبیر بیکار و معطل نہیں۔ بندہ نہ
مختار مطلق ہے نہ مجبور محض، بندے کا اختیار ارادۂ الٰہیہ کے تابع ہے، بندہ جب کسی چیز کا
ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس میں وہ بات فرما دیتا ہے اس کے حکم کے بغیر درخت کا ایک
پتہ بھی حرکت نہیں کر سکتا سب کچھ اسی کے حکم و ارادہ سے ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ
صاحب توکل اگر تدبیر و سبب کا سہارا لے تو یہ توکل کے منافی نہیں، توکل کے ساتھ
تدبیر کی جا سکتی ہے بلکہ تدبیر کے بغیر توکل کرنا عارفین کا کام نہیں، اہل توکل اور ارباب
تصوف جانتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سید المتوکلین ہیں حضور نے بھی
اپنی زندگی میں اسباب عادیہ کا سہارا لیا ہے۔ صوفیہ و اولیاء میں جو متوکلین گزرے ہیں،
ریاضت و مجاہدہ میں جو مشہور و نامور ہیں وہ بھی تدابیر و اسباب کا سہارا لیتے تھے اسی لئے
کہا جاتا ہے کہ تدبیر کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے بلکہ تدبیر کو توکل کے خلاف جاننا عقل
ونقل کی مخالفت کے ساتھ اپنے اوپر ظلم و زیادتی کے مترادف ہے۔

امام احمد رضا بریلوی نے اپنے رسالہ "التحبیر بباب التدبیر" میں دلائل و براہین
سے یہی ثابت فرمایا ہے کہ تدبیر کرنا اسباب کا سہارا لینا توکل و رضا کے منافی نہیں ہے
انہوں نے اس مضمون کو شرح و بسط کے ساتھ بیان فرمایا ہے مگر ہم اپنے مدعا کے
مطابق اس کے خاص خاص اقتباسات درج کرتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں

اہل حق کا عقیدہ ہے کہ عالم میں جو کچھ ہوتا ہے سب اللہ جل جلالہ کی تقدیر سے
ہے مگر تدبیر ہرگز معطل و بیکار نہیں۔ دنیا عالم اسباب ہے، رب جل مجدہ نے اپنی حکمت
بالغہ کے مطابق اس میں مسببات کو اسباب سے ربط دیا اور سنت الٰہیہ جاری ہوئی کہ

کے بعد مسبب پیدا ہو۔
جس طرح تقدیر کو بھول کر تدبیر پر پھولنا کفار کی خصلت ہے یوں ہی تدبیر کو محض
و بیکار اور فضول و مردود بتانا کسی کھلے گمراہ یا مجنون کا کام ہے جس کی رو سے صدہا
ت واحادیث سے اعراض اور انبیاء وصحابہ وائمہ واولیاء سب پر طعن واعتراض لازم
ہے۔ حضرات مرسلین صلاۃ اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم اجمعین سے زیادہ کس کا توکل اور
سے بڑھ کر تقدیر الٰہی پر کس کا ایمان، پھر وہ بھی ہمیشہ تدبیر فرماتے اور اس کی راہیں
تے اور خود کسب حلال میں سعی کر کے رزق طیب کھاتے۔
● حضرت داؤد علیہ الصلاۃ والسلام زرہیں بناتے
● حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے دس برس شعیب علیہ الصلاۃ والسلام کی
ریاں اجرت پر چرائیں۔
● خود حضور پر نور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ام المومنین خدیجہ
ی اللہ تعالیٰ عنہا کا مال بطور مضاربت لے کر شام کو تشریف فرما ہوئے۔
● حضرت امیر المومنین عثمان غنی وحضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہما
ے نامی گرامی تاجر تھے۔
● حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کپڑے کا کاروبار کرتے۔
بلکہ منکر تدبیر خود کیا تدبیر سے خالی ہوگا؟ ہم نے فرض کیا کہ وہ زراعت،
جارت، نوکری، حرفت، کچھ نہ کرتا ہوگا آخر اپنے لئے کھانا پکاتا یا پکواتا ہوگا آٹا پیسنا،
گوندھنا، پکانا کیا یہ تدبیر نہیں؟ یہ بھی جانے دیجئے اگر بغیر اس کے سوال یا اشارہ وایماء
کے خود بخود پکی پکائی اسے مل جاتی ہو، تاہم نوالہ بنانا، منہ تک لانا، چبانا، نگلنا یہ بھی
دبیر۔ تدبیر کو معطل کرے تو اس سے بھی باز آئے کہ تقدیر الٰہی میں زندگی لکھی ہے بے
کھائے جئے گا یا قدرت الٰہی سے پیٹ بھر جائے گا یا خود بخود کھانا معدے میں چلا
جائے گا، ورنہ ان باتوں سے بھی کچھ حاصل نہ ہوگا کہ مذہب اہل سنت میں نہ پانی
پیاس بجھاتا ہے نہ کھانا بھوک کھوتا ہے، بلکہ یہ سب اسباب عادیہ ہیں جن سے اللہ

تعالیٰ نے مسببات کو مربوط فرمایا اور اپنی عادت جاریہ کے مطابق ان کے بعد سیری، سیرابی فرماتا ہے۔ وہ نہ چاہے تو گھڑے چڑھائے، دھڑیوں کھا جائے کچھ مفید نہ ہوگا۔ آخر مرض استسقا و جوع البقر میں کیا ہوتا ہے (جوع البقر، اس بیماری کو کہتے ہیں جس میں کتنا بھی کھائے بھوک نہیں جاتی، جس طرح مرض استسقا میں جس قدر بھی پیئے پیاس نہیں جاتی۔م) وہی کھانا پانی جو پہلے سیر و سیراب کرتا تھا اب کیوں محض بیکار جاتا ہے، اور اگر وہ چاہے تو بے کھائے پیئے بھوک پیاس پاس نہ آئے جیسے زمانہ دجال میں اہل ایمان کی پرورش فرمائے گا اور ملائکہ کا بے آب و غذا زندگی کرنا کسے معلوم نہیں۔ مگر یہ انسان میں خرق عادت ہے جس پر ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھنا جہل وحماقت یہاں تک کہ اگر تقدیر پر بھروسے کا جھوٹا نام کر کے خورد ونوش کا عہد کر لے اور بھوک پیاس سے مر جائے بیشک حرام موت مرے اور اللہ تعالیٰ کا گنہگار ٹھہرے۔

حدیث میں ہے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، دوزخی، جنتی سب لکھے ہوئے ہیں اور صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ، پھر ہم عمل کا ہے کو کریں، ہاتھ پاؤں چھوڑ بیٹھیں کہ جو سعید ہیں آپ ہی سعید ہوں گے اور جو شقی ہیں ناچار شقاوت پائیں گے۔ فرمایا نہیں بلکہ عمل کئے جاؤ کہ ہر ایک جس گھر کے لئے بنا ہے اسی کا راستہ اسے سہل کر دیتے ہیں، سعید کو اعمال سعادت اور شقی کو افعال شقاوت کا۔

(بخاری ۲، ص ۹۷۷ کتاب القدر)

احادیث وآثار سے ثابت ہوتا ہے کہ تلاش حلال، فکر معاش اور اسباب حاصل کرنا ہرگز منافی توکل نہیں بلکہ عین مرضی الٰہی ہے کہ آدمی تدبیر کرے اور بھروسہ تقدیر پر رکھے۔

حدیث میں ہے، جب ایک صحابی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی، اپنی اونٹنی یوں ہی چھوڑ دوں اور خدا پر بھروسہ رکھوں یا اسے باندھوں اور خدا پر توکل کروں؟ ارشاد فرمایا

قید و توکل

باندھ دے اور بھروسہ خدا پر رکھ۔

(کنز العمال ۳، ص ۱۰۳ حدیث ۵۶۸۸۷ الرسالۃ، بیروت)

دیکھو کیسا صاف ارشاد ہے کہ تدبیر کرو مگر اس پر اعتماد نہ کرلو دل کی نظر تقدیر پر رہے۔

مولانا روم قدس سرہ' مثنوی شریف میں فرماتے ہیں

توکل کن بجنباں پا و دست رزق تو بر تو ز تو عاشق ترست

توکل کر اور ہاتھ پاؤں حرکت میں لا کہ تیرا رزق تجھ پر تجھ سے زیادہ عاشق ہے (ت)

● یمن کے کچھ لوگ بے زادراہ لئے حج کو آئے اور کہتے ہم متوکل ہیں، ناچار بھیک مانگنی پڑتی۔ حکم آیا توشہ ساتھ لیا کرو۔

● کچھ اصحاب کرام نے موسم حج میں تجارت سے اندیشہ کیا کہ کہیں اخلاص میں فرق نہ آئے، فرمان آیا کچھ گناہ نہیں کہ تم اپنے رب کا فضل ڈھونڈو۔

(التحبیر بباب التدبیر، مشمولہ فتاوی رضویہ مترجم جلد ۲۹ برکات رضا پوربندر)

ابن آدم کی امید اور طمع

انسان کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار اور قسم قسم کی نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے تاکہ وہ رب تعالیٰ کا شکر ادا کرے مگر انسان اپنی فطرت میں لالچی اور حریص ہونے کے سبب سے امیدوں اور آرزوؤں کا خواب دیکھتا رہتا ہے اس کی امید و آرزو کسی ایک مقام و مرکز پر ختم نہیں ہوتی اگر اسے سونے کا ایک پہاڑ مل جائے تو دوسرے کی فکر میں رہے گا۔ صوفیائے کرام نے حرص وطمع سے دور رہ کر سادہ اور متوکلانہ زندگی گزاری، قدم قدم پر نفس کشی فرمائی اور اس کے اسباب وعوامل پر نظر رکھی اور زاہدانہ طرز زندگی سے دنیا کو توکل وقناعت کا پیغام دیا، لمبی امید، حرص، لالچ اور زراندوزی کی ہلاکت خیزیوں سے خود کو دور رکھا اور اپنے معتقدین ومتوسلین کو ان باتوں سے بچانے کی کوشش فرمائی۔

حرص وطمع کی مذمت وبرائی پر امام احمد رضا بریلوی کے حوالے سے دو حدیثیں

پیش ہیں۔

۱۔حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

لو کان لابن آدم و اد من ذھب لا بتغی الیہ ثانیا ولو کان لہ وادیان لابتغی الیھما ثالثا و لا یملأ جوف ابن آدم الاالتراب و یتوب اللہ علی من تاب۔ (بخاری ۲،ص:۸۵۳باب ماتیقی من فتنۃ المال)

اگر ابن آدم کے لئے ایک جنگل بھر سونا ہوتو دوسرا جنگل اور مانگے ،اور دو جنگل ہوتو تیسرا اور چاہے اور ابن آدم کا پیٹ نہیں بھرتی مگر خاک ،اور تائب کی توبہ اللہ قبول کرتا ہے۔

۲۔اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

رب متخوض فیما شاء ت نفسہ من مال اللہ ورسولہ لیس لہ یوم القیمۃ الاالنار۔ (ترمذی ۲،ص:۶۰ ابواب الزہد۔باب ماجاءان الغنی الخ)

بہت وہ کہ اللہ ورسول کے مال میں اپنی خواہش نفس کے مطابق دھنستے ہیں ان کے لئے قیامت میں نہیں مگر آگ۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم ۱۶،ص ۲۱۵ برکات رضا پور بندر)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صبر وشکر

انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے صبر وتحمل اور تصرف واختیار کا جوہر وکمال عطا فرمایا جس کی وجہ سے دنیا کی کوئی طاقت ان کے پائے ثبات میں لغزش نہ ڈال سکی وہ عزم ویقین کے کوہ گراں تھے وہ دنیا کو صبر ورضا، ایثار وقربانی اور حلم وبردباری کا سبق دینے آئے تھے اس راہ میں انہوں نے ایذائیں برداشت کیں، تکالیف اٹھائیں اور قوم کے ظلم وزیادتی کا سامنا کیا جبکہ انہیں کے نقوش قدم کی برکتوں سے دنیا کو اخلاق حمیدہ کی دولت ملی۔

امت کے جن نفوس قدسیہ کو انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا خاص فیضان ملا وہ اولیاء

صوفیہ کی مقدس جماعت ہے، عبادت وریاضت اور دینی تفوق وبرتری کے لئے انہوں نے انبیائے کرام کی زندگیوں کو مشعل راہ اور نمونہ عمل بنایا، تصوف وسلوک کی راہ میں ان کے سامنے رکاوٹیں اور مشکلات آئیں، صبر آزما لمحات آئے مگر ہر مشکل کو خاصان خدا نے خندہ پیشانی سے قبول کیا زبان پر ایک حرف شکوہ تک نہیں آیا صبر وتحمل کا یہی تقاضا اور استقامت فی الدین کا یہی مزاج ہے۔ مصیبت پر گھبرانا، آہ وفغاں کرنا، بے صبری کرنا اور نعمت وخوشی کے ملنے پر خدا کو بھول جانا، ناشکری کرنا اہل اللہ کا طریقہ نہیں بلکہ مسرت وشادمانی کے موقعہ پر اللہ کی یاد میں مشغول ہونا، اسے بکثرت یاد کرنا اور غم والم کے وقت ثابت قدم رہنا، آہ وزاری نہ کرنا صوفیہ کا طرز عمل اور شیوہ زندگی ہے۔

اس سلسلے میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا ایک واقعہ صبر وشکر اور توکل والوں کے لئے درس عبرت اور لائحہ عمل ہے۔ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں

سیدنا عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام ایک مرتبہ لوگوں کے ساتھ تشریف لئے جارہے تھے راستہ میں نہایت لطیف خوشبو آئی تمام لوگوں نے قصداً اسے سونگھا اور آپ نے ناک بند کرلی۔ آگے چل کر ایک نہایت تیز بدبو آئی سب نے ناک بند کرلی مگر آپ کھولے رہے لوگوں نے سبب پوچھا، ارشاد فرمایا وہ نعمت تھی میں نے خوف کیا کہ شاید میں اس کا شکریہ ادا نہ کرسکوں اور یہ بلا تھی اس پر میں نے صبر کیا۔

(احیاء علوم الدین ۴، ص ۶۱ بیان فضیلۃ الصبر - دار الفکر)

(الملفوظ سوم ص ۵۰۰، تخریج شدہ ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ دہلی)

●●●

اہل اللہ کا زہد و تقویٰ

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں متعدد مقامات پر انسان کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم فرمایا اور اس پر قائم و کاربند رہنے کی بار بار تاکید فرمائی ہے۔ زہد و تقویٰ انسان کی ایسی صفت ہے جس کے سبب سے اسے عنداللہ بلند و بالا مقام ملتا اور رب تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ تقویٰ ہی کے سبب سے صوفیہ و اولیاء بلند مراتب اور درجہ کمال پر فائز ہوئے، تقویٰ کے بغیر کوئی اللہ کا مقرب و برگزیدہ نہیں ہوسکتا، مرتبہ ولایت و قرب پانے کے لئے تقویٰ لازم ہے۔ تقوی کے تین درجے ہیں

● کفر و شرک کو چھوڑ کر اسلام کے دامن رحمت میں آنا تقویٰ کا پہلا درجہ ہے جیسے عامہ مومن۔

● ایمان و اسلام کے بعد عبادت و ریاضت میں لگے رہنا تقویٰ کا دوسرا درجہ ہے۔ جیسے فرائض و واجبات ادا کرنے والے باعمل مومن۔

● فرائض و طاعات کی بجا آوری کے ساتھ کیفیت یہ ہو کہ دل میں غیر اللہ کا خیال نہ آئے یہ تقویٰ کا تیسرا اور اعلیٰ درجہ ہے جیسے انبیاء، اولیاء، صلحاء۔

تقویٰ کا تیسرا اور اعلیٰ درجہ اہل اللہ اور خاصان خدا کو حاصل ہوتا ہے، صوفیہ اور اولیائے کاملین تقویٰ کے اسی اعلیٰ درجے پر فائز و متمکن ہوئے۔ وہ جو کام کرتے اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے کرتے تھے اس میں غیر اللہ کا کوئی شائبہ و دخل نہیں ہوتا۔ بندہ مومن جب قرب خداوندی کے اس مقام پر پہنچتا ہے تو اسے اللہ تعالیٰ اپنے سایہ کرم اور حفظ و امان میں لے لیتا ہے پھر اس سے کسی گناہ یا خلاف شریعت بات کا صدور نہیں ہوتا فکری و عملی اعتبار سے وہ کسی شرعی جرم کا ارتکاب نہیں کرتا۔

اہل اللہ میں بڑے بڑے عابد و زاہد اور جلیل القدر اشخاص گزرے ہیں ان کی

پاکیزہ زندگیوں سے اہل دنیا کو درس عبرت اور سامان نجات ملا کرتا ہے۔ خیر القرون کے بعد انہیں نفوس قدسیہ سے دنیا کو ہدایت وعرفان کی روشنی ملی، اہل اسلام میں اہل اللہ ہی وہ مقدس ہستیاں ہیں جن کے اقوال وافعال، گفتار وکردار پر کامل اعتماد ووثوق کیا جاسکتا ہے فروغ دین ومذہب میں ان کا جو اہم حصہ ہے وہ اہل علم پر مخفی وپوشیدہ نہیں۔

خاصان خدا اور اہل اللہ کے تقویٰ وطہارت، خوف وخشیت ربانی اور ان کی عملی استقامت سے متعلق تاریخ ومناقب کی کتابوں سے نہیں بلکہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کی تحریروں کے حوالے سے چند واقعات پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ ان سے اندازہ ہو جائے گا کہ تقویٰ والوں سے انہیں کتنا پیار تھا اور خود تقویٰ ان کے لئے کس درجہ محبوب ومرغوب تھا۔

امام اعظم کا تقویٰ اور حسن سلوک

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان اساطین امت میں سے ہیں جن کے علم وفضل کا خطبہ اکناف عالم میں پڑھا جا رہا ہے، ان کی اجتہادی خدمات اور ان کے تدین وتقویٰ کا زمانہ معترف ومداح ہے، انہوں نے قرآن وحدیث سے مسائل شرعیہ کا استخراج فرمایا، علم فقہ کی باضابطہ ترتیب وتدوین فرمائی، اپنے جہد مسلسل سے دین ومذہب کے فروغ واستحکام میں نمایاں کارنامے انجام دیئے۔ وہ علم وفن کے چراغ رہنما تھے ان کے وجود سے ذکر وفکر کی مجلسیں بارونق وپربہار ہو گئیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ علمی کمال کے ساتھ زہد وتقویٰ میں بھی یکتائے روزگار تھے رات رات بھر نوافل پڑھا کرتے، دن کو روزہ رکھا کرتے، ہر شب کو ایک رکعت میں قرآن پاک ختم کیا کرتے تھے۔ رزق حلال کے لئے تجارت کرتے، امراء وحکام کا نذرانہ قبول کرنے سے بچتے۔ خود صاحب ثروت تھے اپنے قرض داروں سے حسن سلوک فرماتے اگر کسی قرض دار کو تنگ حال یا پریشان خاطر دیکھتے تو قرض کو معاف فرما دیتے تھے۔ تدین وتقویٰ کا عالم یہ تھا کہ کسی قرض دار کا ہدیہ

وتحفہ قبول نہ کرتے بلکہ اس کے گھر کی دیوار کے سایے میں کھڑے ہونے سے بھی اجتناب فرماتے تھے کہ کہیں یہ سود اور قرض سے نفع اٹھانے میں داخل نہ ہو جائے۔

امام اعظم ابو حنیفہ کے ایک قرض دار کی دیوار کے سایے سے علیحدہ کھڑے ہونے سے متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ ایک مقام پر فرماتے ہیں

● ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تجارت کرتے تھے ہزاروں روپے لوگوں پر قرض تھے تقاضے کے واسطے دوپہر کو تشریف لے جایا کرتے اور مقروض کی دیوار کے سائے سے علیحدہ کھڑے ہوتے کہ یہ قرض سے نفع حاصل کرنے میں داخل نہ ہو جائے۔

● (پھر فرمایا) ایک شخص پر حضور کے دس ہزار آتے تھے وعدہ گزرے مدت ہو چکی تھی۔ ایک مرتبہ آپ تشریف لئے جاتے تھے سامنے سے وہ آتا تھا آپ کو دیکھ کر ڈر کے مارے ایک گلی میں ہو گیا، قسمت کی بات کہ وہ دوسری طرف سے سربستہ تھی امام وہیں تشریف لے گئے فرمایا کیوں تم ادھر کیسے آگئے، سبب بتایا کہ میں حضور کا مقروض ہوں وعدہ گزر گیا میں ڈرا کہ حضور تقاضا فرمائیں گے اور میرے پاس اس وقت موجود نہیں اس لئے میں اس طرف آگیا، فرمایا دس ہزار بھی ایسی چیز ہیں کہ کسی مسلمان کا قلب پریشان کیا جائے، میں نے معاف کئے۔

(الخیرات الحسان لابن حجر ص ۲۰)

(الملفوظ سوم، ص ۴۵۲، تخریج شدہ، ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ دہلی)

ایک بی بی کا تقویٰ

جب آدمی مقام تقویٰ کی بلندیوں پر پہنچتا ہے تو اس کے لئے ان باتوں سے بھی اجتناب واحتراز کا حکم ہوتا ہے جو دوسروں کے لئے جائز و مباح رہتی ہیں، حسنات الابرار سیأت المقربین، ابرار کے حق میں جو نیکی سمجھا جاتا ہے وہ مقربین کے حق میں گناہ ہوتا ہے۔ یہ فرق زہد وورع اور قرب ووصال کی بنا پر ہے کیونکہ حق تعالیٰ کے قرب ونزدیکی سے پابندیاں سخت ہو جاتی ہیں۔ یوں تو ہر انسان سے اس کے اعمال

کے بارے میں مواخذہ ہوگا مگر جو بارگاہ عزت کے مقربین ہوتے ہیں ان سے ان کے حسنات و نیکیوں کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا، یہی وجہ ہے کہ مقربین اس بات سے بھی خوف زدہ رہتے ہیں جو سراسر تقویٰ اور پرہیز گاری کی دلیل ہے، حرام و ممنوعات سے احتراز کرنا ان کا طرہ امتیاز تو ہے ہی وہ اس چیز سے بھی احتیاط کرتے ہیں جو مشتبہ ہو یا حلال وحرام کے اختلاط کے سبب سے مشکوک ہو۔

تاج الاولیاء حضرت بشر حافی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور و معروف ولی اللہ ہیں ان کے تقویٰ و طہارت کا پورا زمانہ قائل و معترف ہے، ان کی ایک بہن تھیں جو عفت و تقویٰ، زہد و پرہیز گاری میں یکتائے روزگار تھیں ان کے تقویٰ اور کمال احتیاط کا ایک واقعہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ یوں بیان فرماتے ہیں

ایک بی بی امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لائیں اور فرمایا میں اپنی چھت پر سیتی ہوں روشنی اتنی نہیں کہ سوئی میں سے اگر ڈورا نکل جائے تو ڈال سکوں، بادشاہ کی سواری نکلتی ہے اس کی روشنی میں ڈورا ڈال سکتی ہوں یا نہیں کہ وہ روشنی ظالم کی ہے، اس کے روپئے میں حلال وحرام سب ہے۔ آپ نے ان سے دریافت فرمایا تم کون ہو، فرمایا میں بہن ہوں بشر حافی (رضی اللہ تعالے عنہا) کی امام نے فرمایا ورع تمہارے گھر سے پیدا ہوا تمہارے لئے اس روشنی میں ڈورا ڈالنا جائز نہیں۔

(رسالہ قشیریہ ص ۴۸ اباب الورع)

(الملفوظ سوم ص ۴۵۱، تخریج شدہ مطبع مذکور)

حضرت حمزہ زیات کا تقویٰ

طاعات و عبادات پر اور جو تلاوت قرآن بغرض ایصال ثواب ہو اس پر اجرت لینا دینا جائز نہیں ہاں قرآن عظیم اور علوم دین کی تعلیم، اذان و امامت وغیرہا چند معدود اشیاء ہیں جن پر اجارہ کرنا متاخرین نے ناچاری و مجبوری کی بنا پر حال زمانہ پر نظر کرتے ہوئے جائز رکھا ہے۔

علمائے راسخین اور صوفیائے کاملین نے تقویٰ اور ورع کا جو بے مثال نمونہ پیش فرمایا ہے عہد حاضر کی تاریخ میں اس کا کوئی جواب نہیں مل سکتا، اس کا ایک نمونہ یہ ہے کہ حضرت حمزہ زیات رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس جگہ کے بچوں کو قرآن عظیم کی تعلیم دیتے اجرت لینا تو در کنار شدت پیاس کے عالم میں وہاں کا پانی پینا بھی گوارا نہیں کرتے تھے اس خیال سے کہ کہیں یہ اجرت میں داخل نہ ہو جائے۔ ورع کا یہ وہ مقام ہے جو کم لوگوں کو ملا کرتا ہے کیونکہ ورع کا مرتبہ تقویٰ سے بڑھ کر ہے، ریاضت و مجاہدہ کرنے والے اور تصوف و سلوک کے میدان میں قدم رکھنے والے بہت سارے صوفیہ تقویٰ کی منزل بہ آسانی پا لیتے ہیں مگر تقویٰ سے آگے ورع کا جو مقام ہے اسے پالینا ہر ایک کا حصہ نہیں۔

ایک سوال کے جواب کے ضمن میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ' نے حضرت حمزہ زیات رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تقویٰ اور ورع سے متعلق جو حکایت بیان فرمائی ہے وہ نگاہ عبرت سے پڑھنے کے لائق ہے۔

آپ سے سوال ہوا

ایک شخص اپنے دوسرے دوست کی اولاد کو کلام مجید محض اللہ واسطے پڑھاتا ہے تنخواہ نہیں لیتا، لڑکوں کا باپ محض اپنے اخلاص اور محبت سے اس دوست کو کوئی چیز بلا قیمت کے دے اور اس کا خیال نہ ہو کہ یہ پڑھانے کا بدلہ کرتا ہوں تو ایسی حالت میں عوض پڑھانے کا تو نہیں ہو جائے گا؟

آپ نے فرمایا

جبکہ اس کی نیت نہ اجرت لینے کی ہے، نہ اس کی نیت اجرت دینے کی تو اجرت تو وہ ضرور نہیں، نہ اس سے بچنا لازم، مگر ورع کا مقام برتنا چاہے تو یہ نظر کرے کہ بغیر اس علاقہ کے پہلے بھی وہ کبھی اس کو اس قسم کا ہدیہ دیتا تھا، جب تو وہ بلا دغدغہ ہدیہ خالصہ ہے اس کا قبول کرنا سنت ہے۔ اور اگر پہلے کبھی ایسا معاملہ نہ تھا اس علاقہ کے بعد ہی اس نے ایسا کیا تو جو اپنے لئے ثواب خالص رکھنا چاہے اسے اس سے بچنا اولیٰ ہے۔

امام حمزہ زیات رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہ قرأ سبعہ سے ہیں، پیاسے تھے راہ میں ایک

محلہ پر گزر ہوا چاہا کہ کسی مکان سے پانی منگا کر پی لوں پھر یاد آیا کہ اس محلّہ کے بعض لڑکوں نے مجھ سے قرآن عظیم پڑھا ہے، خوف فرمایا کہ کہیں اس کا عوض نہ ہو جائے پیاسے تشریف لے گئے اور وہاں پانی طلب نہ فرمایا۔ مگر یہ مقام تقویٰ کے مقام سے بھی اعلیٰ دقیق ورع کا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم ۱۹ص ۴۷۸، برکات رضا پور بندر)

اعلیٰ حضرت کے تقویٰ کا ایک واقعہ

شیخ الاسلام والمسلمین اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ علوم و معارف کے بحر بیکراں اور صاحب تصانیف کثیرہ بزرگ ہیں، انہوں نے پچاس سے زائد علوم و فنون پر تقریباً ایک ہزار کتابیں تصنیف کیں، جدید تحقیق کے مطابق دو سو علوم پر انہیں مہارت تامہ حاصل تھی۔ ان کے تجدیدی کارناموں اور ان کی مساعی جمیلہ سے اہل سنت و جماعت کا مذہبی تشخص و وقار قائم و بحال ہوا۔ انہوں نے فرقہائے باطلہ کا رد بلیغ فرمایا، ان کی بدعات و خرافات اور بدعقیدگی کے تعفن سے ملت اسلامیہ کو پاک و صاف رکھنے کی عملی جدوجہد فرمائی۔ ایک عاشق رسول ہونے کی حیثیت سے انہوں نے اسلامیان ہند کے دلوں میں عشق رسالت کی شمع روشن و فروزاں کی، جو لوگ خدا و رسول اور دین و شریعت کے دشمن ہیں ان سے اہل حق کو دور رکھنے کی کوشش فرمائی اور اپنے کردار و عمل سے اہل جہاں کو یہ پیغام دیا کہ اللہ و رسول (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی جناب میں سرخروئی کے لئے شرعی تقاضوں کو پورا کرنا اور خدا اور رسول کے دشمن کو اپنا دشمن جاننا ہر بندۂ مومن پر لازم ہے۔

دشمن خدا سے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کی نفرت و بیزاری سے متعلق مندرجہ ذیل واقعہ سے ان کے کمال تدین و تقویٰ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

ایک استفسار کے جواب میں آپ فرماتے ہیں۔

ہر مسلمان پر فرض اعظم ہے کہ اللہ کے سب دوستوں سے محبت رکھے اور اس کے

سب دشمنوں سے عداوت رکھے یہ ہمارا عین ایمان ہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ میں نے جب سے ہوش سنبھالا اللہ کے سب دشمنوں سے دل میں سخت نفرت ہی پائی۔

ایک بار اپنے دیہات کو گیا تھا کوئی دیہی مقدمہ پیش آیا جس میں چوپال کے تمام ملازموں کو بدایوں جانا پڑا میں تنہا رہا اس زمانہ میں معاذ اللہ درد قولنج کے دورے ہوا کرتے تھے، اس دن ظہر کے وقت سے درد شروع ہوا اسی حالت میں جس طرح بنا وضو کیا اب نماز کو نہیں کھڑا ہوا جاتا، رب عز وجل سے دعا کی اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مدد مانگی، مولیٰ عز وجل مضطر کی پکار سنتا ہے میں نے سنتوں کی نیت باندھی درد بالکل نہ تھا، جب سلام پھیرا اسی شدت سے تھا، فوراً اٹھ کر فرضوں کی نیت باندھی درد جاتا رہا، جب سلام پھیرا وہی حالت تھی، بعد کی سنتیں پڑھیں درد موقوف اور سلام کے بعد پھر بدستور: میں نے کہا اب عصر تک ہوتا رہ۔ پلنگ پر لیٹا کروٹیں لے رہا تھا کہ درد سے کسی پہلو قرار نہ تھا اتنے میں سامنے سے اسی گاؤں کا ایک برہمن (کہ خبیث بزعم خود قریب قریب توحید کا قائل اور براہ مکر وفریب میرے خوش کرنے کے لئے مسلمانوں کی طرف مائل بنتا تھا) گزرا پھاٹک کھلا ہوا تھا مجھے دیکھ کر اندر آیا اور میرے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر پوچھا کیا یہاں درد ہے، مجھے اس کا نجس ہاتھ بدن کو لگنے سے اتنی کراہت ونفرت پیدا ہوئی کہ درد کو بھول گیا اور یہ تکلیف اس سے بڑھ کر معلوم ہوئی کہ ایک کافر کا ہاتھ میرے پیٹ پر ہے۔

(الملفوظ دوم، ص: ۲۷۷، تخریج شدہ۔ ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ، دہلی)

●●●

وسوسے اوران کاعلاج

شیطان ہر وقت انسان کی گھات میں لگا ہوا ہے عبادات ہوں یا معاملات ہر جگہ
ان پر شیطان کی حکمرانی معلوم ہوتی ہے، یہ الگ بات ہے کہ خدا کے مخلص بندے
س کے بہکاوے میں نہیں آتے مگر اس نے برسوں کے عبادت گزار عابد وزاہد کی
سائی پر بھی حرف غلط کھینچ دیا جس سے وہ نشانہ تنقید و ملامت بن گئے۔ صوفیائے
رام، شیطان اور اس کے حربوں کو بخوبی پہچانتے تھے اسی لئے وہ ہمیشہ اس سے
شیار وخبر دار رہتے، انہیں یہ خوف دامنگیر رہتا تھا کہ کہیں اس عیار کا حملہ کارگر نہ ہو
ئے وہ اس سے بچنے کے ہزار جتن کرتے تھے۔ یہ حقیقت ہے کہ جو اس کے داؤ پیچ
سے آگاہ ہے اس کا بچنا اس سے آسان ہے، جو اس سے غافل ہے وہ اسی پر حملہ آور
تا اور اسے اپنی انگلیوں پر نچاتا ہے۔ اگر شیطان کے مکر وحیلہ سے بچنے کی کوشش نہ کی
ئی تو وہ ہم پر حاوی ومسلط ہو کر ہمارے اعمال برباد کر سکتا ہے کیونکہ اس نے عظیم و
کمال ہستیوں کو بھی اپنے دام تزویر میں پھنسالیا اور انہیں خبر نہ ہوئی۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے دشمن ایمان شیطان لعین کے وسوسوں سے
بچنے کی کئی تدبیریں اور علاج بتائے ہیں مجھے یقین ہے کہ اگر وسوسہ شیطان کے وقت
ن علاج وتدابیر کا سہارا لیا جائے تو وہ ذلیل ورسوا ہو کر دور ہو جائے گا اور اس کے مکرو
دغا سے حفاظت ہوگی۔ آپ فرماتے ہیں

پہلا علاج

- رجوع الی اللہ
- اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم
- لا حول ولا قوۃ الا باللہ

● سورہ ناس پڑھنا

● آمنت باللہ و رسولہ کہنا

● ھو الاول والآخر والظاھر والباطن وھو بکل شئی علیم

ان سے فوراً وسوسہ دفع ہوجاتا ہے

● سبحن الملک الخلاق ان یشا یذھبکم و یات بخلق جدید و

ما ذلک علی اللہ بعزیز۔

کی کثرت اسے جڑ سے قطع کردیتی ہے۔

حدیث میں ہے ایک صاحب نے خدمت اقدس میں حاضر ہوکر وسوسہ کی شکایت کی کہ نماز میں پتہ نہیں چلتا دو پڑھیں یا تین، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

اذا وجدت ذلک فارفع اصبعک السبابة الیمنی فاطعنه فی فخذک الیسریٰ وقل بسم اللہ فانھا سکین الشیطان۔

(مجمع الزوائد ۲ ص ۱۵۱ باب السھو فی الصلاۃ۔ بیروت)

جب تو ایسا پائے تو اپنی دہنی انگشت شہادت اٹھا کر اپنی بائیں ران پر مار اور بسم اللہ کہہ کہ وہ شیطان کے حق میں چھری ہے۔

دوسرا علاج

وسوسہ کی نہ سننا، اس پر عمل نہ کرنا، اس کے خلاف کرنا۔ اس بلائے عظیم کی عادت ہے کہ جس قدر اس پر عمل ہو اسی قدر بڑھے اور جب قصداً اس کا خلاف کیا جائے تو باذنہ تعالیٰ تھوڑی مدت میں بالکل دفع ہوجائے۔

عبداللہ بن مرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

ما وسوسة باولع ممن یراھا تعمل فیه (ابن ابی شیبہ)

شیطان جسے دیکھتا ہے کہ میرا وسوسہ اس میں کارگر ہوتا ہے سب سے زیادہ اسی

کے پیچھے پڑتا ہے۔

دو وسوسہ والوں کی حکایت

امام ابن حجر مکی اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں مجھ سے بعض ثقہ لوگوں نے بیان کیا کہ دو وسوسہ والوں کو نہانے کی ضرورت ہوئی، دریائے نیل پر گئے طلوع صبح کے بعد پہنچے، ایک نے دوسرے سے کہا تو اتر کر غوطے لگا میں گنتا جاؤں گا اور تجھے بتاؤں گا کہ پانی تیرے سر کو پہنچا یا نہیں، وہ اترا اور غوطے لگانا شروع کئے اور یہ کہہ رہا ہے کہ ابھی تھوڑی سی جگہ تیرے سر میں باقی ہے وہاں پانی نہ پہنچا، ایک صبح سے دوپہر ہو گیا آخر تھک کر باہر آیا اور دل میں شک رہا کہ غسل اترا نہیں۔

پھر اس نے دوسرے سے کہا اب تو اتر میں گنوں گا، اس نے ڈبکیاں لگائیں اور یہ کہتا جاتا ہے کہ ابھی سارے سر کو پانی نہ پہنچا یہاں تک کہ دوپہر سے شام ہو گئی مجبور وہ بھی دریا سے نکل آیا اور دل میں شبہ کا شبہ ہی رہا۔ دن بھر کی نمازیں کھوئیں اور غسل اترنے پر یقین نہ ہونا تھا نہ ہوا۔ یہ وسوسہ ماننے کا نتیجہ تھا۔

(حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ، ۲، ص ۶۹۱ بحث ذم الوسوسۃ۔فیصل آباد)

ایک شخص کا وسوسہ اور علاج

صالحین میں سے ایک صاحب فرماتے ہیں مجھے دربارہ طہارت وسوسہ تھا راستہ کی کیچڑ اگر کپڑے میں لگ جاتی اسے دھوتا۔ (حالانکہ شرعاً جب تک خاص اس جگہ نجاست کا ہونا ثابت و متحقق نہ ہو حکم طہارت ہے) ایک دن نماز صبح کے لئے جاتا تھا راہ کی کیچڑ لگ گئی میں نے دھونا چاہا اور خیال آیا کہ دھوتا ہوں تو جماعت جاتی ہے ناگاہ اللہ عزوجل نے مجھے ہدایت فرمائی میرے دل میں ڈالا کہ اس کیچڑ میں لوٹ اور سب کپڑے سان لے اور یوں ہی نماز میں شریک ہو جا، میں نے ایسا ہی کیا پھر وسوسہ نہ ہوا۔ یہ اس کی مخالفت کی برکت تھی۔ (طریقہ محمدیہ، ص ۳۳۰ نوع ۳ فی علاج الوسوسۃ لاہور)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

ان احدکم اذاکان فی المسجد جاء الشیطان فابسّ به کمایبس الرجل بدابته فان اسکن له و ثقه او الجمه۔

جب تم میں کوئی مسجد میں ہوتا ہے شیطان آکراس کے بدن پر ہاتھ پھیرتا ہے جیسے تم میں کوئی اپنے گھوڑے کورام کرنے کے لئے اس پر ہاتھ پھیرتا ہے پس اگر وہ شخص ٹھہرا رہا یعنی اس کے وسوسہ سے فوراً الگ نہ ہوگیا تو اسے باندھ لیتا یا لگام دے دیتا ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث کو روایت کرکے فرمایا

انتم ترون ذلک اما الموثوق فتراه مائلا کذا لایذکر الله واما الملجم ففاتح فاه لا یذکر الله عزوجل۔

یعنی حدیث کی تصدیق تم آنکھوں سے دیکھ رہے ہو وہ جو بندھا ہوا ہے اسے تو دیکھے گا یوں جھکا ہوا کہ ذکر الٰہی نہیں کرتا اور وہ جو لگام دیا ہوا ہے وہ منہ کھولے ہے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتا۔ (مسند امام احمد،۲ص۳۳۰عن ابی ہریرۃ،الاسلامی بیروت)

وسوسہ شیطان سے متعلق احادیث

حدیث ۱: شیطان تم میں سے کسی ایک کے پاس آتا ہے اور وہ حالت نماز میں ہوتا ہے، پھر وہ اس کی دبر کا کوئی بال کھینچتا ہے تو اس کو محسوس ہوتا ہے کہ وہ بے وضو ہو گیا حالانکہ ایسا نہیں ہے، تو اگر کسی کے ساتھ یہ معاملہ ہو تو وہ نماز نہ توڑے جب تک آواز یا بدبو محسوس نہ کرے۔(ت) (جامع صغیر مع فیض القدیر۲ص۳۵۲بیروت)

حدیث ۲: جب تم نماز پڑھتے ہو تو شیطان آتا ہے اور اس کی مقعد میں پھونک مارتا ہے جس سے اس کو یہ خیال ہوتا ہے کہ وہ بے وضو ہو گیا حالانکہ ایسا نہیں، تو جس کے ساتھ ایسا ہو وہ نماز نہ توڑے جب تک آواز یا بو محسوس نہ کرے۔(ت)

(کشف الاستار عن زوائد البزار ۱/ص۱۴۷باب مالاینقض الوضوء۔الرسالۃ بیروت)

حدیث ۳: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھتا ہے تو شیطان اس کے گرد چکر لگاتا ہے تاکہ اس کی نماز خراب کردے جب تھک جاتا ہے تو اس کی دبر میں پھونک مارتا ہے تاکہ اس کو بے وضو ہونے کا وہم ہو جائے تو تم میں سے کوئی شخص اپنی نماز اس

قت تک نہ توڑے جب تک آواز نہ سنے یا بو نہ پائے۔ (ت)

(مصنف عبدالرزاق ا،ص ۱۴۱، الاسلامی بیروت)

حدیث ۴: ایک روایت یہ ہے کہ تم میں سے کوئی شخص جب نماز پڑھتا ہے تو شیطان اس کی دبر میں آکر پھونک مارتا ہے اور اس کے ذکر کے سوراخ کو تر کرتا ہے اور اس سے کہتا ہے تو بے وضو ہوگیا تو تم اپنی نماز اس وقت تک نہ توڑنا جب تک آواز نہ سن لو یا بو نہ سونگھ لو یا تری نہ پاؤ۔ (ت) (حدیقہ ندیہ ۲، ص ۶۸۸ ذم الوسواس۔ فیصل آباد)

ان حدیثوں کا حاصل یہ ہے کہ شیطان نماز میں دھوکا دینے کے لئے کبھی انسان کی شرمگاہ پر آگے سے تھوک دیتا ہے کہ اسے قطرہ آنے کا گمان ہوتا ہے، کبھی پیچھے پھونکتا یا بال کھینچتا ہے کہ ریح خارج ہونے کا خیال گزرتا ہے، اس پر حکم ہوا کہ نماز سے نہ پھرو جب تک تری یا آواز یا بو نہ پاؤ جب تک حدث ہونے پر یقین نہ ہولے۔

ہمارے امام اعظم کے شاگرد جلیل سیدنا عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں

اذا شک فی الحدث فانہ لایجب علیہ الوضوء حتی یستیقن استیقانا یقدر ان یحلف علیہ۔ (ترمذی ا،ص:۱۲۔ ماجاء فی الوضوء من الریح)

جب حدث میں شک ہو تو وضو واجب نہیں یہاں تک کہ یقین کامل ہو کہ قسم کھا سکے۔ (ت)

یعنی یقین ایسا درکار ہے جس پر قسم کھا سکے کہ ضرور حدث ہوا اور جب قسم کھائے ہچکچائے تو معلوم ہوا کہ معلوم نہیں مشکوک ہے اور شک کا اعتبار نہیں کہ طہارت پر یقین تھا اور یقین شک سے نہیں جاتا۔

تیسرا علاج

اگر شیطان حیلہ سے بھی نہ مانے اور وسوسہ ڈالے ہی جائے کہ تیرے وضو میں غلطی رہی یا تیری نماز ٹھیک نہ ہوئی تو سیدھا جواب یہ ہے کہ خبیث تو جھوٹا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

اذا جاء احدکم الشیطان فقال انک احدثت فلیقل انک کذبت، ولابن حبان فلیقل فی نفسہ۔

(موارد الظمان ص ۷۳ باب فیمن کان علی طہارۃ الخ۔ سلفیہ)

جب تم میں کسی کے پاس شیطان آکر وسوسہ ڈالے کہ تیرا وضو جاتا رہا تو فوراً اسے جواب دے کہ تو جھوٹا ہے (اور اگر مثلاً نماز میں ہے تو) دل میں یہی کہہ لے مطلب وہی ہے کہ وسوسہ کی طرف التفات نہ کرے۔

حالتیں تین ہوتی ہیں۔

● ایک تو یہ کہ عدو کا وسوسہ مان لیا، اس پر عمل کیا، یہ تو اس ملعون کی عین مراد ہے اور جب یہ ماننے لگا تو وہ کیا ایک ہی بار وسوسہ ڈال کر تھک رہے گا، ہر گز نہیں۔ وہ ملعون آٹھ پہر اس کی تاک میں ہے جتنا جتنا یہ مانتا جائے گا وہ اس کا سلسلہ بڑھاتا رہے گا یہاں تک کہ نتیجہ وہی ہوگا دو دو پہر کامل دریا میں غوطے لگائے اور سر نہ دھلا۔

● دوسرے یہ کہ مانے تو نہیں مگر اس کے ساتھ نزاع و بحث میں مصروف ہو جائے یہ بھی اس کے مقصد ناپاک کا حصول ہے کہ اس کی غرض تو یہی تھی کہ یہ اپنی عبادت سے غافل ہو کر کسی دوسرے جھگڑے میں پڑ جائے اور پھر اس بحث و تکرار میں ممکن ہے کہ وہی خبیث غالب آئے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

● نجات اس تیسری صورت میں ہے جو ہمارے نبی کریم حکیم حلیم رؤف رحیم علیہ وعلی آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم نے تعلیم فرمائی کہ فوراً اتنا کہہ کر الگ ہو جائے کہ تو جھوٹا ہے۔

یعنی یہ نہیں کہ صرف اس معنی کا تصور کر لیا کہ یہ کافی نہ ہوگا بلکہ دل میں جما لے کہ ملعون جھوٹا ہے۔

شیطان کی دو قسمیں

شیطان دو قسم ہیں۔

۱۔شیاطین الجن، کہ ابلیس لعین اور اس کی اولاد ملاعین ہیں

۲۔شیاطین الانس، کہ کفار و مبتدعین کے داعی و منادی ہیں

ہمارا رب عزوجل فرماتا ہے

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِیٍّ عَدُوًّا شَیٰطِیْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ یُوْحِیْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا (الانعام،۱۱۲)

یوں ہی ہم نے ہر نبی کا دشمن کیا شیطان آدمیوں اور شیطان جنوں کو آپس میں ایک دوسرے کے دل میں بناوٹ کی بات ڈالتے ہیں دھوکا دینے کے لئے۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا، اللہ کی پناہ مانگ شیطان آدمیوں اور شیطان جنوں کے شر سے، عرض کی کیا آدمیوں میں بھی شیطان ہیں فرمایا ہاں۔

(مسند امام احمد ۵، ص ۱۷۸ مسند ابی ذر۔ بیروت)

ائمہ دین فرمایا کرتے کہ شیطان آدمی، شیطان جن سے سخت تر ہوتا ہے۔

(تفسیر ابن جریر، ص:۴۰، پارہ ۸ المطبعۃ المیمنۃ مصر)

آیت کریمہ میں شیطان الانس کی تقدیم بھی یہی بتاتی ہے کہ شیطان آدمی، شیطان جن سے زیادہ سخت ہے۔

اور اس حدیث کریم نے کہ ”جب شیطان وسوسہ ڈالے اتنا کہہ کر الگ ہو جاؤ کہ تو جھوٹا ہے“ دونوں قسم کے شیطانوں کا علاج فرمادیا، شیطان آدمی ہو خواہ جن اس کا قابو اسی وقت چلتا ہے جب اس کی سنئے اور تنکا توڑ کر ہاتھ پر دھر دیجئے کہ تو جھوٹا ہے تو خبیث اپنا سامنہ لے کر رہ جاتا ہے۔

وسوسہ دور ہونے کی ایک ترکیب اور ایک حکایت

امام ابو حازم کہ ائمہ تابعین سے ہیں، ان کے پاس ایک شخص آکر شاکی ہوا کہ شیطان مجھے وسوسے میں ڈالتا ہے اور سب سے زیادہ سخت مجھ پر یہ گزرتا ہے کہ آکر کہتا

ہے، تو نے اپنی عورت کو طلاق دیدی، امام نے فوراً فرمایا کیا تو نے میرے پاس آ
میرے سامنے اپنی عورت کو طلاق نہ دی، وہ گھبرا کر بولا خدا کی قسم میں نے کبھی آ
کے پاس اسے طلاق نہ دی فرمایا جس طرح میرے آگے قسم کھائی شیطان سے کیو
نہیں قسم کھا کر کہتا کہ وہ تیرا پیچھا چھوڑے۔ (کتاب الوسوسۃ لابی بکر بن داؤ

چوتھا علاج

وسوسہ کا اتباع اپنے حول وقوت (لا حول ولا قوۃ الا باللہ نہ کہنے) پر نظر سے ہو
ہے، ابلیس خیال ڈالتا ہے کہ تو نے یہ عمل کامل نہ کیا اس میں فلاں نقص رہ گیا، یہ اس کی
تکمیل کے خیال میں پڑتا ہے حالانکہ جتنا رخصت شرعیہ کے مطابق ہو گیا وہ بھی کامل و
کافی ہے، اکملیت کے درجات اکملوں کے لائق ہیں، دشمن سے کہہ کہ اپنی دلسوزی اپ
رکھ مجھ سے تو اتنا ہی ہوسکتا ہے ناقص ہے تو میں خود ناقص ہوں اپنے لائق میں بجالا
میرا مولیٰ کریم ہے میرے عجز وضعف پر رحم فرما کر اتنا ہی قبول فرمالے گا اس کی عظمت
کے لائق کون بجالا سکتا ہے۔

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش عذر بدرگاہ خدا آورد
ورنہ سزاوار خداوندیش کس نتواند کہ بجا آورد

بندہ وہی بہتر ہے کہ اپنے قصور کا عذر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کرے ورنہ خدا کی
شان کے لائق کوئی شخص پورا نہیں کرسکتا۔ (ت)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ''شرح سفر السعادۃ'' میں فرماتے ہیں

در دفع آں خاطر تکلف نہ نمایند و درپے آں نہ روند و ہم بر خصت عمل کنند و اگر
شیطان بسیار مزاحمت دہد و گوید کہ ایں عمل کہ تو کردی ناقص و نادرست ست و پذیرا
درگاہ حق نے برغم او بگوید کہ تو برو از دست من زیادہ بریں نمی آید و مولائے من کریم
است تعالیٰ از من ہمیں قدر پذیرد و فضل و رحمت وے واسع است۔

(شرح سفر السعادۃ، ص۱۳۰ اسراف فی الوضوء۔ سکھر)

شیطان کے دفع کرنے میں تکلف نہ کریں اوران کے پیچھے نہ جائیں اور رخصت

پہ عمل کریں۔ اگر شیطان بہت زیادہ تنگ کرے اور کہے کہ یہ کام جو تو نے کیا ناقص اور فاسد ہے اللہ کی بارگاہ میں مقبول نہیں اس کو کہو تو جا میں اس سے زیادہ نہیں کر سکتا میرا آقا و مولیٰ کریم ہے اتنا ہی قبول کرلے گا اس کی رحمت و فضل وسیع ہے۔ (ت)

پانچواں علاج

یوں بھی نہ گزرے تو کہے فرض کردم کہ میرا وضو نہ ہوا، میری نماز نہ سہی مگر مجھے تیرے زعم کے مطابق بے وضو یا ظہر کی تین رکعت پڑھنی گوارا ہے اور اے ملعون تیری اطاعت قبول نہیں، جب یوں دل میں ٹھان لی وسوسہ کی جڑ کٹ جائے گی اور بعونہ تعالیٰ دشمن ذلیل و خوار پسپا ہوگا۔ یہی معنی ہیں امام مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد کے کہ فرماتے

لان اصلی وقد خرج منی شئی احب الی من ان اطیع الشیطان۔

(حدیقہ ندیہ ۲، ص ۶۸۸ ذم الوسوسۃ۔ فیصل آباد)

مجھے بے وضو نماز پڑھ لینی اس سے زیادہ پسند ہے کہ شیطان کی اطاعت کروں۔

امام قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ایک شخص نے شکایت کی کہ نماز میں مجھے بہت سہو ہوتا ہے سخت پریشان ہوتا ہوں، فرمایا

امض فی صلاتک فانہ لن یذھب ذلک عنک حتی تنصرف و انت تقول ما اتممت صلاتی. (مؤطا امام مالک، ص ۸۴ العمل فی السھو۔ کراچی)

اپنی نماز پڑھے جا کہ یہ شبہے دفع نہ ہوں گے جب تک تو یہ نہ کہے کہ ہاں میں نے نماز پوری نہ کی یعنی یونہی سہی مگر میں تیری نہیں سنتا۔ (ت)

مرقات شرح مشکوۃ میں ہے۔

المعنی لاتذھب عنک تلک الخطرات الشیطانیۃ حتی تفرغ من الصلوۃ وانت تقول للشیطان صدقت ما اتممت صلاتی لکن ما اقبل قولک ولا اتمھا ارغا مالک و نقضا لما اردتہ منی وھذا اصل

عظیم لدفع الوساوس وقمع هوا جس الشیطان فی سائر الطاعات والحاصل ان الخلاص من الشیطان انما هو بعون الرحمٰن والاعتصام بظواهر الشریعة و عدم الالتفات الی الخطرات والوساوس الذمیمة ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ ۱،ص:۱۴۵باب الوسوسۃ۔امدادیہ ملتان)

مطلب یہ ہے کہ شیطانی خطرات تجھ سے دور نہ ہوں گے جب تک نماز سے فارغ نہ ہو،تو شیطان سے کہہ تو نے ٹھیک کہا کہ میری نماز درست نہیں لیکن میں تیری بات نہیں مانتا، تیری غلط نشاندہی کو پورا نہیں کرتا مجھ سے تو جو چاہتا ہے میں نہیں کروں گا، وسواس کو ختم کرنے کی یہ بنیاد ہے اور تمام طاعات میں شیطانی وسوسوں کا قلع قمع ہے۔

حاصل یہ ہے کہ شیطان لعین سے خلاصی، اللہ عزوجل کی مدد، شریعت پر استقامت اور خطرات ووساوس ذمیمہ سے بے توجہی سے ہے۔ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم.(ت)

(بارق النور، مشمولہ فتاوی رضویہ مترجم،ج۱،ص۷۷۰تا۷۸۸ملخصاً۔پوربندر)

●●●

بیعت وارشاد

صحیح سلسلے کے کامل پیر سے بیعت ہونا اپنے کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منسلک کرنا ہے، بیعت یا مرید ہونے کی خصوصیت یہی ہے کہ اس سے اپنا سلسلہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام تک مل جاتا ہے اسی لئے دیگر شرائط کے ساتھ پیر کا ایسا ہونا ضروری ہے کہ اس کا سلسلہ حضور تک متصل اور مسلسل ہو ورنہ فیض نہیں پہنچے گا اور جس کا سلسلہ حضور تک متصل نہیں وہ پیر بننے کا اہل نہیں۔ اسلاف واولیاء میں بیعت وارشاد کا طریقہ اسی لئے رائج ہوا تا کہ ہر مومن کا رشتۂ محبت حضور سرورکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے استوار ہو جائے۔

ائمہ وعلماء کی ضرورت کیوں

مخلوق کی ہدایت کے لئے قرآن وحدیث موجود ہیں مگر ان سے مکمل رہنمائی حاصل کرنا اور انہیں کی بدولت عمل کا راستہ متعین کر لینا ہر ایک کا حصہ نہیں۔ یہ کام ائمہ کبار وعلمائے راسخین کا ہے اسی لئے ائمہ مجتہدین نے قرآن وحدیث سے احکام و مسائل استخراج کیے، ان کے معانی ومفاہیم بتائے اگر ان کی یہ اجتہادی کوششیں نہ ہوتیں تو عوام تو کیا علماء بھی ان سے کامل استفادہ نہیں کر سکتے، ائمہ ومجتہدین کے توسل سے یہ راستہ آسان ہوا اور ہم قرآن وحدیث پر عمل کرنے کے قابل ہوئے، یہ حقیقت ہے کہ طریقت وحقیقت کے بالمقابل شریعت آسان ہے پھر بھی اس کے لئے ہمیں ائمہ واسلاف کی ضرورت ہے، ان کے بغیر کما حقہ ضروریات زندگی اور روزمرہ کے مسائل بھی ہم سمجھ نہیں سکتے، تو کیا طریقت وحقیقت اور معرفت کی منزلوں کے لئے کسی رہنمائی کی حاجت نہ ہوگی جبکہ یہ سب شریعت کے مقابلے میں دشوار ومغلق ہیں۔ اسی لئے

مومن کو کامل پیر سے مرید ہونا چاہئے تا کہ طریقت کے مشکلات آسان ہو جائیں۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں

قرآن وحدیث میں شریعت، طریقت، حقیقت سب کچھ ہے اور ان میں سب سے زیادہ ظاہر و آسان مسائل شریعت ہیں ان کی تو یہ حالت ہے کہ اگر ائمہ مجتہدین ان کی شرح نہ فرماتے تو علماء کچھ نہ سمجھتے اور علمائے کرام اقوال ائمہ مجتہدین کی تشریح و توضیح نہ کرتے تو ہم لوگ ارشادات ائمہ کے سمجھنے سے بھی عاجز رہتے اور اب اگر اہل علم، عوام کے سامنے مطالب کتب کی تفصیل اور صورت خاصہ پر حکم کی تطبیق نہ کریں تو عام لوگ ہر گز ہر گز کتابوں سے احکام نکالنے پر قادر نہ ہوں، ہزار جگہ غلطی کریں گے اور کچھ کا کچھ سمجھیں گے۔ اس لئے یہ سلسلہ مقرر ہے کہ عوام، آج کل کے اہل علم و دین کا دامن تھامیں، اور اہل علم، علمائے ماہرین کی تصانیف کا، اور وہ مشائخ فتویٰ کا، اور وہ ائمہ ہدیٰ کا، اور وہ قرآن وحدیث کا دامن تھامیں۔ جس شخص نے اس سلسلے کو توڑا وہ اندھا ہے، جس نے ہادی کا دامن ہاتھ سے چھوڑا عنقریب کسی گہرے کنویں میں گرا چاہتا ہے۔

امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں

لو قدر ان اهل دور تعدوا من فوقهم الى الدور الذى قبله لا نقطعت و صلتهم بالشارع و لم يهتد والا يضاح مشكل ولا تفصيل مجمل و تامل يا اخى لولاان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فصل بشر يعته ما اجمل فى القرآن لبقى على اجماله كما ان الائمة المجتهدين لو لم يفصلوا ما اجمل فى السنة لبقيت السنة على اجمالها و هكذا الى عصر ناهذا۔ الخ

(المیزان الکبریٰ ا،ص ۳۷۔ فصل ومایدلک علی صحۃ الخ۔ مصر)

اگر بالفرض اہل زمانہ اپنے اوپر والوں سے اس زمانہ کی طرف تجاوز کر جائیں جو ان سے پہلے ہے تو ان کا واسطہ اتصال شارع علیہ الصلاۃ والسلام سے منقطع ہو جائے

،اور وہ مشکل کو واضح کرنے اور مجمل کی تفصیل کی راہ نہ پائیں، اور سوچو کہ اگر رسول
للہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرآن کے اجمال کی اپنی شریعت سے تفصیل نہ فرماتے تو
قرآن اپنے اجمال پر باقی رہتا، جیسا کہ ائمہ مجتہدین اگر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم کی سنت کے اجمال کی تفصیل نہ کرتے تو سنت اپنے اجمال پر باقی رہتی، ایسا ہی
حال ہمارے اس زمانہ تک ہے کہ ایک کو دوسرے کی ضرورت ہے۔ (ت)

اسی میزان الشریعۃ میں ہے

کما ان الشارع بین لنا بسنته ماا جمل فی القران و کذلک الائمة المجتهد ین بین لنا ما اجمل فی احادیث الشریعة ولولا بیانهم لنا ذلک لبقیت الشریعة علی اجمالها وهکذا القول فی اهل کل دور بالنسبة للدور الذین قبلهم الی یوم القیٰمة فان الاجمال لم یزل ساریا فی کلام علماء الامة الی یوم القیٰمة ولو لا ذلک ماشرحت الکتب ولا عمل علی الشروح حواش.

(المیزان الکبریٰ ا ص: ۴۶ فصل فی بیان استحالة الخ۔ مصر)

شارع علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنی سنت سے قرآن مجید کے اجمال کی تفصیل کی
ہے، یوہیں ائمہ مجتہدین نے ہمارے لئے احادیث شریعت کے اجمال کا بیان فرمایا ہے۔
اور بالفرض اگر ان کا بیان نہ ہوتا تو شریعت اپنے اجمال پہ باقی رہتی، ہر زمانے والے کے
لئے قیامت تک یہی بات ہوتی رہے گی کہ پہلے زمانے والے بعد والوں کے لئے اجمال
کی تفصیل کریں گے کیونکہ علماء امت کے کلام میں اجمال قیامت تک جاری رہے گا۔ اگر
ایسا نہ ہوتا تو کتابوں کی شرحیں اور شرحوں پر حواشی نہ لکھے جاتے۔ (ت)

(نقاء السلافہ فی البیعۃ والخلافۃ)

مرید ہونے کی ضرورت اور فائدہ

شریعت پر عمل کے لئے تقلید ائمہ اور طریقت پر چلنے کے لئے مرشد کامل کی

ضرورت ہے اور یہ کہ شرعی احکام و مسائل جو طریقت وحقیقت کے بالمقابل آسان و سہل ہیں انہیں جاننے اور سمجھنے کے لئے ہمیں ائمہ وعلماء کی حاجت ہے، ان کے بغیر شریعت کا ادراک حاصل نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا تصوف وطریقت کی منزلوں کو طے کرنے کے لئے ہادی اور مرشد کی ضرورت اور بڑھ جائے گی کیونکہ طریقت، حقیقت، معرفت میں زیادہ باریکیاں ہیں ان پر چلنا شریعت سے زیادہ مشکل وصعوبت انگیز ہے۔

شیخ طریقت بنانے کی ضرورت اور مرید ہونے کا فائدہ یہ ہے کہ شیخ اپنے مریدین کے لئے راہ حق کا وسیلہ ہوتے ہیں، پھر یہ سلسلہ اسلاف واکابر اور ائمہ رشد و ہدیٰ کے واسطے سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

جب احکام شریعت میں یہ حال ہے تو صاف روشن کہ دقائق سلوک اور حقائق معرفت بے مرشد کامل خود بخود قرآن وحدیث سے نکال لینا کس قدر محال ہے۔ یہ راہ سخت باریک اور بے شمع مرشد نہایت تاریک ہے، بڑے بڑوں کو شیطان لعین نے اس راہ میں ایسا مارا کہ تحت الثریٰ تک پہنچادیا،، تیری کیا حقیقت کہ بے رہبر کامل اس میں چلے اور سلامت نکل جانے کا ادعا کرے۔

ائمہ کرام فرماتے ہیں، آدمی اگر چہ کتنا ہی بڑا عالم، زاہد، کامل ہو اس پر واجب ہے کہ ولی عارف کو مرشد بنائے، بغیر اس کے ہرگز چارہ نہیں۔

میزان الشریعۃ میں ارشاد فرمایا

فعلم من جمیع ماقررناه وجوب اتخاذ الشیخ لکل عالم طلب الوصول الی شهود عین الشریعة الکبریٰ ولو اجمع جمیع اقرانه علی علمه و عمله و زهده و ورعه و لقبوه بالقطبیة الکبریٰ فان بطریق القوم شروطا لا یعرفها الا المحققون منهم دون الدخیل فیهم بالدعاوی والاوهام و ربما کان من لقبوه بالقطبیة لا یصلح ان یکون مرید القطب. الخ (المیزان الکبریٰ، ا ص ۲۲، فصل ان القائل کیف الوصول۔ الخ۔ مصر)

ہم نے جو ثابت کیا اس سے معلوم ہوا کہ شیخ بنانے کا وجوب ہر اس عالم کے لئے
ہو مبین الکبریٰ کے مشاہدہ تک پہنچنے کا طالب ہے اگر چہ اس کے علم وعمل اور زہد وورع
پر تمام زمانے والے متفق ہوں اور اس کو قطبیت کبریٰ کا لقب دیں، کیونکہ قوم صوفیہ
کے طریق کی کچھ شرطیں ہیں جنہیں ان کے محققین کے سوا کوئی نہیں جانتا، پھر وہ لوگ
کیونکر جان سکتے ہیں جو ان میں صرف اپنے دعوے اور اوہام کے ساتھ، داخل ہوتے
ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس کو انہوں نے قطب ہونے کا لقب دیا ہے وہ اس
لائق نہیں ہے کہ کسی حقیقی قطب کا مرید ہو۔ (ت)

یہ اس لئے ہے جو اس راہ کا چلنا چاہے، اور ہمت پست کوتاہ دست لوگ اگر
سلوک نہ بھی چاہیں تو انہیں توسل کے لئے شیخ کی حاجت ہے، یوں اللہ عزوجل اپنے
بندوں کو بس تھا۔ وہ فرماتا ہے

اَلَیْسَ اللّٰهُ بِکَافٍ عَبْدَهٗ (الزمر، ۳۶)

کیا خدا اپنے بندوں کو کافی نہیں
مگر قرآن عظیم نے حکم فرمایا

وَابْتَغُوْٓا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ (المائدۃ:۳۵)

اللہ کی طرف وسیلہ ڈھونڈو

اللہ کی طرف وسیلہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف وسیلہ مشائخ کرام، سلسلہ بہ سلسلہ جس طرح اللہ عزوجل تک
بے وسیلہ رسائی محال قطعی ہے، یوں ہی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک رسائی بے
وسیلہ دشوار عادی ہے۔

احادیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صاحب شفاعت
ہیں اللہ عزوجل کے حضور وہ شفیع ہوں گے اور ان کے حضور علماء واولیاء اپنے متوسلوں
کی شفاعت کریں گے۔

مشائخ کرام دنیا ودین ونزع وقبر وحشر سب حالتوں میں اپنے مریدین کی امداد

فرماتے ہیں۔

میزان الشریعۃ میں ارشاد فرمایا

قد ذکر نافی " کتاب الاجوبۃ عن ائمۃ الفقھاء والصوفیۃ" ان ائمۃ الفقھاء و الصوفیۃ کلھم یشفعون فی مقلدیھم ویلاحظون احدھم عند طلوع روحہ و عند سوال منکر و نکیر لہ و عند النشر والحشر والحساب والمیزان والصراط ولا یغفلون عنھم فی موقف من المواقف. الخ

(المیزان الکبریٰ، ص:۵۳۔ فصل فی بیان جملۃ من الامثلۃ الخ۔ مصر)

ہم نے "کتاب الاجوبۃ عن ائمۃ الفقہاء والصوفیۃ" میں بیان کیا ہے کہ فقہاء اور صوفیہ سب کے سب اپنے متبعین کی شفاعت کریں گے اور وہ اپنے متبعین اور مریدین کے نزع کی حالت، روح کے نکلنے، منکر نکیر کے سوالات، نشر وحشر، حساب ومیزان عدل پر اعمال تلنے اور پل صراط پر گزرنے کے وقت ملاحظہ فرماتے ہیں اور تمام مواقف میں سے کسی ٹھہرنے کی جگہ سے غافل نہیں ہوتے۔ (ت)

اس محتاج بے دست وپا سے بڑھ کر احمق اپنی عافیت کا دشمن کون جو اپنی سختیوں کے وقت اپنے مددگار نہ بنائے۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

استکثروا من الاخوان فان لکل مومن شفاعۃ یوم القیٰمۃ.

(کنز العمال ۹، ص:۴۔ حدیث ۲۴۶۴۲۔ بیروت)

اللہ کے بکثرت نیک بندوں سے رشتہ وعلاقۂ محبت پیدا کرو کہ قیامت میں ہر مسلمان کامل کو شفاعت دی جائے گی کہ اپنے علاقہ والوں کی سفارش کرے۔

اور بالفرض معاذ اللہ اور کچھ نہ ہوتا تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک اتصال سلسلہ کی برکت کیا تھوڑی تھی جس کے لئے علماء کرام آج تک حدیث کی سندیں لیتے ہیں یہاں تک کہ رتن ہندی وغیرہ کی اسانید سے طلب برکت کرتے ہیں۔

خواجہ رتن ہندی کون

خواجہ رتن ہندی وہ خوش نصیب شخص ہیں جو حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ کا حال سن کر ہندوستان سے مدینہ منورہ گئے اور دولت ایمان سے مالا مال ہو کر شرف صحابیت کا تمغۂ لازوال پایا، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ خندق میں حاضر ہوئے، حدیث سنی پھر ہندوستان واپس آئے، ان کی عمر سات سو سال ہوئی ۵۹۶ھ میں وفات پائی۔ (مرتب)

خواجہ رتن کی سند حدیث

خواجہ رتن ہندی نے جو حدیث روایت کی علماء نے اس کی سند کو بابرکت سمجھا، الاقشہری نے فرمایا اس سند سے برکت حاصل کی جاتی ہے اگرچہ اس کی صحت پر وثوق و اعتماد نہیں ہے۔ امام احمد رضا بریلوی نے بھی یہی فرمایا ہے کہ علماء رتن ہندی کی اسانید سے طلب برکت کرتے ہیں۔ اور یہ کہ جب خواجہ رتن ہندی کی سند کا یہ حال ہے تو اولیائے کرام کے سلاسل واسانید کا کیا کہنا۔ برکت کے لئے ہم بھی اس سند کو یہاں پر نقل کرتے ہیں۔

امام ابن حجر عسقلانی ''اصابہ فی تمییز الصحابۃ'' میں فرماتے ہیں۔

انتقیت من المحدث للرحال جمال الدین محمد بن احمد بن امین الا قشھری نزیل المدینة النبویة فی فوائد رحلته

اخبرنا ابو الفضل و ابو القاسم بن ابی عبد الله بن علی بن ابراھیم بن عتیق اللواتی المعروف بابن الخباز المھدوی (فذکر بسنده حدیثاعن خواجه رتن) قاله و ذکر خواجه رتن بن عبد الله انه شھد مع رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم الخندق و سمع منه ھذا الحدیث و رجع الی بلاد الھند و مات بھاو عاش سبع مائة و مات لسنة ست و تسعین و خمسمائة وقال الا قشھری وھذاالسند یتبرک

به و ان لم یوثق بصحته.

(الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ۱،ص:۵۳۷۔ترجمۃ رتن بن عبداللہ ۲۷۵۹۔بیروت)

میں نے محدث جمال الدین اقشہری سے یہ سند منتخب کی ہے جو مدینہ منورہ میں رہائش پذیر ہو گئے تھے وہ اپنے مدینہ منورہ کوچ کرنے کے فوائد میں بیان کرتے ہیں کہ

مجھے ابوالفضل وابوالقاسم بن ابی عبداللہ بن الخباز مہدوی نے خبر دی، پھر انہوں نے خواجہ رتن کی سند سے حدیث بیان کی اور فرمایا کہ خواجہ رتن ہندی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ خندق میں حاضر ہوئے اور آپ سے اس حدیث کو سنا پھر ہندوستان کے شہروں میں واپس آئے اور وہیں فوت ہوئے، ان کی عمر سات سو سال ہوئی ۵۹۶ھ میں وفات پائی۔

اقشہری نے فرمایا اس سند سے برکت حاصل کی جاتی ہے اگرچہ اس کی صحت پر اعتماد نہیں ہے۔(ت)

اپنے مرید کے لئے غوث اعظم کے فرمان

خالق کائنات نے اولیائے کرام کو مخلوقات میں تصرف کرنے کا اختیار عطا فرمایا ہے، خصوصاً حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سلطان الاولیاء کے منصب پر فائز کیا گیا، غوثیت کبریٰ عطا کی گئی، محیر العقول کرامات و اختیارات دیئے گئے۔ انہیں خداداد اختیارات سے اولیائے کرام اپنے مریدین کی مشکل گھڑی میں امداد واعانت فرماتے ہیں مگر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ صرف اپنے مریدین ہی کی نہیں بلکہ مریدین کے مریدین کی بھی دستگیری فرماتے ہیں یعنی ان کا اور ان کے سلسلے میں جو بھی صحیح العقیدہ مرید ہے یا قیامت تک ہوگا وہ وقت مشکل ہر ایک کی مدد فرماتے ہیں۔ اس سلسلے میں امام احمد رضا بریلوی کے حوالے سے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چند اقوال ملاحظہ ہوں ان سے معلوم ہو جائے گا کہ

مرید ہونے اور شیخ کامل سے رشتۂ طریقت جوڑنے کا فائدہ کیا ہے۔

● حضور سیدنا غوث اعظم قطب عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں

میرا ہاتھ میرے مرید پر ایسا ہے جیسے زمین پر آسمان۔

● اور فرماتے ہیں

اگر میرے مرید کا پاؤں پھسلے گا میں ہاتھ پکڑ لوں گا۔

اسی لئے حضور کو پیر دستگیر کہتے ہیں

● اور فرماتے ہیں

اگر میرا مرید مشرق میں ہو اور میں مغرب میں ہوں اور اس کا پردہ کھلے میں ڈھانک دوں گا۔

● اور فرماتے ہیں

مجھے ایک دفتر دیا گیا حد نگاہ تک کہ اس میں میرے مریدوں کے نام تھے قیامت تک اور مجھے فرمایا گیا

وھبتھم لک۔ (بہجۃ الاسرار ص:۹۹۔۱۰۰۔۱۰۲۔ ذکر فضل اصحابہ الخ۔ البابی مصر)

یہ سب میں نے تمہیں دے ڈالے۔ (نقاء السلافہ فی البیعۃ والخلافۃ)

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مریدین کے دفتر عطا کرنے سے متعلق ایک دوسرے مقام پر امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں

● ائمہ دین فرماتے ہیں کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دفتر میں قیامت تک کے مریدین کے نام درج ہیں، جس قدر غلامی میں ہیں یا آنے والے ہیں، حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں رب عزوجل نے مجھے ایک دفتر عطا فرمایا کہ منتہائے نظر تک وسیع تھا اور اس میں قیامت تک کے میرے مریدین کے نام تھے اور مجھ سے فرمایا

وھبتھم لک (بہجۃ الاسرار ص۱۰۰ ذکر فضل اصحابہ و بشراھم)

میں نے یہ سب تمہیں بخش دیئے۔

(الملفوظ دوم،ص ۳۵۹،تخریج شدہ۔ایڈوانس پرنٹنگ دہلی)

سلاسل طریقت

اولیائے کرام کے سلاسل میں سلاسل اربعہ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ مشہور ومعروف ہیں، یوں تو بہت سارے سلسلے اسلاف واکابر سے شروع ہوئے مگر بہت سے کچھ دور جاکر منقطع ہوگئے، کچھ ابھی بھی باقی ہیں لیکن سب میں وہی چاروں سلسلے اعظم واہم ہیں۔ پیری مریدی کے نام پر دنیا بھر میں آج یہی چاروں سلسلے رائج و مقبول ہیں۔

۱۔ سلسلہ قادریہ کی نسبت حضور سیدنا غوث اعظم محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف ہے۔

۲۔ سلسلۂ چشتیہ کا انتساب عطائے رسول حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی حسن سنجری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف ہے۔

۳۔ سلسلہ سہروردیہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب موسوم ہے۔

۴۔ سلسلہ نقشبندیہ حضرت شیخ خواجہ بہاء الدین نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام سے جاری ہے۔

سلاسل اربعہ کے تمام شیوخ آسمان ولایت کے درخشندہ آفتاب وماہتاب ہیں، ان کے علاوہ جو سلسلے ہیں خواہ وہ جاری ہیں یا منقطع ہوگئے ان سب کے مشائخ بھی اپنے اپنے وقت میں کشور ولایت کے تاجدار تھے اور کچھ سلسلے تو وہ ہیں جو اصحاب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہیں، موجودہ عہد میں ان میں سے بھی بعض جاری اور بعض ناپید ہیں۔

ایک سائل نے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ سے پوچھا، ان چاروں سلاسل

کے علاوہ بھی کوئی اور خاندان ہے جوان چاروں میں سے کسی کی شاخ نہ ہو؟

آپ نے فرمایا

ہاں تھے اب تو بہت سے منقطع ہو گئے۔

- ایک سلسلہ امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
- ایک عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
- ایک عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے
- ایک عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے
- ایک ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تھا
- سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک سلسلہ علاوہ نقشبندیہ کے حواریہ تھا

سلسلہ حواریہ کے امام حضرت سیدی ابو بکر حوار رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے، آپ کے مرید حضرت ابو محمد شبنکی، اور آپ کے مرید حضرت تاج العارفین ابوالوفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

ابو بکر حوار کا کلاہ صدیقی پانا

سلسلہ حواریہ کیسے اور کب سے شروع ہوا، اس کی اصلیت کو واضح کرتے ہوئے

امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں۔

اللہ کو ہدایت فرماتے دیر نہیں لگتی، یہ حضرت ابو بکر حوار رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے رہزن تھے قافلے کے قافلے تنہا لوٹا کرتے تھے۔ ایک بار ایک قافلہ اترا آپ وہاں تشریف لے گئے ایک خیمہ کی طرف گئے، اس خیمہ میں عورت اپنے شوہر سے کہہ رہی تھی شام قریب ہے اور اس جنگل میں ابو بکر حوار کا دخل ہے ایسا نہ ہو کہ وہ آجائیں، بس یہ کہنا ان کا ہادی ہو گیا، خود فرمایا ابو بکر تیری حالت یہ ہوگئی کہ خیموں میں عورتیں تک تجھ سے خوف کرتی ہیں اور تو خدا سے نہیں ڈرتا، اسی وقت تائب ہوئے اور گھر کو لوٹ آئے شب کو سوئے خواب میں زیارت اقدس سے مشرف ہوئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ

علیہ وسلم کے ساتھ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے، آپ نے عرض کیا بیعت لیجئے ارشاد فرمایا تجھ سے تیرا ہمنام بیعت لے گا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت لی اور اپنی کلاہ مبارک ان کے سر پر رکھی، آنکھ کھلی تو کلاہ اقدس موجود تھی۔ یہ سلسلہ حواریہ آپ سے شروع ہوا۔

(الملفوظ چہارم، ص ۵۸۹۔۵۹۰۔ تخریج شدہ ایڈوانس پرنٹنگ دہلی)

بے فلاح اور بے پیرا کون

یہ ظاہر ہو چکا کہ شریعت وطریقت پر چلنے والوں کے لئے علماء و مجتہدین اور مرشدین کاملین کے ارشادات وہدایات کی قدم قدم پر ضرورت ہے، انہیں کے نقوش راہ سے سمت منزل اور دارین کی سعادت وفلاح ملے گی۔ نجات و رستگاری اور خدا و رسول تک ایصال واتصال کے لئے محبوبان بارگاہ کے وسیلے، ائمہ واسلاف کی رہنمائی اور مرشدان طریقت کے فیض نظر کی حاجت ہے۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ سے سوال ہوا کہ

اگر زید کا کوئی پیر و مرشد نہ ہو تو وہ فلاح پائے گا یا نہیں؟

اور جس کا کوئی پیر نہیں کیا اس کا پیر شیطان ہوگا؟

آپ نے اس سوال کا جس تحقیقی و تفصیلی انداز میں جواب تحریر فرمایا ہے وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے، اس کے طرز نگارش اور اسلوب بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ واقعی امام احمد رضا بریلوی تصوف وطریقت کے بھی امام ہیں۔

پہلے ہم اس بحث کا اجمالی خاکہ پیش کر رہے ہیں پھر ضمنی عنوانات کے تحت میں تفصیل پیش کریں گے۔

امام احمد رضا بریلوی نے آغاز جواب کے بعد فرمایا

● فلاح دو قسم کی ہے

اول، انجام کار رستگاری۔ دوم، کامل رستگاری

● کامل رستگاری کے دو پہلو ہیں

اول، وقوع۔ دوم، امید

● کسب انسانی امید سے متعلق ہے، یہ دو قسم ہے۔

اول، فلاح ظاہر۔ دوم، فلاح باطنی

● فلاح ظاہر و باطنی کے لئے پیر و مرشد کی حاجت ہے، لہٰذا مرشد بھی دو قسم ہے۔

اول، مرشد عام۔ دوم، مرشد خاص

● مرشد خاص دو قسم ہے۔

اول، شیخ اتصال

● شیخ اتصال کے لئے چار شرطیں ہیں۔

۱۔ سنی صحیح العقیدہ ہو

۲۔ کم از کم اتنا علم ضروری ہے کہ بلا کسی کی امداد کے اپنی ضرورت کے مسائل کتاب سے خود نکال سکے۔

۳۔ اس کا سلسلہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک متصل ہو کہیں منقطع نہ ہو۔

۴۔ فاسق معلن نہ ہو۔

دوم، شیخ ایصال۔

● جامع شرائط شیخ اتصال و شیخ ایصال سے بیعت کی جاتی ہے، تو بیعت بھی دو قسم ہے۔

اول، بیعت برکت۔ دوم، بیعت ارادت

● مطلق فلاح کے لئے مرشد عام کی ضرورت ہے، اس کی دو قسم ہے

فلاح تقویٰ۔ فلاح احسان

ان تمام اقسام پر تفصیلی بحث کرنے کے بعد "حاصل تحقیق" کے عنوان سے آخر میں مرکزی بحث کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔

اب سوال کے اصل جواب کے ساتھ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے قلم کی ثقاہت وجلوہ سامانی دیکھئے اوران کی فکر وبصیرت کوداددیجئے۔

آپ فرماتے ہیں۔

ہاں اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ارشاد سے دونوں باتیں ثابت ہیں اور عنقریب ہم ان دونوں کوقرآن عظیم سے استنباط کریں گے۔

● ایک یہ کہ بے پیرافلاح نہ پائے گا

حضرت سیدنا شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ ''عوارف المعارف'' میں فرماتے ہیں۔

سمعت کثیرا من المشائخ یقولون من لم یر مفلحا لا یفلح.

(عوارف المعارف،ص:۷۸۔الباب الثانی۔المشھد الحسینی قاہرہ)

یعنی میں نے بہت اولیائے کرام کوفرماتے سنا کہ جس نے کسی فلاح پائے ہوئے کی زیارت نہ کی وہ فلاح نہ پائے گا۔

● دوسرے یہ کہ بے پیرے کا پیر شیطان ہے۔

عوارف شریف میں ہے

روی عن ابی یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ قال من لم یکن استاذ فامامہ الشیطان (عوارف المعارف،ص:۷۸۔الباب الثانی۔المشھد الحسینی)

یعنی سیدنا بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہوا کہ فرماتے جس کا کوئی پیرنہیں اس کاامام شیطان ہے۔

رسالہ امام ابوالقاسم قشیری میں ہے

یجب علی المرید ان یتادب بشیخ فان لم یکن لہ استاذ لا یفلح ابدا،ھذا ابو یزید یقول من لم یکن لہ استاذ فامامہ الشیطان.

(الرسالۃ القشیریۃ،ص:۱۸۱۔باب الوصیۃ للمریدین۔البابی مصر)

یعنی مرید پرواجب ہے کہ کسی پیر سے تربیت لے کہ بے پیرافلاح نہ پائے گا۔

یہ ہیں ابویزید کہ فرماتے ہیں جس کا کوئی پیر نہ ہو اس کا پیر شیطان۔

اسی رسالہ قشیریہ میں فرمایا

سمعت الاستاذ اباعلی الدقاق یقول الشجرة اذا نبتت بنفسها من غیر غارس فانها تورق ولکن لا تثمر کذلک المرید اذا لم یکن استاذ یا خذمنه طریقا نفسا فنفسا فهو عابد هواه لا یجد نفاذا.

(الرسالۃ القشیریۃ، ص:۱۸۱۔ باب الوصیۃ للمریدین۔ البابی مصر)

یعنی میں نے حضرت ابوعلی دقاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے سنا کہ پیڑ جب بے کسی بونے والے کے آپ سے اُگے تو پتے لاتا ہے مگر پھل نہیں دیتا، یوں ہی مرید کے لئے اگر کوئی پیر نہ ہو تو وہ اپنی خواہش نفس کا پجاری ہے راہ نہ پائے گا۔

حضرت سیدنا سید عبدالواحد بلگرامی قدس سرہٗ "سبع سنابل شریف" میں فرماتے ہیں۔

چوں پیرت نیست پیر تست ابلیس　　　که راہ دین زدست از مکر و تلبیس

جب تیرا پیر نہیں ہے تو تیرا پیر ابلیس ہے، کہ اس نے مکر وفریب سے دین کی راہ ماری ہے۔(ت)

فلاح کی دو قسم

● **اول**: انجام کار رستگاری، اگرچہ معاذ اللہ سبقت عذاب کے بعد ہو۔

یہ عقیدۂ اہل سنت میں ہر مسلمان کے لئے لازم، اور کسی بیعت و مریدی پر موقوف نہیں۔ اس کے واسطے صرف نبی کو مرشد جاننا بس ہے بلکہ ابتدائے اسلام میں کسی دور دراز پہاڑ یا گمنام ٹاپو کے رہنے والے غافل جن کو نبوت کی خبر ہی نہ پہنچی اور دنیا سے صرف توحید پر گئے، بالآخران کے لئے بھی یہ فلاح ثابت ہے۔

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل محشر اور انبیاء سے مایوس پھر کر میرے حضور حاضر ہوں گے میں فرماؤں گا انا لھا میں ہوں شفاعت کے لئے۔ پھر اپنے رب سے اذن

چاہوں گا وہ مجھے اذن دے گا میں سجدے میں گروں گا ارشاد ہو گا

یا محمد ارفع راسک وقل تسمع وسل تعطہ واشفع تشفع۔

اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور کہو کہ تمہاری بات سنی جائیں گی اور مانگو تمہیں عطا کیا جائے گا اور شفاعت کرو کہ تمہاری شفاعت قبول ہے۔

میں عرض کروں گا اے میرے رب! میری امت میری امت، فرمایا جائے گا جاؤ جس کے دل میں جو بھر ایمان ہو اسے دوزخ سے نکال لو۔ انہیں نکال کر میں دوبارہ حاضر ہوں گا سجدہ کروں گا وہی ارشاد ہو گا کہ اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور کہو کہ سنا جائے گا، مانگو کہ دیا جائے گا، شفاعت کرو کہ قبول ہے۔ میں عرض کروں گا اے میرے رب! میری امت میری امت، ارشاد ہو گا کہ جس کے دل میں رائی برابر ایمان ہو نکال لو، میں انہیں نکال کر سہ بارہ حاضر ہو کر سجدہ کروں گا فرمائے گا اے محمد اپنا سر اٹھاؤ اور جو کہو منظور ہے، جو مانگو عطا ہے، شفاعت کرو مقبول ہے۔

میں عرض کروں گا اے میرے رب میری امت میری امت، ارشاد ہو گا جس کے دل میں رائی کے دانے سے کم تر ایمان ہو اسے نکال لو۔ میں انہیں نکال کر چوتھی بار حاضر وساجد ہوں گا ارشاد ہو گا اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور کہو کہ سنیں گے، مانگو کہ دیں گے، شفاعت کرو کہ قبول کریں گے۔

میں عرض کروں گا الٰہی! مجھے ان کے نکالنے کی اجازت دے جنہوں نے تجھے ایک جانا ہے۔ ارشاد ہو گا یہ تمہارے سبب نہیں بلکہ مجھے اپنے عزت وجلال وکبریا و عظمت کی قسم، ہر موحد کو اس سے نکال لوں گا۔

(بخاری ۲، ص: ۱۱۱۹۔۱۱۱۸۔ کتاب التوحید۔ باب کلام الرب یوم القیمۃ)

اقول: جن لوگوں کو نبوت کی خبر نہ پہنچی یہ ان کے بارے میں رد شفاعت حضور نہیں بلکہ عین قبول ہے کہ حضور کے عرض کرنے ہی پر تو جہنم سے نکالے گئے، فقط یہ فرمایا گیا ہے کہ ان کو رسالت سے توسل کا موقع نہ ملا، صرف عقل جتنے ایمان کے لئے کافی تھی یعنی توحید اسی قدر رکھتے تھے۔

اس کے بعد امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

معنی حدیث کی یہ تقریر کہ ہم نے کی اس سے ظاہر ہوا کہ یہ اس حدیث صحیح کے معارض نہیں کہ فرمایا

مازلت اتردد علی ربی فلااقوم فیه مقاما الاشفعت حتی اعطانی الله من ذلک ان قال یا محمد ادخل من امتک من خلق الله من شهد ان لا اله الا الله یوما واحدا مخلصا و مات علی ذلک۔

(مسند احمد ۳، ص ۱۷۸۔ عن انس، المکتب الاسلامی بیروت)

میں اپنے رب کے حضور آتا جاتا رہوں گا جس شفاعت کے لئے کھڑا ہوں گا قبول ہوگی، یہاں تک کہ میرا رب فرمائے کہ تمام مخلوق میں جتنی تمہاری امت ہے ان میں جو توحید پر مرا ہواسے جنت میں داخل کردو۔

یہاں کلام امت میں ہے تو یہاں لا الہ الا اللہ سے پورا کلمہ طیبہ مراد ہے جیسا کہ حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

شفاعتی لمن شهد ان لا اله الا الله مخلصا و ان محمدا رسول الله یصدق لسانه قلبه و قلبه لسانه۔

(مسند احمد ۲، ص: ۳۰۷۔ عن ابی ہریرۃ۔ المکتب الاسلامی بیروت)

میری شفاعت ہر اس شخص کے لئے ہے جو اللہ کی توحید اور میری رسالت پر اخلاص سے گواہی دیتا ہو کہ زبان دل کے موافق ہو اور دل زبان کے۔

● دوم: کامل رستگاری، کہ بے سبقت عذاب دخول جنت ہو۔

کامل رستگاری کے دو پہلو

جو کامل رستگاری اس شان کی ہو اس کے دو پہلو ہیں

● اول: وقوع۔

یہ مذہب اہل سنت میں محض مشیت الٰہی پر ہے جسے چاہے ایسی فلاح عطا فرمائے

اگرچہ لاکھوں کبائر کامرتکب ہو اور چاہے تو ایک گناہ صغیرہ پر گرفت کرلے (اگرچہ وہ ایسا کرے گا نہیں) اگرچہ لاکھوں حسنات رکھتا ہو، یہ عدل ہے اور وہ فضل۔

فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ (البقرۃ،۲۸۴)

تو جسے چاہے بخشے گا اور جسے چاہے گا سزا دے گا۔ (کنزالایمان)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت سے بے گنتی اہل کبائر ایسی فلاح پائیں گے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

شفاعتی لاهل الکبائر من امتی.

(ابوداؤد۲،ص:۲۹۶ باب فی الشفاعۃ۔ترمذی۲،ص:۶۶۔ابواب صفۃ القیٰمۃ)

میری شفاعت میری امت سے کبیرہ گناہ والوں کے لئے ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

خیرت بین الشفاعة و بین ان یدخل شطر امتی الجنة فاخترت الشفاعة لانها اعم و اکفی اترونها للمومنین المتقین لا ولکنها للمذنبین المتلوثین الخطائین.

(ابن ماجہ،ص۳۲۹۔باب ذکر الشفاعۃ۔مسند احمد۲،ص:۷۵ عن ابن عمر۔المکتب الاسلامی بیروت)

مجھ سے میرے رب نے فرمایا تم کو اختیار ہے چاہے شفاعت لے لو چاہے یہ کہ تمہاری آدھی امت بلا عذاب داخل جنت ہو، میں نے شفاعت اختیار فرمائی کہ وہ زیادہ عام اور زیادہ کافی ہے۔کیا اسے ستھرے مومنوں کے لئے سمجھتے ہو، نہیں بلکہ وہ گناہگاروں، آلودہ روزگاروں، سخت خطاکاروں کے لئے ہے۔

بلکہ وہ بھی ہوں گے جن کے گناہ نیکیوں سے بدل دیئے جائیں گے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (الفرقان،۷۰)

اللہ ان کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

حدیث میں ہے، ایک شخص روز قیامت حاضر لایا جائے گا، ارشاد ہوگا اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ اس پر پیش کرو اور بڑے بڑے ظاہر نہ کرو۔ اس سے کہا جائے گا تو نے فلاں فلاں دن یہ یہ کام کئے وہ مقر ہوگا اور اپنے بڑے گناہوں سے ڈر رہا ہوگا کہ ارشاد ہوگا

اعطوہ مکان کل سیئة حسنة

اسے ہر گناہ کی جگہ ایک نیکی دو۔

اب کہہ اٹھے گا کہ الٰہی! میرے اور بہت سے گناہ ہیں وہ تو سننے میں آئے ہی نہیں۔ یہ فرما کر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اتنا ہنسے کہ آس پاس کے دندان مبارک ظاہر ہوئے۔ (ترمذی ۲، ص: ۸۳۔ ابواب صفۃ جہنم۔ باب ماجاء ان للنار نفیس الخ)

بالجملہ وقوع کے لئے سوا اسلام اور اللہ ورسول کی رحمت کے اور کوئی شرط نہیں۔ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

● **دوم: امید**

یعنی انسان کے اعمال، افعال، اقوال، احوال ایسے ہونا کہ اگر انہیں پر خاتمہ ہو تو کرم الٰہی سے امید واثق ہو کہ بلا عذاب داخل جنت کیا جائے۔ یہی وہ فلاح ہے جس کی تلاش کا حکم ہے کہ

سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ

(الحدید، ۲۱)

بڑھ کر چلو اپنے رب کی بخشش اور اس جنت کی طرف جس کی چوڑائی جیسے آسمان اور زمین کا پھیلاؤ۔ (کنز الایمان)

امید کی دو قسم

کسب انسانی امید سے متعلق ہے، یہ دو قسم ہے

● **اول: فلاح ظاہر۔**

ہرگز اس سے وہ مراد نہیں جو نرے ظاہر داروں کو مطلوب ہے جن کی نظر صرف اعمال جوارح پر موقوف ہے۔ کہ انہوں نے اپنے ظاہر کو احکام شرع سے آراستہ اور گناہوں سے منزہ کرلیا اور متقی و مفلح بن گئے اگر چہ باطن ریا، عجب، حسد، کینہ، تکبر، حب مدح، حب جاہ، محبت دنیا، طلب شہرت، تعظیم امراء، تحقیر مساکین، اتباع شہوات، مداہنت (دین میں سستی) کفران نعم (نعمتوں کی ناشکری) حرص، بخل، طول امل (لمبی آرزو) سوء ظن، عناد حق، اصرار باطل، مکر، غدر، خیانت، غفلت، قسوت (دل کی سختی) طمع، تملق (چاپلوسی) اعتماد خلق، نسیان خالق (خدا کو بھول جانا)، نسیان موت، جرأت علی اللہ، نفاق، اتباع شیطان، بندگی نفس، رغبت بطالت (باطل کی رغبت) کراہت عمل، قلت خشیت (خوف کی کمی) جزع (بے صبری) عدم خشوع، غضب للنفس (نفس کے لئے ناراض ہونا) تساہل فی اللہ (اللہ کے بارے میں سستی کرنا) وغیرہا ہلاک کرنے والی آفات سے گندہ ہو رہا ہو جیسے گھورے پر زربفت کا خیمہ، اوپر زینت اور اندر نجاست۔

پھر کیا یہ باطنی خباثتیں ظاہری صلاح پر قائم رہنے دیں گی؟ ہرگز نہیں، معاملہ پڑنے دیجئے کون سی ناگفتنی ہے کہ نہ کہیں گے، کون سی ناکردنی ہے کہ اٹھا رکھیں گے اور پھر بدستور صالح عوام کی کیا گنتی، آج کل بہت علمائے ظاہر اگر متقی ہیں بھی تو اسی قسم کے (الامن شاء اللہ)

اس کے بعد امام احمد رضا بریلوی انتہائی درد و کرب کے انداز میں فرماتے ہیں

میں اسے زیادہ مشرح کرتا مگر کیا فائدہ کہ حق تلخ ہوتا ہے اس سے نفع پانا اور اپنی اصلاح کی طرف آنا درکنار بتانے والے کے الٹے دشمن ہو جاتے ہیں۔ مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ ہزار اف اس نام علم پر کہ آج کل بہت بے دین مرتدین اللہ و رسول کی جناب میں کیسی کیسی سخت گالیاں بکتے، لکھتے اور چھاپتے ہیں، ان سے کان پر جوں نہ رینگے، کہیں بے پرواہی، کہیں آرام خواہی، کہیں نیچری تہذیب، کہیں طمع کی تخریب،

کہیں ملاقات کا پاس، کہیں اس کا ہراس، کہ ان مرتدوں کا رد کریں، مسلمانوں کو ان کا کفر بتائیں تو یہ سر ہو جائیں گے، اخباروں، اشتہاروں میں ہماری مذمتیں گائیں گے، ہزاروں جھوٹے بہتان لگائیں گے، کون اپنی عافیت تنگ کرے، ان ناپاک وجوہ کے باعث وہاں خموشی، اور خود ان سے اعمال میں خطا بلکہ عقائد میں غلطی ہو اسے کوئی بتائے تو نہ اب وہ تہذیب، نہ آرام طلبی، نہ بے پروائی، نہ سلامت روی، بلکہ جامے سے باہر ہو کر جس طرح بنے اس کی عداوت میں گرم جوشی، حق کا جواب نہ بن آئے تو عناد و مکابرہ سے کام لینا، یہاں تک کہ کتابوں کی عبارتیں گڑھ لیں، جھوٹے حوالے دل سے تراش لیں کہ کہیں اپنی ہی بات بالا رہے، عوام کے سامنے شیخی کرکری نہ ہو، یا وہ جو وعظ وغیرہ کے ذریعہ سے مل رہتا ہے اس میں کھنڈت نہ پڑے۔ کیا اسی کا نام تقویٰ ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بدگویوں کے مقابل وہ خواب خرگوش اور اپنے نفس کی بے جا حمایت میں یہ جوش وخروش، تو یہ کہتا ہے کہ اللہ و رسول کی عظمت سے اپنے نفس کی عظمت دل میں سوا ہے۔ اب اسے کیا کہیے سوا اس کے کہ **انا للہ وانا الیہ راجعون، ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔**

بالجملہ اس صورت کو فلاح ظاہر سے علاقہ نہیں صاف ہلاک ہے۔ بلکہ فلاح ظاہر یہ کہ دل و بدن دونوں پر جتنے احکام الٰہیہ ہیں سب بجا لائے۔ نہ کسی کبیرہ کا ارتکاب کرے، نہ کسی صغیرہ پر مصر رہے، نفس کے خصائل ذمیمہ اگر دفع نہ ہوں تو معطل رہیں، ان پر کاربند نہ ہوں، مثلاً دل میں بخل ہے تو نفس پر جبر کر کے ہاتھ کشادہ رکھے، حسد ہے تو محسود کی برائی نہ چاہے، وعلی ھذا القیاس، کہ یہ جہاد اکبر ہے اور اس کے بعد مواخذہ نہیں بلکہ اجر عظیم ہے۔

حدیث میں ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

ثلاث لم تسلم منها هذه الامة الحسد والظن والطيرة، الا انبئكم بالمخرج منها اذا ظننت فلاتحقق و اذا حسدت فلا تبغ و اذا تطيرت فامض. (کنز العمال ۱۶، ص ۲۷-۲۸ حدیث ۴۳۷۸۹۔ موسسۃ الرسالۃ بیروت)

تین خصلتیں اس امت سے نہ چھوٹیں گی

(۱)حسد (۲)بدگمانی (۳)اور بدشگون

کیا میں تمھیں ان کا علاج نہ بتا دوں، بدگمانی آئے تو اس پر کار بند نہ ہو اور حسد آئے تو محسود پر زیادتی نہ کر اور بدشگونی کے باعث کام سے رک نہ رہو۔

دوسری حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

اذا حسدتم فلا تبغوا واذا ظننتم فلا تحققوا واذا تطيرتم فامضوا وعلى الله فتوكلوا۔ (کنز العمال ۳، ص: ۴۶۱ حدیث ۷۴۴۱۔ موسسۃ الرسالۃ۔ بیروت)

جب تمہارے دل میں حسد آئے تو زیادتی نہ کرو اور بدگمانی آئے تو اسے جمانہ دو اور بدشگونی آئے تو رکو نہیں اور اللہ ہی پر بھروسہ رکھو۔ (ت)

یہ فلاح تقویٰ ہے اس سے آدمی سچا متقی ہو جاتا ہے، ہم نے اسے فلاح ظاہر بایں معنی کہا کہ اس میں جو کچھ کرنا نہ کرنا ہے اس کے احکام ظاہر و واضح ہو چکے ہیں۔

قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (البقرۃ، ۲۵۶)

بیشک خوب جدا ہو گئی نیک راہ گمراہی سے۔ (کنز الایمان)

● دوم: فلاح باطنی

کہ قلب و قالب رذائل سے خالی اور فضائل سے آراستہ کر کے بقایائے شرک خفی دل سے دور کئے جائیں یہاں تک کہ **لا مقصود الا الله**، پھر **لا مشهود الا الله**، پھر **لا موجود الا الله**، متجلی ہو یعنی پہلے ارادۂ غیر سے خالی ہو، پھر غیر نظر سے معدوم ہو، پھر حق حقیقت جلوہ فرمائے کہ وجود اسی کے لئے ہے باقی سب ظلال و پرتو۔

یہ منتہائے فلاح و فلاح احسان ہے، فلاح تقویٰ میں تو عذاب سے دوری اور جنت کا چین تھا کہ

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ (آل عمران، ۱۸۵)

جو جہنم سے بچا کر جنت میں داخل کیا گیا وہ ضرور فلاح کو پہنچا۔

اور فلاح احسان اس سے اعظم ہے کہ عذاب کا کیا ذکر کسی قسم کا اندیشہ وغم بھی ان کے پاس نہیں آتا۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (یونس،۶۲)

سن لو بیشک اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔ (کنزالایمان)

بہر حال اس فلاح کے لئے ضرور پیر و مرشد کی حاجت ہے چاہے قسم اول کی ہو یا دوم کی۔

مرشد کی دو قسم

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ فلاح کے لئے پیر و مرشد کی ضرورت ہے لہٰذا مرشد بھی دو قسم ہے۔

● اول: مرشد عام

☆ کہ کلام اللہ، وکلام الرسول، وکلام ائمہ شریعت وطریقت، وکلام علمائے دین اہل رشد وہدایت ہے۔

☆ اسی سلسلۂ صحیحہ پر کہ عوام کا ہادی کلام علماء، علماء کا رہنما کلام ائمہ، ائمہ کا مرشد کلام رسول، رسول کا پیشوا کلام اللہ۔ جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

فلاح ظاہر ہو یا فلاح باطن اسے اس مرشد سے چارہ نہیں، جو اس سے جدا ہے بلا شبہ کافر ہے یا گمراہ، اور اس کی عبادت برباد و تباہ۔

● دوم: مرشد خاص

کہ بندہ کسی عالم سنی صحیح العقیدہ، صحیح الاعمال جامع شرائط بیعت کے ہاتھ میں ہاتھ دے۔

مرشد خاص کی دو قسم

مرشد خاص جسے پیر وشیخ کہتے ہیں، پھر دو قسم ہے۔

● اول: شیخ اتصال

یعنی جس کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انسان کا سلسلہ حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک متصل ہو جائے۔

بیعت کی شرائط

شیخ اتصال کے لئے چار شرطیں ہیں۔

ا۔ شیخ کا سلسلہ باتصال صحیح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچا ہو، بیچ میں منقطع نہ ہو کہ منقطع کے ذریعہ سے اتصال ناممکن۔

☆ بعض لوگ بلا بیعت صرف وراثت کے زعم سے اپنے باپ دادا کے سجادے پر بیٹھ جاتے ہیں،

☆ یا بیعت تو کی تھی مگر خلافت نہ ملی تھی بلا اجازت مرید کرنا شروع کر دیتے ہیں

☆ یا سلسلہ ہی وہ ہو کہ قطع کر دیا گیا اس میں فیض نہ رکھا گیا، لوگ براہ ہوس اس میں اجازت وخلافت دیتے چلے آتے ہیں۔

☆ یا سلسلہ فی نفسہ اچھا تھا مگر بیچ میں کوئی ایسا شخص واقع ہوا جو بعض شرائط نہ ہونے کی وجہ سے قابل بیعت نہ تھا، اس سے جو شاخ چلی وہ بیچ میں سے منقطع ہے۔

ان صورتوں میں اس بیعت سے ہرگز اتصال حاصل نہ ہوگا۔ بیل سے دودھ یا بانجھ سے بچہ مانگنے کی مت جدا ہے۔

۲۔ سنی صحیح العقیدہ ہو، بدمذہب گمراہ کا سلسلہ شیطان تک پہنچے گا نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک۔

آج کل بہت کھلے ہوئے بد دینوں بلکہ بے دینوں یہاں تک کہ وہابیہ نے کہ سرے سے منکر و دشمن اولیاء ہیں مکاری کے لئے پیری مریدی کا جال پھیلا رکھا ہے۔ ہوشیار، خبر دار، احتیاط احتیاط۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست۔ پس بہر دستے نباید داد دست

بہت سے ابلیس انسانی شکل میں ہیں پس ہر ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہئے۔ (ت)

۳۔ عالم ہو۔

اقول: علم فقہ اسی کی اپنی ضرورت کے قابل کافی ہو اور لازم کہ عقائد اہل سنت سے پورا واقف ہو، کفر و اسلام اور ضلالت و ہدایت کے فرق کا خوب عارف ہو، ورنہ آج بد مذہب نہیں کل ہو جائے گا۔

فمن لم يعرف الشر فيوما يقع فيه

جو شر سے آگاہ نہیں ایک دن اس میں پڑ جائے گا۔ (ت)

صدہا کلمات وحرکات ہیں جن سے کفر لازم آتا ہے اور جاہل براہ جہالت ان میں پڑ جاتے ہیں، اول تو خبر ہی نہیں ہوتی کہ ان کے قول یا فعل سے کفر سرزد ہوا، اور بے اطلاع توبہ ناممکن، تو مبتلا کے مبتلا ہی رہے اور اگر کوئی خبر دے تو ایک سلیم الطبع جاہل ڈر بھی جائے، توبہ بھی کر لے مگر وہ جو سجادۂ مشیخت پر ہادی ومرشد بنے بیٹھے ہیں ان کی عظمت کہ خود ان کے قلوب میں ہے کب قبول کرنے دے۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ (البقرۃ،۲۰۶)

اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈرو تو اسے اور ضد چڑھے گناہ کی۔

(کنز الایمان)

اور اگر ایسے ہی حق پرست ہوئے اور مانا تو کتنا، اتنا کہ آپ توبہ کرلیں گے۔ قول فعل کفر سے جو بیعت فسخ ہوگئی اب کسی کے ہاتھ پر بیعت کریں اور شجرہ اس جدید شیخ کے نام سے دیں اگر چہ شیخ اول ہی کا خلیفہ ہو، یہ ان کا نفس کیونکر گوارا کرے نہ اسی پر راضی ہوں گے کہ آج سے سلسلہ بند کریں، مرید کرنا چھوڑیں۔ لامحالہ وہی سلسلہ کہ ٹوٹ چکا جاری رکھیں گے، لہٰذا عالم عقائد ہونا لازم۔

۴۔ فاسق معلن نہ ہو۔

اقول: اس شرط پر حصول اتصال کا توقف نہیں کہ صرف فسق باعث فسخ نہیں، مگر

پیر کی تعظیم لازم ہے اور فاسق کی توہین واجب، دونوں کا اجتماع باطل۔

امام زیلعی فاسق کے بارے میں فرماتے ہیں

فی تقدیمه للامامة تعظیمه قدو جب علیهم اهانته شرعا۔

(تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ۔ا،ص ۱۳۴ باب الامامة ۔ بولاق مصر)

امامت کے لئے اسے آگے کرنے میں اس کی تعظیم ہے اور شرع میں اس کی توہین واجب ہے۔(ت)

● **ثانی**: شیخ ایصال، کہ شرائط مذکورہ کے ساتھ نفس کے فسادات، شیطان کے مکر، فریب اور خواہشات کا شکار ہونے سے آگاہ ہو۔ دوسرے کی تربیت جانتا اور اپنے متوصل پر شفقت تامہ رکھتا ہو کہ اس کے عیوب پر اسے مطلع کرے، ان کا علاج بتائے، جو مشکلات اس راہ میں پیش آئیں حل فرمائے۔ نہ محض سالک ہو، نہ نرا مجذوب۔

عوارف المعارف میں ہے

محض سالک اور نرا مجذوب دونوں قابل پیری نہیں۔

اس کی وجہ بتاتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں

اس لئے کہ اول یعنی سالک خود ہنوز راہ میں ہے۔ اور دوسرا یعنی مجذوب طریق تربیت سے غافل، بلکہ مجذوب سالک ہو یا سالک مجذوب، اور اول یعنی مجذوب سالک ہونا اولیٰ ہے۔ اس لئے کہ وہ مراد ہے اور یہ مرید۔

بیعت کی دو قسم

اس تفصیل کے بعد امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ

پھر بیعت دو قسم ہے۔

● **پہلی**: بیعت برکت، کہ صرف تبرک کے لئے داخل سلسلہ ہو جانا، آج کل عام بیعتیں یہی ہیں وہ بھی نیک نیتوں کی، ورنہ بہتوں کی بیعت دنیاوی اغراض فاسدہ کے لئے ہوتی ہے وہ خارج از بحث ہیں۔ اس بیعت کے لئے شیخ اتصال بس ہے جو

دوں شرائط بیعت کا جامع ہو۔
بیعت برکت کی اس توضیح کے بعد فرماتے ہیں۔
بیکار یہ بھی نہیں، بلکہ مفید اور بہت مفید اور دنیا و آخرت میں بکار آمد ہے، محبوبان
ا کے غلاموں کے دفتر میں نام لکھا جانا، ان سے سلسلہ متصل ہو جانا فی نفسہٖ سعادت
ہے۔ مثلاً

ا۔ان کے خاص غلاموں سالکان راہ سے اس امر میں مشابہت ہے
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

من تشبه بقوم فهو منهم.

(ابوداؤد ۲، ص: ۲۰۳۔ کتاب اللباس۔ باب فی لبس الشہرۃ)

جو جس قوم سے مشابہت کرلے وہ ان ہی میں سے ہے۔
سیدنا شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ”عوارف المعارف
ریف“ میں فرماتے ہیں۔

واعلم ان الخرقة خرقتان، خرقة الارادة و خرقة التبرك، الاصل الذی قصده المشائخ للمريدين خرقة الارادة و خرقة تبرك تشبه بخرقة الارادة فخرقة الارادة للمريد الحقيقی و خرقة تبرك للمتشبه و من تشبه بقوم فهو منهم.

(عوارف المعارف، ص: ۷۹ باب ۱۲۔ المشہد الحسینی قاہرہ)

واضح ہو کہ خرقے دو ہیں
(۱) خرقۂ ارادت (۲) خرقۂ تبرک
مشائخ کا مریدوں سے اصل مطالبہ خرقۂ ارادت ہے اور خرقۂ تبرک کو اس سے
مشابہت ہے۔ تو حقیقی مرید کے لئے خرقۂ ارادت ہے اور مشابہت چاہنے والوں کے
لئے خرقۂ تبرک۔ اور جو کسی قوم سے مشابہت چاہے وہ ان ہی میں سے ہے۔ (ت)

IMG_201707

۲۔ان غلامان خاص کے ساتھ ایک سلک میں منسلک ہونا۔ع

بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است

بلبل کو پھول کی صحبت مل جائے بس کافی ہے۔(ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

هم القوم لا يشقى بهم جليسهم.

(ترمذی ۲،ص:۱۹۹۔ابواب الدعوات۔مسند احمد ۲،ص:۲۵۲۔۳۵۹۔۴۸۳)

وہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی بدبخت نہیں رہتا۔

۳۔محبوبان خدا رحمت کی نشانیاں ہیں وہ اپنا نام لینے والے کو اپنا کر لیتے ہیں اور اس پر نظر رحمت رکھتے ہیں۔

سیدی ابوالحسن نورالدین علی قدس سرہٗ "بہجۃ الاسرار شریف" میں فرماتے ہیں۔

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی گئی اگر کوئی شخص حضور کا نام لیوا ہو اور اس نے نہ حضور غوث اعظم کے دست مبارک پر بیعت کی ہو، نہ حضور کا خرقہ پہنا ہو، کیا وہ آپ کے مریدوں میں شمار ہوگا؟ فرمایا

من انتمىٰ الى و تسمىٰ لى قبله الله تعالىٰ و تاب عليه ان كان على سبيل مكروه وهو من جملة اصحابى وان ربى عزوجل و عدنى ان يدخل اصحابى و اهل مذهبى و كل محب لى الجنة.

(بہجۃ الاسرار،ص:۱۰۱۔ذکر فضل اصحابہ۔البابی مصر)

جو اپنے آپ کو میری طرف نسبت کرے اور اپنا نام میرے غلاموں کے دفتر میں شامل کرے اللہ اسے قبول فرمائے گا اور اگر وہ کسی ناپسندیدہ راہ پر ہو تو اسے توبہ دے گا اور وہ میرے مریدوں کے زمرے میں ہے اور میرے رب عزوجل نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میرے مریدوں اور ہم مذہبوں اور میرے ہر چاہنے والے کو جنت میں داخل فرمائے گا۔

● دوسری: بیعت ارادت، کہ اپنے ارادہ واختیار سے یکسر باہر ہو کر اپنے آپ کو

مرشد، ہادی برحق واصل بحق کے ہاتھ میں بالکل سپرد کردے۔

● اسے مطلقاً اپنا حاکم و مالک اور متصرف جانے
● اس کے چلانے پر راہ سلوک چلے
● کوئی قدم بے اس کی مرضی کے نہ رکھے
● اس کے لئے اس کے بعض احکام یا اپنی ذات میں خود اس کے کچھ کام اگر اس کے نزدیک صحیح نہ معلوم ہوں انہیں افعال خضر علیہ الصلاۃ والسلام کے مثل سمجھے، اپنی عقل کا قصور جانے۔
● اس کی کسی بات پر دل میں بھی اعتراض نہ لائے
● اپنی ہر مشکل اس پر پیش کرے

غرض اس کے ہاتھ میں مردہ بدست زندہ ہو کر رہے۔ یہ بیعت سالکین ہے اور یہی مقصود مشائخ مرشدین ہے، یہی اللہ عزوجل تک پہنچاتی ہے، یہی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے لی ہے، جسے سیدنا عبادہ بن صامت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

بایعنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی السمع والطاعۃ فی العسر والیسر والمنشط والمکرہ وان لاننازع الامر اھلہ۔

(بخاری ۲، ص:۱۰۴۵۔ کتاب الفتن۔ مسلم ۲، ص:۱۲۴۔ کتاب الامارۃ)

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس پر بیعت کی کہ ہر آسانی و دشواری ہر خوشی و ناگواری میں حکم سنیں گے اور اطاعت کریں گے اور صاحب حکم کے کسی حکم میں چوں چرا نہ کریں گے۔

● شیخ ہادی کا حکم رسول کا حکم ہے
● رسول کا حکم اللہ کا حکم
● اور اللہ کے حکم میں مجال دم زدن نہیں۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهٗٓ أَمْرًا أَنْ يَّكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا (الاحزاب،۳۶)

کسی مسلمان مرد وعورت کو نہیں پہنچتا کہ جب اللہ ورسول کسی معاملہ میں حکم فرما دیں تو پھر کام کا کوئی اختیار ہے اور جو اللہ ورسول کی نافرمانی کرے وہ کھلا گمراہ ہوا۔

عوارف شریف میں ارشاد فرمایا

ودخوله فی حکم الشیخ دخوله فی حکم الله و رسوله واحیاء سنة المبایعة. (عوارف المعارف،ص:۷۸ باب ۱۲۔ مشہد حسینی قاہرہ)

شیخ کے زیر حکم ہونا اللہ ورسول کے زیر حکم ہونا ہے اور اس بیعت کی سنت کا زندہ کرنا۔

نیز اسی میں فرمایا

ولا یکون هذا الا لمرید حصر نفسه مع الشیخ وانسلخ من ارادة نفسه و فنی فی الشیخ بترک اختیار نفسه. (حوالہ مذکور)

یہ نہیں ہوتا مگر اس مرید کے لئے جس نے اپنی جان کو شیخ کی قید میں کر دیا اور اپنے ارادے سے بالکل باہر آیا اپنا اختیار چھوڑ کر شیخ میں فنا ہو گیا۔

پھر فرمایا۔

و یحذر الاعتراض علی الشیوخ فانه السم القاتل للمریدین وقل ان یکون مرید یعترض علی الشیخ بباطنه فیفلح و یذکر المرید فی کل ما اشکل علیه من تصاریف الشیخ قصة الخضر علیه السلام کیف کان یصدر من الخضر تصاریف ینکرها موسیٰ ثم لما کشف له عن معناها بان لموسیٰ وجه الصواب فی ذلک فهکذا ینبغی للمرید ان یعلم ان کل تصرف اشکل علیه صحته من الشیخ عند الشیخ فیه بیان و برهان للصحة. (عوارف المعارف،ص:۷۹۔ باب ۱۲۔ مشہد حسینی قاہرہ)

پیروں پراعتراض سے بچے کہ یہ مریدوں کے لئے زہر قاتل ہے، کم کوئی مرید ہوگا جو اپنے دل میں شیخ پر کوئی اعتراض کرے پھر فلاح پائے، شیخ کے تصرفات سے جو کچھ اسے صحیح نہ معلوم ہوتے ہوں ان میں خضر علیہ الصلاۃ والسلام کے واقعات یاد کر لے کیونکہ ان سے وہ باتیں صادر ہوتی تھیں بظاہر جن پر سخت اعتراض تھا (جیسے مسکینوں کی کشتی میں سوراخ کر دینا، بے گناہ بچے کو قتل کر دینا، دیوار کو سیدھا کر دینا) پھر جب وہ اس کی وجہ بتاتے تھے ظاہر ہو جاتا تھا کہ حق یہی تھا جو انہوں نے کہا۔ یوں ہی مرید کو یقین رکھنا چاہئے کہ شیخ کا جو فعل مجھے صحیح معلوم نہیں ہوتا، شیخ کے پاس اس کی صحت پر دلیل قطعی ہے۔

امام ابوالقاسم قشیری رسالہ میں فرماتے ہیں، میں نے حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی کو فرماتے سنا کہ ان سے ان کے شیخ حضرت ابوسہل صعلوکی نے فرمایا۔

من قال لا ستاذہ لِمَ لا یفلح ابدا.

(رسالہ قشیریہ، ص: ۱۵۰۔ باب حفظ قلوب المشائخ۔ البابی مصر)

جو اپنے پیر سے کسی بات میں کیوں کہے گا کبھی فلاح نہ پائے۔

اس تفصیل کے بعد اب حکم مسئلہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں۔

جب یہ اقسام معلوم ہو لئے تو اب حکم مسئلہ کی طرف چلئے،

مطلق فلاح کے لئے مرشد عام کی قطعاً ضرورت ہے، فلاح تقویٰ ہو یا فلاح احسان، مرشد عام سے جدا ہو کر ہرگز نہیں مل سکتی اگرچہ مرشد خاص رکھتا بلکہ خود مرشد خاص بنتا ہو۔

مرشد عام سے جدائی دو قسم ہے

جس طرح انسانی فلاح کے لئے مرشد کی ضرورت ہے خواہ مرشد خاص ہو یا مرشد عام، کیونکہ مرشد کے بغیر آدمی فلاح کی منزل میں نہیں پہنچ سکتا، یوں ہی انسان کے بعض

اعمال وعقائد ایسے ہوتے ہیں جن سے وہ مرشد کے دائرہ ارشاد سے نکل جاتا ہے۔

● اگر اعمال خراب ہوں یا وہ گناہوں کا مرتکب ہے یا اور دیگر آداب شرع بجا نہ لائے تو ان باتوں کی وجہ سے مرشد سے اس کی جدائی تو ہو جائے گی مگر وہ بے پیرا یا شیطان کا مرید نہ ہوگا اگرچہ نافرمانیوں کے باعث وہ فلاح پر نہیں، کیونکہ مرشد عام سے ابھی نسبت باقی ہے۔

● اور اگر اس کے عقائد میں فتور ہو اور مسلمات شرعیہ کا انکار کرے تو مرشد عام سے بالکلیہ اس کی جدائی ہو جائے گی۔ یہ بے فلاح ہونے کے ساتھ بے پیرا بھی ہوگا بلکہ اس کا پیر شیطان لعین ہوگا۔ کیونکہ انکار کی بناء پر مرشد عام سے تعلق قطع ہو گیا۔

اس مضمون کی مزید تفصیل و وضاحت کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

مرشد عام سے جدائی دو طرح ہے

● قسم اول: صرف عمل میں جدائی

جیسے کسی کبیرے کا مرتکب یا صغیرے پر اصرار کرنے والا، اور اس سے بدتر ہے وہ جاہل کہ علماء کی طرف رجوع ہی نہ لائے اور اس سے بدتر یہ بات ہے کہ جہالت کے باوجود ذی رائے بنے، احکام علماء میں اپنی رائے کو دخل دے، یا حکم کے خلاف اپنے یہاں کے باطل رواج پر اڑے اور اسے حدیث وفقہ سے بتا دیا جائے کہ یہ رواج بے اصل ہے جب بھی اسی کو حق کہے۔ بہر حال یہ لوگ فلاح پر نہیں، اور بعض لوگ بعض سے زائد ہلاکت میں ہیں۔ مگر صرف ترک عمل کے سبب نہ بے پیرا ہو نہ اس کا پیر شیطان، جبکہ اولیاء وعلمائے دین کا سچے دل سے معتقد ہو اگرچہ شامت نفس نافرمانی پر لائے کہ بیعت جس طرح باعتبار پیر خاص دو قسم تھی یوں ہی باعتبار مرشد عام بھی دو قسم ہے، اگر اس کے حکم پر چلتا ہے بیعت ارادت رکھتا ہے ورنہ بیعت برکت سے خالی نہیں کہ ایمان واعتقاد تو ہے۔ تو گنہگار سنی اگر چاروں شرائط کے جامع پیر کا مرید ہے تو ٹھیک ہے ورنہ حسن اعتقاد کے سبب سے مرشد عام سے نسبت رکھنے والوں میں ہے

اگر چہ نافرمانی کے باعث فلاح پر نہیں۔

● قسم دوم: منکر ہو کر جدائی، جیسے

ا- وہ ابلیسی مسخرے کہ علمائے دین پر ہنستے اور ان کے احکام کو لغو سمجھتے ہیں، ان ہی میں وہ فقر کے جھوٹے دعویدار ہیں جو کہتے ہیں کہ عالموں فقیروں کی ہمیشہ سے ہوتی آئی ہے، یہاں تک کہ بعض خبیثوں صاحب سجادہ بلکہ قطب وقت بننے والوں کو یہ لفظ کہتے سنے گئے کہ عالم کون ہے، سب پنڈت ہیں۔ عالم تو وہ جو انبیاء بنی اسرائیل کے سے معجزے دکھائے۔

۲- وہ دہریے ملحد فقیر وولی بننے والے، کہ کہتے ہیں شریعت راستہ ہے ہم تو پہنچ گئے، ہمیں راستے سے کیا کام۔

امام ابوالقاسم قشیری قدس سرہٗ رسالہ مبارکہ میں فرماتے ہیں

سیدی ابوعلی رودباری بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصر میں اقامت فرمائی اور وہیں پر ۳۲۲ھ میں وفات پائی۔ سید الطائفہ جنید بغدادی وحضرت ابوالحسین احمد نوری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اصحاب سے ہیں مشائخ میں ان سے زیادہ علم طریقت کسی کو نہ تھا۔

سئل عمن یسمع الملاھی ویقول ھی لی حلال لانی وصلت الی درجة لا توثرفی اختلاف الاحوال فقال نعم قد وصل ولکن الی سقر۔

(رسالہ قشیریہ، ص ۲۶۔ منھم ابوعلی رودباری۔ البابی مصر)

اس جناب میں سوال ہوا کہ ایک شخص مزامیر سنتا اور کہتا ہے یہ میرے لئے حلال ہیں اس لئے کہ میں ایسے درجے تک پہنچ گیا کہ احوال کا اختلاف مجھ پر کچھ اثر نہیں ڈالتا، فرمایا ہاں پہنچا تو ضرور، مگر کہاں تک، جہنم تک۔

عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہٗ کتاب ''الیواقیت والجواھر فی عقائد الاکابر'' میں فرماتے ہیں

حضور سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کی گئی کچھ لوگ کہتے ہیں

ان التکالیف کانت و سیلة الی الوصول وقد وصلنا۔

شریعت کے احکام تو وصول کے وسیلہ تھے اور ہم واصل ہو گئے۔۔۔فرمایا

صدقوا فی الوصول ولکن الی سقر والذی یسرق و یزنی خیر ممن یعتقد ذلک۔ (الیواقیت والجواہر، ص۲۷۲ بحث ۲۶۔ التراث بیروت)

وہ سچ کہتے ہیں واصل تو ضرور ہوئے مگر جہنم تک، چور اور زانی ایسے عقیدے والوں سے بہتر ہیں۔

۳-وہ جاہل یا گمراہ کہ بے پڑھے یا کتابیں پڑھ کر بزعم خود عالم بن کر ائمہ سے بے نیاز ہو بیٹھے جیسا کہ قرآن وحدیث، ابو حنیفہ وشافعی سمجھتے تھے ان کے زعم میں یہ بھی سمجھتے ہیں بلکہ ان سے بھی بہتر، کہ انہوں نے قرآن وحدیث کے خلاف حکم دیئے، یہ ان کی غلطیاں نکال رہے ہیں۔ یہ گمراہ بددین غیر مقلد ہوئے۔

۴-اس سے بدتر وہابیت کی اصل علت کہ "تقویۃ الایمان" پر سر منڈا بیٹھے، اس کے مقابل قرآن وحدیث پس پشت پھینک دیئے، اللہ ورسول (جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تک اس ناپاک کتاب کے طور پر معاذ اللہ مشرک ٹھہریں اور یہ اللہ ورسول کو پیٹھ دے کر اسی کے مسائل پر ایمان لائیں۔

۵-ان سے بدتر ان میں دیوبندی کہ انہوں نے گنگوہی ونانوتوی وتھانوی اپنے احبار ورہبان کے کفر کو اسلام بنانے کے لئے اللہ ورسول کو سخت گالیاں قبول کیں۔

۶-قادیانی (۷) نیچری (۸) چکڑالوی (۹) روافض (۱۰) خوارج (۱۱) نواصب (۱۲) معتزلہ وغیرہم۔

بالجملہ جملہ مرتدین یا گمراہ ضالین معاندین دین کہ سب مرشد عام کے مخالف ومنکر ہیں، یہ اشد ہالک ہیں اور ان سب کا پیر شیطان، اگرچہ بظاہر کسی کی بیعت کا نام لیں بلکہ خود پیر وولی وقطب بنیں۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (المجادلۃ:۱۹)

شیطان نے انہیں اپنے گھیرے میں لے کر اللہ تعالیٰ کی یاد بھلا دی وہی شیطان کے گروہ ہیں سنتا ہے شیطان ہی کے گروہ زیاں کار ہیں۔

فلاح تقویٰ

یہ ثابت ہو چکا کہ مطلق فلاح کے لئے مرشد عام کی شدید ضرورت ہے اس کے بغیر کسی کو کوئی فلاح مل نہیں سکتی خواہ فلاح تقویٰ ہو یا فلاح احسان، البتہ فلاح تقویٰ کے لئے اس عتبار سے مرشد خاص کی حاجت نہیں کہ آدمی اپنے علم ومعلومات اور ائمہ و علماء کی کتابوں وغیرہ سے متقی بن سکتا ہے، یعنی پیر خاص کی امداد کے بغیر وہ فلاح تقویٰ کی منزل پر فائز ہوسکتا ہے کیونکہ فلاح تقویٰ بھی فلاح ہے۔ لہٰذا نہ یہ بے پیرا ہے نہ اس کا پیر شیطان۔ صرف اتنا ہے کہ اس نے مرشد خاص سے بیعت حاصل نہ کی مگر مرشد عام سے جدا ہو کر کسی طرح کی کوئی فلاح نہیں مل سکتی۔

فلاح تقویٰ سے متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں

اس کے لئے مرشد خاص کی ضرورت اس معنی کے اعتبار سے نہیں کہ بے اس کے یہ فلاح مل ہی نہ سکے جیسا کہ فلاح ظاہر کے بیان میں گزرا۔ اس کے احکام واضح ہیں، آدمی اپنے علم سے یا علماء سے پوچھ پوچھ کر متقی بن سکتا ہے، اعمال قلب میں اگرچہ بعض باریکیاں ہیں مگر وہ محدود ہیں، بعض ائمہ نے اپنی کتب میں ان کی تشریح کی ہے۔ جیسے ابو طالب مکی (قوت القلوب) اور امام حجۃ الاسلام غزالی نے (احیاء العلوم وغیرہ میں) اعمال قلب کی باریکیاں بیان کی ہیں۔

تو فلاح تقویٰ کی راہ بے بیعت بھی کشادہ اور اس کا دروازہ کھلا ہوا ہے، یہ اس وقت ہے جبکہ اسی قدر پر اکتفا کرے۔ ہم اوپر بیان کر آئے کہ غیر متقی سنی بھی بے پیرا نہیں تو متقی کیوں کر بے پیرا یا مرید شیطان ہوسکتا ہے اگرچہ کسی خاص کے ہاتھ پر بیعت نہ کی ہو کہ یہ جس راہ میں ہے اس میں مرشد عام کے سوا مرشد خاص کی ضرورت ہی نہیں، تو جتنا پیرا سے درکار ہے وہ حاصل ہے تو اولیاء کا قول دوم (کہ جس کے لئے

شیخ نہیں اس کا شیخ شیطان ہے) اس سے متعلق نہیں ہوسکتا۔ اور قول اول (کہ بے پیر ا فلاح نہیں پاتا) یہ تو بداہۃً اس پر صادق نہیں، فلاح تقویٰ بلا شبہ فلاح ہے اگر چہ فلاح احسان اس سے اعظم واجل ہے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا (النساء،۳۱)

اگر تم کبیرہ گناہوں سے بچے تو ہم تمہاری برائیاں مٹا دیں گے اور تمہیں عزت والے مکان میں داخل فرمائیں گے۔

یہ بلا شبہ فوز عظیم ہے۔ مولیٰ تعالیٰ نے اہل تقویٰ واہل احسان دونوں کے لئے اپنی معیت ارشاد فرمائی۔

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ (النحل،۱۲۸)

بیشک اللہ متقیوں کے ساتھ ہے اور ان کے ساتھ جو اہل احسان ہیں۔

دیکھو یہ کیسا فضل عظیم ہے، فلاح کے لئے اور کیا چاہئے۔

فلاح تقویٰ کی اس توضیح کے بعد امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

بات یہ ہے کہ تقویٰ عموماً ہر مسلمان پر فرض عین ہے اور اس فلاح یعنی عذاب سے رستگاری کے لیے بفضل الٰہی حسب وعدۂ صادقہ کافی ووافی۔

احسان یعنی سلوک راہ ولایت اعلیٰ درجے کا محبوب ومطلوب ہے مگر تقویٰ کی طرح فرض نہیں ورنہ اولیاء کے سوا کہ ہر دور میں صرف ایک لاکھ چوبیں ہزار ہوتے ہیں باقی کروڑ ہا کروڑ مسلمان، ہزار ہا علماء وصلحاء سب معاذ اللہ تارک فرض وفساق ہوں، اولیاء نے بھی کبھی اس راہ کی عام دعوت نہ دی، کروڑوں میں معدودے چند کو اس پر چلایا اور اس کے طالبوں میں سے بھی جسے اس بار کے قابل نہ پایا اسے واپس فرمایا۔ اگر احسان فرض ہوتا تو فرض سے واپس کرنا کیونکر ممکن تھا۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (البقرۃ،۲۸۶)

اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔ (کنز الایمان)

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰهَا (الطلاق،۷)

اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں رکھتا مگر اسی قابل جتنا اسے دیا ہے۔ (کنز الایمان)

عوارف شریف میں ہے۔

اما خرقة التبرک فیطلبها من مقصود التبرک بزی القوم و مثل هذا لا یطالب بشرائط الصحة بل یوصی بلزوم حدود الشرع و مخالطة هذه الطائفة لتعود علیه برکتهم ویتأدب بآدابهم فسوف یرقیه ذلک الی الاهلیة لخرقة الارادة فعلی هذه خرقة التبرک مبذولة لکل طالب و خرقة الارادة ممنوعة الامن الصادق الراغب.

(عوارف المعارف، ص:۸۰ باب ۱۲۔ مشہد حسینی قاہرہ)

جو شخص خرقۂ تبرک کا خواہاں ہے تو اس کا مقصود صرف یہ ہے کہ وہ صوفیہ کے اس لباس سے برکت حاصل کرے اس کے لئے وہ تمام شرائط ملحوظ نہیں رکھے جاتے جو خرقہ ارادت کے لئے ضروری ہیں بلکہ صرف اتنا کہیں گے کہ شریعت کا پابند رہ اور اولیاء کی صحبت اختیار کر، شاید اس کی برکت اسے خرقۂ ارادت کا اہل کر دے۔ یہی وجہ ہے کہ خرقۂ تبرک تو ہر طالب حقیقت کو دیا جا سکتا ہے مگر خرقۂ ارادت صرف طالب صادق کے لئے مخصوص ہے۔

تو ظاہر ہوا کہ بیعت کا ترک فلاح کے منافی نہیں، نہ کہ معاذ اللہ مرید شیطان کردے۔ اکابر علماء وائمہ میں ہزار ہا وہ گزرے ہیں جن سے یہ بیعت خاصہ ثابت نہیں، یا بیعت کی تو آخر عمر میں حصول مرتبۂ امامت کے بعد اور وہ بھی بیعت برکت، جیسے امام ابن حجر عسقلانی نے سیدی مدین قدس سرہٗ کے دست مبارک پر بیعت کی۔

وہ شخص جس نے بیعت نہ کی، کسی کو مرشد خاص نہ بنایا وہ فلاح وتقویٰ والا اس وقت ہے جبکہ بیعت کا مطلق انکار نہ کرے، اسے باطل وبیکار نہ سمجھے ورنہ وہ گمراہ و بے فلاح ہوگا۔ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

فرماتے ہیں۔

ہاں جو بیعت کا ترک بوجہ انکار کرے، اسے باطل ولغو جانے وہ ضرور گمراہ اور بے فلاح ومرید شیطان ہے جبکہ انکار مطلق ہو۔ اور اگر اپنے زمانے وشہر میں کسی کو بیعت کے لئے کافی نہ جانے تو اس کا حکم اختلاف منشا سے مختلف ہوگا۔

● اگر یہ بات اپنے تکبر کے باعث ہے تو اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَکَبِّرِیْنَ (الزمر، ۶۰) کیا جہنم میں متکبروں کا ٹھکانہ نہیں۔

● اور اگر بلا وجہ شرعی اپنی بدگمانی کے باعث سب کو نااہل جانے تو یہ بھی کبیرہ ہے اور مرتکب کبیرہ مفلح نہیں۔

● اور اگر ان میں وہ باتیں ہیں کہ اشتباہ میں ڈالتی ہیں اور یہ بنظر احتیاط بچتا ہے تو الزام نہیں۔

ان من الحزم سوء الظن دع مایریبک الی مالا یریبک

(ترمذی ۲، ص:۷۸ باب من ابواب صفة یوم القیمة)

بیشک احتیاط میں داخل ہے برا پہلو بچنے کے لئے سوچ لینا جس بات میں تمہیں دغدغہ ہو اسے چھوڑ کر وہ اختیار کر جو بے دغدغہ ہو۔

فلاح احسان

فلاح تقویٰ پر بحث وتمحیص کے بعد فلاح احسان سے متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

فلاح احسان کے لئے بیشک مرشد خاص کی حاجت ہے اور وہ بھی شیخ ایصال کی، شیخ اتصال اس کے لئے کافی نہیں اور اس کے ہاتھ پر بھی بیعت ارادت ہو۔ بیعت برکت یہاں بس نہیں۔

اس راہ میں وہ شدید باریکیاں اور سخت تاریکیاں ہیں کہ جب تک کامل مکمل اس راہ کے جملہ نشیب وفراز سے آگاہ وماہر حل نہ کرے حل نہ ہوں گی، نہ کتب سلوک کا مطالعہ کام دے گا کہ یہ دقائق تقویٰ کی طرح محدود ومعدود نہیں جن کا ضبط کتاب کر سکے۔

الطرق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق

اللہ تک راستے اتنے ہیں جتنی تمام مخلوقات کی سانسیں۔

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

ان اللہ لا یتجلی لعبد فی صفتین ولا فی صفة لعبدین.

(بہجۃ الاسرار، ص ۸۲، فصول من کلامہ مرصعا الخ۔ البابی مصر)

اللہ عزوجل نہ ایک بندے پر دو صفتوں میں تجلی فرمائے نہ ایک صفت سے دو بندوں پر۔

اور راہ کی دشواریاں، باریکیاں، گھاٹیاں جدا ہیں جن کو نہ یہ خود سمجھ سکے گا نہ کتاب بتائے گی اور وہ پرانا دشمن مکار پرفن ابلیس لعین ہر وقت ساتھ ہے۔ اگر بتانے والا آنکھیں کھولنے والا ہاتھ پکڑنے والا مدد فرمانے والا ساتھ نہ ہو تو خدا جانے کس کھوہ میں گرائے، کس گھاٹی میں ہلاک کرے، ممکن ہے کہ سلوک درکنار معاذ اللہ ایمان تک ہاتھ سے جائے، جیسا کہ بارہا واقع ہو چکا ہے۔ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ابلیس کے مکر کو رد فرمانا اور اس کا کہنا اے عبد القادر! تمہیں تمہارے علم نے بچالیا ورنہ اسی دھوکے سے میں نے ستر اہل طریق ہلاک کئے ہیں، معروف ومشہور اور بہجۃ الاسرار وغیرہ کتب ائمہ میں مروی وموجود ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ

فلاح احسان کی راہ باریک اور منزل تک رسائی مرشد کے بغیر دشوار ہے۔ پیر کامل ہی اس راستے کے مشکلات کو حل کر سکتا ہے کیونکہ حدیث جبریل میں جس احسان کا تذکرہ ہے (کہ عبادت اس طرح کرے جیسے بندہ خدا کو دیکھ رہا ہو ورنہ اتنا تصور ضرور ہو کہ خدا بندے کو دیکھ رہا ہے) واقعی وہ ہر ایک کا حصہ نہیں۔ فلاح احسان کی دشواریوں کے پیش نظر کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس کے مرشد خاص میں کمی ہے یا مرشد عام اس کی رہنمائی سے عاجز ہے، نہیں ہرگز نہیں، بلکہ کمی تو اس سالک کی ہے جس نے اس راستے پر قدم رکھا ہے۔ اس شبہ کا ازالہ کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

فرماتے ہیں۔

حاشا! یہ مرشد عام کا عجز نہیں بلکہ اس کے سمجھنے سے سالک کا عجز ہے، مرشد عام میں سب کچھ ہے

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ (الانعام،۳۸)

ہم نے کتاب میں کوئی چیز اٹھا نہ رکھی

مگر احکام ظاہر عام لوگ نہیں سمجھ سکتے جس کے سبب عوام کو علماء، علماء کو ائمہ، ائمہ کو رسول کی طرف رجوع فرض ہوئی کہ

فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (النحل،۴۳)

ذکر والوں سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے

یہی حکم یہاں بھی ہے اور یہاں اہل الذکر وہ مرشد خاص باوصاف مذکورہ ہے تو جو اس راہ میں قدم رکھے اور

۱۔ کسی کو پیر نہ بنائے

۲۔ کسی بدعتی

۳۔ کسی جاہل کا مرید ہو جو پیر اتصال بھی نہیں

۴۔ ایسے پیر کا مرید ہو جو صرف پیر اتصال ہے قابل ایصال نہیں اور اس کے بھروسے پر یہ راہ طے کرنا چاہے۔

۵۔ شیخ ایصال ہی کا مرید ہو مگر خودرائی برتے، اس کے احکام پر نہ چلے، تو یہ شخص اس فلاح کو نہ پہنچے گا۔ اور اس راہ میں ضرور اس کا پیر شیطان ہو گا جس سے تعجب نہیں کہ اسے فلاح بلکہ نفس ایمان سے دور کر دے۔

اس کے بعد امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں

بلکہ شیخ ایصال کا نہ ہونا ہی تعجب ہے، یہ نہ سمجھو کہ غلطی پڑے گی تو اسی قدر کہ اس راہ میں بھکے گا یہ فرض نہ تھی کہ اس کے نہ پانے سے اصل فلاح نہ رہے، نہیں نہیں عدو لعین تو دشمن ایمان ہے وقت وموقع کا منتظر ہے وہ کرشمے دکھاتا ہے جن سے عقائد

ایمانی پرحرف آتا ہے۔ آدمی ایک بات سنے ہوئے اور اب آنکھوں سے اس کے خلاف دیکھے تو کس قدر مشکل ہے کہ اپنے مشاہدے کو غلط جانے اور اسی اعتقاد پر جما رہے حالانکہ

لیس الخبر کالمعاینة

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

سنی ہوئی بات دیکھنے کی مانند کب ہوسکتی ہے۔(ت)

پیر کامل کو چاہئے کہ ان شبہات کا ازالہ کرے۔

رسالہ مبارکہ امام قشیری میں ہے

اعلم ان فی ھذہ الحالة قلما یخلو المرید فی اوان خلوته فی ابتداء ارادته من الوساوس فی الاعتقاد.

(رسالہ قشیریہ،ص:۱۸۲۔باب الوصیۃ للمریدین۔البابی مصر)

واضح ہو کہ اس حالت میں ابتدائے ارادت کے زمانۂ خلوت میں کم کوئی مرید ہوگا جسے اعتقاد میں وسوسے نہ آتے ہوں۔(ت)

پھر امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں

غالب یہی ہے کہ بے پیر اس راہ کا چلنے والا ان آفتوں میں گرفتار ہو جاتا ہے اور گرگ شیطان اسے بے راعی کی بھیڑ پا کر نوالہ کر لیتا ہے اگر چہ ممکن کہ لاکھوں میں ایک ایسا ہو جسے جذب ربانی ہی کفایت و کفالت کرے اور بے توسط پیر اسے نفس و شیطان کے مکر و فریب سے بچا کر نکال لے جائے اس کے لئے مرشد عام، مرشد خاص کا کام دے گا، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے مرشد خاص ہوں گے کہ بے توسط نبی کوئی وصول ممکن نہیں۔ مگر یہ ہے تو نہایت نادر ہے اور نادر کے لئے حکم نہیں ہوتا۔

ثم اقول: بے مرشد خاص اس راہ میں قدم رکھنے والوں میں بڑا خوش نصیب وہ ہے کہ ریاضتیں، چلے، مجاہدے کرے اور اس پر اصلاً فتح باب نہ ہو، راہ ہی نہ کھلے جس کی دشواریاں پیش آئیں۔ یہ اپنی فلاح تقویٰ پر قائم رہے گا دو شرط سے۔

● ایک یہ کہ اس کا مجاہدہ اسے عجب وخود پسندی نہ دلائے، اپنے آپ کو اوروں سے اچھا نہ سمجھنے لگے ورنہ فلاح تقویٰ سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

● دوسرے یہ کہ عظیم محنتوں کے بعد محرومی کی تنگ دلی اسے کسی عظیم امر میں نہ ڈال دے کہ کوئی کلمہ سخت کہہ بیٹھے یا دل سے منکر ہو جائے کہ اس وقت فلاح تو درکنار اس کا پیر شیطان ہو جائے گا اور اگر اپنی کمی سمجھا اور تذلل وانکسار پر قائم رہا تو اس علم سے مستثنیٰ رہے گا، یوں کہ جب راہ نہ کھلی تو راہ چلا ہی نہیں اور اس کے مثل ہوا جو فلاح تقویٰ پر موقوف رہا۔

آیت وسیلہ کے لطائف

قرآن حکیم میں کائنات کے لئے ہدایت وفلاح کی حکیمانہ دعوت موجود ہے، انسانی زندگی کے لئے یہ رہنما اصول اور راہ حق کا داعی ہے اس کے عجائب غیر منتہی اور لطائف لامتناہی ہیں۔

پیری مریدی اور فلاح وارشاد کی اصل آیت وسیلہ ہے اس میں فلاح تقویٰ کی طرف اشارہ کر کے وسیلہ اور مجاہدہ کرنے کی تاکید کی گئی پھر فلاح احسان کا مژدہ دیا گیا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی اس آیت مبارکہ کے بعض نکات کی نشاندہی کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (المائدۃ، ۳۵)

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔ (کنزالایمان)

قرآن کریم کے لطائف لامتناہی ہیں، بیان مذکور سے آیت کریمہ کے مبارک جملوں کا حسن ترتیب واضح ہوا، یہ فلاح احسان کی طرف دعوت ہے، اس کے لئے

تقویٰ کی شرط ہے تو

● پہلے اس کا حکم فرمایا کہ اتقوا الله (اللہ سے ڈرو) اب کہ تقویٰ پر قائم ہوکر راہ احسان میں قدم رکھنا چاہتا ہے اور یہ عادۃً بے وسیلہ شیخ ناممکن ہے۔لہٰذا

● دوسرے مرتبہ میں قبل سلوک تلاش پیر کو مقدم فرمایا وابتغوا الیہ الوسیلة (اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو) اس لئے کہ الرفیق ثم الطریق (پہلے ساتھی تلاش کرو پھر راستہ لو)

● اب کہ سامان مہیا ہولیا اصل مقصود کا حکم دیا کہ جاھدوا فی سبیلہ اس کی راہ میں مجاہدہ کرو، لعلکم تفلحون تا کہ فلاح احسان پاؤ۔

ثم اقول: یہاں سے ظاہر ہوا کہ اس راہ میں فلاح وسیلہ پر موقوف کہ فلاح کو وسیلہ پر مرتب فرمایا تو ثابت ہوا کہ یہاں بے پیرا فلاح نہ پائے گا اور جب فلاح نہ پائے گا، خاسر ہوگا، تو حزب اللہ سے نہ ہوا حزب الشیطان سے ہوگا کہ رب عزوجل فرماتا ہے

اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (المجادلۃ، ۱۹)

سنتا ہے شیطان ہی کا گروہ خاسر ہے

اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (المجادلۃ، ۲۲)

سنتا ہے اللہ ہی کا گروہ فلاح والا ہے۔

تو سوال کا دوسرا جملہ بھی ثابت ہوا کہ ”بے پیرے کا پیر شیطان ہے“

حاصل تحقیق

اس بحث کے آخر میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ حاصل بحث کے طور پر فرماتے ہیں۔

بالجملہ حاصل تحقیق یہ چند جملے ہوئے

ا۔: ہر بدمذہب فلاح سے دور ہلاکت میں چور ہے، مطلقاً بے پیرا ہے اور ابلیس

اس کا پیر۔ اگر چہ بظاہر کسی انسان کا مرید ہو بلکہ خود پیر بنے راہ سلوک میں قدم رکھے رکھے ہر طرح بے فلاح اور بے پیرا ہے۔

۲۔: سنی صحیح العقیدہ کہ راہ سلوک نہ پڑا اگر فسق کرے فلاح پر نہیں مگر پھر بھی نہ بے پیرا ہے نہ اس کا پیر شیطان، بلکہ جس شیخ جامع شرائط کا مرید ہو اس کا مرید ہے ورنہ مرشد عام کا۔

۳۔: اگر یہ تقویٰ کرے تو فلاح پر بھی ہے اور بدستور اپنے شیخ یا مرشد عام کا مرید، غرض سنی کہ سلوک کی تنگیوں میں نہ پڑا کسی خاص بیعت نہ کرنے سے بے پیرا نہیں ہوتا نہ شیطان کا مرید، ہاں فسق کرے تو فلاح پر نہیں اور متقی ہو تو مفلح بھی ہے۔

۴۔: اگر سلوک کی تنگیوں میں بے پیر خاص قدم رکھا اور راہ کھلی ہی نہیں، نہ کوئی مرض مثل عجب وانکار پیدا ہوا تو اپنی پہلی حالت پر ہے اس میں کوئی تغیر نہ آیا شیطان اس کا پیر نہ ہوگا اور متقی تھا تو فلاح پر بھی ہے۔

۵۔: یہ مرض پیدا ہوئے تو فلاح پر نہ رہا اور بحالت انکار وفساد عقیدہ مرید شیطان بھی ہو گیا۔

۶۔: اگر راہ کھلی تو جب تک پیر ایصال کے ہاتھ پر بیعت ارادت نہ رکھتا ہو غالب ہلاک ہے۔

اس بے پیرے کا پیر شیطان ہوگا اگر چہ بظاہر کسی نا قابل پیر یا محض شیخ اتصال کا مرید یا خود شیخ بنتا ہو۔

۸۔: ہاں اگر محض جذب ربانی کفالت فرمائے تو ہر بلا دور ہے اور اس کے پیر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (فتاوی افریقہ، ص: ۱۳۸ تا ۱۶۰۔ فاروقیہ بک ڈپو، دہلی)

(فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۱، ص ۴۹۶ تا ۵۲۰۔ برکات رضا پور بندر)

ہادی راہ خدا کی دو قسم

امام احمد رضا بریلوی کی خدمت میں پیری مریدی سے متعلق ایک استفتا پیش ہوا

اس کا حاصل یہ ہے۔

زید کہتا ہے کہ جو شخص بے پیر ہے وہ گمراہ ہے

بکر کہتا ہے کہ میں اگر چہ کسی شخص سے مرید نہیں مگر اسے برا نہیں جانتا ہوں، شریعت وطریقت کو حق مانتا ہوں۔

آپ نے اس کا جو جواب تحریر فرمایا ہے وہ اگر چہ مفہوم کے اعتبار سے اوپر کے بیان سے ملتا جلتا ہے مگر دونوں میں فرق یہ ہے کہ وہ مختلف اقسام در اقسام پر محیط تفصیلات سے بھر پور ہے اور یہ مختصر مگر جامع ہے۔ اس کی اہمیت اور مزید استفادہ و افادہ کی خاطر اسے ہم یہاں پر درج کر رہے ہیں، نیز اس سے یہ بھی اندازہ ہوگا کہ علوم تصوف پر امام احمد رضا بریلوی کی نظر کتنی وسیع اور گہری تھی۔

آپ فرماتے ہیں

شیخ یعنی مرشد ورا ہنما و ہادی راہ خدا دو طور پر ہے۔

● عام ہادی: کلام اللہ وکلام ائمہ شریعت وطریقت وکلام علمائے اہل ظاہر و باطن ہے۔ اسی سلسلہ صحیحہ پر کہ عوام کا ہادی کلام علما، علماء کا رہنما کلام ائمہ، ائمہ کا مرشد کلام رسول، رسول کا پیشوا کلام اللہ۔

● خاص ہادی: یہ کہ زید کسی خاص بندۂ خدا، ہادی مہتدی قابل پیشوائی و ہدایت، شرائط بیعت کے جامع کے ہاتھ پر بیعت کرے اور اپنے اقوال و افعال و حرکات و سکنات میں اس کی وہ ہدایات جو شریعت وطریقت کے مطابق ہوں ان کا پابند رہے۔

شیخ و مرشد بمعنی اول ہر شخص کو ضرور ہے اور ایسا بے پیر راہ اسلام سے قطعاً دور ہے، اس کی عبادت تباہ و برباد ہے، اس سے سلام کی ابتدا کرنا ممنوع و مکروہ ہے اور روز قیامت وہ گروہ شیطان میں اٹھایا جائے گا۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے

يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ أُنَاسٍ بِإِمَامِهِمْ (بنی اسرائیل، ۷۱)

جس دن ہم ہر گروہ کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔

جب اس شخص نے ائمہ ہدیٰ کو اپنا مرشد وامام نہ مانا تو امام ضلالت یعنی شیطان لعین کا مرید ہوا، لامحالہ روز قیامت اسی کے گروہ میں اٹھے گا۔

بے پیرے کے چار گروہ

حدیث میں ہے کہ بنی اسرائیل میں ۷۲ فرقے تھے اور یہ امت ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی ان میں سے صرف ایک فرقہ ناجی اور جنتی ہوگا جو رسول اور اصحاب رسول کی سنت وطریقے پر رہے گا اس کے علاوہ باقی ۷۲ فرقے جہنمی ہوں گے۔ یاد رکھو کہ یہ فرقے اسلام کے نام لیوا اور کلمہ پڑھنے والے ہوں گے۔ مگر اہل سنت و جماعت جو ما انا علیه و اصحابی کے مصداق ہیں ان کے سوا دوسرے تمام فرقے اسلام سے دور بے فلاح و بے پیرے ہیں۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ

کلمہ گویوں میں اس طرح کے بے پیرے چار گروہ ہو سکتے ہیں۔

اول: وہ کافر جو سرے سے قرآن و حدیث ہی کو نہ مانے، جیسے نیچری کہ حدیثوں کو صراحۃً مردود و بے سود بتاتے ہیں اور قرآن کے یقینی، قطعی معانی حق کو رد کرکے اپنے دل سے گڑھ کر کہانی پہیلی بناتے ہیں۔

دوم: غیر مقلد کہ بظاہر قرآن وحدیث کو مانتے اور ارشادات ائمہ وحاملان شرع متین کو باطل و نامعتبر جانتے ہیں۔ یہ سلسلۂ بیعت توڑ کر براہ راست خدا اور رسول سے ہاتھ ملایا چاہتے ہیں۔

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ (الشعراء، ۲۲۷)

اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ (کنزالایمان)

سوم: وہابیہ مقلدین کہ اگرچہ بظاہر فروع فقہیہ میں تقلید ائمہ کا نام لیتے ہیں مگر اصول وعقائد میں صراحۃً سواد اعظم کے خلاف چلتے ہیں اور اولیائے کرام کے مقامات ومناصب اور تصرفات ومراتب کے نام سے جلتے ہیں۔

چہارم: اسی طرح تمام گروہ ضالہ بد مذہب گمراہ رافضی، خارجی، معتزلی، قدری، جبری وغیرہم (خذلہم اللہ) کہ ان سب نے راہ ھدی چھوڑ کر اپنی ہوا کو امام بنایا اور اپنا سلسلۂ بیعت شیطان لعین سے جا کر ملایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ (الجاثیۃ، ۲۳)

بھلا دیکھو تو وہ جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا ٹھہرالیا۔ (کنزالایمان)

حاصل بحث

بالجملہ کلمہ جامعہ یہی ہے کہ جو اہل بدعت و ہوا ہیں یعنی مخالفان اہل سنت و جماعت وہی اس معنی پر بے پیر صادق اور ان تمام احکام کے ٹھیک مستحق ہیں۔

قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ (التوبۃ، ۳۰)

اللہ انہیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ (کنزالایمان)

سنی صحیح العقیدہ کہ ائمہ ھدیٰ کو مانتا، تقلید ائمہ ضروری جانتا، اولیائے کرام کا سچا معتقد، تمام عقائد میں راہ حق پر مستقیم، وہ ہرگز بے پیر نہیں۔ وہ چاروں مرشدان پاک یعنی کلام خدا اور رسول، وائمہ وعلمائے ظاہر و باطن اس کے پیر ہیں۔ بلکہ اگر اسی حالت پر ہے تو اور لاکھوں مسلمانان اہل سنت کے مثل اس کا ہاتھ شریعت مطہرہ کے ہاتھ میں ہے اگر بظاہر کسی خاص بندۂ خدا کے دست مبارک پر شرف بیعت سے مشرف نہ ہوا ہو۔

عہد ما بالب شیریں دہناں بست خدائے

ماہمہ بندہ و این قوم خداوندانند

ہمارے عہد کو میٹھے منہ والے لوگوں سے خدا نے باندھ دیا ہے، ہم سب بندے ہیں اور یہ لوگ آقا و والی ہیں۔ (ت)

شیخ و مرشد خاص سے بھی اس شخص کو چارہ نہیں جو سلوک راہ طریقت چاہے۔ یہ راہ ایسی نہیں کہ آدمی اپنی رائے سے یا کتابیں دیکھ بھال کر چل سکے، اس میں ہر شخص کو نئے مشکلات اپنی اپنی قابلیت و حالات کے لائق پیش آتے ہیں جس کی عقدہ کشائی

بے توجہ خاص رہبر کامل نہیں ہوسکتی۔ مگر اس کے ترک پر گمراہ ہونے یا عبادات بیکار ہونے کا جبروتی حکم لگانا محض باطل وکذب، صریح ظلم اور دین الٰہی پر افترا ہے۔ اول تو اس راہ کے طالب بہت ہی کم ہیں اور جو طلب بھی کرے تو اس تاریک زمانہ میں صاحب ولایت شیخ کامل کا ہروقت میسر آنا مشکل ہے۔

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست پس بہر دستے نباید داد دست

یعنی بہت سے ابلیس صفت شکل وصورت میں آدمی ہیں پس ہر ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہئے۔ (ت)

ہزاروں علماء وصلحاء گزرے کہ بظاہر اس خاص طریقۂ بیعت میں ان کا منسلک ہونا ثابت نہیں۔ کیا معاذ اللہ انہیں ان سخت احکام کا مصداق کہا جا سکتا ہے؟ اور جو منسلک بھی ہوئے کیا سب ہوش سنبھالتے ہی منسلک ہو گئے تھے؟ حاشا بلکہ بہت اس وقت جبکہ علم ظاہر میں پایۂ امامت تک پہنچ چکے تھے اس وقت تک عیاذاً باللہ ان احکام کے مستحق تھے، یہ سخت جہالت ہے۔

ایک حدیث روایت کی جاتی ہے

الشیخ فی قومه کالنبی فی امته.

(المقاصد الحسنۃ، ص: ۲۵۷۔ حدیث ۶۰۹۔ العلمیۃ بیروت)

شیخ اپنی قوم میں ایسا ہے جیسے نبی اپنی امت میں۔ (ت)

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ اس حدیث کی صحت وضعف پر قدرے کلام کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

مگر اس سے اس قدر ثابت کہ ہادیان راہ خدا کی اطاعت لازم ہے۔ اس میں کیا کلام ہے اس کے لئے خود آیت کریمہ کافی وشاہد ہے

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (النساء، ۵۹)

حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔

(کنزالایمان)

قول راجح ومذہب اصح پر اولی الامر سے مراد علمائے دین ہیں کہ علمائے شریعت و طریقت دونوں کو شامل ہے۔

حدیث مذکور کا اس سے زیادہ یہ معنی لینا کہ جس نے بیعت ظاہری کسی کے ہاتھ پر نہ کی وہ گمراہ ہے ہرگز مفاد حدیث نہیں، یہ افتراء وتہمت ہے۔

ہاں بیعت وامامت کبریٰ کے لئے صحیح حدیث میں ارشاد ہوا

من خلع یدا من طاعة لقی الله یوم القیٰمة لا حجة له و من مات و لیس فی عنقه بیعة مات میتة جاهلیة.

(مسلم ۲،ص: ۱۲۸۔ کتاب الامارۃ۔ باب وجوب ملازمۃ جماعۃ الخ)

جس نے اطاعت سے ہاتھ کھینچا وہ اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن اس حال میں ملے گا کہ اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی۔ اور جو اس حال میں مرے کہ اس کی گردن میں بیعت کا پٹکا نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ (ت)

یہ بھی اس صورت میں ہے کہ امام موجود ہو اور آسانی سے ملے ورنہ اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی طاقت ووسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ (نقاء السلافۃ)

(فتاوی رضویہ مترجم ج ۲۱،ص: ۴۸۰ تا ۴۸۴۔ برکات رضا پور بندر)

بیعت کے معنی اور ایک مرید کا واقعہ

طلب فیض، اتصال سلسلہ اور سعادت وبرکت کے لئے شیخ کامل سے بیعت کی جاتی ہے۔ صوفیہ فرماتے ہیں کہ مرید اپنی مرضی کو شیخ کے تابع کردے اور یہ سمجھے کہ شیخ نے مجھے خرید لیا ہے۔ جب یہ کیفیت ہوگی تو فیض کے چشمے جاری ہوں گے اور دارین کی سعادتیں نصیب ہوں گی۔

بیعت کے معنی اور یحییٰ منیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک خوش بخت مرید کا واقعہ امام احمد رضا بریلوی اس طرح بیان فرماتے ہیں۔

بیعت کے معنی ہیں پورے طور سے بک جانا۔ لوگ بیعت بطور رسم ہوتے ہیں

بیعت کے معنٰی نہیں جانتے ، بیعت اسے کہتے ہیں کہ

حضرت یحیٰ منیری کے ایک مرید دریا میں ڈوب رہے تھے حضرت خضر علیہ السلام ظاہر ہوئے اور فرمایا اپنا ہاتھ مجھے دے کہ تجھے نکال لوں ، ان مرید نے عرض کی یہ ہاتھ حضرت یحیٰ منیری کے ہاتھ میں دے چکا ہوں اب دوسرے کو نہ دوں گا ، حضرت خضر علیہ السلام غائب ہو گئے اور حضرت یحیٰ منیری ظاہر ہوئے اور ان کو نکال لیا۔

(الملفوظ دوم ، ص: ۳۲۴ تخریج شدہ ۔ ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ ، دہلی)

تبدیل بیعت درست ہے یا نہیں

اگر پیر چاروں شرائط کا جامع ہے تو اس کی بیعت توڑ کر دوسرے سے مرید ہونا درست نہیں اسی کو تبدیل بیعت کہتے ہیں ۔ اور اگر اپنے پیر کے بعد اس کے جانشین سے رجوع کرے یا اس کے ہاتھ پر ہاتھ دے تو ایسا کرنے میں حرج نہیں اس کو تبدیل نہیں تجدید بیعت کہتے ہیں ۔ تبدیل بیعت بے وجہ شرعی ممنوع اور تجدید جائز ہے ۔

تبدیل بیعت سے متعلق ایک سوال کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی باندازِ ناصحانہ تحریر فرماتے ہیں ۔

● فی الواقع بے ضرورت صحیحہ پیر کے باوجود غیر کے ہاتھ پر بیعت ارادت سے احتراز لازم سمجھے ۔ پریشاں نظری و آوارہ گردی باعث محرومی ہے ۔

● یا ھذا : قرآن عظیم صاف صاف فرما رہا ہے کہ

رَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ (الزمر ، ۲۹)

ایک غلام صرف ایک مولیٰ کا ہی ہونا بھلا ہے ۔

هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ (الزمر ، ۲۹)

کیا ان دونوں کا حال ایک سا ہے ، سب خوبیاں اللہ کو بلکہ ان کے اکثر نہیں جانتے ۔ (کنزالایمان)

● یا ھذا : پیر صادق قبلہ توجہ ہے اور قبلہ انحراف ہو تو نماز نہ ہوگی ، حالانکہ

اَیۡنَمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ وَجۡهُ اللّٰهِ ، فرمایا جاتا ہے (البقرۃ،۱۱۵)
تو تم جدھر منہ کرو ادھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ) ہے۔
(کنزالایمان)

پھر طالبان وجہ اللہ کو یہی حکم سنایا گیا
حَیۡثُ مَا کُنۡتُمۡ فَوَلُّوۡا وُجُوۡهَکُمۡ شَطۡرَهٗ (البقرۃ،۱۴۴)
تم جہاں کہیں ہو اپنا منہ اسی کی طرف کرو۔ (کنزالایمان)
یہ محل محل تحری ہے اور صاحب تحری کا قبلہ قبلۂ تحری، یعنی سمت قبلہ بھولنے کی صورت میں جدھر دل گواہی دے وہی قبلہ ہے۔

● یا ھذا : ازباب وفا، آقایان دنیا کا دروازہ چھوڑ کر دوسرے در پر جانا کورنمکی جانتے ہیں۔

سر اینجا سجدہ اینجا بندگی اینجا قرار اینجا

سر اس جگہ ہے، سجدہ اس جگہ، بندگی اس جگہ، قرار واطمینان اس جگہ ہے۔ (ت)
پھر دنیا کے احسانات کو حضرت شیخ کے احسانات سے کیا نسبت ہے، تعجب تو اس سے ہے جو پیر کے اخلاص ومحبت کا دعویٰ کرے اور اس کے ہوتے این وآن کا دم بھرے۔

چو دل با دلبرے آرام گیرد — ز وصل دیگرے کے کام گیرد
نہی صد دستہ ریحاں پیش بلبل — نخواہد خاطرش جز نکہت گل

جب دل کو ایک محبوب کے ساتھ راحت ملے تو دوسرے سے ملنا کب مقصود ہوگا۔ بلبل کے سامنے ریحان کے سینکڑوں گچھے رکھ دو مگر اس کا دل پھول کی خوشبو کے سوا کسی کو نہ چاہے گا۔ (ت)

● یا ھذا : فیض پیر من وسلویٰ ہے اور لَنۡ نَّصۡبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ (البقرۃ، ۶۱، ہم سے تو ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ ہوگا کنزالایمان)۔ کہنے کا نتیجہ برا۔

فلاتکن اسرائیلیا و کن محمدیا یا تیک رزقک بکرۃ و عشیا.
تو اسرائیلی نہ بن محمدی بن، صبح وشام تیرے پاس رزق آئے گا۔ (ت)

● یا ھذا: باپ پدر گل ہے اور پیر پدر دل، مولیٰ معتق مشت خاک ہے اور پیر معتق جان پاک

تبدیل بیعت کرنے والے اہل ہوس کے زجر کو یہی حدیث بس ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

من ادعی الی غیر ابیہ او انتمی الی غیر موالیہ فعلیہ لعنة اللہ والملائکة والناس اجمعین لا یقبل اللہ منہ صرفا ولا عدلا.

(مسلم، ا، ص: ۴۴۲۔ کتاب الحج۔ باب فضل المدینۃ۔ مسند احمد ا، ص: ۸۱۔ الاسلامی بیروت)

جو اپنے باپ کے سوا دوسرے کو باپ بتائے یا اپنے مولیٰ کے ہوتے غیر کو مولیٰ بنائے اس پر خدا و ملائکہ و ناس سب کی لعنت، اللہ تعالیٰ نہ اس کا فرض قبول کرے نہ نفل۔

● یا ھذا: سعادت مندان ازلی نے خود حکم پیر کے باوجود پیر کو چھوڑنا روا نہ رکھا، اور پھر ترک بھی کیسا کہ چشمہ کے پاس بحر زخار کی بندگی میں آنا تھا مگر آستان پیر کو چھوڑنا گوارا نہ کیا اور ان کا یہ ادب محبوبان خدا نے پسند فرمایا۔

ابوالحسن علی جوسقی کا پیر سے لگاؤ

حضور سید الاولیاء امام العرفاء حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدی علی بن ہیتی قدس سرہ کے یہاں رونق افروز ہوئے، حضرت علی بن ھیتی نے اپنے مرید خاص سیدی ابوالحسن علی جوسقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو حکم دیا کہ خدمت حضرت غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملازمت اختیار کریں۔ اور یہ پہلے فرما چکے تھے کہ میں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلاموں سے ہوں، سیدی ابوالحسن قدس سرہ پیر سے یہ کچھ سن کر اس پر رونے لگے اور آستانہ پیر چھوڑنا کسی طرح نہ چاہا، حضور غوث الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں روتا دیکھ کر فرمایا

ما یحب الا الثدی الذی رضع منہ

جس پستان سے دودھ پیا ہے اس کے غیر کو نہیں چاہتا۔

اور انہیں حکم فرمایا کہ اپنے پیر کی ملازمت میں رہیں۔

(بہجۃ الاسرار، ص: ۲۰۵ ذکر ابوالحسن جوسقی۔ البابی مصر)

ایک پیر بنانے سے متعلق بعض مشائخ کے اقوال

پیر کے اندر اگر کوئی شرعی خامی نہیں تو اس کا دامن چھوڑ کر دوسرے سے منسلک ہونا محرومی کی دلیل ہے یہی وجہ ہے کہ مشائخ وصوفیہ میں ایک ہی پیر بنانے کا طریقہ رائج رہا اور اب تک باقی ہے۔

ایک پیر کا التزام رکھنے سے متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

● سیدی عارف باللہ امام عبد الوہاب شعرانی ''میزان الشریعۃ الکبریٰ'' میں فرماتے ہیں۔

سمعت سیدی علیا الخواص رحمه الله یقول انما امر علماء الشریعة الطالب بالتزام مذهب معین، وعلماء الحقیقة المرید بالتزام شیخ واحد (المیزان الکبریٰ ا،ص: ۲۳۔ فصل فان قلت فاذا انفک الخ۔ البابی مصر)

یعنی میں نے سیدی علی خواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو فرماتے سنا کہ علمائے شریعت نے طالب کو حکم دیا ہے کہ مذہب ائمہ میں خاص ایک مذہب کی تقلید اپنے اوپر لازم کرے، اور علمائے باطن نے مرید کو فرمایا ہے کہ ایک ہی پیر کا التزام رکھے۔ (ت)

اس کے بعد ولی موصوف سیدی علی خواص نے ایک روشن مثال سے اس امر کو واضح فرمایا ہے۔

● امام علامہ محمد عبدری مکی شہیر با بن الحاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''مدخل شریف'' میں فرماتے ہیں۔

المرید یعظمه شیخه ویوثره علی غیره ممن هوفی وقته، لان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم یقول من رزق فی شئی فلیلزمه.

(المدخل ۳، ص ۲۲۳ و ۲۲۴۔ حقیقۃ اخذ العہد۔ العربی بیروت)

یعنی مرید اپنے پیر کی تعظیم کرے اور اسے تمام اولیائے زمانہ پر مرجح رکھے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کسی شئی میں رزق دیا جائے چاہئے کہ اسے لازم پکڑے۔

ایک اور حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

من بورک له فی شئی فلیلزمه

(الاسرار المرفوعۃ، ص ۲۲۵۔ حدیث ۸۸۷۔ العلمیۃ بیروت)

جس کو کسی شئی میں برکت دی گئی ہو تو چاہئے اسے لازم پکڑے۔ (ت)

● اسی مدخل میں ہے

ان المرید له اتساع فی حسن الظن بهم و فی ارتباطه علی شخص واحد یعول علیه فی اموره و یحذر من تقضی اوقاته لغیر فائدة. (المدخل ۳، ص: ۱۶۰ فصل فی دخول المرید الخلوۃ العربی بیروت)

مرید کے لئے وسعت اس میں ہے کہ اپنے زمانہ کے تمام مشائخ کے ساتھ نیک گمان رکھے اور ایک شیخ کے دامن سے وابستہ ہو رہے اور اپنے تمام کاموں میں اس پر اعتماد کرے اور بے فائدہ تضیع اوقات سے بچے۔ (ت)

(نقاء السلافۃ فی البیعۃ والخلافۃ)

حضرت طلحہ کی تجدید بیعت

صوفیہ میں یہ دستور چلا آیا ہے کہ اپنے شیخ کے وصال کے بعد اس کے نائب و جانشین کے ہاتھ پر یا اسی سلسلے کے کسی دوسرے بزرگ سے تجدید بیعت کرتے ہیں، اس بیعت کو جانشیں کی بیعت قرار نہیں دیتے بلکہ وہ اپنے شیخ کا ہی مرید کہلاتا ہے صرف اسے تجدید بیعت یا طلب کہتے ہیں۔ اس پر حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فعل اور امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا قول دلیل واضح ہے۔ یعنی جنگ صفین جو حضرت علی اور امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان برپا ہوئی۔ حضرت طلحہ،

حضرت امیر معاویہ کے لشکر میں تھے۔ زخمی ہونے کے بعد انہیں اپنی خطائے اجتہادی کا احساس ہوا اسی حالت میں امیر المومنین علی سے تجدید بیعت چاہی مگر وہ دور تھے اس لئے ان کے ایک سپاہی کے ہاتھ پر بیعت کی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

حضرت طلحہ کے واقعہ تجدید بیعت کا باقی حصہ امام احمد رضا بریلوی کے حوالے سے یہ ہے۔

جب حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خطائے اجتہادی سے رجوع فرما کر دست حق پرست حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ پر تجدید بیعت چاہی ظالم کے ہاتھ سے زخمی ہو چکے تھے امیر المومنین علی تک وصول کی طاقت نہ تھی، امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے لشکر کا ایک سپاہی گزرا اسے بلا کر حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے ہاتھ پر تجدید بیعت فرمائی اور روح اقدس جوار رحمت الٰہی میں پہنچی۔ امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے یہ حال سن کر فرمایا۔

ابی اللہ ان یدخل طلحة الجنة الا وبیعتی فی عنقه.

اللہ عزوجل نے طلحہ کا جنت میں جانا نہ مانا جب تک میری بیعت ان کی گردن میں نہ ہو۔ (ت)

دیکھو امیر المومنین نے اس بیعت کو اپنی ہی بیعت قرار دیا نہ کہ لشکری کی، اور حضرت طلحہ نے امیر المومنین ہی کو امیر المومنین و مستحق بیعت سمجھا نہ کہ معاذ اللہ لشکری کو۔ (نقاء السلافۃ)

تجدید بیعت کی ایک اور وضاحت

تمام سلاسل بیعت میں سلسلہ قادریہ اعلیٰ واکمل ہے خواہ وہ سلسلہ چشتیہ ونقشبندیہ ہو یا سلسلۂ سہروردیہ ہر ایک میں سلسلۂ قادریہ ممتاز ومنفرد ہے، یہ سمندر اور دوسرے سلسلے نہر کی مانند ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سلسلہ قادریہ کا مرید دوسرے سلسلہ کے شیخ سے تجدید بیعت نہیں کر سکتا۔ اس کے برخلاف سلسلہ چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ کا مرید،

قادریہ سلسلے کے کسی بھی بزرگ سے تجدید بیعت کرسکتا ہے۔

اس مسئلے سے متعلق ایک استفسار کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں

تبدیل بیعت بلا وجہ شرعی ممنوع ہے اور تجدید جائز بلکہ مستحب ہے۔ سلسلۂ عالیہ قادریہ میں نہ ہوا ہو اور اپنے شیخ سے بغیر انحراف کئے اس سلسلۂ عالیہ میں بیعت کرے یہ تبدیل بیعت نہیں بلکہ تجدید ہے کہ جمیع سلاسل اس سلسلۂ اعلیٰ کی طرف راجع ہیں۔

(الملفوظ اول، ص:۹۵۔تخریج شدہ۔ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ، دہلی)

تجدید بیعت سے متعلق ایک اور مقام پر عدی بن مسافر کے معمول کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

عدی بن مسافر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں کسی سلسلے کا آئے اس سے بیعت لے لیتا ہوں سوا غلامان قادری کے کہ بحر کو چھوڑ کر نہر کی طرف کوئی نہیں آتا۔ یعنی جو سلسلہ قادریہ میں مرید ہو وہ کسی دوسرے سلسلہ میں مرید نہیں ہوسکتا۔

(الملفوظ دوم، ص:۳۶۱۔تخریج شدہ۔ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ، دہلی)

حضرت سلمہ بن اکوع کی تجدید بیعت

حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

بیشک ایمان تم میں سے کسی کے باطن میں پرانا پڑ جاتا ہے جیسے کپڑا کہنہ ہو جاتا ہے تو اللہ عزوجل سے مانگو کہ تمہارے دلوں میں ایمان کو تازہ فرمائے۔

(کنز العمال ج ۱، ص:۲۳۴۔دائرۃ المعارف العثمانیۃ حیدرآباد)

دوسری حدیث میں ہے: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

اپنے ایمان تازہ کرو لا الہ الا اللہ بکثرت کہو۔ (مسند احمد ج ۳، ص:۳۰۷۔التراث بیروت)

تجدید ایمان کوئی معیوب یا بری چیز نہیں بلکہ فرمان اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس کا استحسان ثابت ہے یوں ہی تجدید بیعت بھی شرع میں امر مستحسن ہے۔ عہد رسالت میں صحابہ نے بارہا تجدید عہد کی ہے، صوفیہ و اولیاء میں بھی اپنے مشائخ سے

تجدید بیعت کا رواج تھا۔ ایک بزرگ روزانہ رات کو تجدید ایمان اور تجدید نکاح کیا کرتے تھے۔ تجدید ایمان ہو یا تجدید بیعت ان سے امکانی فروگزاشتوں کا ازالہ ہو جاتا ہے، آغاز اسلام ہی سے اہل اسلام میں یہ بات رائج و معمول ہے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک مجلس میں تین بار تجدید بیعت سے متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

عہد رسالت میں بھی تجدید بیعت ہوتی تھی، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سلمہ بن اکوع سے ایک جلسہ میں تین بار بیعت لی۔

۱۔ جہاد کو جا رہے تھے پہلی بار فرمایا سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیعت کی

۲۔ تھوڑی دیر بعد حضور نے فرمایا سلمہ تم بیعت نہ کرو گے؟ عرض کی حضور ابھی کر چکا ہوں، فرمایا وایضاً پھر بھی، انہوں نے پھر بیعت کی

۳۔ اخیر میں جب سب حضرات بیعت سے فارغ ہوئے پھر ارشاد ہوا سلمہ تم بیعت نہ کرو گے؟ عرض کی یا رسول اللہ میں دوبار بیعت کر چکا ہوں، فرمایا وایضاً پھر بھی۔

غرض ایک جلسہ میں سلمہ سے تین بار بیعت لی، ان پر تاکید بیعت میں راز یہ تھا کہ وہ ہمیشہ پیادہ جہاد فرمایا کرتے تھے اور مجمع کفار کا تنہا مقابلہ کرنا ان کے نزدیک کچھ نہ تھا۔

ایک بار عبدالرحمٰن فزاری کہ کافر تھا اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اونٹوں پر آپڑا چرانے والے کو قتل کیا اور اونٹ لے گیا۔ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر ہوئی پہاڑ پر جا کر ایک آواز تو دی کہ یا صباحاہ یعنی دشمن ہے۔ مگر اس کا انتظار نہ کیا کہ کسی نے سنی یا نہیں، کوئی آتا ہے یا نہیں، تنہا ان کافروں کا تعاقب کیا، وہ چار سو تھے اور یہ اکیلے، وہ سوار تھے اور یہ پیادہ، مگر نبوی مدد ان کے ساتھ۔ اس محمدی شیر کے سامنے سے انہیں بھاگتے ہی بنی، اب یہ تعاقب میں ہیں اپنا رجز پڑھتے جاتے ہیں۔

اَنَا سَلَمَۃُ ابْنُ الْاَکْوَع   وَالْیَوْمُ یَوْمُ الرُّضَّع

میں سلمہ بن اکوع ہوں اور تمہاری ذلت و خواری کا دن ہے۔

ایک ہاتھ گھوڑے کی کونچوں پر مارتے ہیں، وہ گرتا ہے سوار زمین پر آتا ہے، دوسرا

ہاتھ اس پر پڑتا ہے وہ جہنم جاتا ہے۔ یہاں تک کہ کافروں کو بھاگنا دشوار ہو گیا، گھوڑوں پر سے اپنے اسباب پھینکنے لگے کہ ہلکے ہو کر زیادہ بھاگیں۔ یہ اسباب سب ایک جگہ جمع فرماتے اور پھر وہی رجز پڑھتے ہوئے ان کا تعاقب کرتے اور انہیں جہنم پہنچاتے۔ یہاں تک کہ شام ہو گئی، کافر ایک پہاڑی پر ٹھہرے، اس کے قریب دوسری پہاڑی پر انہوں نے آرام فرمایا۔ دن ہونے پر وہ اتر کر چلے، وہ اسی طرح ان کے پیچھے اور وہی رجز، وہی قتل، یہاں تک کہ گرد اٹھی یہ قتل وتعاقب کرتے کرتے تھک گئے تھے اندیشہ ہوا کہ مبادا کفار کی مدد آئی ہو، جب دامن گرد پھٹا تکبیروں کی آوازیں آئیں اور دیکھا کہ حضرت ابوقتادہ مع بعض دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم گھوڑوں پر تشریف لا رہے ہیں اب کیا تھا کفار کو گھیر لیا۔ (بخاری ۲، ص: ۶۰۳، کتاب المغازی باب غزوۃ ذات القرد)

فائدہ:

- ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ''فارس رسول اللہ'' صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہا جاتا تھا یعنی لشکر حضور کے سوار۔
- جس طرح سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ''راجل رسول اللہ'' صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یعنی لشکر اقدس کے پیادے۔
- ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود بارگاہ رسالت میں اسد من اسد اللہ و رسولہ فرمایا۔ اللہ و رسول کے شیروں میں سے ایک شیر۔

گھوڑے نے جہاد کی خبر دی

ان (ابوقتادہ) کو اس جہاد کی خبر ان کے گھوڑے نے دی، تھان پر بندھا ہوا چمکا، انہوں نے چمکارا پھر چمکا، فرمایا واللہ کہیں جہاد ہے گھوڑا کس کر سوار ہوئے۔ اب یہ تو معلوم نہیں کہ کدھر جائیں باگ چھوڑ دی اور کہا جدھر تو جانتا ہے چل، گھوڑا اڑا اور یہاں لے آیا۔

اس عبدالرحمٰن فزاری سے پہلے کسی لڑائی میں ان سے وعدۂ جنگ ہو لیا تھا یہ وقت

کے اس پورا ہونے کا آیا، وہ پہلوان تھا اس نے کشتی مانگی انہوں نے قبول فرمائی اس
شیر نے خوک شیطان کو دے مارا، خنجر لے کر اس کے سینے پر سوار ہوئے اس نے کہا
بی بی کے لئے کون ہوگا فرمایا نار اور اس کا گلا کاٹ دیا۔
سرکاری اونٹ اور تمام غنیمتیں اور وہ اسباب کہ جا بجا کفار پھینکتے اور سلمہ رضی اللہ
تعالیٰ عنہ راستے میں جمع فرماتے گئے تھے سب لاکر حاضر بارگاہ انور کیا۔
(بخاری ۲، ص ۶۱۸، ۶۱۹، باب قول اللہ ویوم حنین الخ)
(الملفوظ دوم، ص: ۳۲۴_۳۲۵_تخریج شدہ۔ ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ، دہلی)

شیخ سے ارادت کی اہمیت

اکتساب نور کے لئے اپنے شیخ سے ارادت اہم شرط ہے، اگر سچی ارادت ہے تو
مرید کو پردۂ غیب سے فیض پہنچے گا اگرچہ شیخ باکمال نہ ہو، کیونکہ اگر شیخ کا دامن خالی ہوگا
تو شیخ کا شیخ جو کامل ہوگا اس کی توجہ رہے گی، اگر ارادت نہیں تو فیضان نظر کے چشمے بند
ہو جائیں گے، اس کی بیعت بے پھل درخت کی مانند رہے گی۔ اسی لئے مرید یہ
اعتقاد رکھے کہ میرا پیر تمام شیوخ زمانہ میں میرے لئے سب سے افضل ہے اگر ایسا
اعتقاد نہ ہو تو فائدہ نہ پائے گا۔
ارادت یہ ہے کہ دین ودنیا کی حاجات میں اپنے شیخ ہی کی طرف رجوع کرے،
خدا اور رسول تک ایصال کے لئے اسی کو وسیلہ بنائے غرض پیر کے ہاتھ میں مردہ بدست
زندہ کے مثل رہے۔ جب یہ حالت وکیفیت ہوگی تو فیوض وبرکات کے چشمے کبھی بند نہ
ہوں گے۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں
ارادت شرط اہم ہے بیعت میں، بس مرشد کی ذرا سی توجہ درکار ہے اور دوسری
طرف اگر ارادت نہیں تو کچھ نہیں ہوسکتا۔
اب چند باکمال شیوخ واولیاء کے باکمال وباادب مریدین کے واقعات کے

ضمن میں سچی ارادت کی جلوہ سامانیوں کا نظارہ جمال کریں۔

غوث اعظم کے ایک مرید کی ارادت

ایک صاحب حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلاموں میں سے تھے، انہوں نے واقعہ میں یعنی سوتے جاگتے میں دیکھا کہ ایک ٹیلہ پر یاقوت کی کرسی بچھی ہے اس پر حضرت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف فرما ہیں اور ایک مخلوق جمع ہے، ہر ایک اپنی اپنی چٹھی دیتا ہے، حضرت اس کو بارگاہ رب العزت میں پیش کرتے ہیں، یہ چپکے کھڑے رہے، جب حضرت نے بہت دیر تک انہیں دیکھا اور انہوں نے کچھ نہ کہا تو خود فرمایا

هَاتِ اَعْرِضْ قِصَّتَکَ

لاؤ کہ میں تمہاری عرضی پیش کروں۔

انہوں نے عرض کیا

اَوَشَیْخِی عَزَلُوْہُ

کیا میرے شیخ کو معزول کر دیا گیا۔ فرمایا

وَاللّٰہِ مَاعَزَلُوْہُ وَلَن یَعْزَلُوْہُ

خدا کی قسم ان کو معزول نہیں کیا اور نہ کبھی ان کو معزول کریں گے۔

انہوں نے عرض کی تو بس میرا شیخ کافی ہے۔

آنکھ کھلی حاضر ہوئے دربار میں سرکار غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے، کہ واقعہ عرض کریں قبل اس کے کہ کچھ عرض کریں، حضور نے ارشاد فرمایا

هَاتِ اَعْرِضْ قِصَّتَکَ

لاؤ کہ تمہاری عرضی پیش کروں۔

اس واقعہ کے بعد امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں

ارادت یہ ہے، جب تک مرید یہ اعتقاد نہ رکھے کہ میرا شیخ تمام اولیائے زمانہ

سے میرے لئے بہتر ہے نفع نہ پائے گا۔

علی جوسقی کا ادب وارادت

علی بن ہیتی نے جو حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص خلیفہ ہیں، ایک بار حضور کی دعوت کی، ان کے خاص مرید تھے حضرت علی جوسقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ یہ کھانا لائے خیال کرتے ہیں کہ روٹیاں کس کے سامنے پہلے رکھوں؟ اپنے شیخ کے سامنے رکھتا ہوں تو حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان کے خلاف ہے اور اگر حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے رکھتا ہوں تو ارادت تقاضا نہیں کرتی، انھوں نے روٹیاں اس طرح گھمائیں کہ دونوں کے حضور ایک ساتھ جا کر گریں۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ مرید تمہارا بہت باادب ہے علی بن ہیتی نے عرض کیا بہت ترقیاں کر چکا ہے اب اس کو حضور اپنی خدمت میں لیں، علی جوسقی یہ سنتے ہی ایک کونہ میں گئے اور رونا شروع کیا، حضور نے فرمایا اس کو اپنے ہی پاس رہنے دو جس پستان کا ہلا ہوا ہے اسی سے دودھ پئے گا دوسرے کو نہیں چاہتا۔

(بہجۃ الاسرار ص ۲۰۵ ذکر ابوالحسن علی جوسقی البابی۔ مصر)

یہ واقعہ تحریر کرنے کے بعد امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں۔

اپنے تمام حوائج میں اپنے شیخ ہی کی طرف رجوع کرے۔

(الملفوظ سوم، ص: ۵۲۹۔ ۵۳۰ تخریج شدہ۔ ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ، دہلی)

غوث اعظم سے اعلیٰ حضرت کی ارادت

امام احمد رضا بریلوی کی ایک مجلس میں کسی نے یہ بیان کیا کہ حضرت سیدی احمد زروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے جب کسی کو کوئی تکلیف پہنچے یا زروق کہہ کر ندا کرے میں فوراً اس کی مدد کروں گا۔

اس پر آپ نے فرمایا

مگر میں نے کبھی اس قسم کی مدد طلب نہ کی جب کبھی میں نے استعانت کی ی
غوث ہی کہا، یک در گیر محکم گیر۔ (ایک ہی در کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔ت)

میری عمر کا تیسواں سال تھا کہ حضرت محبوب الٰہی کی درگاہ میں حاضر ہوا احاطہ میں مزامیر وغیرہ کا شور مچا تھا، طبیعت منتشر ہوتی تھی، میں نے عرض کیا حضور میں آپ کے دربار میں حاضر ہوا ہوں اس شور وشغب سے مجھے نجات ملے، جیسے ہی پہلا قدم روضہ مبارک میں رکھا ہے کہ معلوم ہوا سب ایک دم چپ ہو گئے میں سمجھا کہ واقعی سب لوگ خاموش ہو گئے، قدم درگاہ شریف سے باہر نکالا، پھر وہی شور وغل تھا، پھر اندر قدم رکھا، پھر وہی خاموشی۔ معلوم ہوا کہ یہ سب حضرت کا تصرف ہے، یہ بین کرامت دیکھ کر مدد مانگنی چاہی بجائے حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام مبارک کے ''یا غوثاہ'' زبان سے نکلا۔ وہیں میں نے اکسیر اعظم قصیدہ بھی تصنیف کیا۔

(الملفوظ سوم، ص:۵۲۸، تخریج شدہ۔ ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ، دہلی)

قتل کے وقت قبلہ روح کا رخ

سبع سنابل شریف میں ہے، ایک صاحب کو سزائے موت کا حکم بادشاہ نے دیا، جلاد نے تلوار کھینچی یہ اپنے شیخ کے مزار کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو گئے جلاد نے کہا اس وقت قبلہ کو منہ کرتے ہیں، فرمایا تو اپنا کام کر میں نے قبلہ کو منہ کرلیا ہے۔

اس پر امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں

اور ہے بھی یہی بات کہ کعبہ قبلہ ہے جسم کا اور شیخ قبلہ ہے روح کا۔ اس کا نام ارادت ہے اگر اس طرح صدق عقیدت کے ساتھ ایک دروازہ پکڑ لے تو اس کو فیض ضرور آئے گا اگر اس کا شیخ خالی ہے تو شیخ کا شیخ تو خالی نہ ہوگا اور بالفرض وہ بھی نہ سہی تو حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو معدن فیض ومنبع انوار ہیں ان سے فیض آئے گا سلسلہ صحیح ومتصل ہونا چاہیے۔

ایک دکان دار کو ایک فقیر کی دھمکی

ایک فقیر بھیک مانگنے والا ایک دکان پر کھڑا کہہ رہا تھا ایک روپیہ دے، وہ نہ دیتا تھا، فقیر نے کہا روپیہ دیتا ہے تو دے ورنہ تیری ساری دکان الٹ دوں گا۔ اس تھوڑی دیر میں بہت لوگ جمع ہو گئے، اتفاقاً ایک صاحب دل کا گزر ہوا جن کے سب لوگ معتقد تھے انہوں نے دکان دار سے فرمایا، جلد روپیہ اسے دے ورنہ دکان لوٹ جائے گی، لوگوں نے عرض کی حضرت یہ بے شرع جاہل کیا کر سکتا ہے۔ فرمایا میں نے اس فقیر کے باطن پر نظر ڈالی کہ کچھ ہے بھی، معلوم ہوا بالکل خالی ہے، پھر اس کے شیخ کو دیکھا اسے بھی خالی پایا، اس کے شیخ کے شیخ کو دیکھا انہیں اہل اللہ سے پایا اور دیکھا کہ وہ منتظر کھڑے ہیں کہ کب اس کی زبان سے نکلے اور میں دکان الٹ دوں۔

تو بات کیا تھی کہ شیخ کا دامن قوت کے ساتھ پکڑے ہوئے تھے۔

زمانہ داؤد علیہ السلام کے ایک واقعہ سے ایک شبہ کا ازالہ

جب امام احمد رضا بریلوی نے اپنی ایک مجلس میں فقیر مذکور کا واقعہ بیان کیا، اس پر کسی نے عرض کیا کہ، حضور، یہ تو جبراً روپیہ لینا ہوا ان ولی اللہ نے اگر اس کی دکان بچانے کو دینے کی تاکید فرمائی، ممکن تھا جیسے دفع ظلم کے لئے رشوت دینا مگر اس فقیر کے دادا پیر نے کہ اہل اللہ سے تھے اس ظلم کی تائید کیونکر روا رکھی؟

آپ نے اس شبہ کے جواب میں ارشاد فرمایا۔

شریعت مطہرہ کے دو حکم ہیں

ایک ظاہر —— دوسرا باطن

قاضی وعامۂ ناس ان کی رسائی ظاہر احوال ہی تک ہے ان پر اس کی پابندی لازم اگرچہ واقف حقیقت حال کے نزدیک حکم بالعکس ہو۔ اس کی نظیر زمانہ سیدنا داؤد علیہ الصلاۃ والسلام میں واقع ہو چکی۔

ایک فقیر مفلس بے نوا نانِ شبینہ کومحتاج شب کو دعا کیا کرتا کہ الٰہی رزق حلال عطا فرما۔ اتفاقاً کسی شب ایک گائے اس کے گھر میں گھس آئی یہ سمجھا کہ میری دعا قبول ہوئی یہ رزق حلال غیب سے مجھے عطا ہوا ہے، گائے پچھاڑ کر ذبح کی، اس کا گوشت پکایا اور کھایا۔ صبح مالک کو خبر ہوئی وہ سرکار نبوت میں نالشی ہوا سیدنا داؤد علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا جانے دے تو مالدار ہے اس محتاج نے ایک گائے ذبح کرلی تو کیا ہوا وہ بگڑا اور کہا یا نبی اللہ میں حق چاہتا ہوں فرمایا اگر حق چاہتا ہے تو گائے اسی کی تھی۔ وہ اور برہم ہوا، فرمایا نہ صرف گائے جتنا مال تیرے پاس ہے سب اسی کا ہے وہ اور زیادہ فریادی ہوا فرمایا تو بھی اسی کی ملک اور اسی کا غلام ہے۔

اب تو اس کی بیتابی کی حد نہ تھی، فرمایا اگر تصدیق چاہتا ہے ابھی ہمارے ساتھ چل، اس فقیر اور اس گائے والے کو ہمراہ رکاب لے کر جنگل کو تشریف لے گئے، واقعہ عجیب تھا خلق کا ہجوم ساتھ ہولیا ایک درخت کے نیچے حکم دیا کہ یہاں کھودو، کھودنے سے انسان کا سر اور ایک خنجر جس پر مقتول کا نام کندہ تھا برآمد ہوا نبی اللہ نے اس درخت سے ارشاد فرمایا شہادت ادا کر، تو نے کیا دیکھا، پیڑ نے عرض کی یا نبی اللہ یہ اس فقیر کے باپ کا سر ہے یہ گائے والا اس کا غلام تھا اس نے موقع پاکر میرے نیچے اپنے آقا کو اسی کے خنجر سے ذبح کیا اور زمین میں مع خنجر دبا دیا اور اس کے تمام اموال پر قابض ہوگیا، اس کا یہ بیٹا بہت کم عمر کا تھا اس نے ہوش سنبھالا تو اپنے آپ کو بیکس و بے زر ہی پایا اور یہ بھی نہ جانا کہ اس کا باپ کون تھا اور اس کا کچھ مال بھی تھا یا نہیں۔

حکم باطن ثابت ہوا غلام گردن مارا گیا اور وہ تمام اموال وراثۃً فقیر کو ملے۔ وہی یہاں بھی ممکن کہ دکاندار اس فقیر کے مورث کا قرضدار ہو اگر چہ وہ فقیر بھی اس سے واقف نہ ہو نہ یہ دکاندار اسے پہچانتا ہو۔ تو یہ جبراً دلانا جبر نہیں بلکہ حقدار کو حق پہنچانا ہے۔

(الملفوظ دوم، ص: ۳۶۰۔ تخریج شدہ۔ ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ، دہلی)

طلب صادق کیا ہے

صوفیہ ومشائخ کا یہ طریقہ رہا کہ وہ اپنے متوسلین کو تزکیہ نفس کے لئے مجاہدہ کراتے، مجاہدہ اور تطہیر قلوب مکمل ہونے کے بعد ہی انہیں اپنے حلقہ ارادت میں داخل کرتے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ اگر آنے والے میں طلب صادق ہوتی تو شیخ کامل اسے تمام مراتب سلوک ایک آن میں طے کرا کے اپنے مریدین میں شامل کر لیتے۔ بعض لوگ کسی شیخ کا سہارا لئے بغیر ہی آزادانہ طور پر ریاضت ومجاہدہ کرتے پھر کسی پیر کامل کے ہاتھ پر بیعت حاصل کرتے، ایسے لوگوں کے ساتھ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ کامل پیر کی تلاش وجستجو میں برسوں گزر جاتے اور منزل مقصود نہ ملتی۔ غرض اس راہ میں قدم قدم پر مشکلات ہیں شیخ کامل کے توسل سے ہی آسانیاں ملتی ہیں۔

طلب صادق یہ ہے کہ آدمی ہمہ وقت اسی کی فکر میں رہے جس کی اسے طلب و تلاش ہے اس کے سوا کسی غیر کا خیال دل میں نہ آئے۔ جب طلب ایسی ہوتی ہے تو راستہ آسان ہو جاتا اور نشان منزل مل جاتا ہے۔

طلب صادق کی اہمیت وافادیت سے متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

حضرت سیدنا شاہ آل محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ مارہرہ شریف میں تشریف فرما ہیں، ایک صاحب سب سجادوں میں گھومے ہوئے مجاہدے ریاضتیں کئے ہوئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہی شکایت کی کہ اتنی برسوں سے طلب میں پھرتا ہوں مقصود حاصل نہیں ہوتا۔ فرمایا ٹھہرو، ایک حجرہ میں خانقاہ شریف کے ٹھہرایا خادم کو حکم دیا انہیں مچھلی کھانے کو دی جائے اور پانی کا ایک قطرہ نہ دیا جائے اور بعد کھانا کھانے کے فوراً حجرہ باہر سے بند کر دیا جائے، خادم نے مچھلی دی جب وہ کھا چکے فوراً زنجیر بند کر دی۔ اب یہ اندر سے چلاتے ہیں، چیختے ہیں کہ مجھے پانی دیا جائے مگر کون سنتا ہے۔ صبح کو حضور نماز کے واسطے تشریف لائے خادم نے حجرہ کھولا کھلتے ہی

پانی پر جا گرے اور جس قدر پیا گیا خوب پیا۔ نماز کے بعد حضرت نے فرمایا خیر ہے؟ عرض کیا حضور! رات تو خادموں نے مار ہی ڈالا تھا کہ مجھے ایسی گرمی میں اول تو مچھلی کھانے کو دی، دوسرے ایک قطرہ پانی کا نہ دیا اور پیاسا ہی حجرہ میں بند کر دیا۔ فرمایا پھر رات کیسی گزری عرض کیا جب تک جاگتا رہا پانی کا خیال، جب سویا سوائے پانی کے اور کچھ نہ دیکھا۔ فرمایا طلب صادق اس کا نام ہے۔ کبھی ایسی طلب بھی کی تھی جس کی شکایت کرتے ہو۔

وہ مجاہدات کئے ہوئے تھے، قلب صاف تھا نفس کا جو دھوکا تھا فوراً کھل گیا اور مقصود حاصل ہو گیا۔ اپنا نام لینے والے کو وہ ضائع نہیں چھوڑتا۔

ایک صاحب کی طلب صادق اور چور کا ولی ہونا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت، ۶۹)

وہ جو ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں ضرور ہم انہیں اپنی راہ دکھائیں گے۔

یہ جو لوگ کہتے ہیں ہم نے اس قدر مجاہدات کئے کچھ نہ ہوا، جھوٹے ہیں۔ تاکید کے ساتھ فرمایا جاتا ہے **لنھدینھم**، حقیقۃً مجاہدہ ہی نہیں کرتے۔

یعنی ایک صاحب پیر کامل کی تلاش میں تھے بہت کوشش کی مگر پیر کامل نہ ملا، ان کی طلب صادق تھی جب کوئی نہ ملا تو مجبور ہو کر ایک رات عرض کیا اے رب تیری عزت کی قسم آج صبح کی نماز سے پہلے جو ملے گا اس سے بیعت کر لوں گا۔

صبح کی نماز پڑھنے جا رہے تھے سب میں پہلے راہ میں ایک چور ملا جو چوری کئے آ رہا تھا انہوں نے ہاتھ پکڑ لیا کہ حضرت بیعت لیجئے، وہ حیران ہوا بہت انکار کیا نہ مانے آخر کار اس نے مجبور ہو کر کہہ دیا کہ حضرت میں چور ہوں یہ دیکھئے چوری کا مال میرے پاس موجود ہے، آپ نے فرمایا میرا تو میرے رب سے عہد ہے کہ آج صبح کی نماز سے پہلے جو ملے گا بیعت کر لوں گا۔ اتنے میں حضرت سیدنا خضر علیہ السلام تشریف لائے اور

اس چور کو مراتب دیئے، تمام مقامات فوراً طے کرائے، ولی کیا اور اس سے بیعت لی اور انہوں نے ان سے بیعت لی۔

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں

طلب صادق کبھی خالی نہیں جاتی، دنیا میں جن چیزوں کو طلب کرتے ہیں وہ دو قسم ہیں۔

- ایک وہ کہ آپ طلب کریں اور وہ بھاگیں
- دوسری وہ جو اپنی جگہ پر رہیں کہیں بھاگ کر نہ جائیں نہ آپ کی طرف آئیں

اور یہاں فرمایا جاتا ہے جو میری طرف ایک بالشت آتا ہے میں اس کی طرف ایک گز آتا ہوں اور جو میری طرف دو گز آتا ہے اس کی طرف چار گز آتا ہوں اور جو میری طرف آہستہ آتا ہے میں اس کی طرف لپک کر آتا ہوں اور جو میری طرف لپک کر آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

(الملفوظ چہارم، ص: ۶۱۶ ـ ۶۱۷ ـ تخریج شدہ ـ ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ، دہلی)

مراقبہ اور تصور شیخ

مرید کو پیر سے گہرا ربط اور مضبوط تعلق ہوتا ہے، پیر کامل کے ذریعہ سے مرید پر فیضان الٰہیہ کا ظہور ہوتا ہے، مرید کے دل میں پیر کی جتنی عقیدت و تعظیم ہوگی فیضان کے راستے اس کے لئے اتنے ہی وسیع اور کشادہ ہوں گے۔ مرید اپنے شیخ کا تصور کرے اور سمجھے کہ مجھ پر شیخ کی صورت مثل چادر کے ہے اور دل کو دیگر خیالات و وساوس سے پاک کرے، دل کے آئینے میں صرف اپنے شیخ کی صورت کا عکس جمیل ہو اور خیال یہ ہو کہ بارگاہ الٰہی سے فیضان کا نزول ہوتا ہے، بارگاہ رسالت سے ہو کر میرے شیخ کے واسطہ سے مجھ پر نازل ہو رہا ہے۔ اسی کیفیت کو مراقبہ اور تصور شیخ کہتے ہیں۔

تصور شیخ اور رابطۂ قلبی سے متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے اپنی تصنیف "الیاقوتۃ الواسطۃ فی قلب عقد الرابطۃ" میں صوفیانہ انداز میں علمی بحث فرمائی ہے اور کچھ

بزرگوں کے اقوال بھی نقل فرمائے ہیں۔ ہم یہاں پر اس کے کچھ اقتباسات اور اقوال صوفیہ کو ذیلی عنوانات کے ضمن میں پیش کر رہے ہیں۔

تصور شیخ بروجہ رابطہ جسے برزخ کہتے ہیں شرعاً جائز ہے، جس کے منع پر شرع سے اصلاً کوئی دلیل نہیں، جس طرح حضرات صوفیہ میں سلف سے خلف تک معمول ومروی ہے اور ان کی تصانیف، مکتوبات، ملفوظات میں مذکور ہے کہ شیخ کی شبیہ مثل آئینہ ہے اور حقیقت میں کام روح کا ہوتا ہے۔ کیونکہ روح کدورات حیوانیہ اور نفسانی ظلمات سے صفائی کے بعد صورت واحدہ میں موجود رہ کر بیشمار مثالی شکلوں میں بیک وقت ہزار جگہ کام کرسکتی ہے جیسا کہ بارہا مشاہدہ اور حضرات اولیائے کرام سے بکثرت مروی ہے۔

(الیاقوتۃ الواسطۃ فی قلب عقد الرابطۃ۔ ملخصاً)

صوفیہ ومشائخ میں مراقبہ وتصور شیخ کا رواج زمانہ قدیم سے چلا آتا ہے، ان کے معمولات میں رابطۂ قلبی کی اہمیت مسلم ہے، شیخ سے کسب فیض کا یہ ایک مؤثر ذریعہ اور ان کی نظر عنایت متوجہ کرنے کا بہترین عمل ہے اگرچہ اس کی اصل قرآن وحدیث میں نہیں مگر مشائخ واسلاف نے اسے خدائی الہام سے اخذ کیا ہے ان کی کتابیں اس قسم کے ذکرو شغل سے بھری ہوئی ہیں اور یہ شرعی طور پر جائز و درست ہے۔

امام احمد رضا بریلوی نے تصور شیخ اور رابطۂ قلبی کے ثبوت میں جن بزرگوں کے اقوال ونظریات پیش کئے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔

شیخ عبدالحق دہلوی کا قول

شیخ شیوخ الہند حضرت محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ ”اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ“ میں فرماتے ہیں۔

وآنچہ مروی ومحکی ست از مشائخ اہل کشف در استمداد از ارواح کمل واستفادہ ازاں، خارج از حصر ست در کتب ورسائل ایشاں ومشہور ست میان ایشاں، وحاجت نیست کہ آں راذکر کنیم وشاید کہ منکر متعصب سود کند اور اکلمات ایشاں۔

(اشعۃ اللمعات ۳،ص:۴۰۲۔کتاب الجہاد۔باب حکم الاسراء۔نوریہ رضویہ سکھر)

کاملین کی روح سے استمداد واستفادہ جو اہل کشف مشائخ میں مروی ہے وہ حدو شمار سے باہر ہے اور ان کی کتب ورسائل میں مذکور ومشہور ہے انہیں ذکر کرنے کی مجھے حاجت نہیں اور ہوسکتا ہے کہ متعصب منکرین کو ان کا کلام مفید بھی نہ ہو۔(ت)

مرزا مظہر جان جاناں کا قول

مرزا مظہر جان جاناں صاحب (جنہیں شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے مکتوبات میں نفس زکیہ وقیم طریقہ احمدیہ وغیرہ کہا) اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں۔

مراقبات باطوار معمولہ کہ درقرون متاخرہ رواج یافتہ از کتاب وسنت ماخوذ نیست بلکہ حضرات مشائخ بطریق الہام واعلام از مبدء فیاض اخذ نمودہ اند شرع از اں ساکت ست وداخل دائرہ اباحت۔

(مکتوبات مرزا مظہر جان جاناں ص:۲۳۔مکتوب ۱۱۔مجتبائی دہلی)

موجودہ طریقوں کے مراقبات جو آخر زمانہ میں مروج ہوئے کتاب وسنت سے ماخوذ نہیں ہیں بلکہ مشائخ حضرات نے بطور الہام اللہ تعالیٰ سے پائے ہیں جبکہ شریعت ان کی تفصیل سے خاموش ہے مگر وہ اباحت کے درجہ میں ہیں۔(ت)

شاہ ولی اللہ دہلوی کے اقوال

ا۔ شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ اشغال نقشبندیہ کے بیان میں اپنی کتاب "القول الجمیل" میں فرماتے ہیں۔

واذا غاب الشیخ عنہ. یتخیل صورتہ بین عینیہ بوصف المحبۃ والتعظیم فتفید صورتہ ما تفید صحبتہ.

(القول الجمیل مع شفاء العلیل ص:۸۱،۸۲۔فصل ۶ سعید کمپنی کراچی)

جب مرشد اس کے پاس نہ ہو تو اس کی صورت کو اپنی دونوں آنکھوں کے درمیان خیال کرتا رہے بطریق محبت اور تعظیم کے، تو اس کی خیالی صورت وہ فائدہ دے گی جو

اس کی صحبت فائدہ دیتی ہے۔(ت)

۲۔:شاہ ولی اللہ صاحب ''انتباہ فی سلاسل الاولیاء'' میں فرماتے ہیں۔

الطریق الثالث طریق الرابطة بالشیخ (الی ان قال) ینبغی ان تحفظ صورته فی الخیال و تتوجه الی القلب الصنوبری حتی تحصل الغیبة والفناء عن النفس.

(انتباہ فی سلاسل الاولیاء ص:۴۱۔۴۲۔طریقہ نقشبندیہ۔عباسی کتب خانہ کراچی)

یعنی خدا تک پہنچنے کی تیسری راہ شیخ کے ساتھ رابطہ کا طریقہ ہے چاہیے کہ اس کی صورت اپنے خیال میں محفوظ رکھ کر قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہو یہاں تک کہ اپنے نفس سے غیبت وفنا ہاتھ آئے۔(ت)

۳۔:اسی انتباہ میں ہے

ان وقفت عن الترقی فینبغی ان تجعل صورة الشیخ علی کتفک الایمن و تعتبر من کتفک الی قلبک امراً ممتداً و تاتی بالشیخ علی ذلک الامر الممتدو تجعله فی قلبک فانه یرجی لک بذلک حصول الغیبة والفناء. (حوالہ مذکور)

یعنی اگر تو ترقی سے رک رہے تو یوں چاہئے کہ صورت شیخ کو اپنے داہنے شانے پر اور شانے سے دل تک ایک امر کشیدہ فرض کرلے اور اس پر صورت شیخ کو لاکر اپنے دل میں رکھے کہ اس سے تیرے لئے غیبت وفنا ملنے کی امید ہے۔

یہ عبارتیں شاہ صاحب نے رسالہ ''تاجیہ نقشبندیہ'' سے نقل کیں جن کی نسبت لکھا کہ حضرت والد بزرگوار (شاہ عبدالرحیم صاحب) اسے بہت پسند فرماتے اور مریدوں کو اسی کے مسلک پر چلاتے۔ (انتباہ فی سلاسل الاولیاء۔ص:۳۲ عباسی کتب خانہ کراچی)

۴۔:اسی میں یہ لکھا کہ

تفرقہ مستمر ہو تو اپنے مرشد مربی کی صورت خیال میں حاضر کر،امید ہے کہ اس کی برکت سے تفرقہ مجتمع ہو۔ (انتباہ فی سلاسل الاولیاء،ص:۴۷۔بیان دفع وسوسہ۔کراچی)

۵۔ اسی انتباہ میں رسالہ عزیزیہ سے جس کی اجازت اپنے والد ماجد سے پائی، لکھا صورت مرشد پیش خود تصور کردہ بعد ذکر گوید الرفیق ثم الطریق در حق ایشاں ست برائے نفی خواطر نفسانی وہواجس شیطانی ووساوس ظلمانی اثرے تمام دارد۔

(انتباہ فی سلاسل الاولیاء۔ ص:۹۲۔ طریقہ چشتیہ۔ عباسی کتب خانہ کراچی)

مرشد کی صورت کو پیش خاطر رکھے اور ذکر کے بعد کہے الرفیق، اور پھر الطریق مرشد کے حق میں ہے یہ طریقہ، نفسانی خواہشات اور شیطانی وسوسوں کے دور کرنے میں مؤثر ہے۔ (ت)

شاہ عبدالعزیز دہلوی کا قول

شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں آیت **واذکر اسم ربک** کی تفسیر کے ضمن میں فرماتے ہیں۔

یعنی یاد کن نام پروردگار خود را بر سبیل دوام در ہر وقت وہر شغل خواہ بزبان، خواہ بالقلب، خواہ بروح، خواہ بہ سر، خواہ بخفی، خواہ باخفی، خواہ بنفس، خواہ ذکر یک ضربی، خواہ دوضربی، خواہ بحبس نفس، خواہ بے حبس، خواہ بدوں برزخ، خواہ بابرزخ الی غیر ذلک من الخصوصیات التی استنبطها الماہرون من اہل الطرائق و تعین احدا لشقین ازیں خصوصیات مذکورہ مفوض بصوابدید شیخ ومرشد ست کہ بحسب حال ہر چہ را اصلح داند تلقین فرماید۔

(فتح العزیز، ص:۲۷۹۔ تحت آیت ۷۳، الانفال)

اللہ تعالیٰ کو ہر وقت اور ہر شغل میں یاد رکھ، دل، روح، سری، خفی، سانس یک ضربی ہو یا دوضربی ہو یا سانس بند کر کے ہو یا بغیر بند کئے ہو، برزخ کے ذریعہ یا بے برزخ وغیرہا خصوصیات جن کو اہل طریقت ماہرین نے اخذ کیا ہے ان میں سے کسی مخصوص طریقہ کو متعین کرنا مرشد کی صوابدید پر موقوف ہے کہ وہ حال کے مطابق جس کو مناسب سمجھے اس کی تلقین کرے۔ (ت)

مجدد الف ثانی کے اقوال

۱۔: شیخ مجدد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے مکتوبات کی جلد اول میں فرماتے ہیں

ہیچ طریقے اقرب بوصول از طریق رابطہ نیست تا کدام دولتمند را باں سعادت مستسعد سازند۔ (مکتوبات مجدد الف ثانی ا،ص:۱۸۷۔مکتوبات ۱۸۷۔نولکشور لکھنؤ)

وصول کے طریقوں میں سے اقرب ترین طریقہ رابطہ ہے کہ بہت سے ابدی دولت والے اس سے بہرہ ور ہوئے ہیں۔(ت)

۲۔: اسی مکتوبات کی جلد اول میں ہے

مخدوما مقصد اقصیٰ ومطلب اسنیٰ وصول بجناب قدس خداوندی ست جل سلطانہ،لیکن چوں طالب در ابتداء بواسطہ تعلقات شتیٰ درکمال تدنس وتنزل ست و جناب قدس او تعالیٰ در نہایت تنزہ وترفع ومناسبتے کہ سبب افاضہ واستفاضہ است درمیان مطلوب وطالب مسلوب ست لاجرم از پیر راہ داں راہ بیں چارہ نمودہ کہ برزخ بود (الی قولہ) پس در ابتدا ودر توسط مطلوب را بے آئینہ پیر نمی تواں دید۔

(مکتوبات مجدد الف ثانی ا،ص:۲۸۱۔مکتوب ۱۶۹۔استانبول ترکیہ)

اے میرے مخدوم! سب سے بڑا اور اعلیٰ مقصد اللہ جل شانہ تک رسائی ہے لیکن کوئی طالب ابتدائی مرحلہ میں دنیاوی مشاغل کی وجہ سے انتہائی کثافت اور کہتری میں ہوتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ انتہائی پاک اور بلند ذات ہے اس وجہ سے طالب ومطلوب کے درمیان فیض کے حصول وعطا کے لئے کوئی مناسبت نہیں ہے لہٰذا ضروری ہے راستہ جاننے اور دیکھنے والا مرشد واسطہ بنے (یہاں تک فرمایا) ابتدائی اور درمیانی مرحلے میں پیر کے آئینہ کے بغیر مطلوب کو نہیں دیکھ سکتا۔(ت)

۳۔: مکتوبات جلد دوم میں شیخ مجدد صاحب نے فرمایا

نسبت رابطہ ہموارہ شمارا با صاحب رابطہ می دارد و واسطۂ فیض انعکاسی می شود شکر ایں نعمت عظمیٰ بجا باید آورد۔

(مکتوبات مجدد الف ثانی ۲،ص:۴۱۔مکتوب ۲۴۔نول کشور لکھنؤ)

تمہارے رابطہ کی نسبت صاحب رابطہ کے ساتھ ہموار ہو جائے اور فیوض کا واسطہ عکس ڈالے تو اس عظیم نعمت کا شکر بجالانا چاہیے۔(ت)

۴۔: مکتوبات جلد سوم میں فرمایا۔

پرسیدہ بودند کہ لم ایں چیست کہ چوں درنسبت رابطہ فتور میرود دراتیان سائر طاعات التذاذ نمی باید، بدانند کہ ہماں وجہیکہ سبب فتور رابطہ گشتہ است مانع التذاذ ست (الی قولہ) استغفار باید نمود تا بکرم اللہ سبحنہ اثر آں مرتفع گردد۔

(مکتوبات مجدد الف ثانی ۳، ص:۱۹۸۔ مکتوب ۷۷۔ نول کشور، لکھنؤ)

آپ سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ جب رابطہ والی نسبت میں فتور آجائے تو تمام عبادات کی لذت میں فتور پیدا ہو جاتا ہے، تو فرمایا یاد رکھو کہ جس وجہ سے رابطہ میں فتور آتا ہے وہی لذت سے مانع ہو جاتی ہے (یہاں تک فرمایا) اس موقع پر استغفار کرنی ضروری ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے اس مانع اثر کو اٹھادے۔(ت)

۵۔: مکتوبات کی جلد دوم مکتوب سیم میں فرمایا

خواجہ محمد اشرف ورزش نسبت رابطہ نوشتہ بودند کہ سجدے استیلا یافتہ است کہ در صلوات آں را مسجود خود می دانند و می بینند و اگر فرضاً نفی کنند منتفی نمی گردد محبت اطوار ایں دولت متمنائے طلاب ست از ہزاراں یکے را مگر بدہند صاحب ایں معاملہ مستعد تام المناسبہ سبب تحمل کہ باندک صحبت شیخ مقتدا جمیع کمالات او را جذب نماید، رابطہ را چرا نفی کند کہ او مسجود الیہ ست نہ مسجود لہ، چرا مساجد و محاریب را نفی نکنند ظہور ایں قسم دولت سعادت منداں را میسر است تا در جمیع احوال صاحب رابطہ را متوسط خود دانند و در جمیع اوقات متوجہ او باشند و در رنگ جماعۂ بے دولت کہ خود را مستغنی دانند و قبلہ توجہ از شیخ خود منحرف سازند و معاملۂ خود را برہم زنند۔

(مکتوبات مجدد الف ثانی ۲، ص:۴۶۔ مکتوب ۳۰۔ نول کشور لکھنؤ)

خواجہ محمد اشرف نے نسبت رابطہ کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ سجدے میں رفعت ہوتی ہے جب شیخ کو نمازوں میں مسجود سمجھے اور دیکھے اگر بالفرض وہ اس کی نفی بھی کرے

تو منتفی نہ ہو، یہ محبت کا ایک مرحلہ ہے ہزاروں طالب حضرات اس دولت کی تمنا
کرتے ہیں مگر حاصل کسی ایک کو ہوتا ہے یہ عطا کا معاملہ مناسبت تامہ کی وجہ سے ہوتا
ہے شیخ کی تھوڑی سی صحبت کے سبب کبھی تمام کمالات شیخ اس طالب میں جذب کر دیتا
ہے، رابطہ کی نفی لوگ کیوں کرتے ہیں حالانکہ شیخ ومقتدا مسجود الیہ ہوتا ہے مسجود لہ نہیں
لوگ مساجد ومحراب کی نفی کیوں نہیں کرتے حالانکہ وہ بھی مسجود الیہ ہیں، یہ دولت خاص
سعادت مندوں کو میسر ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ تمام احوال میں صاحب رابطہ کو واسطہ
جانتے ہیں اور تمام اوقات میں اسی کی طرف متوجہ رہتے ہیں، ان لوگوں کے مثل نہیں
جو بے دولت ہوتے ہیں اور اپنے کو مستغنی سمجھتے ہیں اور شیخ سے اپنی توجہ کا قبلہ موڑ لیتے
اور اپنا معاملہ خود خراب کر لیتے ہیں۔ (ت)

جمال حضور کا تصور، تصور شیخ کی اصل ہے

تصور شیخ کی اصل حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تصور جمال وکمال ہے۔
علماء فرماتے ہیں کہ جسے مزار اطہر کی زیارت نصیب نہیں وہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم کے ذکر شریف کے وقت، درود شریف پڑھنے میں، اور ہر وقت اپنے دل میں
یہ تصور جمائے رہے کہ میں حضور رسالت میں حاضر ہوں، وہاں فیضان کے چشمے
پھوٹتے اور میرے شیخ کے واسطے سے مجھ پر نازل ہو رہے ہیں، حضور ہی اصل
موجودات اور ان کا ذکر دلوں کا چین ہے۔ جب یہ کیفیت پیدا ہوگی تو اسے خدا ورسول
سے قربت والفت نصیب ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

اس بات کے ثبوت میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے متعدد علماء وصوفیہ کی
عبارات پیش کی ہیں ہم انہیں علیحدہ عنوانات کے ساتھ درج کر رہے ہیں۔

حدائق الانوار کی عبارات

ا۔ "حدائق الانوار فی الصلاۃ والسلام علی النبی المختار" صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ہے

الحديقة الخامسة فى الثمرات التى يجتنيها العبد بالصلاة على رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم والفوائد التى يكتسبها ويقتنيها۔
(حدائق الانوار)

پانچواں حدیقہ ان پھلوں کے بیان میں جنہیں بندہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیج کر چنتا ہے، اور ان فائدوں کے بیان میں جنہیں درود کی برکت سے کسب وتحصیل کرتا ہے۔

۲۔: پھر چالیس فائدے گنا کر کہتے ہیں۔

الاحدى والاربعون من اعظم الثمرات واجل الفوائد المكتسبات بالصلوة عليه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم انطباع صورته الكريمة فى النفس۔
(حدائق الانوار)

وہ فائدے جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیج کر حاصل کرتے ہیں، ان میں اجل واعظم فائدوں سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت کریمہ کا دل میں نقش ہونا ہے۔

ابوعبداللہ ساحلی کا قول

امام ابوعبداللہ ساحلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''بغية السالك'' میں فرماتے ہیں

ان من اعظم الثمرات واجل الفوائد المكتسبات بالصلوة عليه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم انطباع صورته الكريمة فى النفس انطباعا ثابتا متأصلا متصلا وذلك بالمداومة على الصلاة على النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم باخلاص القصد و تحصيل الشروط والاداب و تدبر المعانى حتى يتمكن حبه من الباطن تمكنا صادقا خالصا يصل بين نفس الذاكر و نفس النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم و يولف بينهما فى محل القرب والصفا. الخ.
(بغية السالك)

ثمرات وفوائد کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود بھیج کر حاصل کئے جاتے ہیں
ان کا سب سے بڑا اور جلیل فائدہ یہ ہے کہ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت
کریمہ کا پائدار و مستحکم و دائمی نقش دل میں ہو جائے، یہ یوں حاصل ہوتا ہے کہ نیت
خالص ورعایت شروط آداب وغور وفکر معانی کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم پر درود بھیجنے کی مداومت کریں یہاں تک کہ حضور کی محبت ایسے سچے خالص طور پر
دل میں جم جائے جس کے سبب نفس ذاکر کو نفس اقدس حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
سے اتصال اور محل تقرب وصفا میں باہم الفت حاصل ہو۔

علامہ فاسی کا قول

علامہ فاسی محمد بن احمد بن علی قصری رحمۃ اللہ علیہ ''مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات'' میں فرماتے ہیں۔

قد ذکر بعض من تکلم علی الاذکار و کیفیة التربیة بها انه اذا کمل لا اله الا الله محمد رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فلیشخص بین عینیه ذاته الکریمة بشریة من نور فی ثیاب من نور یعنی لتنطلع صورته صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فی روحانیته ویتألف معها تالفا یتمکن به من الاستفادة من اسراره و الاقتباس من انواره صلی الله تعالیٰ علیه وسلم۔

قال فان لم یرزق تشخص صورة فیری کانه جالس عند قبره المبارک یشیر الیه متی ماذکره فان القلب متی ما شغله شئی امتنع من قبول غیره فی الوقت الی اخر کلامه۔

فیحتاج الی تصویر الروضة المشرفة والقبور المقدسة لیعرف صورتها و یشخصها بین عینیه من لم یعرف من المصلین علیه فی هذا الکتب وهم عامة الناس و جمهورهم. ملخصاً

(مطالع المسرات، ص:۱۴۴۔۱۴۵۔ نوریہ رضویہ فیصل آباد)

یعنی بعض علماء جنہوں نے اذکار اوران سے تربیت مریدین کی کیفیت بیان کی، فرماتے ہیں کہ جب ذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو کامل کرلے تو چاہیے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تصور اپنے پیش نظر جمائے بشری صورت، نور کی طلعت، نور کے کپڑوں میں اس غرض سے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت اس کے آئینہ روح میں منقش ہو جائے اور وہ الفت پیدا ہو جس کے سبب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اسرار سے استفادہ اور انوار سے اقتباس کر سکے۔

وہی عالم فرماتے ہیں جسے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت کریمہ کا تصور روزی نہ ہو وہ یہی خیال جمائے کہ گویا مزار مبارک کے سامنے حاضر ہے اور ہر بار ذکر شریف کے ساتھ مزار اقدس کی طرف اشارہ کرتا رہے، یہ اس لئے کہ دل کو جب ایک چیز مشغول کرلیتی ہے تو اس وقت کسی دوسری شئی کو قبول نہیں کرتا۔

اسے نقل کر کے علامہ فاسی فرماتے ہیں جب بات یہ ٹھہری تو روضہ مطہرہ وقبور مطہرہ کی تصویر بنانے کی حاجت ہوئی کہ جن ''دلائل الخیرات'' پڑھنے والوں کو ان کا روضہ معلوم نہیں اور اکثر ایسے ہی ہیں وہ پہچان لیں اوران کا تصور پیش نظر رکھیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا قول

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ ''جذب القلوب الی دیار المحبوب'' وکتاب ''ترغیب اہل السعادات'' میں فرماتے ہیں۔

از فوائد صلاۃ بر سید کائنات علیہ افضل الصلوۃ است تمثل وخیال وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در عین کہ لازم کثرت صلاۃ ست با نعت حضور وتوجہ۔ ملتقطاً۔

(جذب القلوب الی دیار المحبوب، ص ۱۸۰ تا ۱۸۲ باب ۱۷۔ نعیمیہ لاہور)

حضور علیہ الصلاۃ والسلام پر درود پاک کے فوائد میں سے یہ ہے کہ آنکھ میں حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی خیالی صورت قائم ہو جاتی ہے جس کے لئے حضور کی نعت اور توجہ کے ساتھ درود شریف کی کثرت لازم ہے۔ (ت)

امام ابن الحاج مکی کا قول

امام محمد ابن الحاج عبدری مکی قدس سرہٗ ''مدخل'' میں فرماتے ہیں

من لم یقدر له بزیارته صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بجسمه فلینوها کل وقت بقلبه ولیحضر قلبه انه حاضر بین یدیه متشفعا به الی من منّ به علیه.

کما قال الامام ابو محمد بن السید البطلیموسی رحمة الله تعالیٰ فی رقعته التی ارسلها الیه صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من ابیات

الیک افر من ذللی و ذنبی وانت اذا لقیت الله حسبی

وزورة قبرک المحجوج قدما مناى و بغیتی ولوشاء ربی

فان احرم زیارته بجسمی فلم احرم زیارته بقلبی

الیک غدت رسول الله منی تحیة مومن دنف محب

(المدخل لابن الحاج ا،ص:۲۵۸۔فصل فی الکلام علی زیارۃ الخ۔العربی بیروت)

یعنی جسے مزار اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت جسم سے نصیب نہ ہوئی ہو وہ ہر وقت دل سے اس کی نیت رکھے اور دل میں یہ تصور جمائے کہ میں حضور پر نور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ کے حضور حاضر ہوں حضور سے اس کی بارگاہ میں اپنے لئے شفاعت چاہ رہا ہوں جس نے حضور کی امت میں داخل فرما کر مجھ پر احسان کیا۔

جیسا کہ امام محمد بن السید بطلیموسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی اس عرضی میں کہ مزار پر انوار پر بھیجی یہ ابیات عرض کیں کہ۔

یارسول اللہ میں اپنی لغزش و گناہ سے حضور ہی کی طرف بھاگتا ہوں اور جب میں خدا سے ملوں تو حضور مجھے کافی ہیں حضور کی قبر مبارک کی زیارت کہ ہمیشہ سے جس کا حج ہوتا ہے (یعنی مسلمان اس کی نیت کر کے دور دور سے حاضر ہوتے ہیں) میری آرزو و مراد ہے اگر میرا رب چاہے اگر جسم سے مجھے اس کی زیارت نصیب نہ ہوئی تو

دل کی زیارت سے محروم نہیں ہوں، صبح دم حضور کی بارگاہ میں حاضر ہے یارسول اللہ میری طرف سے ایک مسلمان محبّ بیمار محبت کا مجرا۔

علامہ زرقانی کا قول

علامہ محمد زرقانی ''شرح مواہب لدنیہ'' میں فرماتے ہیں

یلازم الادب والخشوع والتواضع غاض البصر فی مقام الھیبة کما کان یفعل بین یدیه فی حیاته (اذھوحی) ویستحضر علمه بوقوفه بین یدیه علیه الصلاة والسلام سماعه لسلامه کما ھوفی حال حیاته اذ لا فرق بین موته و حیاته فی مشاھدته لامته ومعرفته باحوالھم و نیاتھم وعزائمھم و خواطرھم و ذلک عنده جلی لاخفاء به و یمثل (یصور) الزائر وجھه الکریم علیه الصلاة والسلام فی ذھنه و یحضر قلبه جلال رتبته و علو منزلته و عظیم حرمته. ملخصاً.

(شرح الزرقانی علی المواھب ۸، ص: ۳۰۵۔ مقصد عاشر۔ دارالمعرفۃ۔ بیروت)

یعنی زائر ادب وخشوع وتواضع کو لازم پکڑے، آنکھیں بند کر کے مقام ہیبت میں کھڑا ہو جیسا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عالم حیات ظاہری میں حضور کے سامنے کرتا کہ وہ اب بھی زندہ ہیں اور تصور کرے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی حاضری سے آگاہ ہیں اس کا سلام سن رہے ہیں بعینہٖ اسی طرح جیسے حال حیات ظاہری میں کہ حضور کی حیات ووفات دونوں ان امور میں یکساں ہیں کہ حضور اپنی امت کو دیکھتے اور ان کے احوال کو پہچانتے اور ان کی نیتوں اور ارادوں اور دل کے خطروں سے آگاہ ہیں اور یہ سب باتیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایسی روشن ہیں جنہیں اصلاً پوشیدگی نہیں اور زائر اپنے ذہن میں حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرۂ کریمہ کا تصور جمائے اور دل میں حضور کی بزرگی مرتبہ وبلندی قدر و احترام عظیم کا خیال لائے۔

ملا علی قاری کا قول

علامہ علی قاری مکی مسلک متقسط شرح منسک متوسط میں فرماتے ہیں

ثم توجه (ای بالقلب والقالب) مع رعاية الادب فقام تجاه الوجه الشريف متواضعا خاضعا مع الذلة والانكسار والخشية والوقار والهيبة والافتقار غاض الطرف مكفوف الجوارح فارغ القلب (من سوى مرامه) واضعا يمينه على شماله مستقبلا لوجه الكريم مستدبرا للقبلة متمثلا صورته الكريمة فى خيالك (اى فى تخيلات بالك لتحسين حالك) مستشعرا بانه عليه الصلاة والسلام عالم بحضورك وقيامك وسلامك (اى بل بجميع احوالك وارتحالك ومقامك) وكانه حاضر جالس بازائك مستحضرا عظمته وجلاله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم۔

(المسلک المتقسط فی المنسک المتوسط،ص ۳۳۷۔العربی بیروت)

یعنی زائر دل وبدن دونوں سے بنہایت ادب مزار اقدس کی طرف متوجہ ہوکر مواجہ شریف میں کھڑا ہو تواضع وخشوع، تذلل وانکسار، خوف ووقار، ہیبت ومحتاجی کے ساتھ آنکھیں بند کئے اعضاء کو حرکت سے روکے دل اس مقصود مبارک کے سوا سب فارغ کئے ہوئے داہنا ہاتھ بائیں پر باندھے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف منہ اور قبلہ کو پیٹھ کرے دل میں حضور انور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ کی صورت کریمہ کا تصور باندھے کہ یہ خیال تجھے خوشحال کردے گا اور خوب ہوشیار ہوجا کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیری حاضری وقیام وسلام بلکہ تمام احوال وافعال اور منزل منزل کے کوچ ومقام سے آگاہ ہیں اور یہ تصور کر کہ گویا حضور تیرے سامنے حاضر وتشریف فرما ہیں اور حضور کی عظمت وجلال کا خیال اپنے ذہن میں حاضر رکھ۔

عبد اللہ بن محمود موصلی کا قول

امام مجد الدین ابو الفضل عبد اللہ بن محمود موصلی اپنے متن مختار کی شرح اختیار میں،

پھر علمائے دولت علیہ سلطان اورنگ زیب انار اللہ برھانہ فتاویٰ عالمگیری میں فرماتے ہیں

یقف کما یقف فی الصلاۃ و یمثل صورتہ الکریمہ البھیۃ کانہ نائم فی لحدہ عالم بہ یسمع کلامہ۔

(الاختیار لتعلیل المختار ا،ص ۱۷۶۔فصل فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔دار المعرفۃ بیروت)

یعنی زائر روضہ منورہ کے حضور دست بستہ باادب یوں کھڑا ہو جیسے نماز میں کھڑا ہوتا ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت کریمہ روشن کا تصور باندھے گویا حضور مرقد اطہر میں لیٹے ہیں زائر کو جانتے اور اس کا کلام سنتے ہیں۔

قاضی عیاض کا قول

امام قاضی عیاض نے ''شفا شریف'' میں امام ابو ابراھیم تجیبی سے نقل فرمایا کہ وہ فرماتے ہیں

واجب علی کل مومن متی ذکرہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم او ذکر عندہ ان یخضع و یخشع و یتوقرو یسکن من حرکتہ و یاخذ فی ھیبتہ واجلالہ بما کان یاخذ نفسہ لو کان بین یدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و یتأدب بما ادبنا اللہ تعالیٰ بہ۔

(شفا شریف ۲،ص ۳۴۔فصل واعلم ان حرمۃ النبی الخ البلاد العثمانیۃ)

ہر مسلمان پر واجب ہے جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرے یا حضور کا ذکر اس کے سامنے کیا جائے کہ خضوع وخشوع ووقار بجالائے جسم کا کوئی ذرہ حرکت نہ کرے جس طرح خود حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے خاص حضوری میں رہتا حضور کا ادب کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس جناب کے لئے مؤدب ہونا سکھایا۔

شہاب الدین خفاجی کا قول

علامہ شہاب الدین خفاجی شفاء کی شرح ''نسیم الریاض'' میں اس پر فرماتے ہیں

یفرض ذلک و یلاحظہ و یتمثلہ فکانہ عندہ۔

(نسیم الریاض ۳،ص ۳۹۶۔فصل واعلم ان حرمۃ النبی الخ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

یعنی ذکر شریف کے وقت یہ فرض وملاحظہ کرے کہ خاص حضوری میں ہوں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صورت کریمہ کا تصور جمالیا جائے کہ گویا حضور اس کے پاس جلوہ فرما ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

فاضل رفیع الدین کا قول

فاضل رفیع الدین خاں مرادآبادی ''تاریخ الحرمین'' میں لکھتے ہیں

شبے در طواف بودم وہجوم بسیار بود بخیال خود حضور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یاد کردم وتصور نمودم کہ آں سرور علیہ وآلہ الصلاۃ والسلام در طواف ہستند وجماعت صحابہ باآنحضرت طواف می کنند ومن بطفیل ایشاں در مجمع حاضرم وروزے پیش باب بیت اللہ ایستادہ دعامی کردم کہ باخود قصہ روز فتح یاد کردم وتصور نمودم کہ جناب اقدس نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در دروازہ ایستادہ اند وصحابہ کرام بحسب مرتبہ ومقام خود در خدمت شریف حاضر اند وکفار قریش ترساں وہراساں در حضور آمدہ اند وآنحضرت از ایشاں عفو فرمودہ ملاحظہ ایں حال باعث شد بتوسل از آنجناب ودعا در حضرت عزت جلت عظمتہ برائے مغفرت خود جمیع اقارب واحباب وقضائے حوائج دین ودنیا۔ نرجوا من اللہ الاجابۃ انشاء اللہ تعالیٰ۔

دوستاں را کجا کنی محروم　　تو کہ با دشمناں نظر داری

(تاریخ الحرمین، رفیع الدین مرادآبادی)

ایک رات میں طواف کررہا تھا ہجوم کثیر تھا میں نے اپنے خیال میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یاد کیا اور تصور کیا کہ حضور طواف فرمارہے ہیں اور صحابہ کرام کی جماعت بھی حضور کے ساتھ طواف کررہی ہے اور میں بھی آپ کے طفیل وہاں مجمع میں حاضر ہوں۔ اور ایک روز میں بیت اللہ شریف کے آگے کھڑا دعا کررہا تھا کہ مجھے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فتح مکہ والا منظر یاد آیا اور تصور کیا کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام فتح کے روز بیت اللہ شریف کے دروازے پر تشریف فرما ہیں اور صحابہ اپنے

مراتب کے لحاظ سے اپنی جگہ پر خدمت میں حاضر ہیں اور کفار مکہ ڈرتے ہوئے پریشان آپ کے سامنے آرہے ہیں اور آپ ان کو معاف فرمارہے ہیں، اس تصور کی برکت سے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے وسیلے سے اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں دعا کے سبب تمام اقارب واحباب کی مغفرت اور تمام دنیاوی اور دینی حاجتیں پوری ہونے کی امید ہوئی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

دوستوں کو آپ کیا محروم کریں گے آپ تو دشمنوں پر بھی نظر رکھتے ہیں۔ (ت)

(الیاقوتۃ الواسطۃ فی قلب عقد الرابطۃ)

مرتبۂ فنافی الشیخ کیسے ملتا ہے

تصور شیخ اور رابطہ قلبی کی اہمیت مشائخ میں مسلم ہے۔ بیان مذکور سے ثابت ہو گیا کہ علماء وصوفیہ نے تصور شیخ پر کتنا زور دیا ہے، اسی سے فنا و بقا کے راز سربستہ کھلتے ہیں، یہی تصور جاناں کے لئے واسطہ ہے۔ تصور شیخ جب درجہ کمال پر ہوتا ہے تو مرید اپنے پیر کو ہر حال میں اپنے ساتھ پاتا ہے۔ اور دل کے آئینے میں اپنے شیخ کا تصور جمال اس درجہ ہو کہ وہ یقین واعتماد سے کہہ سکے کہ فیضان الٰہیہ بارگاہ رسالت سے ہو کر میرے قلب پر نازل ہو رہا ہے۔ مرید کی جب یہ حالت ہو گی تو اسے فنافی الشیخ کا مرتبہ حاصل ہو جائے گا۔

ایک مجلس میں امام احمد رضا بریلوی سے استفسار ہوا کہ فنافی الشیخ کا مرتبہ کس طرح حاصل ہوتا ہے؟

آپ نے فرمایا

یہ خیال رکھے کہ میرا شیخ میرے سامنے ہے اور اپنے قلب کو اس کے قلب کے نیچے تصور کر کے اس طرح سمجھے کہ سرکار رسالت سے فیوض وانوار قلب شیخ پر فائض ہوتے اور اس سے چھلک کر میرے دل میں آرہے ہیں۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد یہ حالت ہو جائے گی کہ شجر و حجر و در و دیوار پر شیخ کی صورت صاف نظر آئے گی یہاں تک

کہ نماز میں بھی جدا نہ ہوگی اور پھر ہر حال میں اپنے ساتھ میں پاؤ گے۔
(الملفوظ دوم، ص ۳۳۰۔ تخریج شدہ، ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ، دہلی)

شیخ کے حضور ادب کا تقاضا

شیخ اگر مرید سے دور اور غائب ہو یا پردہ کر جائے تو ایسی صورت میں اکتساب فیض کے لئے تصور شیخ کا سہارا لیا جاتا ہے اور اگر شیخ موجود ہو، اس کی مجلس میں مرید حاضر ہو تو اس صورت میں شیخ کی نظر توجہ کے لئے خاموشی بہتر ہے یہاں تک کہ کسی دوسرے ذکر میں بھی مشغول نہ ہو۔ مرید پر شیخ کے حضور بیٹھنے کا ادب یہی ہے کہ ذکر و فکر، قلب و نظر اور پورے وجود سے اس کی طرف متوجہ رہے۔

ایک مرتبہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ سے پوچھا گیا کہ کیا شیخ کے حضور خاموش رہنا افضل ہے؟

آپ نے فرمایا

بیکار باتوں سے تو ہر وقت پرہیز کرنا چاہئے، اور شیخ کے حضور خاموش رہنا افضل ہے، ضروری مسائل پوچھنے میں حرج نہیں۔

اولیائے کرام فرماتے ہیں شیخ کے حضور بیٹھ کر ذکر بھی نہ کرے کہ ذکر میں دوسری طرف مشغول ہوگا

یہ حقیقۃً ممانعت ذکر نہیں بلکہ تکمیل ذکر ہے کہ وہ جو کرے گا بلا توسل ہوگا اور شیخ کی توجہ سے جو ذکر ہوگا یہ اس سے بدرجہا افضل ہے۔

پھر فرمایا، اصل کار حسن عقیدت ہے یہ نہیں تو کچھ نفع نہیں اور صرف حسن عقیدت ہے تو خیر اتصال تو ہے۔ پرنالہ کی مثل تم کو فیض پہنچے گا حسن عقیدت ہونا چاہئے۔
(الملفوظ سوم، ص ۵۳۱، تخریج شدہ، ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ، دہلی)

پیر پر مرید کے حقوق

حقوق اللہ و حقوق العباد بے شمار ہیں بلکہ تمام شریعت مطہرہ انہیں کی تفصیل میں

ہے، تمام علوم دینیہ کا کوئی حکم ان سے باہر نہیں۔ جیسے حقوق والدین، حقوق اولاد، حقوق زوجین وغیرہ ہیں یوہیں پیر ومرید کے بھی کچھ حقوق ہیں۔ ان حقوق کی بجا آوری اور ہر شخص پر اپنے حقوق کی نگہداشت لازم ہے والدین حق اولاد کی رعایت کرے، اولاد حق والدین کو ادا کرے، زوجین میں سے ہر ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھے انہیں پورا کرنے کو ایک دوسرے کی خوشی جانے۔ مرید اپنے پیر کے حقوق حتی الوسع ادا کرنے کی کوشش کرے، پیر بھی اپنے مرید کے حق کا لحاظ رکھے، یہ حقوق انسانی کا بھی تقاضا ہے کہ کوئی کسی کے حق کو پامال وتلف نہ کرے۔ شریعت مطہرہ کا یہی حکم ہے اس سے کوئی انسان مستثنیٰ نہیں حکم شرع پر عمل کے بغیر کوئی صوفی یا ولی نہیں بن سکتا۔

مرید و پیر کے حقوق کی تفصیل ووضاحت کرتے ہوئے امام احمد رضا فرماتے ہیں۔

مرید کا پیر پر حق یہ ہے کہ

- اسے مثل اپنی اولاد کے جانے
- جو بات بری دیکھے اس سے منع کرے، روکے
- نیکیوں کی ترغیب دے
- حاضر وغائب اس کی خیر خواہی کرے
- اپنی دعا میں اسے شریک کرے۔
- اس کی طرف سے براہ نادانی جو گستاخی بے ادبی واقع ہو اس سے درگزر کرے۔
- اس پر اپنے نفس کے لئے ناراض نہ ہو
- اس کی ہدایت کے لئے غصہ ظاہر کرے اور دل میں اس کی بھلائی کا خواستگار رہے
- اس کے مال سے کچھ طلب نہ کرے
- تا بمقدور اس کی ہر مشکل میں مددگار رہے۔ وغیرہ وغیرہ۔

مرید پر پیر کے حقوق

پیر کے حقوق مرید پر شمار سے افزوں ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ

● اس کے ہاتھ میں مردہ بدست زندہ ہو کر رہے

● اس کی رضا کو اللہ کی رضا اس کی ناخوشی کو اللہ کی ناخوشی جانے

● اسے اپنے حق میں تمام اولیائے زمانہ سے بہتر سمجھے

● اگر کوئی نعمت بظاہر دوسرے سے ملے تو اسے بھی پیر ہی کی عطا اور اسی کی نظر توجہ کا صدقہ جانے۔

● مال اولاد جان سب اس پر تصدق کرنے کو تیار رہے۔

● اس کی جو بات اپنی نظر میں خلاف شرع بلکہ معاذ اللہ کبیرہ معلوم ہو اس پر بھی نہ اعتراض کرے۔ نہ دل میں بدگمانی کو جگہ دے بلکہ یقین جانے کہ میری سمجھ کی غلطی ہے۔

● دوسرے کو اگر آسمان پر اڑتا دیکھے جب بھی پیر کے سوا دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کو سخت آگ جانے۔

● ایک باپ سے دوسرا باپ نہ بنائے۔

● اس کے حضور بات نہ کرے ہنسنا تو بڑی چیز ہے۔

● اس کے سامنے آنکھ، کان، دل ہمہ تن اسی کی طرف مصروف رکھے۔

● جو وہ پوچھے نہایت نرم آواز سے بکمال ادب بتا کر جلد خاموش ہو جائے

● اس کے کپڑوں، اس کے بیٹھنے کی جگہ، اس کی اولاد، اس کے مکان، اس کے محلّہ، اس کے شہر کی تعظیم کرے۔

● جو وہ حکم دے کیوں نہ کہے دیر نہ کرے۔ سب کاموں پر اسے تقدیم دے

● اس کی غیبت میں بھی اس کے بیٹھنے کی جگہ نہ بیٹھے

● اس کی موت کے بعد بھی اس کی زوجہ سے نکاح نہ کرے

● روزانہ اگر وہ زندہ ہے اس کی سلامت وعافیت کی دعا بکثرت کرتا رہے، اور

اگر انتقال ہوگیا تو روزانہ اس کے نام پر فاتحہ ودرود کا ثواب پہنچائے۔

● اس کے دوست کا دوست، اس کے دشمن کا دشمن رہے

غرض اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اس کے علاقہ کو تمام جہان کے علاقہ پر دل سے ترجیح دے اور اسی پر کار بند رہے۔ جب یہ ایسا ہوگا تو ہر وقت اللہ عزوجل وسید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وحضرات مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی مدد زندگی میں نزع میں قبر میں، حشر میں میزان پر، پل صراط پر حوض پر ہر جگہ اس کے ساتھ رہے گی۔ اس کا پیر اگر خود کچھ نہیں تو اس کا پیر تو کچھ ہے، یا پیر کا پیر یہاں تک کہ صاحب سلسلہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، پھر یہ سلسلہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اور ان سے سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان سے اللہ رب العلمین تک مسلسل چلا گیا ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ پیر چاروں شرائط بیعت کا جامع ہو، پھر اس کا حسن اعتقاد سب کچھ پھل لاسکتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

(فتاوی رضویہ مترجم ج ۲۴، ص: ۳۶۸۔ پوربندر)

کیا عورت پیر بن سکتی ہے

خالق کائنات نے دنیا میں جتنے انبیائے کرام (علیہم الصلاۃ والسلام) بھیجے وہ سب کے سب مرد تھے کوئی عورت کبھی نبی نہیں ہوئی کیونکہ راہ خدا کی طرف بلانے والے کا مرد ہونا ضروری ہے۔ اصلاح وتبلیغ کے جو فرائض وذمہ داریاں ہیں عورت ان سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتی اور یہ کہ اس راہ میں جو مشکلات وصعوبت انگیزیاں ہیں عورت ان کی متحمل نہیں کیونکہ عقل وفکر کے اعتبار سے عورت ناقص ہوتی ہے اس لئے اسے وہ ثبات حاصل نہ ہوگا جو ایک مرد کی فکر وبصیرت سے توقع ہے لہٰذا عورت پیر اور مرشد طریقت نہیں ہوسکتی۔

عورت کے پیر طریقت بننے سے متعلق ایک سوال کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں

IMG_201703

اولیائے کرام کا اجماع ہے کہ داعی الی اللہ کا مرد ہونا ضروری ہے، لہٰذا سلف صالحین سے آج تک کوئی عورت نہ پیر بنی نہ بیعت کیا۔

حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

لن یفلح قوم ولوا امرھم امرأۃ۔ (بخاری ۲، ص:۱۰۵۲۔کتاب الفتن)

ہرگز وہ قوم فلاح نہ پائے گی جنہوں نے کسی عورت کو والی بنایا۔

امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہٗ "میزان الشریعۃ الکبریٰ" کتاب الاقضیہ میں فرماتے ہیں۔

قد اجمع اھل الکشف علی اشتراط الذکورۃ فی کل داع الی اللہ تعالیٰ ولم یبلغنا ان احدا من نساء السلف الصالح تصدرت لتربیۃ المریدین ابدا لنقص النساء فی الدرجۃ. وان ورد الکمال فی بعضھن کمریم بنت عمران و آسیۃ امرأۃ فرعون فذلک کمال بالنسبۃ للتقویٰ والدین لا بالنسبۃ للحکم بین الناس و تسلکھم فی مقامات الولایۃ و غایۃ امرالمرأۃ ان تکون عابدۃ زاھدۃ کرابعۃ العدویۃ.

(میزان الشریعہ ۲، ص:۱۸۹۔کتاب الاقضیۃ۔البابی مصر)

بیشک اہل کشف نے اجماع کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کا مرد ہونا شرط ہے اور یہ بات معلوم نہ ہوئی کہ سلف صالحین کی عورتوں میں سے کوئی عورت کبھی بھی مریدین کی تربیت کرنے کی درپے ہوئی ہو کیونکہ عورتوں کے درجہ میں نقص ہے اگرچہ ان کی بعض میں کمال بھی ہے جیسے مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ، یہ کمال تقویٰ اور دین کے لحاظ سے ہے لوگوں کے درمیان حکومت کرنے کی نسبت سے اور انہیں مقامات ولایت میں چلانے کی وجہ سے نہیں۔ عورت کا انتہائی درجہ یہ ہے کہ وہ عابدہ زاہدہ ہو جیسے رابعہ عدویہ بصریہ عابدہ زاہدہ ہوئیں۔ (ت)

(نقاء السلافۃ فی البیعۃ والخلافۃ)

اپنے شیخ کے علاوہ طلب اور کسب فیض کا حکم

اگر اپنا شیخ جامع شرائط ہے تو تبدیل نہ چاہئے البتہ طالب ہو سکتا ہے اور کسب فیض میں کوئی حرج نہیں۔ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی تحریر فرماتے ہیں۔

جو شخص کسی شیخ جامع شرائط کے ہاتھ پر بیعت ہو چکا ہو تو دوسرے کے ہاتھ پر بیعت نہ چاہئے۔ اکابر طریقت فرماتے ہیں۔

لا یفلح مرید بین شیخین

جو مرید دو پیروں کے درمیان مشترک ہو وہ کامیاب نہیں ہوتا۔ (ت)

خصوصاً جبکہ اس سے کشود کار بھی ہو چکا ہو۔ حدیث میں ارشاد ہوا

من رزق فی شئی فلیلزمہ (شعب الایمان ۲، ص:۸۹ حدیث ۱۲۴۱۔ العلمیۃ بیروت)

جسے اللہ تعالیٰ کسی شئی میں رزق دے وہ اس کو لازم پکڑے۔ (ت)

دوسرے جامع شرائط سے طلب فیض میں حرج نہیں اگرچہ وہ کسی سلسلہ صریحہ کا ہو اور اس سے جو فیض حاصل ہو اسے بھی اپنے شیخ ہی کا فیض جانے۔

شیخ جب نہ رہے اور اس کا سلوک ناقص ہو اس کی تکمیل بطور خود نہ کرے کہ یہ راہ تنہا چلنے کی نہیں بلکہ کسی لائق تکمیل سے استمداد کرے اس میں حتی الامکان لحاظ قرب رکھے اپنے شیخ کے خلفاء میں سے کوئی اس قابل ہو تو وہ اولیٰ ہے ورنہ اپنے سلسلے سے اقرب فالاقرب اور نہ ملے تو جو ملے، یہ اس لئے کہ اختلاف راہ اطالت عمل کرنے اور اپنے زمانے میں اپنے حق میں اپنے شیخ صحیح المشیخۃ سے کسی کو افضل جاننا سوء ادب ہے۔

ایک اور سوال کے جواب میں فرماتے ہیں

دوسرے شیخ سے طالب ہو مگر اپنی ارادت شیخ اول ہی سے رکھے اور اس سے جو فیض حاصل ہو وہ اپنے پیر ہی کی عطا جانے۔

IMG_201703

اولیائے کرام فرماتے ہیں، ایک شخص کے دو باپ نہیں ہو سکتے، ایک عورت کے دو شوہر نہیں ہو سکتے، ایک مرید کے دو شیخ نہیں ہو سکتے۔ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دست اقدس پر بیعتیں ان کو امام ماننے اور ان کی اطاعت کرنے کی قسمیں جیسے ہر جدید بادشاہ کے ہاتھ پر کی جاتی ہیں۔

(فتاوی رضویہ مترجم ج ۲۶، ص: ۵۷۹۔۵۸۰۔ پور بندر)

غائبانہ بیعت کرنا

بیعت جس طرح شیخ کے سامنے ہوتی ہے یونہی غائبانہ طور پر بھی ہو سکتی ہے اس میں کوئی قباحت وممانعت نہیں ہے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر جب امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ کے حالات کا جائزہ لینے گئے تھے ان کے واپس آنے میں تاخیر ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی غیر موجودگی میں ان کی بیعت لی۔ بخاری شریف کے حوالے سے اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں۔

صحیح بخاری شریف میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے جب بیعت رضوان ہوئی ہے امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ غائب تھے۔ بیعت حدیبیہ میں ہوئی اور وہ مکہ معظمہ گئے ہوئے تھے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ کو فرمایا یہ عثمان کا ہاتھ ہے پھر اسے اپنے دوسرے دست مبارک پر مار کر ان کی طرف سے بیعت فرمائی اور فرمایا یہ عثمان کی بیعت ہے۔ لفظ حدیث یہ ہیں:

واما تغیبه عن بیعة الرضوان فانه لو کان احد اعز ببطن مکة من عثمان بن عفان لبعثه مکانه فبعث رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عثمان وکانت بیعة الرضوان بعد ماذهب عثمان الی مکة فقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم بیده الیمنی هذه ید عثمان فضرب بها علی یده وقال هذه لعثمان.

(بخاری ۲، ص: ۵۸۲ کتاب المغازی، باب قول اللہ ان الذین تولوا منکم الخ)

بیعت رضوان سے امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غائب رہنے کی وجہ یہ ہے کہ انہیں مکہ بھیجا گیا تھا اگر وادی مکہ میں کوئی ان سے زیادہ معزز ہوتا تو ان کی جگہ اسے بھیجا جاتا اسی لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عثمان کو مکہ بھیجا اور بیعت رضوان ان کے مکہ جانے کے بعد ہوئی، بیعت کے وقت حضور نے اپنے داہنے ہاتھ کو فرمایا یہ عثمان کا ہاتھ ہے پھر اسے اپنے دوسرے ہاتھ پر مار کر فرمایا یہ عثمان کی بیعت ہے۔(ت) (فتاوی رضویہ مترجم ج ۲۶، ص: ۵۶۵، پور بندر)

بذریعہ خط بیعت کرنا

جس طرح غائبانہ بیعت ہو جاتی ہے یونہی بذریعہ خط بھی بیعت ہو سکتی ہے کیونکہ قلم سے لکھنا زبان سے کہنے کے برابر ہے۔ایک سوال کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں۔

بیعت بذریعہ خط و کتاب بھی ممکن ہے، یہ اسے درخواست لکھے وہ قبول کرے اور اپنے قبول کی اس درخواست دہندہ کو اطلاع دے اور اس کے نام کا شجرہ بھی بھیج دے، مرید ہو گیا کہ اصل ارادت فعل قلب ہے۔

جبراً بیعت کرنا

عہد حاضر میں کچھ پیر ایسے بھی ہیں جو سیدھے سادھے لوگوں کو جبراً بیعت کرتے ہیں، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ عام اجلاس میں پیر صاحب یہ اعلان کر دیتے ہیں کہ یہاں پر جتنے لوگ جمع ہیں خواہ مرد ہو یا عورت سب میرے مرید ہو گئے میں نے سب کو مرید کر لیا۔جبر کی صورت میں حکم یہ ہے کہ بیعت نہیں ہوگی کیونکہ جبر اور مریدی میں تضاد و تبائن ہے ارادت قلب کے بغیر بیعت نہیں ہو سکتی۔اور اعلان عام کی صورت میں بھی اگر ارادت قلب نہیں ہے تو بیعت نہیں ہوگی نہ لوگ اس پیر کے مرید ہوں گے نہ وہ پیر لوگوں کا شیخ کہلائے گا، جو پیر ایسا کرتے ہیں وہ اپنا حلقہ اور اپنی دکان چمکانے کے لئے کرتے ہیں۔پیری مریدی جو مشائخ کا ایک پسندیدہ طریقہ ہے اس سے اس

IMG_201703

کا کوئی تعلق نہیں۔

ایک سوال کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی تحریر فرماتے ہیں۔

مریدی اور جبر دونوں متبائن ہیں جمع نہیں ہوسکتے، مریدی اپنے دل کی ارادت سے ہے نہ کہ دوسرے کے جبر سے۔ ایسا جبر وہ کرتے ہیں جنہیں مریدوں سے پکر تحصیل کرنا ہوتا ہے یا کثرت مریدین سے اپنی شہرت۔

(فتاوی رضویہ مترجم ج۲۶،ص:۵۶۷۔ پور بندر)

کافر کو بیعت کرنا کیسا ہے

اعمال صالحہ پر ثواب مرتب ہونے کے لئے اسلام شرط ہے، اسلام کے بغیر آدمی کا عمل کیسا ہی نیک وصالح ہو وہ ثواب کا مستحق نہیں ہوتا، اسی طرح مرید ہونے یا کسی سلسلہ بیعت میں داخل ہونے کے لئے آدمی کا مسلمان ہونا لازم ہے، اسلام لانے سے پہلے اعمال ضائع اور شیخ سے ارادت باطل ہے۔ مگر موجودہ دور میں بعض پیر ایسے ہیں جو مسلمانوں کو مرید کرنے کے ساتھ بعض کافروں کو بھی مرید کرتے اور انہیں اپنے سلسلے سے منسلک کرتے ہیں، انہیں اپنا مرید بتاتے اور اپنے آپ کو ان کا پیر کہلاتے ہیں ایسے پیر زیادہ تر شریعت سے جاہل تصوف سے بیگانہ ہوتے ہیں ان کا یہ فعل شکم پروری یا اپنی معیشت کی خاطر ہوتا ہے، اسلام وشریعت سے اس کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ کسی کافر کو مرید کرنا جائز نہیں جب تک وہ مسلمان نہ ہو۔ اس بات کی تفصیل امام احمد رضا بریلوی کی تحریر میں یوں ہے آپ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

لا الہ الا اللہ، کوئی کافر خواہ مشرک ہو یا موحد ہر گز نہ داخل سلسلہ ہوسکتا ہے نہ بے اسلام اس کی بیعت معتبر ہوسکتی ہے، نہ قبل اسلام اس کی بیعت معتبر ہوا گر چہ بعد کو مسلمان ہو جائے کہ بیعت ہو یا کوئی عمل، سب کے لئے پہلی شرط اسلام ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا (الفرقان،۲۳)

اور جو کچھ انہوں نے کام کئے تھے ہم نے قصد فرما کر انہیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرے کر دیا کہ روزن کی دھوپ میں نظر آتے ہیں۔ (کنز الایمان)

جو اس کے کفر پر رہتے ہوئے اسے مجاز و ماذون بیعت و خلیفہ طریقت کرے اور جو اسے پیر رشد و ہدایت سمجھے یہ سب کافر ہو جائیں گے۔ ہاں اگر وقت بیعت اس نے کلمہ طیبہ پڑھا اور دین اسلام کا مقر ہوا تو بیعت صحیح ہوئی اور اس کے بعد قبل اظہار کفر ماذون کیا تو پیر پر الزام نہیں مگر جب بعد کو اس نے کفر کیا مرتد ہو گیا بیعت فسخ ہو گئی اب جو اسے ہادی بنائے یہ کافر ہوگا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(فتاوی رضویہ مترجم ج۲۹ ص: ۶۴۲۔ پور بندر)

پیر ہونے کے لئے سید ہونا ضروری نہیں

پیر ہونے کے لئے چار شرطیں درکار ہیں سید یا کسی خاص قوم سے ہونا ضروری نہیں، چاروں شرائط میں سے اگر ایک شرط بھی کم ہے تو اس سے بیعت جائز نہیں۔ چاروں شرائط یہ ہیں۔

۱۔ سب سے اہم شرط مذہب کا سنی صحیح العقیدہ عقائد علمائے حرمین شریفین کے مطابق ہونا۔

۲۔ فقہ کا اتنا علم کہ اپنی حاجت کے سب مسائل جانتا ہو اور حاجت جدید پیش آئے تو اس کا حکم کتاب سے نکال سکے۔ بغیر اس کے اور فنون کا کتنا ہی بڑا عالم ہو عالم نہیں۔

۳۔ اس کا سلسلہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک صحیح و متصل ہو۔

۴۔ علانیہ کسی کبیرہ کا مرتکب یا کسی صغیرہ پر مصر نہ ہو۔

پیر کا سید ہونا ضروری نہ ہونے سے متعلق امام احمد رضا بریلوی تحریر فرماتے ہیں۔

پیر ہونے کے لئے وہی چار شرطیں درکار ہیں، سادات کرام سے ہونا کچھ ضرور نہیں، ہاں ان شرطوں کے ساتھ سید بھی ہو تو نور علی نور، باقی اسے شرط ضروری ٹھہرانا تمام سلاسل طریقت کا باطل کرنا ہے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ سلسلۃ الذہب میں سیدنا امام

علی رضا اور حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے درمیان جتنے حضرات ہیں کوئی سادات کرام سے نہیں، اور سلسلہ عالیہ چشتیہ میں تو امیر المومنین مولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے بعد ہی سے امام حسن بصری ہیں کہ نہ سید نہ قریشی نہ عربی، اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کا خاص آغاز ہی حضور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے، اسی طرح دیگر سلاسل۔ (فتاوی رضویہ مترجم ج ۲۶، ص: ۵۷۶۔ پور بندر)

پیالہ پلانا بیعت ہے یا نہیں

بعض پیر حضرات مرید ہونے والوں کو پیالہ پلا دیتے ہیں کسی قسم کی کوئی تعلیم نہیں کرتے اور اسی کو بیعت سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بات طریقہ مشائخ کے خلاف ہے، بیعت کرنے کا شرعی طریقہ پیالہ پلانا نہیں بلکہ ہاتھ پر ہاتھ دینا ہے یونہی اگر لوگ زیادہ ہوں اور سب ایک ساتھ مرید ہونا چاہیں تو چادر وغیرہ کوئی کپڑا اس طرح پکڑیں کہ داہنا ہاتھ اوپر اور بایاں نیچے ہو اور اس کا ایک کونہ پیر صاحب کے ہاتھ میں ہو پھر وہ کلمات بیعت تلقین کریں تو بیعت ہو جائے گی بیعت کے لئے صرف پیالہ پلانا جاہلوں کا طریقہ ہے۔

طریقہ بیعت سے متعلق ایک سوال کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا طریقۂ بیعت پیالہ پلانا نہیں بلکہ ہاتھ پر ہاتھ مارنا تھا، یہی طریقہ آج تک مشائخ میں ہے۔ پیالہ پلانا بھنگڑوں بے قیدوں کے یہاں ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ

(الفتح، ۱۰)

اے نبی یہ جو تم سے بیعت کر رہے ہیں یہ تو اللہ سے بیعت کرتے ہیں یہ تمہارا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر نہیں اللہ کا دست قدرت ان کے ہاتھوں پر ہے۔

معلوم ہوا کہ طریقۂ بیعت ہاتھ پر ہاتھ رکھنا تھا نہ پیالہ پلانا۔
(فتاوی رضویہ مترجم ج۲۶،ص:۵۸۹۔پوربندر)

شجرہ خوانی کے فوائد

شجرہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک بندے کے اتصال کی سند ہے، جس طرح حدیث کی اسنادیں۔

امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہ اولیاء وعلماء ومحدثین وفقہاء سب کے امام ہیں فرماتے ہیں۔

لولا الاسناد لقال فی الدین من شاء ماشاء

(مسلم ا،ص:۱۲۔مقدمۃ الکتاب)

اگر اسناد نہ ہوتی تو جس کا جو دل چاہتا دین میں کہہ دیتا۔(ت)

شجرہ خوانی سے متعدد فوائد ہیں

اول: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک اپنے اتصال کی سند کا حفظ۔

دوم: صالحین کا ذکر کہ موجب نزول رحمت ہے

سوم: نام بنام اپنے آقایانِ نعمت کو ایصال ثواب کہ ان کی بارگاہ سے موجب نظر عنایت ہے۔

چہارم: جب یہ اوقات سلامت میں ان کا نام لیوا رہے گا وہ اوقات مصیبت میں اس کے دستگیر ہوں گے۔رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

تعرف الی اللہ فی الرخاء یعرفک فی الشدۃ

(کنز العمال ۲،ص:۹۰۷حدیث ۳۲۲۱ الرسالۃ بیروت)

تو خوشحالی میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھ وہ شدت ومشکل میں تجھ پر نظر کرم فرمائے گا۔(ت)

(فتاوی رضویہ مترجم ج۲۶،ص:۵۹۱۔پوربندر)

سلاسل بیعت حق ہیں

صحابہ وتابعین سے جو سلسلے جاری ہوئے اور مشائخ نے جن سلاسل کو اپنایا وہ حق

ودرست ہیں ان میں سے کسی بھی سلسلے میں بیعت جائز ودرست ہے۔ ہاں یہ بات ہے کہ تمام سلاسل طریقت میں سلسلہ قادریہ اور خاندان قادری افضل ہے جس طرح مذاہب اربعہ میں مذہب حنفی افضل ہے، ان میں سے کسی کو باطل یا بے فیض سمجھنا جہالت ہے۔

ایک سوال کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

بلاشبہ خاندان اقدس قادری تمام خاندانوں میں افضل ہے کہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضل اولیاء وامام العرفاء وسید الافراد وقطب ارشاد ہیں، مگر یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سلاسل حقہ راشدہ باطل ہوں یا ان میں بیعت ناجائز وحرام ہو، اس کی نظیر بعینہٖ مذاہب اربعہ اہل حق ہیں ہمارے نزدیک مذہب مہذب حنفی افضل المذاہب واضح المذاہب اولھا بالحق ہے مگر ایسا نہیں کہ باقی تینوں مذاہب کے متبعین گمراہ ہوں۔ ایسا کہنا خود صریح باطل وغلو ہے۔

(فتاوی رضویہ مترجم ج۲۶ص:۵۶۸۔ پور بندر)

مریدہ سے نکاح کرنا کیسا ہے

عہد حاضر میں بعض نفس پرست اور علم وعمل سے بیگانہ پیر ایسے ہیں جو اپنی مریدہ عورتوں کو بیٹیوں کی مثل سمجھتے اور ان کے گھروں میں بے حجاب آنا جانا کرتے ہیں بلکہ انہیں یہ تلقین کی جاتی ہے کہ تم میری بیٹیاں ہو میرے سامنے آنے جانے میں تمہیں کوئی حرج نہیں، انہیں بے پردہ آنے کی اجازت دی جاتی ہے، تسکین نفس کے لئے تنہائیوں میں عورتوں کی محفل جماتے اور باتیں کر کر کے دل خوش کرتے ہیں۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ مریدہ بیٹی کی مانند ہے اپنی بیٹی کے مثل اس سے نکاح ممنوع ہے، اس سے پردہ بھی ضروری نہیں۔ اس بات کے پردے میں جو چور چھپا ہوا ہے اسے اہل علم جانتے ہیں کہ یہ جہلاء ایسا صرف اس لئے کہتے ہیں تاکہ انہیں اپنے نفس اور خواہشات کی تسکین کا سامان ملتا رہے اور وہ اپنی مریدہ عورتوں کو بیٹیاں کہہ کر ان کا استحصال کرتے رہیں۔ غضب یہ ہے کہ ان نادانوں کو یہ کہتے ہوئے شرم بھی نہیں آتی، اگر کوئی

عالم دین مسئلہ سمجھانے کی کوشش کرے تو اسے یہ کہہ کر ٹال دیا جاتا ہے کہ یہ طریقت کی بات ہے شریعت والے اسے نہیں جانتے۔ ہوسکتا ہے یہ ان کی کوئی خودساختہ طریقت ہو جس میں یہ باتیں روا ہیں ورنہ جو حضور سید الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طریقت ہے وہ شریعت سے مربوط ایک پاکیزہ راستہ ہے اس میں ان خرافات و بے ہودگی کی قطعاً کوئی اجازت و گنجائش نہیں ہے۔

حضور سرورِ کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لاتعداد عورتوں سے بیعت لی ہے مگر کسی غیر عورت کے ہاتھ سے حضور کا دستِ اقدس مس نہ ہوا، عورتوں سے صرف زبانی بیعت پر اکتفا فرماتے اور اپنے سامنے بے باکانہ عورتوں کو آنے سے منع فرماتے۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بڑھ کر دنیا میں کوئی پیر ہے؟ عہد حاضر کے پیران فرتوت اگر رسول اللہ کے نقش قدم پر چلتے تو پیری مریدی کے نام پر دنیا بھر میں جو بدعات و خرافات رائج ہو رہی ہیں ان کا بازار گرم نہ ہوتا نہ غیر مستند پیروں کی دکانیں چمکتیں۔

مریدہ مثل بیٹی نہیں محض اجنبیہ ہوتی ہے اس سے نکاح جائز و حلال ہے، اسے ممنوع یا حرام جاننا شریعت کی خلاف ورزی کے ساتھ اپنے دل سے شریعت گڑھنا ہے۔ اس مسئلہ کی وضاحت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے قرآن و حدیث اور اجماع امت و قیاس سے یوں فرمائی ہے۔

پیر کو اپنی مریدہ سے نکاح قطعاً حلال ہے، اسے ممنوع جاننا کتاب و سنت اور اجماع امت و قیاس چاروں دلائل شرع سے محض باطل و بے اصل ہے۔

● قرآن عظیم سے یوں کہ مولیٰ عزوجل نے حرام عورتیں گنا کر فرمایا

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ (النساء، ۲۴)

ان کے سوا سب عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں۔

لہٰذا مریدہ بھی اس حکم حلت میں داخل رہی کہ ان محرمات میں مریدہ کا ذکر نہیں کیا گیا۔

● سنت سے یوں کہ نبی سے زیادہ پیر و مرشد کون ہے، خصوصاً ہمارے حضور پر

نورسید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین وبارک وسلم کہ حضور تو تمام جہان کے پیر ہیں۔ پھر حضور والاصلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ نے اپنی امتی بی بیوں ہی سے نکاح فرمایا، جن میں حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ وحضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اعلی درجہ کی مریدہ اوراعلی درجہ کی بی بیاں ہیں۔

باتفاق علماء ثابت کہ جب اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت عامہ کو ظاہر فرمایا، سب سے پہلے حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شرف ارادت سے مشرف ہوئیں۔ بعض جاہلوں کی سمجھ میں یوں نہ آئے تو یہ مانیں گے کہ حضرت صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سب سے افضل واکمل مرید تھے۔

اولیائے کرام فرماتے ہیں

تاجہان ست نہ ہمچو مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیرے بود نہ ہمچو ابوبکر صدیق مریدے۔

پوری کائنات میں مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسا نہ کوئی پیر ہے اور نہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا کوئی مرید ہے۔ (ت)

وہ جاہلانہ خیال کہ پیری ومریدی کا رشتہ بعینہٖ مثل رشتۂ نسب کے ہے اگر سچا ہوتا تو مریدہ اپنی بیٹی ہوتی، مریدوں کی بیٹیاں پوتیاں ہوتیں۔ یوں ہی عثمان غنی وعلی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا نکاح حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بنات مطہرات سے کیونکر ہوسکتا، اس صورت میں صاحبزادیاں بہنیں ہوتیں، مگر جہل وسفاہت کے مفاسد اس سے بھی زائد ہیں۔

● اجماع سے یوں کہ آج تک تمام عالم میں کوئی عالم اس نکاح کی حرمت کا قائل نہ ہوا۔ فقہائے جملہ مذاہب کی کتابیں موجود، کسی نے مریدہ کو محرمات سے نہ گنا۔

● قیاس سے یوں کہ رشتۂ استاذی وشاگردی بھی تو رشتۂ پیری ومریدی کے مثل ہے، پیر واستاذ دونوں بجائے باپ کے مانے جاتے ہیں۔ خود حدیث میں فرمایا۔

انما انا لکم بمنزلة الوالد اعلمکم.

(ابوداؤد ا،ص:۳، باب کراھیة استقبال القبلة عندالخ)

میں تمہارے لئے بمنزلہ والد ہوں تمہیں علم سکھاتا ہوں۔(ت)

بلکہ پیری ومریدی بھی خود ایک استاذی وشاگردی ہے۔ اگر یہ خیال باطل ٹھیک ہوتا تو اپنی شاگرد عورت سے بھی نکاح حرام ہوتا اور عورت کو علم سکھانا نکاح جاتے رہنے کا باعث ہوتا کہ اب وہ اس کی بیٹی ہوگئی حالانکہ قرآن وحدیث سے زوجہ کو شاگرد کرنا اور اپنی شاگرد عورت کو نکاح میں لانا دونوں باتیں ثابت۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا (التحریم،۶)

اے ایمان والو اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ۔

ظاہر ہے کہ گھر والوں کو دوزخ سے بچانا بغیر مسائل سکھائے متصور نہیں کہ بچنا بے عمل اور عمل بے علم میسر نہیں، تو قرآن مجید صاف حکم فرماتا ہے کہ اپنی عورتوں کو علم دین سکھاؤ اور اس پر عمل کی ہدایت کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

رجل کانت له امة فغذ اھا فاحسن غذاھا ثم ادبھا فاحسن تادیبھا و علمھا فاحسن تعلیمھا ثم اعتقھا و تزوجھا فله اجران.

(بخاری ا،ص:۲۰ باب تعلیم الرجل امته واہلہ)

یعنی جو کوئی کنیز رکھتا ہے اسے کھلائے اور اچھا کھلائے پھر ادب سکھائے اور بہتر سکھائے اور علم پڑھائے اور خوب پڑھائے، پھر اسے آزاد کرکے اپنے نکاح میں لائے وہ شخص دوہرا ثواب پائے۔ (فتاوی رضویہ مترجم ۱۱،ص:۳۲۶-۳۲۷ برکات رضا پوربندر)

●●●

سماع وقوالی

اسلام اپنے پاکیزہ اصولوں سے دیکھتے ہی دیکھتے دنیا کے پردے پر چھا گیا عرب کے آسمان سے نور ورحمت کی جو گھٹا اٹھی تھی وہ عالم کے چپے چپے پر ابر کرم بن کر برس گئی، اہل اسلام اپنی خوبی کردار سے متعارف ہوئے، مسلمانوں میں بڑے بڑے علماء، صوفیہ وزہاد پیدا ہوئے، علماء نے انسانی اعمال کی اصلاح فرمائی، صوفیہ نے قلوب واذہان کو صاف کیا۔ اس کے لئے باضابطہ مراکز قائم ہوئے تعلیم وتربیت کے لئے علماء آگے بڑھے اور مدرسوں، مکتبوں کا قیام عمل میں آیا، تطہیر وتزکیہ کے لئے خانقاہی نظام قائم ہوا جہاں سالکین کو ریاضت ومجاہدہ، طہارت وتقویٰ، خوف وخشیت ربانی، خلوص وللہیت وغیرہ کے آداب واصول بتائے جاتے تھے، جو اس آزمائش وامتحان میں ثابت قدم رہ کر کامیاب ہوا وہ صوفیہ کے گروہ میں شامل ہو گیا، گویا یہ خانقاہیں روحانی شفاخانہ تھیں یہاں پر روحانی امراض واذیتوں کا علاج ومعالجہ کیا جاتا تھا، خانقاہی نظام سے لوگوں میں عملی استقامت پیدا ہوئی اسی کے اثر ونفوذ سے اہل اسلام میں جلیل القدر اولیاء پیدا ہوئے جن کے تابندہ نقوش آج ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔

دنیا بھر میں جہاں بھی خانقاہی نظام قائم ہوا وہ اسلامی اصولوں پر ہی ہوا، وہاں اسلامی آداب واحکام ہی کی تعلیم ہوا کرتی تھی، وہاں سے اسلامی اقدار وروایات کی حفاظت کا بندوبست کیا جاتا تھا، غیر اسلامی حرکات سے خانقاہیں صدہا برس تک پاک وصاف رہیں۔ پھر صدیوں کے بعد نہ جانے کب سے اس نظام میں رخنہ پڑا، رفتہ رفتہ مکروہ ونازیبا حرکات اور بدعات وخرافات کا رواج پڑا اور یہ ناسور کی طرح بڑھتا ہی چلا گیا، اکثر خانقاہوں پر ان بدعات کا اثر تو پڑا ہی تھا مسلمانوں کا معاشرہ بھی متاثر ومجروح ہو گیا۔ اب دین دار صوفیہ کی بجائے دنیا کے عاشق پیدا ہونے لگے، اہل عرفان

کی جگہ اہل طرب نے لے لی، جو لوگ گوشہ نشیں تھے وہ سر بازار بیٹھ گئے، زہد و تقویٰ کی چادر اتار کر مکر و فریب کو سامان عزت بنا لیا گیا۔ پہلے خانقاہوں میں جو پیران عظام ہوتے وہ کامل اور اہل دل صوفی ہوتے تھے مگر اب جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ صرف رسم کی تکمیل ہے حقائق و سچائیاں مفقود ہیں۔ ہمیں چراغ ماضی کے اجالے میں سمت منزل کا تعین کرنا ہوگا۔ ورنہ اجنبی مسافر کی طرح ہم تاریک راہوں میں کھو جائیں گے۔

اولیاء و صوفیہ میں پہلے روحانی سکون کے لئے سماع کا رواج تھا جس میں حمد و نعت اور عشق و عرفاں پر مشتمل اشعار پڑھے جاتے تھے، سماع کی جو مجلس ہوتی وہ لہو و لعب اور ساز و طرب سے پاک ہوتی اس میں خلاف شرع کوئی ایسی بات نہیں ہوتی تھی جس پر انگشت نمائی ہو سکتی، وہ اہل اللہ تھے خوف خدا سے ان کے قلوب لبریز تھے، حرف گناہ سن کر وہ لرز اٹھتے، سماع سے صوفیہ کو روحانی غذا حاصل ہوتی تھی اور اب نفسانی خواہشات کی تسکین کا سامان کیا جاتا ہے، مجلس سماع میں لوگ ذکر و فکر میں ڈوب جاتے پسندیدہ یا درد اور عشق بھرے اشعار میں وجد کرتے، جھومتے تھے۔ پھر رفتہ رفتہ سماع کی مجلس میں اشعار حمد و نعت کے ساتھ راگ، مزامیر، ڈھول، تاشا، گاجا باجا کا استعمال ہونے لگا، وجد کے نام پر رقص و سرود کرنے لگے، مرد و عورت کا اختلاط ہونے لگا، جسے صوفیائے کرام سماع کہتے تھے اس کا نام خالص قوالی ہو گیا، سماع میں اہل اللہ اور اہل دل شریک ہوتے تھے مگر اب قوالیوں میں اہل نا اہل، مرد و عورت، بچے، جوان بوڑھے سب شریک ہوتے ہیں حال یہ ہے کہ مزامیر ڈھول سارنگی وغیرہ کے بغیر آج قوالی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ خدایا یہ انقلاب آخر کیوں آیا؟ ستم یہ ہے کہ مزامیر کے ساتھ قوالی کو سماع کہا جاتا ہے اور سماع کے مثل ان خرافات و قوالیوں کا جواز بھی تلاش کیا جاتا ہے حالانکہ صوفیائے کرام اور اکابر اولیائے چشت نے بھی اس قسم کی قوالیوں کو ناجائز و حرام فرمایا ہے۔ جو چیزیں شرع میں ناجائز و ممنوع ہیں انہیں جائز و حلال بتانے والا کون؟

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے بریلی شریف کی سرزمین پر جس زمانے میں

ہوش وخرد کی آنکھیں کھولیں وہ فتنہ وفساد، بدعقیدگی و بد مذہبی اور بدعات وخرافات کا زمانہ تھا۔ امام احمد رضا نے خداداد صلاحیت واستعداد اور اپنے تجدیدی کارناموں سے بدعات و بدعقیدگی کا سد باب فرمایا، فرقہائے باطلہ کا ردو ابطال کیا، معاشرے کے رسم ورواج میں جو بدعات وخرافات پھیلی ہوئی تھیں ان پر قدغن لگایا۔ وہ قوم کے محسن ومصلح تھے ہر موڑ پر انہوں نے قوم کی قیادت ورہنمائی کا فریضہ انجام دیا، جہاں انہوں نے مختلف علوم وفنون میں علمی تحقیقات پیش کیں، فتاوے لکھے وہیں سماع وقوالی کے مسئلے پر بھی انہوں نے قلم اٹھایا اسلامی نقطۂ نظر اور شرعی استدلال سے اس پر بحث فرمائی اس کے شرعی حکم سے قوم کو آگاہ کیا۔ خانقاہوں میں جو بے اعتدالیاں پیدا ہوگئی تھیں ان کی نشاندہی فرمائی اور مصلحانہ اقدام کیا، انہوں نے مراسم اسلامیہ کی ترویج وتشہیر سے خانقاہوں کی حفاظت وصیانت کی، انہیں غیروں کے دست تصرف سے بچانے کی سعی فرمائی۔ ملت اسلامیہ پر امام احمد رضا بریلوی کا یہ بڑا احسان ہے کہ انہوں نے چودھویں صدی ہجری میں حق وباطل کے درمیان خط امتیاز کھینچ دیا۔

حاصل یہ ہے کہ آج کل بعض لوگ سماع اور مروجہ قوالی دونوں کو ایک سمجھتے ہیں اس نظریئے کا رد کیا گیا اور سماع اور مروجہ قوالی کے درمیان تفریق کی گئی، سماع کن شرائط کی بنیاد پر جائز ہے، کون اہل اور کون نا اہل ہے ان کی وضاحت کی گئی، سماع کے بارے میں اکابر اولیائے چشت کے اقوال وفرامین کیا ہیں ان کی نشاندہی فرمائی، مروجہ قوالی کا حرام وممنوع ہونا بیان فرمایا اور اس کی وجہ حرمت بتائی گئی۔ غرض امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے سماع وقوالی سے متعلق متعدد مقامات پر مختلف نوعیت سے بحث فرمائی ہے خاص طور سے اس مسئلے میں ''مسائل سماع'' اور ''اجل التحبیر فی حکم السماع والمزامیر'' کے نام سے ان کے دو رسالے اور متعدد فتاوے ملتے ہیں ان کے اقتباسات کو ہم الگ الگ عنوان کے تحت میں پیش کر رہے ہیں۔ (مرتب)

سماع کی شرائط

سماع کے لئے علماء وصوفیہ نے جن قیود وشرائط کو لازم قرار دیا ہے ان کی رعایت و پابندی کے بغیر سماع جائز و درست نہ ہوگا۔ جواز سماع کے لئے جن شرائط کا لحاظ ضروری ہے ان کی نشاندہی فرماتے ہوئے ایک سوال کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں۔

جب سامع و مسموع و مسمع و مُسمع و سماع و اسماع سب مفاسد سے پاک ہوں تو سننا سنانا سب جائز ہے اگر چہ بالقصد قوانین موسیقی کی رعایت سے ہو، خواہ فارسی یا اردو یا ہندی جو کچھ بھی ہو باستثناء قرآن عظیم موسیقی کی نسبت آواز کی طرف وہ ہے جو عروض کی نسبت کلام کی طرف، کلام جب حسن ہو اوزان عروضیہ پر منظوم کر دینے سے قبیح نہ ہو جائے گا، یوہیں الحان کہ مباح ہو قوانین موسیقی کی رعایت سے ناجائز نہ ہو جائے گا۔

شعر سے متعلق حدیث میں فرمایا

الشعر کلام فحسنه حسن و قبیحه قبیح

(سنن کبری للبیہقی ۵، ص:۶۸ کتاب الحج۔ دار الفکر بیروت)

شعر ایک کلام ہے جو اچھا ہے وہ اچھا ہے اور جو برا ہے وہ برا ہے۔ (ت)

● سامع یعنی سننے والا تو وہ چاہئے جس کے قلب پر شہوات ردیہ کا غلبہ نہ ہو کہ سماع کوئی نئی بات پیدا نہیں کرتا بلکہ اسی کو ابھارتا ہے جو دل میں دبی ہو۔

● مسموع یعنی جو سنا جائے ضرور ہے کہ نہ فحش ہو نہ کوئی کلمہ خلاف شرع مطہر، نہ کسی زندہ امرد کا ذکر ہو نہ کسی زندہ عورت کی تعریف، نہ ایسی قریب مردہ کا نام ہو جس کے اعزہ زندہ ہوں اور انہیں اس سے عار لاحق ہو۔ جیسے لیلیٰ، سلمی، سعاد کے ذکر میں حرج نہیں۔

● مسمع یعنی پڑھنے یا گانے والا مرد بوڑھا یا جوان ہو، امرد یا عورت نہ ہو

● مُسمع یعنی آلہ سماع مزامیر نہ ہوں اگر ہو تو صرف دف بے جلاجل جو ہئیات

تظرب پر نہ بجایا جائے۔

● مسمع، جائے سماع فساق کی مجلس نہ ہو۔

اور اگر حمد و نعت و منقبت کے سوا عاشقانہ غزل، گیت، ٹھمری وغیرہ ہو تو مسجد میں مناسب نہیں۔

● سماع یعنی سننا ایسے وقت نہ ہو کہ اس سے نماز با جماعت وغیرہ کسی فرض یا واجب یا امر اہم شرعی میں خلل آئے۔

● اسماع یعنی پڑھنا یا گانا ایسی آواز سے نہ ہو جس سے کسی نمازی کی نماز یا سوتے کی نیند یا مریض کے آرام میں خلل آئے۔ اور حسن و عشق، وصل و ہجر، شراب و کباب کا ذکر ہو تو عورات کو آواز نہ پہنچے بلکہ اگر گانے والے کی آواز دلکش ہے تو عورات تک پہنچنے کی مطلقاً احتیاط مناسب ہے۔

(فتاوی رضویہ مترجم ج ۲۴، ص: ۱۲۵۔ پور بندر)

شرائط سماع میں محبوب الٰہی کا قول

حضرت نظام الاولیاء محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی فرمایا ہے کہ سماع کے لئے چند شرائط ہیں ان کے بغیر سماع جائز نہیں۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ ان کے ایک خلیفہ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں سیدی مولانا محمد بن مبارک بن محمد علوی کرمانی مرید حضور شیخ فریدالدین گنج شکر و خلیفہ حضور سیدنا محبوب الٰہی نظام الدین سلطان الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کتاب ''سیر الاولیاء'' میں فرماتے ہیں۔

حضرت سلطان المشائخ قدس اللہ سرہ العزیز می فرمود کہ چندیں چیز می باید تا سماع مباح شود، مسمع و مستمع و مسموع و آلہ سماع، مسمع یعنی گوینده مرد تمام باشد کودک نباشد و عورت نباشد، و مستمع آنکہ می شنوند و از یاد حق خالی نباشد، و مسموع آنچہ بگویند فحش و مسخرگی نباشد، آلہ سماع مزامیر ست چوں چنگ و رباب و مثل آں می باید کہ

درمیاں نباشد، ایں چنیں سماع حلال ست۔

(سیر الاولیاء ص: ۵۰۲۔۵۰۱۔ باب نہم در سماع و وجد و رقص، لاہور)

حضرت سلطان المشائخ محبوب الٰہی قدس سرہٗ فرماتے ہیں چند چیزیں ہوں تو سماع مباح ہوگا۔

۱۔ سنانے والا بالغ مرد ہو بچہ (امرد) اور عورت نہ ہو۔

۲۔ سننے والا جو کچھ سنے وہ یاد حق پر مبنی ہو۔

۳۔ جو کچھ سنا جائے وہ بیہودگی اور مذاق ولغو سے پاک ہو۔

۴۔ اسباب سماع، گانے بجانے کے آلات سارنگی رباب وغیرہ، چاہئے کہ یہ چیزیں مجلس کے درمیان نہ ہوں

اگر یہ تمام شرائط پائی جائیں تو سماع حلال اور جائز ہے۔ (ت)

(رسالہ مسائل سماع)

مزامیر کے ساتھ سماع کا حکم

مزامیر، ڈھول، باجا وغیرہ جو لہو ولعب کے آلات ہیں انہیں لہو ولعب کے طور پر استعمال کرنا حرام ہے۔ یہ قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ یہ آلات بالذات حرام نہیں بلکہ لہو ولعب کے ارادہ وعمل کی وجہ سے حرام ہیں جیسے اعلان جہاد کے لئے طبل، سحری یا افطار کے وقت نقارہ بجانا جائز ہے مگر یہی اگر بطور لہو ہو تو بجانا درست نہیں۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ چشتیہ سلسلہ کے صوفیہ وبزرگ حضرات مزامیر کے ساتھ سماع سنتے تھے اور ان کے حق میں یہ جائز تھا ورنہ وہ حضرات ایسا نہ کرتے کیونکہ وہ اہل اللہ اور اہل طریقت تھے۔ حالانکہ یہ امر مسلم ہے کہ شریعت مطہرہ نے جو بات حرام فرمائی ہے وہ ہر مسلمان کے لئے حرام ہے خواہ وہ عام مسلمان ہو یا خاص صوفی یا زاہد، ہر ایک کے لئے حکم شرع برابر ہے۔ اہل طریقت، شریعت سے آزاد نہیں ہوتے بلکہ شریعت مقدسہ کی پابندی وپیروی ہی سے ان کا شمار اہل اللہ میں ہوتا ہے۔ لہٰذا اکابر

اولیائے چشت کی طرف مزامیر کے ساتھ سماع سننے کا انتساب غلط و باطل اور افترا
ہے۔ بات یہ ہے کہ آج کل کے کچھ فساق اپنی نفسانی خواہشات کی تسکین کے لئے
من گھڑت باتیں اڑا دیتے ہیں ان کے مرتکب خود بھی ہوتے اور دوسروں کو بھی ان پر
عمل کرنے کی تلقین کرتے ہیں تا کہ لوگوں کے عمل سے ان کے فعل کو سند جواز مل
جائے یا کم ازکم وہ انگشت نمائی یا نشانۂ تنقید بننے سے محفوظ رہیں، جبکہ کسی کا کوئی فعل و
عمل شریعت میں کسی کے لئے دلیل و حجت نہیں ہے۔

مزامیر کی حرمت اور مشائخ چشت کی طرف سماع مع مزامیر کی غلط نسبت کو واضح
کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں۔

مزامیر یعنی آلات لہو ولعب بروجہ لہو ولعب بلا شبہ حرام ہیں جن کی حرمت اولیاء و
علماء دونوں فریق مقتدا کے کلمات عالیہ میں مصرح، ان کے سننے سنانے کے گناہ ہونے
میں شک نہیں کہ اصرار کے بعد کبیرہ ہے، اور سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے حضرات سادات کی
طرف اس کی نسبت محض باطل وافترا ہے۔

حضرت سیدی فخر الدین زرادی کہ حضور سیدنا محبوب الٰہی سلطان الاولیاء نظام
الدین محمد احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے جلیل القدر خلفاء میں سے ہیں جنہوں نے خاص
حضور کے عہد میں خود حضور والا کے حکم سے مسئلہ سماع میں رسالہ "کشف القناع عن
اصول السماع" تالیف فرمایا، اپنے اسی رسالہ میں فرماتے ہیں۔

سمع بعض المغلوبین السماع مع المزامیر فی غلبات الشوق
واما سماع مشائخنا رضی اللہ تعالیٰ عنہم فبری عن ھذہ التھمۃ وھو
مجرد صوت القوال مع الاشعار المشعرۃ من کمال صنعۃ اللہ تعالیٰ

(کشف القناع عن اصول السماع)

یعنی بعض مغلوب الحال لوگوں نے اپنے غلبۂ حال وشوق میں سماع مع مزامیر سنا
اور ہمارے پیران طریقت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا سننا اس تہمت سے بری ہے وہ تو صرف
قوال کی آواز ہے ان اشعار کے ساتھ جو کمال صنعت الٰہی جل وعلا سے خبر دیتے

ہیں۔(ت)

بلکہ خود حضور ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ملفوظات شریفہ "فوائد الفواد" وغیرہا میں جا بجا حرمت مزامیر کی تصریح فرمائی، بلکہ حضور والا صرف تالی کو بھی منع فرماتے کہ مشابہ لہو ہے، بلکہ ایسے افعال میں عذر غلبۂ حال کو بھی پسند نہ فرماتے کہ مدعیان باطل کو راہ نہ ملے۔

یہ سب امور ملفوظات اقدس میں مذکور و ماثور ہیں، فوائد الفواد شریف میں صاف تصریح فرمائی کہ مزامیر حرام است (مزامیر یعنی گانے بجانے کے آلات کا استعمال حرام ہے۔ت) (فوائد الفواد)

حضرت شیخ محقق عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی مزامیر کی حرمت نقل فرمائی ہے۔

حضور ممدوح کے یہ ارشادات عالیہ ہمارے لئے سند کافی، اور ان اہل ہوا و ہوس مدعیان چشتیت پر حجت کافی، ہاں جہاد کا طبل، سحری کا نقارہ، اعلان نکاح کا بے جلاجل دف جائز ہیں کہ یہ آلات لہو ولعب نہیں، یوں ہیں یہ بھی ممکن کہ بعض بندگان خدا جو ظلمات نفس و کدورات شہوت سے یک لخت بری و منزہ ہو کر فانی فی اللہ و باقی باللہ ہو گئے کہ

لا یقولون الا الله، ولا یسمعون الا الله، بل لا یعلمون الا الله، بل لیس هناک الا الله.

ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ نہیں کہتے، اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ نہیں سنتے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کچھ نہیں جانتے، بلکہ وہاں صرف اللہ تعالیٰ ہی جلوہ گر ہوتا ہے۔(ت)

ان میں کسی نے بحالت غلبۂ حال خواہ عین الشریعۃ الکبریٰ تک پہنچ کر از آں جا کہ ان کی حرمت بعینہا نہیں بعد وثوق تام واطمینان کامل کہ حال و مال کے اعتبار سے فتنہ منعدم کسی وقت اس پر اقدام فرمایا ہو۔

انما الاعمال بالنیات و انما لکل امرئ مانویٰ.

(بخاری ا، ص:۲۔ باب کیف کان بدء الوحی الخ)

اعمال کا دارومدار ارادوں پر ہوتا ہے اور ہر شخص کے لئے وہی کچھ ہے جس کا اس نے ارادہ کیا۔ (ت)

درمختار میں ہے

و من ذلک (ای من الملاهی) ضرب النوبة للتفاخر فلو للتنبیه فلا باس به کما اذا ضرب فی ثلثة اوقات لتذکیر ثلث نفحات الصور الخ

(درمختار ۲، ص:۲۳۸۔ کتاب الحظر والاباحة)

اسی سے یعنی آلات لہو میں سے فخریہ طور پر نوبت بجانا بھی ہے لیکن اگر ہوشیار کرنے کے لئے بجائی جائے تو کوئی حرج نہیں، جیسا کہ تین اوقات میں یا تین دفعہ نوبت بجائی جائے تاکہ صور اسرافیل کے تین دفعہ پھونکنے کی یاد تازہ ہو۔ (ت)

اس عبارت کے تحت میں علامہ شامی "ردالمحتار" میں فرماتے ہیں

هذا یفید ان اٰلة اللهو لیست محرمة لعینها بل لقصد اللهو منها اما من سامعها او من المشتغل بها به تشعر الاضافة الاتری ان ضرب تلک الاٰلة بعینها حل تارة و حرم اخریٰ باختلاف النیة بسماعها والامور بمقاصدها و فیه دلیل لساد اتنا الصوفیة الذین یقصدون بسماعها امورا هم اعلم بها فلا یبادر المعترض بالانکار کی لا یحرم برکتهم فانهم السادة الاخیار.

(ردالمحتار ۵، ص:۲۲۳۔ کتاب الحظر والاباحة۔ التراث العربی بیروت)

یہ بات فائدہ دیتی ہے کہ آلہ لہو بالذات حرام نہیں بلکہ ارادہ وعمل لہو کی وجہ سے حرام ہے خواہ یہ سامع کی طرف سے ہو یا اس سے مشغول ہونے والے کی طرف سے اور اضافت سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ کیا یہ بات نہیں ہے کہ کبھی اس آلۂ لہو کو بعینہٖ بجانا اور استعمال کرنا حلال ہوتا ہے اور کبھی حرام، اور اس کی وجہ اختلاف نیت ہے، پس کاموں کے

جائز وناجائز ہونے کا دارومدار ان کے مقاصد پر مبنی ہوتا ہے۔ اس میں ہمارے سادات صوفیہ کی دلیل موجود ہے کہ وہ سماع سے ایسے رموز کا ارادہ رکھتے ہیں کہ جن کو وہ خود بھی اچھی طرح جانتے ہیں لہٰذا اعتراض کرنے والا انکار کرنے میں جلدی نہ کرے کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی برکت سے محروم ہو جائے کیونکہ وہ پسندیدہ سادات ہیں۔

(فتاوی رضویہ مترجم ج ۲۴، ص: ۷۹۔۸۰ پوربندر)

ایک شبہ کا ازالہ

سادات صوفیہ کا نادر اً یا کبھی کبھی مزامیر کے ساتھ سماع سننا اگر واقع بھی ہوا تو ان پر دوسروں کا قیاس نہیں کیا جا سکتا وہ چونکہ فتنہ سے دور اور فنا فی اللہ کی منزل میں گم ہو گئے تھے، لیکن ایسے حضرات بہت ہی نادر و کمیاب ہیں اور نادر پر حکم شرع کی بنیاد نہیں ہو سکتی، اس سے جواز یا عدم جواز مصرح نہیں ہوتا۔ لہٰذا جو حکم شرع ہے اسی کو فوقیت و ترجیح ہوگی۔ اسی شبہ کا ازالہ کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی ایک حدیث قدسی کے ضمن میں فرماتے ہیں۔

صحیح بخاری شریف میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں رب العزت تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے۔

لایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبه فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به و بصره الذی یبصربه و یده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها۔ (بخاری ۲، ص: ۹۶۳۔ کتاب الرقاق، باب التواضع)

یعنی میرا بندہ بذریعہ نوافل میری نزدیکی چاہتا رہتا ہے یہاں تک کہ میرا محبوب ہو جاتا ہے پھر جب میں اسے دوست رکھتا ہوں تو میں خود اس کا وہ کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی وہ آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے دیکھتا ہے اور اس کا وہ ہاتھ جس سے کوئی چیز پکڑتا ہے اور اس کا وہ پاؤں جس سے وہ چلتا ہے۔

اب کہئے کون کہتا اور کون سنتا ہے؟ آواز تو شجرۂ طور سے آتی ہے مگر لا واللہ پیڑ نے نہ کہا **انی انا الله رب العلمین.** (القصص، ۳۰۔ بیشک میں ہی ہوں اللہ رب سارے

جہان کا۔ کنزالایمان)

گفت او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

اس کا ارشاد درحقیقت اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اگر چہ بظاہر بندۂ خدا کے منہ سے نکلے۔(ت)

یہی حال سننے کا ہے، مگر اللہ اللہ یہ عباد اللہ کبریت احمر وکوہ یاقوت ہیں (لاکھوں ہزاروں میں ایک دو ایسے مل سکتے ہیں، بہت ہی کم ہیں) اور نادر احکام شرعیہ کی مدار نہیں، تو ان کا حال مفید جواز یا حکم تحریم میں قید نہیں ہوسکتا۔ جو لوگ مزامیر کے ساتھ سماع سنتے وقت غلبہ حال کا دعویٰ کرتے ہیں وہ ہرگز ان کے مثل نہیں ہوسکتے نہ کسی مرتبہ میں پہنچے بغیر نفس کی محفوظیت پر اعتماد جائز۔

فانها اكذب ما يكون اذا حلفت فكيف اذا وعدت.

بیشک نفس جب قسم کھائے تو جھوٹ ہوتا ہے تو پھر اس کے وعدہ کا کیا حال ہوگا۔(ت)

فرض کیجئے خیال وتصور میں کسی کو ایسا ٹھہرالینا صحیح، ہاں یہ احتمال صرف اتنا کام دے گا کہ جہاں اس کا انتفا معلوم نہ ہو تحسین ظن کو ہاتھ سے نہ دیجئے اور بے ضرورت شرعی ذات فاعل سے بحث نہ کیجئے۔ (فتاوی رضویہ مترجم ج ۲۴، ص: ۸۲۔ پور بندر)

بے مزامیر سماع کی صورتیں

سماع میں جس طرح اہل ونااہل کا فرق ہے یوں ہیں بے مزامیر سماع کی بھی چند صورتیں ہیں بعض صورتیں جائز ہیں، بعض ممنوع وناروا۔

- جو سماع جائز اشعار اور شرائط کا جامع ہو وہ جائز ودرست ہے۔
- جس میں شرائط مفقود اور اشعار وغیرہ بھی غیر شرعی ہوں خواہ مزامیر کے بغیر ہو وہ ناجائز وممنوع ہے۔

بغیر مزامیر کے اگر ایسا گانا ہو جس میں حسن وعشق، ہجر ووصال وغیرہ کا ذکر ہو تو

اگر چہ اہل اسے سن سکتے ہیں مگر فساق اور نفس پرستوں کو اس سے بھی منع کیا جائے گا۔

مزامیر کے بغیر سماع کی جو جائز اور ناجائز صورتیں ہیں ان کی وضاحت کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

سماع مجرد بے مزامیر، اس کی چند صورتیں ہیں۔

اول: رنڈیوں، ڈومنیوں، محل فتنہ امردوں کا گانا۔

دوم: جو چیز گائی جائے معصیت پر مشتمل ہو، مثلاً فحش یا کذب یا کسی مسلمان یا ذمی کی ہجو، یا شراب و زنا وغیرہ فسقیات کی ترغیب یا کسی زندہ عورت خواہ امرد کی بالتعیین تعریف حسن یا کسی معین عورت کا اگر چہ مردہ ہو ایسا ذکر جس سے اس کے اقارب احبا کو حیا و عار آئے۔

سوم: بطور لہو ولعب سنا جائے اگر چہ اس میں کوئی ذکر مذموم نہ ہو۔

تینوں صورتیں ممنوع ہیں، ایسا ہی گانا **لھوا لحدیث** ہے اس کی تحریم میں اور کچھ نہ ہو تو صرف یہ حدیث کافی ہے۔

كل لعب ابن آدم حرام الاثلثة.

(ترمذی ا، ص: ۱۹۷۔ ابواب الجہاد۔ باب ماجاء فی فضل الرمی الخ)

ابن آدم کا ہر کھیل حرام ہے سوا تین کھیلوں کے، یعنی خاوند کا اپنی بیوی سے کھیلنا، اپنے گھوڑے کو شائستگی سکھاتے ہوئے اس سے کھیلنا، اپنی کمان کے ساتھ تیر اندازی کرنا۔ (ت)

ان کے علاوہ وہ گانا جس میں نہ مزامیر ہوں نہ گانے والے محل فتنہ، نہ لہو ولعب مقصود، نہ کوئی ناجائز کلام گائیں بلکہ سادے عاشقانہ گیت، غزلیں، ذکر باغ و بہار وخط و خال و رخ و زلف و حسن و عشق و ہجر و وصل و وفائے عشاق، و جفائے معشوق وغیرہا امور عشق و تغزل پر مشتمل سنے جائیں تو فساق و فجار و اہل شہوات دنیہ کو اس سے بھی روکا جائے گا۔

وذلک من باب الاحتیاط القاطع ونصح الناصح و سد الذرائع

المخصوص به هذا الشرع البارع والدين الفارع.

یہ رکاوٹ یقینی احتیاط کے باب سے ہے اس میں خیر خواہ کی خیر خواہی ہے اور ذرائع کی روک تھام موجود ہے جو اس یکتا و فائق شریعت اور خوبصورت دین سے مخصوص ہے۔ (ت)

اسی طرح یہ حدیث بتاتی ہے کہ

الغنا ینبت النفاق فی القلب کما ینبت الماء البقل

(شعب الایمان ۴، ص: ۲۷۹۔ حدیث ۵۱۰۰۔ العلمیۃ بیروت)

گانا بجانا دل میں اس طرح نفاق اگاتا ہے جس طرح پانی ساگ پات اگاتا ہے۔

اور اہل اللہ کے حق میں یقیناً جائز بلکہ مستحب کہئے تو دور نہیں، گانا کوئی نئی چیز پیدا نہیں کرتا بلکہ دبی بات کو ابھارتا ہے، جب دل میں بری خواہش بیہودہ آلائشیں ہوں تو انہیں کو ترقی دے گا اور جو پاک مبارک ستھرے دل شہوات سے خالی اور محبت خدا و رسول سے مملو ہیں ان کے اس شوق محمود و عشق مسعود کو افزائش دے گا، ان بندگان خدا ان کے حق میں اسے ایک عظیم دینی کام ٹھہرانا کچھ بے جا نہیں۔

فتاوی خیریہ میں ہے

لیس فی القدر المذکور من السماع ما یحرم بنص ولا اجماع وانما الخلاف فی غیر ما عین والنزاع فی سوی مابین و قد قال بجواز السماع من الصحابة والتابعين جم غفير (الى ان قال) اما سماع السادات الصوفية رضى الله تعالىٰ عنهم بمعزل عن هذا الخلاف بل هو مرتفع عن درجة الاباحة الى رتبة المستحب كما صرح به غير واحد من المحققين.

(فتاوی خیریہ ۲، ص: ۱۸۳۔۱۸۴۔ کتاب الکراھیۃ والاستحسان۔ دار المعرفۃ بیروت)

سماع کے متعلق قدر مذکور میں کوئی ایسی چیز نہیں کہ جس کو نص اور اجماع سے حرام ٹھہرائے ہاں اختلاف اس کے غیر میں ہے جس کو معین کیا گیا اور نزاع اس کے سوا ہے

جس کو بیان کیا گیا۔ اور صحابہ کرام و تابعین عظام سے اہل علم کے جم غفیر نے سماع کے جواز کا قول نقل کیا ہے (یہاں تک فرمایا) رہا سادات صوفیائے کرام کا سماع تو وہ اس اختلاف سے دور ہے بلکہ وہ درجۂ اباحت سے رتبۂ استحباب تک پہنچا ہوا ہے، جیسا کہ بہت سے اہل تحقیق نے تصریح فرمائی ہے۔ (ت)

حمد ونعت وغیرہا جائز اشعار پڑھنے کا حکم

اگر اشعار حمد ونعت و منقبت و وعظ و پند و ذکر آخرت بوڑھے یا جوان مرد خوش الحانی سے پڑھیں اور بہ نیت نیک سنے جائیں کہ اسے عرف میں گانا نہیں بلکہ پڑھنا کہتے ہیں تو اس کے منع پر تو شرع سے اصلاً دلیل نہیں، حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے خاص مسجد اقدس میں منبر رکھنا اور ان کا اس پر کھڑے ہو کر نعت اقدس سنانا اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحابہ کرام کا استماع فرمانا خود حدیث صحیح بخاری سے واضح، اور عرب کے رسم حدی (سفر میں ایسے اشعار پڑھنا جن سے اونٹ گرما جاتے اور تیز چلتے تھے) زمانہ صحابہ و تابعین بلکہ عہد اقدس رسالت میں رائج رہنا، مردوں کی خوش الحانی کے جواز پر دلیل ظاہر ہے۔ انجشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حدی پر حضور والا صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ نے انکار نہ فرمایا بلکہ بلحاظ عورات ارشاد ہوا

یاانجشة رویدا لا تکسر القواریر.

(مسلم ۲، ص: ۲۵۵۔ کتاب الفضائل۔ باب رحمتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم للنساء الخ)

اے انجشہ نرمی کرو نازک شیشیوں کو نہ توڑو۔ (ت)

ان کی آواز دلکش و دلنواز تھی عورتیں نرم نازک شیشیاں ہیں جنہیں تھوڑی ٹھیس بہت ہوتی ہے۔

بے مزامیر سماع کی صورتوں کی وضاحت ونشاندہی کے بعد آخر میں امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں۔

غرض مدار کار فتنہ کے تحقق وتوقع پر ہے، جہاں فتنہ ثابت وہاں حکم حرمت، جہاں توقع واندیشہ وہاں انسداد ذریعہ کے لحاظ سے حکم ممانعت، جہاں نہ یہ نہ وہ، نہ یہ نہ وہ بلکہ بہ نیت محمود، استحباب موجود۔ (فتاویٰ رضویہ مترجم ۲۴، ص: ۸۳۔۸۴۔ پور بندر)

سماع مع مزامیر کی ممانعت پر محبوب الٰہی کے ارشادات

سماع اگرچہ صوفیہ کے معمولات اور ان کی روحانی غذا ہے مگر اس کا محرمات و مزامیر وغیرہ ممنوع چیزوں سے پاک ہونا ضروری ہے انہوں نے سماع سنا ہے مگر مزامیر و چنگ ورباب کی ممانعت فرمائی ہے وہ تو مجلس سماع میں تالی بجانے کو بھی منع کرتے ہیں۔ ان دلائل وشواہد کی موجودگی میں اگر کوئی ان پر مزامیر کے ساتھ سماع سننے کا الزام عائد کرے تو یہ ان نفوس قدسیہ پر بھی ظلم ہے اور اپنے اوپر بھی، اولیاء کا دامن ان آلائشوں سے پاک وصاف ہے، سلسلہ چشتیہ کے اکابر حضرات نے حرمت مزامیر کے بارے میں جو فتویٰ دیا ہے اس کے بعد کسی مفتری کو منہ دکھانے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ امام احمد رضا بریلوی تحریر فرماتے ہیں۔

سیر الاولیاء شریف میں ہے

یکے بخدمت حضرت سلطان المشائخ عرضداشت کہ دریں روزہا بعضے از درویشاں آستاں دار در مجمع کہ چنگ ورباب ومزامیر بود رقص کردند فرمود نیکو نہ کردہ اند آنچہ نامشروع است ناپسندیدہ است بعد ازاں یکے گفت چوں ایں طائفہ ازاں مقام بیروں آمدند بایشاں گفتند کہ شما چہ کردید دراں مجمع مزامیر بود سماع چگونہ شنید ورقص کردید ایشاں جواب دادند کہ ماچناں مستغرق سماع بودیم کہ ندانستیم کہ ایں جا مزامیر است یانہ، حضرت سلطان المشائخ فرمود ایں جواب ہم چیزے نیست ایں سخن در ہمہ معصیتہا بیاید۔

(سیر الاولیاء ص: ۵۳۰۔۵۳۱۔ باب نہم در بیان سماع و وجد، لاہور)

ایک خادم نے سلطان المشائخ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ ان دنوں آستانے کے بعض درویشوں نے اس مجلس اور محفل میں ناچ کیا ہے جہاں آلات سماع چنگ و

رباب اور سارنگی ومزامیر وغیرہ تھے تو ارشاد فرمایا انہوں نے اچھا نہیں کیا کیونکہ جو کام ناجائز ہے وہ پسندیدہ نہیں ہوسکتا، اس کے بعد ایک کہنے لگا کہ جب یہ لوگ اس حالت سے فارغ ہوئے تو لوگوں نے ان سے پوچھا کہ یہ تم نے کیا کیا ہے اس محفل میں تو مزامیر بھی تھے پھر تم نے قوالی بھی سنی اور ناچتے بھی رہے، انہوں نے جواب دیا کہ ہم سماع میں اس قدر مستغرق تھے کہ ہمیں پتہ ہی نہیں چلا کہ مزامیر بھی ہیں یا نہیں، اس پر سلطان المشائخ نے فرمایا کہ یہ کوئی معقول جواب نہیں اس لئے کہ یہ بہانہ تو تمام گناہوں میں ملوث ہونے والے کر سکتے ہیں۔ (ت)

حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول کے بعد امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں

مسلمانو! کیسا صاف ارشاد ہے کہ مزامیر ناجائز ہے اور اس عذر کا کہ ہمیں استغراق کے باعث مزامیر کی خبر نہ ہوئی، کیا مسکت جواب عطا فرمایا کہ ایسا حیلہ ہر گناہ میں چل سکتا ہے۔ شراب پئے اور کہہ دے شدت استغراق کے باعث ہمیں خبر نہ ہوئی کہ شراب ہے یا پانی، زنا کرے اور کہہ دے غلبۂ حال کے سبب تمیز نہ ہوئی کہ جروا ہے یا بیگانی۔

اسی سیر الاولیاء میں ہے

حضرت سلطان المشائخ فرمود من منع کردہ ام کہ مزامیر ومحرمات درمیان نباشد ودریں باب بسیار غلو کرد تا بحدیکہ گفت اگر امام را سہو افتد مرد بہ تسبیح اعلام دہد وزن سبحان اللہ نہ گوید زیرا کہ نشاید آواز آں شنودن پس چکند پشت دست بر کف دست زند وکف دست بر کف دست نہ زند کہ آں بلہومی ماند تا ایں غایت از ملاہی وامثال آں پرہیز آمدہ است پس در سماع طریق اولیٰ کہ ازیں بابت نہ باشد یعنی در منع دستک چندیں احتیاط آمدہ است پس در سماع مزامیر بطریق اولی منع است۔

(سیر الاولیاء، ص: ۵۳۲۔ باب نہم در بیان سماع ووجد۔ لاہور)

حضرت سلطان المشائخ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے منع کیا ہے کہ مزامیر ومحرمات

درمیان میں نہ ہوں اور اس سلسلے میں اس قدر شدت فرمائی کہ ارشاد فرمایا امام اگر نماز میں بھول جائے تو مرد سبحان اللہ کہہ کر آگاہ کر سکتا ہے مگر عورت کو اس طرح کہنا جائز نہیں کیونکہ اس کی آواز نہیں سنی جانی چاہئے اس کے لئے یہ ہدایت اور حکم ہے کہ وہ اپنے ایک ہاتھ کی پشت پر دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی مارے لیکن ہتھیلی کو ہتھیلی پر نہ مارے کیونکہ ایسا کرنا تالی بجانے کے برابر ہے اور یہ عمل لہو میں شمار ہوتا ہے۔ پس اندازہ کر لیا جائے کہ کس حد تک کھیل کود اور لغو کام سے پرہیز کی ہدایت وارد ہوئی ہے لہٰذا سماع میں بطریق اولیٰ منع ہے یعنی جب تالی بجانے کی ممانعت ہے تو مزامیر کے ساتھ قوالی کرنا اس سے زیادہ سخت اور ممنوع ہے۔ (ت)

مسلمانو! جو ائمہ طریقت اس درجہ احتیاط فرمائیں کہ تالی کی صورت کو ممنوع بتائیں وہ اور معاذ اللہ مزامیر کی تہمت، کس قدر ناانصافی ہے۔

(فتاوی رضویہ مترجم ج ۲۴ ص: ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ پوربندر)

کیا مزامیر کے ساتھ سماع کسی سلسلۂ طریقت میں جائز ہے

شریعت مطہرہ کے احکام وقوانین عام ہیں کچھ مستثنیات کے علاوہ کسی کے لئے کوئی تخصیص نہیں ہے، شرع میں جو چیز ناپسندیدہ یا ممنوع ہے وہ ممنوع ومتروک ہی رہے گی کسی کے اسے کرنے یا کہنے سے اس کا حکم نہیں بدلے گا۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ سلسلہ چشتیہ میں سماع مع مزامیر یا قوالی جائز ہے اس سلسلے کے بزرگ ایسا سماع وقوالی سنتے تھے ان کی پیروی میں اس سلسلے میں جو لوگ مرید ہیں وہ بھی سنتے اور جائز مانتے ہیں۔ حالانکہ یہ سب اولیائے چشت پر جھوٹ اور افترا ہے ان کا دامن اس قسم کی آلودگیوں سے پاک ہے انہوں نے مزامیر کا انکار کیا ہے جس مجلس سماع میں مزامیر اور آلات لہو ولعب کا استعمال ہوا اسے ناپسند فرمایا۔ اس مسئلے میں جو لوگ انہیں دلیل بناتے ہیں وہ اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل وتسکین کے لئے ایسا کرتے ہیں۔

مزامیر کے ساتھ سماع سننا اور یہ کسی سلسلے میں جائز ہے یا نہیں؟ امام احمد رضا

بریلوی نے اس بات کو مختصر انداز میں آسانی سے حل فرمادیا ہے، ایک سوال کے جواب میں آپ فرماتے ہیں۔

سماع، کہ بے مزامیر ہو، اور سنانے والا نہ عورت ہو نہ امرد، جو سنا جائے وہ نہ فحش ہو نہ باطل، اور سننے والا نہ فاسق ہو نہ شہوت پرست، تو اس کے جواز میں شبہ نہیں۔ قادریہ وچشتیہ سب کے نزدیک جائز ہے ورنہ سب کے نزدیک ناجائز۔

(فتاوی رضویہ مترجم ج ۲۴، ص: ۱۳۳، پوربندر)

مروجہ قوالی کا شرعی حکم

عہد حاضر میں بزرگان دین کے اعراس وغیرہ میں جو قوالیاں ہوتی ہیں وہ شریعت کے دائرے میں نہیں ہوتیں ان میں نت نئی خرافات، مرد وعورت کا اختلاط، بچوں کا شور وغل، فساق وشہوت پرستوں کا ہجوم، ذکر وفکر سے خالی، سننے سنانے والے زیادہ تر نااہل وغیر متدین، اشعار حمد ونعت کی جگہ پہ فحش گیت غزلیں وغیرہ تسکین نفس کا سامان ہوتا ہے جو شرعی اعتبار سے ناجائز وحرام ہے۔

ہم یہاں مروجہ قوالی سے متعلق ایک سوال اور امام احمد رضا بریلوی کا ایمان افروز جواب پیش کر رہے ہیں ان سے واضح وآشکارا ہو جائے گا کہ موجودہ دور کی قوالیوں کا دنیاوی وبال کتنا اور اخروی عذاب کیسا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال ہوا۔

ایک عرس میں قوالی اس طریقہ سے ہو رہی ہے کہ ایک ڈھول اور دو سارنگی بج رہی ہے اور چند قوال پیران پیر دستگیر کی شان میں شعر پڑھ رہے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نعت کے اشعار اور اولیاء اللہ کی شان میں اشعار گا رہے ہیں اور ڈھول سارنگیاں بج رہی ہیں، یہ مذکورہ باجے تو شریعت میں حرام ہیں، کیا اس فعل سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اولیاء اللہ خوش ہوں گے؟ حاضرین جلسہ وغیرہ گنہگار ہوئے یا نہیں؟ اور ایسی قوالی جائز ہے یا نہیں؟

آپ نے فرمایا

ایسی قوالی حرام ہے، حاضرین سب گنہگار ہیں، اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے، اور قوالوں کا بھی گناہ اس عرس کرنے والے پر، بغیر اس کے کہ عرس کرنے والے کے ماتھے قوالوں کا گناہ جانے سے قوالوں پر سے گناہ کی کچھ کمی آئے، یا اس کے قوالوں کے ذمہ حاضرین کا وبال پڑنے سے حاضرین کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو، نہیں بلکہ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا پورا گناہ اور قوالوں پر اپنا گناہ الگ اور سب حاضرین کے برابر جدا اور سب حاضرین کے علیحدہ۔ وجہ یہ کہ حاضرین کو عرس کرنے والے نے بلایا ان کے لئے اس گناہ کا سامان پھیلایا اور قوالوں نے انہیں سنایا اگر وہ سامان نہ کرتا یہ ڈھول سارنگی نہ سناتے تو حاضرین اس گناہ میں کیوں پڑتے، اس لئے ان سب کا گناہ ان دونوں پر ہوا، پھر قوالوں کے اس گناہ کا باعث وہ عرس کرنے والا ہوا وہ نہ کرتا نہ بلاتا تو یہ کیونکر آتے بجاتے لہٰذا قوالوں کا بھی گناہ اس بلانے والے پر ہوا۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

من دعا الی هدی کان له من الاجر مثل اجور من تبعه لاینقص ذلک من اجورهم شئیا و من دعا الی ضلالة کان علیه من الاثم مثل اٰثام من تبعه لا ینقص ذلک من آثامهم شئیا.

(مسلم ۲، ص: ۳۴۱۔ کتاب العلم، باب من سن سنۃ۔ مسند احمد ۲، ص: ۳۹۷۔ بیروت)

جو کسی امر ہدایت کی طرف بلائے جتنے اس کا اتباع کریں ان سب کے برابر ثواب پائے اور اس سے ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ آئے اور جو کسی امر ضلالت کی طرف بلائے جتنے اس کے بلانے پر چلیں ان سب کے برابر اس پر گناہ ہو اور اس سے ان کے گناہوں میں کچھ تخفیف نہ ہو۔

اس کے بعد امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں

● مسئلہ شارع علیہ الصلاۃ والسلام کے نص سے لیا جائے گا

● یا امام مجتہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فقہ سے
اگر نص شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم درکار ہے تو مزامیر کی حرمت میں احادیث کثیرہ ہیں جو حد تواتر تک پہنچی ہیں، ان میں سے ایک بخاری شریف کی حدیث صحیح ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لیکونن من امتی اقوام یستحلون الحِرَّ والحریر والخمر والمعازف. (بخاری ۲، ص: ۸۳۷۔ کتاب الاشربۃ۔ باب ماجاء فیمن یستحل الخمر)

ضرور میری امت میں وہ لوگ ہونے والے ہیں جو حلال ٹھہرائیں گے عورتوں کی شرمگاہ یعنی زنا اور ریشمی کپڑوں اور شراب اور باجوں کو۔

احادیث صحاح مرفوعہ محکمہ کے مقابل بعض ضعیف قصے یا محتمل واقعے یا متشابہ پیش نہیں ہو سکتے، ہر عاقل جانتا ہے کہ صحیح کے سامنے ضعیف، متعین کے آگے محتمل، محکم کے حضور متشابہ واجب الترک ہے، پھر کہاں قول کہاں حکایت فعل، پھر کجا محرم کجا مبیح، اس طرح یہی واجب العمل، اسی کو ترجیح۔

اور اگر فقہ مطلوب ہے تو خود امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد اور "ہدایہ" جیسی اعلیٰ درجہ معتمد کتاب کا ارشاد کافی ہے۔ ہدایہ میں ہے

دلت المسئلة علی ان الملاهی کلها حرام حتی التغنی لضرب القضیب، وکذا قول ابی حنیفة رضی الله تعالیٰ عنه ابتلیت لان الابتلاء بالمحرم یکون۔

(الھدایہ ۴، ص: ۴۵۳۔ کتاب الکراھیۃ۔ فصل فی الاکل والشرب)

مسئلہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ کھیل کود کے تمام سامان حرام ہیں یہاں تک کہ کسی چیز پر بانس کی ضرب لگا کر گانا بھی زمرۂ حرمت میں داخل ہے۔ اسی طرح امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد کہ میں اس میں مبتلا کیا گیا، اس لئے کہ ابتلا حرام میں ہوا کرتی ہے۔ (ت)

غرض حدیث وفقہ کا حکم تو یہ ہے۔ ہاں اگر کسی کو قصداً ہوس پرستی منظور ہو تو اس کا

علاج کس کے پاس ہے۔ کاش آدمی گناہ کرے اور گناہ جانے، اقرار لائے، اصرار سے باز آئے لیکن یہ تو اور بھی سخت ہے کہ ہوس بھی پالے اور الزام بھی ٹالے، اس لئے حرام کو حلال بنالے۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ معاذ اللہ اس کی تہمت محبوبان خدا اکابر سلسلہ چشت قدست اسرارہم کے سر دھرتے ہیں نہ خدا سے خوف نہ بندوں سے شرم کرتے ہیں۔

حالانکہ خود حضور محبوب الٰہی سلطان الاولیاء نظام الحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ "فوائد الفواد" میں فرماتے ہیں۔

مزامیر حرام است۔ (فوائد الفواد)

مزامیر حرام ہے۔ (ت)

مولانا فخر الدین زرادی خلیفہ حضور سیدنا محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور کے زمانہ مبارک میں خود حضور کے حکم سے مسئلہ سماع میں رسالہ "کشف القناع عن اصول السماع" تحریر فرمایا اس میں صاف ارشاد ہے کہ

اما سماع مشائخنا رضی الله تعالیٰ عنهم فبری عن هذه التهمة وهو مجرد صوت القوال مع الاشعار المشعرة من كمال صنعة الله تعالیٰ. (کشف القناع عن اصول السماع)

ہمارے مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا سماع اس مزامیر کے بہتان سے بری ہے وہ صرف قوال کی آواز ہے ان اشعار کے ساتھ جو کمال صنعت الٰہی سے خبر دیتے ہیں۔

خدارا انصاف سے بتایا جائے کہ خاندان چشت کے اس امام جلیل کا یہ ارشاد مقبول ہوگا یا آج کل کے مدعیان خامکار کی تہمت بے بنیاد جس کا فساد ظاہر و واضح ہے۔

(فتاوی رضویہ مترجم ج ۲۴، ص: ۱۱۳ تا ۱۱۶۔ پور بندر)

حرمت مزامیر کا ثبوت

حدیث وفقہ اور اقوال اولیاء سے مزامیر کی حرمت ثابت ہے، اہل علم پر یہ بات پوشیدہ نہیں۔ ان دلائل وشواہد کی موجودگی میں کوئی اگر مزامیر کو مطلقاً حلال کہے تو

اپنے دل سے شریعت گڑھنا ہے۔ پھر یہ کہ حدیث وفقہ کے مقابلے میں کسی کی اختراعی
بات معتبر و حجت نہیں ہو سکتی، نہ شریعت اس کی اجازت دیتی ہے۔ جس طرح مشائخ
چشت پر افترا کیا گیا کہ وہ مزامیر کے ساتھ سماع سنتے تھے یوہیں حجۃ الاسلام امام محمد
غزالی قدس سرہٗ کے بارے میں بھی کہا گیا کہ انہوں نے مزامیر کو جائز قرار دیا ہے،
حالانکہ وہ اس الزام سے سراسر بری ہیں۔ جو شریعت پر افترا کرنے سے باز نہیں آیا وہ
اگر کسی فرد پر بہتان تراشی کرے تو کیا تعجب ہے۔

حکم مزامیر سے متعلق ایک سوال کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ
فرماتے ہیں۔

مزامیر حرام ہیں، صحیح بخاری شریف کی حدیث صحیح میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ
وسلم نے ایک قوم کا ذکر کر کے فرمایا

یستحلون الحِرَّ والحریر والمعازف.

(بخاری ۲، ص: ۸۳۷۔ کتاب الاشربۃ۔ باب ماجاء فی من یستحل الخمر الخ)

زنا اور ریشمی کپڑوں اور باجوں کو حلال سمجھیں گے۔ اور فرمایا وہ بندر اور سور ہو
جائیں گے۔

- ہدایہ وغیرہ کتب معتمدہ میں تصریح ہے کہ مزامیر حرام ہیں۔
- حضرت سلطان الاولیا، محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''فوائد الفواد'' میں
فرماتے ہیں 'مزامیر حرام است۔
- حضرت شرف الدین یحییٰ منیری قدس سرہٗ نے اپنے مکتوبات شریفہ میں
مزامیر کو زنا کے ساتھ شمار فرمایا۔
- شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صرف روز عید دف کا سننا منقول ہے، وہ
بھی بالقصد متوجہ ہو کر نہیں۔

اوقات سرور میں بے جلاجل کا دف کہ ہیأت تطرب پر نہ بجایا جائے شرعاً جائز

ہے۔قوالوں پر لازم ہے کہ مزامیر قطعاً ترک کریں اور بوڑھے یا جوان مردوں سے
صاف وپاک غزلیں سنیں۔ (فتاوی رضویہ مترجم ج ۲۴،ص:۱۳۸۔پور بندر)

ایک شبہ کا ازالہ

شک نہیں کہ مزامیر حرام ہیں لیکن ایسا دف جس میں جلاجل وگھونگرو نہ ہوں اگر اسے اوقات خوشی وسرور جیسے عیداور شادی وغیرہ میں بجایا جائے تو جائز ہے کیونکہ اس سے شرع میں ممانعت نہیں بلکہ فعل ثابت ہے مگر شادی کے موقع پر مطلقاً دف کی اجازت نہیں بلکہ تین شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔ بے گھونگرو دف کے لئے جب شریعت مطہرہ نے شرائط مقرر کی ہیں تو کیا مزامیر جو آلات لہو ولعب ہیں کسی کے کہنے سے حلال ہو جائیں گے؟

شادی میں دف بجانے کی جو مشروط اجازت ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں۔

شادی میں دف کی اجازت ہے مگر تین شرط سے

ا۔ہیئات تطرب پر نہ بجایا جائے یعنی قواعد موسیقی کی رعایت نہ ہو۔

ایک یہی شرط اس مروج دف کے منع کو بس ہے کہ ضرور تال سم پر بجاتے ہیں۔

۲۔:بجانے والے مرد نہ ہوں کہ ان کو مطلقاً مکروہ ہے۔(چھوٹی لڑکیاں ہوں)

۳۔عزت دار بی بیاں نہ ہوں۔ (فتاوی رضویہ مترجم ج ۲۴،ص:۱۴۱۔پور بندر)

ایک اور سوال کے جواب میں فرماتے ہیں

اوقات سرور میں دف جائز ہے بشرطیکہ اس میں جلاجل یعنی جھانج نہ ہوں، نہ وہ موسیقی کے تال وسر پر بجایا جائے ورنہ وہ بھی ممنوع ہے۔جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ میں ہے۔ (فتاوی رضویہ مترجم ج ۲۴،ص:۱۳۷۔پور بندر)

بغداد واجمیر میں مزامیر کا رواج تھا یا نہیں

بعض خانقاہوں میں آج کل مزامیر، ڈھول، سارنگی وغیرہ کے ساتھ قوالیاں

ہوتی ہیں، ستم یہ ہے کہ انہیں سماع کہا جاتا ہے اور دلیل یہ دی جاتی ہے کہ بغداد و اجمیر شریف میں بھی مزامیر وہارمونیم کے ساتھ قوالی ہوتی ہے۔ جبکہ بغداد شریف میں ان چیزوں کا نام ونشان بھی نہیں ہے، اجمیر شریف میں بھی سوڈیڑھ سو سال پہلے یہ خرافات نہیں تھیں۔ واقعہ یہ ہے کہ پیشہ ورقوالوں نے خود جا جا کر یہ رواج ڈالا، ان کا مقصد سماع نہیں حصول مال وزر تھا پھر رفتہ رفتہ اس میں شدت آئی اور یہ مشہور ہوگیا کہ سلسلہ چشتیہ میں مزامیر کے ساتھ قوالی جائز ہے۔ حق یہ ہے کہ حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں جیسا کہ اس سے پہلے اولیائے چشت کے اقوال وفرامین سے مزامیر کا حرام و ناپسندیدہ ہونا ثابت ہو چکا ہے۔

ایک سائل نے امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ

ہارمونیم بجانا، گراموفون سننا کیسا ہے، بغداد و اجمیر وغیرہ میں ہارمونیم وغیرہ سے قوالی ہوتی ہے اس کا کیا حکم ہے؟

آپ نے فرمایا۔

ہارمونیم ضرور حرام ہے، بغداد شریف میں تو اس کا نشان بھی نہیں، نہ اجمیر شریف میں دیکھنے میں آیا۔ (اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی نے یہ فتویٰ ۲ صفر المظفر ۱۳۳۵ھ میں لکھا ہے جسے سو سال ہونے کو ہے اس وقت اجمیر شریف میں ہارمونیم وغیرہ نہیں تھا بعد میں رائج ہوا) نہ فاسقوں کا فعل حجت ہوسکتا ہے، نہ کسی عالم نے اسے حلال کہا، اگر کسی نے حلال کہا ہو تو وہ عالم نہ ہوگا ظالم ہوگا۔

گراموفون سے قرآن مجید کا سننا ممنوع ہے کہ اسے لہو ولعب میں لانا بے ادبی ہے اور ناچ یا باجے یا ناجائز گانے کی آواز بھی سننا ممنوع ہے، اور اگر جائز آواز ہو کہ نہ اس میں کوئی منکر شرعی نہ وہ کچھ محل ادب، تو اس کے سننے میں فی نفسہٖ حرج نہیں، ہاں لہو کا جلسہ ہو تو اس میں شرکت کی ممانعت ہے۔

(فتاوی رضویہ مترجم ج ۲۴، ص: ۱۳۴۔ پور بندر)

کیا سماع مع مزامیر میں اہل و نا اہل کا فرق ہے

بندگان خدا میں بعض ایسے لوگ ہیں جو ہوائے نفس اور شیطان کے بہکانے پر ممنوعات شرعیہ کا ارتکاب کرتے اور ستم یہ ہے کہ اس پر سند جواز بھی تلاش کرتے ہیں۔ گناہ صادر ہونے پر اظہار ندامت کرنا خواص کا حصہ ہے، گناہ ہونے پر جرأت و بے باکی ظاہر کرنا فساق کا کام، شریعت مطہرہ کے قوانین و احکام ہر ایک کے لئے برابر ہیں۔ صوفیائے کرام کی خانقاہوں میں محفل سماع ہوا کرتی تھی اس میں وہی لوگ شریک ہوتے تھے جو ذکر و فکر میں مستغرق اور ریاضت و مجاہدہ میں مشغول رہتے تھے، سماع سے انہیں روحانی غذا ملتی، قلب کو تسکین ہوتی تھی، ایسے ہی لوگوں کو سماع کا اہل سمجھا جاتا تھا پھر یہ بات شرط کی منزل میں ہوگئی کہ صرف اہل ہی مجلس سماع میں حاضر ہوا کریں۔ اس کے برخلاف جو لوگ یاد خدا سے غافل، خوف و خشیت ربانی سے بیگانہ، فسق و گناہ کے کام پر جری ہیں انہیں ان مجالس میں آنے کی اجازت نہ تھی ایسے لوگوں کو سماع کے لئے نا اہل قرار دیا گیا اور یہ فرق کر دیا گیا کہ محفل سماع میں اہل شریک ہوں نا اہلوں کو روکا جائے۔ یاد رکھو کہ یہ فرق سماع بے مزامیر میں ہے۔ مگر بعد کے زمانے میں جہاں لوگوں نے سماع کے نام پر قوالیاں شروع کیں ان میں بھی یہ تفریق کرنے لگے کہ مزامیر کے ساتھ سماع و قوالی اہل کے لئے جائز و درست ہے نا اہل کے لئے نہیں، یہ تفریق سماع بے مزامیر میں تو ہو سکتی ہے مگر سماع مع مزامیر میں نہیں ہو سکتی کیونکہ جو کام حرام و گناہ ہے وہ کسی کے لئے جائز نہیں اس میں اہلیت و نا اہلیت کا فرق نہیں کیا جاتا۔ اگر ایسا درست ہوتا تو بہت سی باتوں میں ہر کس و ناکس کہہ دیتا کہ ہم اس کے اہل ہیں ہمارے لئے روا ہے اس طرح دین میں بدعات و بے اعتدالیوں کا دروازہ کھل جاتا، ہر شخص اپنے فعل بد کا شرعی جواز تلاش کرتا پھر شریعت بازیچہ اطفال بن جاتی، لوگ اپنی طبیعت کو شریعت بنا لیتے۔ اہل ایمان کا شعار یہ ہے کہ وہ اپنی طبیعت کو شریعت اور اس کے تقاضوں کے تابع کر دیتے ہیں، اہل دنیا اور

[اخ]لاق کی خواہش یہ ہے کہ وہ شریعت کو اپنی طبیعت پر ڈھالنا چاہتے ہیں۔

سماع اور مزامیر والی قوالی میں اہلیت و نااہلیت کی قید ہے یا نہیں؟ اس کی تفصیل کے لئے ہم ایک سائل کا سوال اور امام احمد رضا بریلوی کا جواب دونوں پیش کر رہے ہیں ان سے اندازہ ہو جائے گا کہ امام احمد رضا نے معاشرے کو کن کن قبیح باتوں سے بچانے کی کوشش فرمائی اور معاشرے کی ناجائز رسوم اور بدعات و خرافات کا کس طرح سد باب فرمایا، وہ قوم کے ہمدرد و مخلص رہنما تھے قدم قدم پر انہوں نے قوم کی اصلاح فرمائی انہیں عصیان و بدعات کی دلدل میں غرق ہونے سے بچالیا۔

سائل نے امام احمد رضا بریلوی سے پوچھا۔

سماع میں یہ بات مقرر ہے کہ اہل کے لئے جائز نااہل کے لئے ناجائز، تو آج کل جو مشائخ مزامیر سنتے ہیں ان کے لئے کیوں ناجائز ہوا کیونکہ وہ اس کے اہل ہیں نااہل سنے تو اس پر اعتراض چاہئے یہ تو اسے غذائے روح سمجھتے اور اپنے لئے عبادت جانتے ہیں۔ کیا یہ درست ہے؟

آپ نے فرمایا۔

اہل نااہل کا تفرقہ سماع مجرد (بے مزامیر) میں ہے، مزامیر میں اہل کی اہلیت نہیں، نہ ان کا کوئی اہل نہ وہ کسی کے لئے جائز، مگر مجاذیب اور خود رفتہ کہ عقل تکلیفی نہ رکھتے ہوں ان پر ایک مزامیر کیا کسی بات کا مواخذہ نہیں کہ...... ع

سلطاں نگیرد خراج از خراب

بنجر اور ویران زمیں سے کوئی بادشاہ لوگوں سے ٹیکس وصول نہیں کرتا۔ (ت)

ایسی جگہ اہل عقل میں اہل و نااہل کا فرق کرنا ہر کس و ناکس کو گناہ پر جری کرنا اور امت مرحومہ پر شیطان لعین کے مکر کا دروازہ کھولنا ہے۔ ہر فاسق اسی کا مدعی ہوگا کہ ہم اہل ہیں ہم کو حلال ہے علانیہ ارتکاب معصیت کرے گا اور حرام خدا کو حلال بتائے گا او[ر] اپنے جیسے عوام جہال کو گمراہ بنائے گا، کیا شریعت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسا حکم لاتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ شریعت مطہرہ فتنہ کا دروازہ بند فرماتی ہے اور یہ حکم فتنہ کے روزن

کو عظیم پھاٹک کرتا ہے تو کس قدر شریعت مطہرہ کے مبائن ہے۔

اب دیکھ نہ لیجئے کہ آج کل کتنے نا مشخص، کتنے بے تمیز، کتنے کندہ ناتراشیدہ، ان کو استنجا کرنے کی تمیز نہیں یہ بھی نہیں جانتے کہ استنجا کرنے میں کیا فرض، واجب، سنت، مکروہ، حرام ہیں، وہ گیروا کپڑے رنگ کر یا عورتوں کے سے کاکل بڑھا کر رات دن اسی آواز شیطانی میں منہمک ہیں۔ نمازیں قضا ہوں بلا سے، مگر ڈھولک ٹھنکنا نہ ہو، اور پھر وہ پیرو مرشد ہیں ان کے پاؤں پر سجدے ہوتے ہیں اور علانیہ کہتے ہیں کہ ہم کو روا ہے، ہماری روح کی پاکیزہ غذا ہے۔ یہ اسی اہل و نااہل کے جہالت سے بھرے ہوئے فرق کا ناپاک نتیجہ ہے۔ اور ان کا کذب صریح یوں آشکار کہ سماع بے مزامیر جس میں اہل و نااہل کا فرق ہے اس کے جواز میں اس کے اہل نے یہ شرط رکھی ہے کہ جلسۂ سماع میں کوئی نااہل نہ ہو یہاں تک کہ قوال بھی اہل باطن ہو، جیسے بارگاہ محبوب الٰہی میں حضرت سیدنا امیر خسرو و حضرت سید میر حسن علی سنجری رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

بفرض باطل اگر مزامیر میں بھی اہل و نااہل کا فرق ہوتا تو اہل وہ تھا کہ کسی نااہل کے سامنے نہ سنتا، یہ جہل کے اہل، عام مجمع کرتے ہیں جس میں فساق، فجار، شرابی، زناکار سب کا شیطانی بازار لگتا ہے اور مزامیر کھڑکتے ہیں، یہ اہلیت کی شکل ہے؟ ان سب کی گمراہی اور عوام کی بربادی، تباہی کا وبال انہیں مولویوں کے سر ہے جو اہل و نااہل کا فرق بتاتے اور حرام خدا کو حلال کرنے کی کوششیں کرتے اور امت کی بھیڑوں کو ابلیس بھیڑیئے کے پنجے میں دیتے ہیں۔ پھر مزامیر کی حالت بالکل شراب کی مثل ہے۔

قلیلها یدعو الی کثیرها

تھوڑی سے بہت کی خواہش پیدا ہوتی ہے

الذنب یجری الی الذنب

گناہ گناہ کی طرف کھینچتا ہے۔ ......ع

تخم فاسد بار فاسد آورد

ناقص اور ناکارہ بیج بیکار پھل لاتا ہے۔ (ت)

شدہ شدہ رنڈی کے مجرے تک نوبت پہنچتی ہے پھر حیا یکسر کنارہ کرتی ہے، بھری مجلس میں فاحشہ ناچ رہی ہے اور پیر جی صاحب شیخ المشائخ و پیر مغان وقطب دوراں بنے بیٹھے ہوئے ہیں اور مریدین ھُوحق مچا رہے ہیں، تف بریں اہلیت۔ یہ سب نتائج ملعونہ اسی مداہنت، حلال کو حرام کرنے اور اہل و نا اہل میں فرق کے ہیں۔

شطرنج کے بارے میں تو خود روایات متعدد وجوہ پر ہیں مگر ناصحان امت نے زمانے پر نظر کرتے ہوئے یہی فرمایا کہ اس کی اباحت میں امت مرحومہ اور خود دین اسلام پر شیطان کو مدد دینا ہے لہٰذا مطلقاً حرام و گناہ کبیرہ ہے، تو مزامیر کہ نفس امارہ کو شیطان لعین کی ان کی طرف رغبت شطرنج کی بہ نسبت ہزار ہا درجہ زائد ہے کیونکر مطلقاً حرام و سخت کبیرہ نہ ہوں گے۔ سو میں پچانوے وہ ہوں گے جنہیں شطرنج کی طرف توجہ بھی نہیں، اور سو میں پانچ بھی نہ نکلیں گے جن کے نفس امارہ کو مزامیر کی شیطانی آواز خوش نہ آتی ہو، اہل تقویٰ بھی اپنے نفس کو بالجبر اس سے باز رکھتے ہیں۔ ع

حسن بلائے چشم ہے نغمہ وبال گوش ہے

غذائے روح وغذائے نفس

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ سماع مع مزامیر اہل کے لئے درست ہے کیونکہ ان کے لئے یہ روح کی غذا ہے۔ مذکورہ توضیح کے بعد امام احمد رضا بریلوی ان کے جواب میں فرماتے ہیں کہ مزامیر روحانی غذا نہیں، غذائے نفس ہے۔ نیز روحانی ونفسانی غذا میں جو زمین وآسمان کا فرق ہے اسے واضح کرنے کے بعد یہی ثابت کیا گیا ہے کہ مزامیر غذائے نفس ہی ہے روحانیت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ آپ فرماتے ہیں

مسلمانو! زبان اختیار میں ہے کوئی اگر کہے کہ "شہد کڑوا ہے، شراب یاقوتی ہے" تو اسے اس کا اختیار ہے۔ شرابی شراب کو بھی غذائے روح و جانفزا و جاں پرور کہا کرتے ہیں، کہنے سے کیا ہوتا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جو فرق بتایا ہے ذرا انصاف وایمان کے ساتھ اسے سنئے تو خود کھل جائے گا کہ۔ ع

کہ با کہ باختہ عشق درشب دیجور

اندھیری رات میں تو نے کس کے ساتھ عشق لڑایا۔ (ت)

ہاں سنئے اور گوش ایمان سے سنئے کہ ارشاد اقدس رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا ثابت ہے۔

● غذائے روح وہ ہے جس کی طرف شریعت محمدیہ (علی صاحبہا وآلہ افضل الصلاۃ والتحیۃ) بلاتی ہے اور جس کی طرف شریعت مطہرہ بلاتی ہے اس پر وعدۂ جنت ہے اور جنت ان چیزوں پر موعود ہے جو نفس کو مکروہ ہیں۔

● غذائے نفس وہ ہے جس سے شریعت محمدیہ (صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلی آلہ) منع فرماتی ہے اور جس سے شریعت کریمہ منع فرماتی ہے اس پر وعید نار ہے اور نار کی وعید ان چیزوں پر ہے جو نفس کو مرغوب ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

حفت الجنۃ بالمکارہ و حفت النار بالشھوات

(بخاری ۲، ص: ۹۶۰ کتاب الرقاق۔ باب حجبت النار بالشھوات)

جنت ان چیزوں سے گھیر دی گئی ہے جو نفس کو ناگوار ہیں اور دوزخ ان چیزوں سے ڈھانپ دی ہے جو نفس کو پسند ہیں۔

اس کی تفصیل اس حدیث جلیل میں ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لما خلق اللہ تعالیٰ الجنۃ قال لجبریل اذھب فانظر الیھا فذھب فنظر الیھا والی ما اعد اللہ لاھلھا فیھا ثم جاء فقال ای رب و عزتک لا یسمع بھا احد الادخلھا ثم حفھا بالمکارہ ثم قال یا جبریل اذھب فانظر الیھا فذھب فنظر الیھا ثم جاء فقال ای رب و عزتک لقد خشیت ان لا ید خلھا احد،

قال فلما خلق اللہ النار قال یا جبریل اذھب فانظر الیھا قال فذھب فنظر الیھا ثم جاء فقال ای رب و عزتک لا یسمع بھا احد

ـهـد خـلـهـا فـحـفـهـا بـالشـهـوات ثـم قـال يـا جـبـريـل اذهـب فـانـظـر الـيـهـا قـال اذهـب فـنـظـر الـيـهـا فـقـال اى رب و عـزتـک لـقـد خـشـيـت ان لا يـبـقـى احـد الاد خـلـهـا.

(ترمذی ۲، ص: ۸۰۔ ابواب الجنۃ، باب ماجاء حفت النار بالشہوات)

جب اللہ عزوجل نے جنت بنائی جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام کو حکم فرمایا کہ اسے جاکر دیکھ، جبریل نے اسے اور جو کچھ مولیٰ تعالیٰ نے اس میں اہل جنت کے لئے تیار فرمایا ہے دیکھا، پھر حاضر ہو کر عرض کی اے میرے رب تیری عزت کی قسم اسے تو جو کوئی سنے گا بے اس میں جائے نہ رہے گا، پھر رب عزوجل نے اسے ان باتوں سے گھیر دیا جو نفس کو ناگوار ہیں، پھر جبریل کو حکم فرمایا کہ اب جاکر دیکھ جبریل نے دیکھا، پھر حاضر ہو کر عرض کی اے میرے رب تیری عزت کی قسم مجھے ڈر ہے کہ اب تو شاید اس میں کوئی بھی نہ جاسکے۔

پھر جب مولیٰ تبارک وتعالیٰ نے دوزخ پیدا کیا جبریل سے فرمایا اسے جاکر دیکھ، جبریل نے دیکھا پھر آکر عرض کی اے میرے رب تیری عزت کی قسم اس کا حال سن کر کوئی بھی اس میں نہ جائے گا، مولیٰ تعالیٰ نے اسے نفس کی خواہشوں سے ڈھانپ دیا پھر جبریل کو اس کے دیکھنے کا حکم فرمایا، جبریل امین علیہ الصلاۃ والسلام نے اسے دیکھ کر عرض کی اے میرے رب تیری عزت کی قسم مجھے ڈر ہے کہ اب تو شاید ہی کوئی اس میں جانے سے بچے۔

یہ وہ فرق ہے کہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتایا۔ اور خود رب العزت جل جلالہ قرآن عظیم میں نماز کو فرماتا ہے۔

وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ (البقرۃ، ۴۵)

بیشک نماز گراں ہے مگر ان خشوع والوں پر جن کو یقین ہے کہ وہ اپنے رب سے ملیں گے اور انہیں اس کی طرف پھر کر جانا ہے۔

غذائے روح کی یہ پہچان ہے۔

اس کے بعد امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں۔

اب مزامیر کو دیکھئے کفار، فساق، فجار رات دن ان میں منہمک ہیں تو واضح ہوا کہ وہ شہوات نفس ہیں۔ جب تو بندگان نفس امارہ ان پر مٹے ہوئے ہیں غذائے روح ہوتے تو وہ ان کا نام نہ لیتے کہ بندگان نفس غذائے روح کا نام لیے تھراتے ہیں ہاں وہ عبادت ضرور ہیں مگر کہاں مندروں اور گرجاؤں میں کہ ان کی عبادت مزامیر ہی کے ساتھ ہوتی ہے مگر حاشا وہ مسجد والوں کی عبادت نہیں، مسجد کا رب اس سے پاک ہے کہ شیطانی لذتوں سے جن میں کافروں کا حصہ غالب ہو اس کی عبادت کی جائے۔

یہ عجب عبادت ہے کہ مندروں، گرجاؤں میں ہوتی ہے اور مسجدیں اس سے محروم، ہندوؤں نصرانیوں میں دھڑلے سے رائج، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ وائمہ اس سے محفوظ، **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔ یہ اگر عبادت ہے تو ڈوم ڈومنیاں رنڈیاں پیر جی سے بڑھ کر عابد ہیں کہ یہ گھنٹے بھر اس عبادت سے مشرف ہوں تو وہ چوبیس گھنٹے اسی میں ہیں۔ **ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**۔

جاہلوں کی شکایت نہیں اگر چہ وہ مشائخ بن بیٹھیں، اگر چہ اولیائے کرام کا ارشاد ہے کہ

صوفی بے علم مسخرۂ شیطان ست

بے علم صوفی شیطان کا مسخرہ ہے۔ (ت)

ما اتخذ اللہ جاھلا ولیا قط

اللہ نے کبھی کسی جاہل کو اپنا ولی نہ کیا۔ ...... ع

بے علم نتواں خدا را شناخت

بغیر علم کے خدا کی شناخت نہیں ہو سکتی۔ (ت)

غضب تو ان مولوی کہلانے والے مشائخ نے ڈھایا ہے کہ اپنے ساتھ عوام کو بھی شریعت پر جری و بے باک کر دیا، اہل و نااہل کا تفرقہ زبانی کہیں اور جلسے میں دنیا بھر کے نااہل بھریں۔

ائمہ دین فرماتے ہیں اے گروہ علماء! اگر تم مستحبات کو چھوڑ کر مباحات کی طرف

جھکو گے عوام مکروہات پر گریں گے، اگر تم مکروہ کروگے عوام حرام میں پڑیں گے، اگر تم حرام کے مرتکب ہوگے عوام کفر میں مبتلا ہوں گے۔

بھائیو! اللہ اپنے اوپر رحم کرو، اپنے اوپر رحم نہ کرو تو امت مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر رحم کرو۔ چرواہے کہلاتے ہو بھیڑیئے نہ بنو۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔ آمین

(فتاوی رضویہ مترجم ج ۲۴، ص ۱۲۸ تا ۱۳۲۔ پوربندر)

حضرت جنید بغدادی کا سماع ترک فرمانا

یہ ظاہر ہے کہ صوفیہ نے سماع میں اہل و نااہل کی شرط لگائی ہے کہ سننے اور سنانے والے دونوں اہل ہوں، اس پر وہ سختی سے کاربند تھے پھر بعد میں جب مجالس میں تمام آداب سماع ملحوظ نہ رہے اہلوں کا فقدان اور نااہلوں کی بھیڑ ہونے لگی تو جو مشائخ صاحب حال وقال تھے وہ اس سے احتراز کرنے لگے۔ لہٰذا جب بے مزامیر سماع میں اس طرح کی احتیاط کی گئی تو جو سماع مزامیر کے ساتھ ہو اس سے بچنا کیوں نہ واجب ہوگا۔ صوفیائے کاملین کے اقوال وافعال سے یہی ثابت ہے کہ وہ مشکوک و مشتبہ چیزوں سے بچتے تھے، یہ ان کی زندگی کا نصب العین اور طریقۂ عمل تھا۔

حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ترک سماع کے بارے میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو آخر عمر شریف میں سماع سننا ترک فرمایا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ اب کوئی گانے والا اہل نہ ملتا تھا۔

عوارف شریف میں ہے

قیل ان الجنید ترک السماع فقیل له کنت تستمع فقال مع من؟ قیل له تسمع لنفسک فقال ممن؟ لانهم کانوا لایسمعون الامن اهل مع اهل فلما فقد الاخوان ترک.

(عوارف المعارف ص: ۱۱۴۔ باب ۲۳۔ الحسینی قاہرہ)

کہا گیا کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سماع چھوڑ دیا تھا ان سے عرض کی گئی آپ تو سماع پر کاربند تھے پھر کیوں ترک کر دیا؟ آپ نے ارشاد فرمایا کن لوگوں کے ساتھ ہو کر سنتا تھا یعنی جو لوگ ساتھ ہوتے وہ اہل ہوتے تھے، پھر ان سے کہا گیا اپنی ذات کے لئے سنا کریں، فرمایا کس سے سنوں؟ کیونکہ وہ سماع صرف اہل سے اور اہل کی معیت میں ہو کر سنا کرتے تھے پھر جب ایسے احباب نایاب اور ناپید ہو گئے تو سماع چھوڑ دیا۔(ت) (فتاوی رضویہ مترجم ج ۲۲، ص:۵۵۶۔ پوربندر)

سماع اور غنا میں کیا فرق ہے

جو سماع صوفیائے کاملین کے معمولات میں سے ہے اس کے جائز و مباح ہونے میں کوئی شبہ نہیں اس سے وہ ذکر و فکر میں مستغرق ہو جاتے یہ ان کی آتش عشق کو سرد کرتا تھا، ان کی محفل سماع میں جو کلام پڑھا جاتا وہ عشق و عرفاں سے لبریز اور تزکیہ قلوب کا سامان ہوتا تھا۔ ہاں اگر سماع شہوت و خواہش کے پیش نظر ہو تو درست نہیں، یو ہیں غنا و گانا کا بھی حکم ہے کہ اگر وہ منکرات شرعیہ سے خالی ہو، اذکار حسنہ ہوں، فحش اور لہو و لعب نہ ہو، سننے اور سنانے والے فساق و شہوت پرست نہ ہوں تو ایسا گانا بھی جائز ہے ۔صوفیائے کرام اچھی آواز سے جائز اشعار سننے سنانے کو پسند فرماتے تھے گویا کہ جائز گانا، سماع کی ایک جائز صورت ہے مگر مزامیر اور آلات لہو و لعب کے ساتھ جو سماع یا گانا ہو اس کے جائز ہونے کی کوئی صورت نہیں۔

امام احمد رضا بریلوی استدلال و شواہد کی روشنی میں فرماتے ہیں
غنا اگر منکرات شرعیہ پر مشتمل ہو جیسے

- مزامیر کہ حرام ہیں
- یا عورت کا گانا کہ فتنہ پیدا کرنے کا باعث ہے
- یونہی محل فتنہ امرد کا گانا
- یا جو کچھ گایا جائے اس کا مخالف شرع امور پر مشتمل ہونا

● یا ایسے امور پر خیالات باطلہ وشہوات فاسدہ کے باعث ہوں خصوصاً مجمع عوام میں بلاشبہ ممنوع ہے اور تمام مفاسد سے خالی ہو تو اس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں۔

غنا کا اکثر اطلاق انہیں شہوات باطلہ پیدا کرنے والی چیزوں پر آتا ہے، جن احادیث واقوال میں غنا کی مذمت ہے وہ اسی پر محمول ہیں، ورنہ اذکار حسنہ، اصوات حسنہ، والحانات حسنہ سننے کی کوئی ممانعت نہیں بلکہ اس میں احادیث وارد ہیں اور اب وہ لہو نہیں نہ شیطانی آواز ہے۔

حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ "عوارف شریف" میں پہلے ایک باب قبول وپسند سماع میں تحریر فرمایا اور اس میں بہت احادیث وارشادات ذکر فرمائے، اور فرمایا

شیخ ابو طالب مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کچھ ایسے دلائل وشواہد بیان فرمائے جو سماع کے جواز پر دلالت کرتے ہیں اور بہت سے اسلاف، صحابہ وتابعین اور ان کے علاوہ دوسرے اکابر سے نقل فرمایا۔ شیخ ابو طالب مکی علیہ الرحمہ کا قول معتبر ہے کیونکہ وہ علم کثیر سے معمور ہیں، حال میں صاحب کمال ہیں، اسلاف کے حالات کو بخوبی جانتے ہیں، تقویٰ وورع میں ان کا ایک خاص مقام ہے، درست وبہتر امور میں گہری سوچ اور فکر کامل رکھتے ہیں۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

فی السماع حلال و حرام وشبهة فمن سمعه بنفس مشاهدة شهوة وهوی فهو حرام و من سمعه بمعقوله علی صفة مباح من جارية اوزوجة کان شبهة لدخول اللهو فيه و من سمعه بقلب يشاهد معانی تدل علی الدليل و يشهده طرقات الجليل فهو مباح، وهذا قول الشيخ ابی طالب المکی وهو الصحيح.

(عوارف المعارف ص:۱۰۹۔ باب ۲۲۔ الحسینی قاہرہ)

سماع میں حلال، حرام اور شبہ کی اقسام ہیں، لہٰذا جس نے نفس مشاہدہ، شہوت اور خواہش کے پیش نظر سماع سنا تو یہ حرام ہے، اور جس نے معقولیت کے پیش نظر مباح

طریقے سے لونڈی یا بیوی سے استفادہ سماع کیا تو اس صورت میں شبہ پیدا ہو گیا کیونکہ اس میں کھیل داخل ہو گیا، اور جس شخص نے ایسے نفیس دل کے ساتھ سماع سنا جو ایسے معانی کا مشاہدہ کر رہا تھا جو دلیل کی راہنمائی کرتے ہیں اور اس کے لئے رب جلیل کے راستے گواہ ہوں تو یہ سماع مباح ہے۔ شیخ ابو طالب مکی کا یہ ارشاد ہے اور یہی صحیح ہے۔ (ت)

اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ غنا کو مطلقاً ذنوب سے شمار نہیں کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد انہوں نے دوسرا باب انکار سماع میں وضع فرمایا اور یہاں اس سماع پر کلام فرمایا جو شہوات نفسانیہ پر مشتمل ہو۔ اس میں یہ قول تحریر فرمایا ہے، عبارت ملخصا یہ ہے۔

وقد ذکرنا وجه صحة السماع و مايليق منه باهل الصدق وحيث كثرت الفتنة و زالت العصمة و تصدى للحرص عليه اقوام فسدت احوالهم و اكثروا الاجتماع للسماع و ربما يتخذ للاجتماع طعام تطلب النفوس الاجتماع لذلك لا رغبة للقلوب فى السماع كما كان من سير الصادقين فيصير السماع معلولا تركن اليه النفوس للشهوات واستحلاء لمواطن اللهو والغفلات و تكون الرغبة فى الاجتماع طلبا لتناول الشهوة واستروا حالاولى الطرب واللهو والعشرة ولايخفى ان هذا الاجتماع مردود عند اهل الصدق (الى ان قال) وسماع الغنا من الذنوب۔

(عوارف المعارف ص: ۱۱۴۰۔ باب ۲۳۔ الحسینی قاہرہ)

بلاشبہ صحت سماع کی وجہ ہم نے بیان کر دی اور وہ کوائف بھی ذکر کر دیئے جو ارباب صدق وصفا کے لائق اور موزوں ہے۔ جہاں فتنہ بکثرت پھیل جائے، عصمت زائل ہو جائے اور کچھ حرص کی بناپر اس کے درپے ہوں جن کے حالات بگڑے ہوئے اور خراب ہوں اور وہ سماع کے لئے زیادہ تر اجتماعات کا پروگرام بنائیں اور کبھی اجتماع کو بارونق وموثر بنانے کے لئے کھانے کا اہتمام کیا جائے کہ لوگ صرف کھانے کے

شوق میں ایسے اجتماع کو تلاش کریں اس لئے نہیں کہ دلوں کو سماع کی طرف رغبت و چاہت ہے جیسے سچے عاشقوں کی سیرت ہوا کرتی ہے۔لہذا سماع بظاہر اس بات کا سبب بن گیا کہ نفوس اس کی طرف طلب شہوات کے لئے مائل ہو گئے تا کہ انہیں مقامات لہو اور انواع غفلت کی مٹھاس دستیاب ہو جائے، لہذا مجالس سماع کی طرف رغبت محض طلب شہرت کے لئے ہوگی تا کہ عیش وعشرت اور کھیل تماشوں میں دلچسپی رکھنے والوں کو حسب منشاء آرام وراحت حاصل ہو جائے۔اور یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ایسا اجتماع اہل صدق کے نزدیک مردود ہے۔ یہاں تک فرمایا کہ گانا سننا گناہوں میں شمار ہے۔(ت) (فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۲، ص: ۵۵۶تا۵۵۸۔ پوربندر)

منہ پر کپڑا ڈال کر گانا سننا کیسا ہے

بیان مذکور سے یہ ثابت ہوا کہ وہ گانا جو اذکار حسنہ پر مشتمل ہو، خوش آوازی مطلوب ہو، فحش وخلاف شرع نہ ہو اس کا سننا سنانا جائز ہے۔ مگر ایسا گانا جو بطور لہو ولعب ہو، فحش ومنکرات شرعیہ پر مشتمل ہو، شہوت پرستی مقصود ہو، مزامیر وغیرہ آلات لہو کے ساتھ ہو، یا گانے والی رنڈی ڈومنی یا امرد ہو وہ شرعاً درست نہیں خواہ وہ بلا حائل آمنے سامنے سنا جائے یا پردہ کے پیچھے سے یا فونو وغیرہ کے ذریعہ ہر صورت میں ممنوع ہے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر رنڈیوں ڈومنیوں کا گانا منہ پر کپڑا ڈال کر اس طرح سنا جائے کہ ان کی صورتیں نظر نہ آئیں تو جائز ہے۔ ستم یہ ہے کہ اس بات پر وہ لوگ حجۃ الاسلام امام غزالی اور حضور والا سید شاہ محمد کالپوی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا حوالہ پیش کرتے ہیں کہ ان بزرگوں نے منہ پر کپڑا ڈال کر مغنیہ کا گانا سننے کو جائز قرار دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات پر یہ سخت افترا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے سب سے پہلے ان دونوں بزرگوں پر جو افترا کیا گیا اس کا جواب دیا پھر چند قواعد شرعیہ بیان فرما کر اصل حکم کی توضیح فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

IMG_201703

یہ مضمون کہ منہ پر کپڑا ڈال کر رنڈیوں ڈومنیوں کا گانا سننا جائز ہے دونوں حضرات ممدوح رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں کسی سے ثابت نہیں، نہ ہرگز شرع مطہر میں اس کا پتہ، نہ اصول شرع اس کے موافق، نہ ایسی نقلیں مذہب پر فیصلہ کن ہو سکیں۔

ا۔: شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس طرح فتنہ کو حرام فرمایا دواعی فتنہ کو بھی حرام فرما دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، تِلْكَ حُدُودُ اللهِ فَلَا تَقْرَبُوهَا (البقرۃ، ۱۸۷)

یہ اللہ کی حدیں ہیں ان کے پاس نہ جاؤ۔ (کنز الایمان)

وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من رتع حول الحمی اوشک ان یقع فیہ (بخاری ا،ص:۲۷۵ کتاب البیوع۔ مسلم ۲،ص:۲۸ کتاب المساقات)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کوئی کسی چراگاہ کے آس پاس جانور چرائے تو قریب ہے کہ چراگاہ میں پڑ جائے۔ (ت)

ا۔: اجنبیہ سے خلوت، دیکھنا، چھونا، معانقہ، بوسہ اس لئے حرام ہوئے کہ دواعی ہیں۔

۲۔: دواعی کے لئے مستلزم ہونا ضرور نہیں ہزار ہا خلوت و نظر بلکہ بوس وکنار واقع ہوتے ہیں اور مدعوالیہ یعنی زنا واقع نہیں ہوتا۔

قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الفرج یصدق ذلک او یکذبہ بہ

(بخاری ۲،ص:۹۷۸ کتاب القدر۔ باب قول اللہ وحرام علی الخ)

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں (کہ جب دواعی زنا پائے جائیں تو) شرمگاہ اس کی تصدیق کرتی ہے یا تکذیب۔ (ت)

۳۔: حرمت دواعی وقت رسائی پر موقوف نہیں، ورنہ اجنبیہ سے جملہ امور مذکورہ حلال ہوں جبکہ زنا سے اجتناب کریں۔

کوئی مسلمان اس کا قائل نہیں، دواعی اس لئے حرام ہوئے کہ وہ مطلوب کے لئے اسباب دعوت ہیں یعنی اس کام تک پہنچانے کے ذرائع اور وسائل ہیں اور داعی کے لئے اس تک رسائی لازم نہیں۔ (ت)

۴۔:شرع مطہر مظنہ پر حکم دائر فرماتی ہے اس کے منشاء حکم کے وجود پر نظر نہیں رکھتی۔
۵۔:احکام فقہیہ میں غالب کا لحاظ ہوتا ہے نادر کے لئے کوئی حکم جدا نہیں کیا جاتا۔
ان قواعد کو ملحوظ رکھ کر مغنیہ اجنبیہ کا گانا سننے کی حرمت میں شبہ نہیں ہوسکتا بیشک وہ داعی ہے اور داعی حرام، حرام ہے اگر چہ مستلزم بلکہ اس وقت مفضی بھی نہ ہو اگر چہ خصوص محل میں داعی بھی نہ ہو۔ اور بعض نفوس مطمئنہ کہ شہوات سے یکسر خالی ہو گئے ان کے لحاظ سے حکم میں تفصیل ناممکن، بلکہ وہی عام حکم جاری رہے گا۔ ورنہ خلوت، چھونا، بوسہ وغیرہ کے مثل میں بھی حکم مطلق نہ رکھیں تفصیل لازم ہو کہ قلب شہوانی کے لئے حرام ہیں اور نفوس مطمئنہ کے لئے جائز، حالانکہ یہ قطعاً اجماعاً باطل ہے۔
۶۔: جبکہ منشاء تحریم داعی ہونا ہے اور اس میں ہر داعی مستقل تو ایک کی تحریم دوسرے کے وجود پر موقوف نہیں ہوسکتی۔
ورنہ ان میں سے کوئی چیز داعی نہ ہو بلکہ مجموعہ، یا داعی نہ ہو مگر اس کے پائے جانے کی شرط سے اور دوسرا بے فائدہ درمیان سے ساقط ہو۔(ت)
شرع مطہر نے یہاں نفس آواز کے فتنہ پر حکم فرمایا ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ

(بنی اسرائیل، ۶۴)

اور ڈگا دے (پھسلا دے شیطان) ان میں سے جس پر قدرت پائے اپنی آواز سے۔ (کنز الایمان)

●عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صوتان ملعونان فی الدنیا والاخرة مزمار عند نعمة ورنة عند مصیبة۔

(کنز العمال ۵، ص: ۲۱۹۔ حدیث ۴۰۶۶۱۔ الرسالة بیروت)

حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں دو آوازیں دنیا اور آخرت میں ملعون ہیں۔
۱۔ آسائش کے وقت گانا بجانا۔

۲۔ مصیبت کے وقت رونا چلانا۔ (ت)

●ان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال من قعد الی قینة یستمع منها صب الله فی اذنیه الآنک یوم القیٰمة.

(کنز العمال ۱۵، ص: ۲۲۰۔ حدیث ۴۰۶۶۹۔ الرسالۃ بیروت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو کوئی گانے والی گویا کے پاس بیٹھ کر اس کا گانا سنے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے دونوں کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال دے گا۔ (ت)

●عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم قال نهیت عن صوتین احمقین فاجرین. (ترمذی ۱، ص: ۱۲۰۔ ابواب الجنائز۔ باب ماجاء فی الرخصة فی البکاء الخ)

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے دو ناداں بدکار آوازوں سے روک دیا گیا ہے۔ یعنی آرام کے وقت گانا بجانا، مصیبت کے وقت رونا چلانا۔ (ت)

گانے بجانے کی حرمت پر ان احادیث کو پیش کرنے کے بعد امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں کہ

ہم نے اپنے رسالہ "اتم المعارف فی حق المعازف" میں پچاس سے زائد حدیثوں کی تخریج میں انتہائی کوشش کی ہے۔

پھر اس بحث سے متعلق فرماتے ہیں۔

تو نظر کی روک، کان کے حرام کو کیونکر حلال کر دے گی۔ اس کی نظیر یہی ہو سکتی ہے کہ کہا جائے اجنبیہ کو گلے لگانا حلال ہے جبکہ بوسہ نہ لے یا محل بوسہ کو رومال سے چھپالے، یا اس کا بوسہ لینا جائز ہے جبکہ گلے نہ لگائے، آواز فتنہ کی تحریم نظر کے فتنہ پر موقوف ہو تو مزامیر کا سننا مطلقاً فی نفسہ حلال ہو جائے کہ ان کی طرف نظر کسی کے نزدیک منع نہیں بلکہ انصاف یہ ہے کہ منع نظر کے ساتھ سماع، حالت کے بگاڑنے اور خیال کے الجھانے میں ابلغ ہوگا۔ کیونکہ انسان کو جن کاموں سے روکا جائے وہ ان کے کرنے پر زیادہ حریص ہوتا ہے، نفس، کرنے والی شئی کی طرف اتنا نہیں کھنچتا جتنا

ممنوع کی جانب، اسی لئے بندگان نفس کو بیوی کی طرف دیکھنے سے زیادہ اجنبیہ کی طرف دیکھنے میں لذت آتی ہے اگر چہ بیوی اس سے زیادہ حسین وجمیل ہو۔

شرع مطہر نے امور محمودہ میں بھی اس حکمت پر لحاظ فرمایا ہے، اسی لئے دن میں تین وقت (طلوع وغروب اور دوپہر) نماز حرام فرمائی کہ شوق مشتاقاں تازہ ہوتا رہے لہٰذا تجلی کو دوام نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ کہ ابتدا میں ایک مدت تک وحی روک لی گئی جس پر کفار نے ودع و قلیٰ کہا اور سورۂ والضحیٰ نے نزول فرما کر ان کا منہ سیاہ کیا۔ تو کپڑا اڈال کر سننا وہی رنگ لائے گا جو حضرت عارف جامی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

چو یابد بوئے گل خواہد کہ بیند چو بیند روئے گل خواہد کہ چیند

جب کوئی پھول کی خوشبو پائے تو اسے دیکھنے کی خواہش ہوتی ہے اور جب پھول کو دیکھ لے تو اسے چننے کی آرزو مچلتی ہے۔ (ت)

غرض مصالح شریعت کا عارف یقین کرے گا کہ اس کی اباحت سخت بدخواہی امت اور ابلیس لعین کو ان پر بڑی اعانت ہے۔

۷۔: اصوات فتنہ کی حرمت اس لئے نہیں کہ وہ خاص مصوت کے ساتھ فجور کی طرف داعی ہیں جس سے مغنیہ مردہ کا بھرا ہوا گانا حلال ہو جائے ورنہ سماع مزامیر مطلقاً حلال ہوتا کہ وہاں مصوت فجور نا متصور، بلکہ اس لئے کہ وہ قلب کو بگاڑنے والی، شہوت ابھارنے والی اور نفاق وغفلت پیدا کرنے والی ہیں۔

(فتاوی رضویہ مترجم ج ۲۴، ص: ۱۲۰ تا ۱۲۲۔ پوربندر)

قوالی سے بختیار کاکی کی پریشاں خاطری

سماع میں جو آداب وشرائط ہیں صوفیہ کی بارگاہوں میں ایسا ہی سماع ہوا کرتا تھا اگر کبھی آداب وشرائط کے خلاف سماع ہوتا تو وہ ناگوار خاطر ہوتا تھا اہل اللہ اسے پسند نہ فرماتے۔ ایک ایسا ہی واقعہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ کا ہے ان کے آستانے پر ایک مرتبہ مجلس سماع میں قوالی ہو رہی تھی غالباً یہ سماع بغیر مزامیر کے

بعض آداب کے خلاف تھا کیونکہ اس وقت خانقاہوں میں مزامیر کا رواج نہیں تھا اس کے باوجود بختیار کاکی کو ناگوار ہوا اور قوالوں پر اظہار نفریں و ناراضی فرمایا۔ پورا واقعہ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ یوں بیان فرماتے ہیں۔

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار شریف پر مجلس سماع میں قوالی ہو رہی تھی، آجکل تو لوگوں نے بہت اختراع کر لئے ہیں ناچ وغیرہ بھی کراتے ہیں حالانکہ اس وقت بارگاہوں میں مزامیر بھی نہ تھے۔ حضرت سید ابراہیم ایرجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو ہمارے پیران سلسلہ میں سے ہیں باہر مجلس سماع کے تشریف فرما تھے، ایک صاحب صالحین سے آپ کے پاس آئے اور گزارش کی مجلس میں تشریف لے چلئے، حضرت سید ابراہیم ایرجی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا تم جانے والے ہو مواجہ اقدس میں حاضر ہو اگر حضرت راضی ہوں میں ابھی چلتا ہوں، انہوں نے مزار اقدس پر مراقبہ کیا دیکھا کہ حضور قبر شریف میں پریشاں خاطر ہیں اور ان قوالوں کی طرف اشارہ کر کے فرماتے ہیں

این بد بختان وقت مارا پریشان کردہ اند

وقت کے ان بد بختوں نے مجھ کو پریشان کر رکھا ہے۔ (ت)

وہ واپس آئے اور قبل اس کے کہ عرض کریں، فرمایا آپ نے دیکھا۔

(الملفوظ اول، ص:۱۹۲۔ تخریج شدہ۔ ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ، دہلی)

●●●

وجد کی حقیقت

یہ امر مسلم ہے کہ صوفیائے کرام سماع کو پسند فرماتے اور اسے روحانی غذا تصور کرتے تھے جب محفل سماع میں عشق و عرفاں میں ڈوبا ہوا کوئی شعر پڑھا جاتا تو عاشقان پاکباز مست و بے خود ہو جاتے اور وجد کرنے لگتے تھے، حالت وجد میں انہیں تن وجاں کا ہوش نہیں رہتا دنیا ومافیہا سے بے خبر ہو جاتے تھے۔ یہ وہ وجد ہے جو محفل سماع میں صوفیہ پر طاری ہوا کرتا تھا۔ بعض صوفیہ عشق الٰہی میں ایسے فنا اور خود رفتہ رہتے کہ ان پر ہمہ وقت وجد و جذب کی کیفیت طاری رہتی جب نماز وغیرہا فرائض ادا کرنے کا وقت ہوتا تو وہ ہوش میں آجاتے اور خشوع وخضوع سے نماز ادا فرماتے تھے بلکہ سچے وجد کی یہی پہچان بتائی گئی ہے کہ نمازوں کے وقت ہوشیار ہو جائے اور نماز پڑھ لے اس کی وجہ سے کوئی فرض ترک نہ ہو۔

بعض سالکین کو سماع کے وقت درحقیقت وجد تو طاری نہیں ہوتا مگر وہ جھومتے اور وجد والوں جیسی صورت بناتے ہیں، ایسی صورت میں اگر ان سے تشبہ مقصود ہے کہ ابھی تو اس حقیقی کیفیت سے دوچار نہیں مگر تشبہ کی کوشش سے رفتہ رفتہ حقیقت کا سراغ لگ سکتا ہے تو ایسا تشبہ محمود و مستحسن ہے۔ ورنہ اگر وجد سے اظہار و دکھاوا مقصود ہو یا بہ تکلف وجد طاری کرے تو یہ مذموم و نادرست ہے۔

بعض اہل حال وجد کی حالت میں رقص کرتے ہیں، حکم یہ ہے کہ اگر وجد و بے خودی میں رقص کریں تو ان سے مواخذہ نہیں کیونکہ اس میں ان کا قصد و ارادہ شامل نہیں، اور اگر اپنے اختیار سے لچکے توڑے کے ساتھ تھرک تھرک کر مٹک مٹک کر رقص کریں تو یہ ناجائز و حرام ہے کیونکہ ایسا رقص فواحش میں ہوتا ہے اور فواحش والوں سے تشبہ بھی حرام ہے۔

آج کل بعض جاہل پیر اپنے مریدین کی معیت میں مزامیر اور دیگر آلات لہو کے ساتھ قوالی کی مجلس منعقد کرتے جس میں عورتیں بھی شامل ہوتی ہیں بلکہ مرد و عورت کا اختلاط رہتا ہے پھر وہ وجد کرتے، جھومتے، رقص کرتے ناچتے ہیں جب زیادہ جوش میں آتے ہیں تو مرد و عورت بشمول پیر جی کے ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ کر تھرکتے لچکتے ہیں عورتیں اپنے بال کھول دیتی ہیں پردے کا تو کوئی لحاظ ہی نہیں ہوتا "ہاھو" کی آوازیں نکالتی ہیں۔ حیرت یہ ہے کہ ایسی مکروہ مجلس کو وہ لوگ مجلس سماع اور ایسی نازیبا حرکتوں کو وجد کہتے ہیں۔ پیر جی یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم اہل طریقت ہیں ہمارے لئے ایسا کرنا درست ہے۔ کیا صوفیائے کاملین کی تاریخ میں سماع اور وجد کا ایسا گھناؤنا کوئی واقعہ مل سکتا ہے؟ اہل اللہ کی مجالس فواحش و منکرات اور غیر شرعی حرکات سے پاک ہوتی تھیں۔ عہد حاضر کے بعض جہلاء اور شریعت و طریقت کے درمیان فرق کرنے والے پیروں نے اہل دل صوفیہ کو بدنام کر رکھا ہے، حال یہ ہے کہ وہ شیطانی باتوں کو عرفانی نفسانی کاموں کو حقانی و روحانی کا نام دیتے ہیں، وہ شریعت و طریقت سے بیگانہ ہو کر آزاد خیال ہو گئے ہیں، انہیں سخت لگام دینے، ان کی زبانوں پر مضبوط تالا ڈالنے کی ضرورت ہے ورنہ وہ اپنی طبیعت کو شریعت اور طریقت کو بازیچۂ اطفال بنالیں گے۔

چودھویں صدی ہجری میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے جہاں تجدیدی و علمی کارنامے انجام دیئے وہیں انہوں نے طریقت کو شریعت سے الگ کہنے والوں کی مؤثر اصلاح فرمائی اور استدلال و حقائق کی روشنی میں واضح فرمایا کہ شریعت و طریقت دو جدا جدا متضاد راہیں نہیں بلکہ دونوں ایک ہیں اور تصوف و طریقت کے نام پر جہلا میں جو بے اعتدالیاں اور شرعی خامیاں تھیں انہیں ائمہ و اسلاف کی تعلیمات کے حوالے سے دور فرمانے کی کوشش کی اور وجد و سماع وغیرہ میں جو غیر شرعی باتیں رواج پا گئی تھیں ان میں شریعت کا غازہ بھر دیا، تصوف اور صوفیہ کی سچی تعلیمات و عمل سے دنیا کو واقف و آگاہ فرمایا۔ (مرتب)

وجد اور رقص کا حکم

بسا اوقات وجد میں صاحب وجد مست و بے خود ہو کر بیٹھے بیٹھے صرف جھومتا ہے پھر جب وجد میں بے خودی غالب ہو جاتی ہے تو وہ جھومنے کے ساتھ رقص بھی کرنے لگتا ہے، وجد ہو یا رقص ہو اگر عالم بے خودی میں اپنے ارادہ و اختیار کے بغیر ہو تو کوئی مواخذہ نہیں اور اگر تصنع و تکلف سے ہو تو اس پر حکم شرع ضرور عائد ہو گا۔ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کے حوالے سے اس کی تفصیل پر نظر ڈالیں۔

ایک سائل نے امام احمد رضا بریلوی سے پوچھا۔

مجلس سماع میں اگر مزامیر نہ ہوں سماع جائز ہو تو وجد والوں کا رقص جائز ہے یا نہیں؟

آپ نے فرمایا:

اگر وجد صادق ہے اور حال غالب اور عقل مستور اور اس عالم سے دور تو اس پر تو قلم ہی جاری نہیں ......ع

کہ سلطان نگیرد خراج از خراب

بادشاہ کسی غیر آباد اور ویران زمین سے ٹیکس نہیں لیتا ہے۔ (ت)

اور اگر بہ تکلف وجد کرتا ہے تو تثنی اور تکسر یعنی لچکے توڑے کے ساتھ حرام ہے اور بغیر اس کے اگر ریا و اظہار کے لئے ہے تو جہنم کا مستحق ہے۔ اور اگر صادقین کے ساتھ تشبہ بہ نیت خالصہ مقصود ہے کہ بنتے بنتے بھی حقیقت بن جاتی ہے تو حسن و محمود ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مَن تَشَبَّہ بِقَومٍ فَھُو مِنْھُم۔ (ابوداؤد ۲، ص ۲۰۳ باب فی لبس الشھرۃ)

جو کسی قوم کا مشابہ بنے وہ انہیں میں سے ہے۔

(الملفوظ دوم، ص: ۳۲۷۔ تخریج شدہ۔ ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ، دہلی)

ایک اور مقام پر امام احمد رضا بریلوی وجد اور تشبہ سے متعلق فرماتے ہیں

امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لکھا ہے، تواجد سے وجد پیدا ہوتا ہے، تو صورت یہ ہے کہ بہ تکلف وجد بنائے ہوتے ہوتے ہو جائے گا ہاں یہ نیت نہ ہو کہ لوگ میری تعریف کریں یہ ریا ہے اور حرام ہے۔ حدیث میں ہے

لاتمارضوا فتمرضوا (کنز العمال ۳، ص: ۲۶۰۔ دائرۃ المعارف، حیدرآباد)

بہ تکلف بیمار نہ بنو کہ حقیقۃً بیمار ہو جاؤ گے۔

دوسری حدیث سخت تر ہے

لا تمارضوا فتمرضوا فتدخلوا النار.

(مسند الفردوس ۵، ص: ۶۰ حدیث ۷۴۶۲ھ)

جھوٹے بیمار مت بنو کہ سچے بیمار ہو جاؤ گے اور مر جاؤ گے تو جہنم میں داخل ہو گے۔

سلطان عالمگیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایک بہروپیے نے صوفی بن کر دھوکا دے دیا۔ آپ نے حسب وعدہ انعام دینا چاہا اس نے کہا خدا کا جھوٹا نام لینے سے تو تم جیسا بادشاہ میرے پاس حاضر ہوا سچا نام لوں گا تو کیوں نہ مجھ پر رحم فرمائے گا۔

یہی معنی ہیں حضرت جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس شعر کے۔

متاب از عشق رو گرچہ مجازی ست　　　که آں بہر حقیقت کارسازی ست

عشق سے روگردانی مت کرو اگرچہ مجازی ہو کہ وہی حقیقت تک پہنچانے والا ہے۔ (ت)

جو کسی کا تشبہ کرتا ہے اللہ اس کو بھی اسی گروہ میں شامل کر دیتا ہے۔

(الملفوظ چہارم، ص: ۶۱۹۔ تخریج شدہ۔ مطبع مذکور)

سچے وجد کی پہچان

ایک وجد وقتی و عارضی ہوتا ہے اور ایک دائمی، جسے صرف سماع کے وقت وجد و سرور طاری ہو اس کے وجد کو وقتی کہا جائے گا، کسی پر ہمہ وقت وجد اور جذب طاری رہتا ہے، ہر وقت مستی و بے خودی رہتی ہے ایسے وجد کی صورت میں اگر فرائض و واجبات

میں خلل نہ ہو تو اسے سچا وجد کہیں گے ورنہ جھوٹا، سچا وجد مرغوب و محبوب ہے اور جھوٹا ممنوع و معیوب۔

حضرت سید ابو الحسین احمد نوری علیہ الرحمہ کے واقعہ وجد سے استدلال کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں۔

سچے وجد کی پہچان یہ ہے کہ فرائض و واجبات میں مخل نہ ہو۔

حضرت سید ابو الحسین احمد نوری پر وجد طاری ہوا تین شبانہ روز گزر گئے۔ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم عصر تھے کسی نے حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حالت عرض کی، فرمایا نماز کا کیا حال ہے عرض کی نمازوں کے وقت ہوشیار ہو جاتے ہیں اور پھر وہی کیفیت طاری ہو جاتی ہے فرمایا الحمد للہ ان کا وجد سچا ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص:۲۰۹۔ ذکر ابو الحسین نوری)

ایک اہم فائدہ

نماز جب تک عقل باقی ہے کسی وقت میں معاف نہیں۔ رمضان شریف کے روزے حالت سفر میں یا مرض میں کہ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں اجازت ہے کہ قضا کرے، اسی طرح زکوٰۃ صاحب نصاب پر اور حج صاحب استطاعت پر فرض ہے لیکن نماز سب پر بہر حال فرض ہے یہاں تک کہ کسی حاملہ عورت کے نصف بچہ پیدا ہو لیا ہے اور نماز کا وقت آ گیا تو ابھی نفساء نہیں، حکم ہے کہ گڈھا کھودے یا دیگ پر بیٹھے اور اس طرح نماز پڑھے کہ بچے کو تکلیف نہ ہو۔ یا بیمار ہے کھڑے ہونے کی طاقت نہیں دیوار یا عصا یا کسی شخص کے سہارے کھڑا ہو کر نماز ادا کرلے اور اگر اتنی دیر کھڑا نہیں رہ سکتا تو جتنی دیر ممکن ہو قیام فرض ہے اگر چہ اسی قدر کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر کہہ لے اور بیٹھ جائے۔ اگر بیٹھ بھی نہ سکے تو لیٹے لیٹے اشاروں سے پڑھے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کی کثرت فرماتے یہاں تک کہ پائے مبارک سوج جاتے صحابہ کرام عرض کرتے حضور اس قدر کیوں تکلیف گوارا فرماتے ہیں مولیٰ

تعالیٰ نے حضور کو ہر طرح کی معافی عطا فرمائی ہے فرماتے

اَفَلَا اَکُونَ عَبۡدًا شَکُورًا (بخاری اول، ص:۱۵۲۔ باب قیام اللیل)

تو کیا میں کامل شکر گزار بندہ نہ ہوں۔

یہاں تک کہ رب عزوجل نے خود ہی بکمال محبت ارشاد فرمایا

طٰہٰ مَآ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰیۤ (طہٰ،۱)

اے چودہویں رات کے چاند ہم نے تم پر قرآن اس لئے نہ اتارا کہ تم مشقت میں پڑو۔

غرض نماز مرتے وقت تک معاف نہیں۔ رب عزوجل فرماتا ہے

وَاعۡبُدۡ رَبَّکَ حَتّٰی یَاۡتِیَکَ الۡیَقِیۡنُ (الحجر،۹۹)

اے بندے اپنے رب کی عبادت کئے جا یہاں تک کہ تجھے موت آئے۔

(الملفوظ دوم، ص ۳۸۰۔۳۸۱ تخریج شدہ۔ مطبع مذکور)

وجد میں رقص کی صورتیں

حالت وجد میں لوگ جو رقص کرتے ہیں اس کا اجمالی حکم تو ما سبق سے معلوم ہوا مزید اس کی تفصیل و توضیح کے لئے امام احمد رضا بریلوی کی یہ عبارت پیش ہے، آپ فرماتے ہیں۔

رقص میں بھی دو صورتیں ہیں

- اگر بے خودانہ ہے تو وہ کسی طرح زیر حکم نہیں آسکتا۔
- اور اگر اختیار سے ہے تو پھر اس کی دو صورتیں ہیں

۱۔ اگر تثنی و تکسر یعنی لچکے توڑے کے ساتھ ہے تو بلا شبہ ناجائز ہے۔ یہ رقص فواحش میں ہوتے ہیں اور ان سے تشبہ حرام ہے۔

۲۔ اور اگر ان سے خالی ہے تو اہل بیعت کو مجلس عام میں اور محفل عوام میں اس سے احتراز ہی چاہئے کہ ان کی نگاہوں میں ہلکا ہونے کا باعث ہے۔ اور اگر جلسہ

خاص صالحین وسالکین کا ہو تو داخل تواجد ہے۔ تواجد یعنی اہل وجد کی صورت بننا۔

● اگر معاذ اللہ بطور ریا ہے تو اس کی حرمت میں شبہ نہیں کہ ریا کے لئے تو نماز بھی حرام ہے۔

● اور اگر نیت صالحہ ہے تو ہرگز کوئی وجہ ممانعت نہیں۔

یہاں نیت صالحہ دو ہو سکتی ہیں۔

● ایک عام یعنی صلحائے کرام سے تشبہ۔

ان لم تکونوا مثلهم فتشبهوا ان التشبه بالکرام فلاح

اگر تم ان کے مثل نہیں ہو تو پھر ان سے مشابہت اختیار کرو کیونکہ شرفاء اور معزز لوگوں سے تشبہ کامیابی کا ذریعہ ہے۔ (ت)

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

من تشبه بقوم فهو منهم۔ (ابوداؤد ۲، ص ۲۰۳ کتاب اللباس، باب فی لبس الشہرۃ)

جو کوئی کسی قوم سے تشبہ کرے گا وہ انہیں میں سے ہے۔

دوسری حدیث میں ہے

ان لم تبکوا فتباکوا۔

(ابن ماجہ، ص ۹۶ ابواب اقامۃ الصلوات۔ باب فی حسن الصوت بالقرآن)

رونا نہ آئے تو رونے کی صورت بناؤ۔

● دوسری نیت طالبان راہ کے لئے وجد کی صورت بنائے کہ حقیقت حاصل ہو جائے، نیت صادقہ کے ساتھ بہ تکلف بننا بھی رفتہ رفتہ حصول حقیقت کی طرف منجر ہوتا ہے۔

رقص اور تواجد پر عبارات فقہاء

فقہائے اسلام نے بھی وجد اور رقص کو قیود وشرائط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے اگر ان کا لحاظ نہ کیا جائے تو مطلقاً وجد اور رقص کو جائز کہنا درست نہ ہوگا، حکم شرع کی وضاحت کے لئے ائمہ وفقہاء کے اقوال وارشادات کا لحاظ لازم ہے۔ (مرتب)

حجۃ الاسلام امام غزالی قدس سرہ ''احیاء العلوم'' میں فرماتے ہیں

التواجد التکلف فمنه مذموم یقصد به الریاء و منه محمود هو التوسل الی استدعاء الاحوال الشریفة واکتسابها واجتلابها بالحیلة فان للکسب مدخلافی جلب الاحوال الشریفة ولذلک امر رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من لم یحضره البکاء فی قرأت القران ان یتباکی و یتحازن (احیاء العلوم۲،ص:۲۹۵ دارالفکر العربی بیروت)

تکلف سے وجد طاری کرنے کی دو قسمیں ہیں

● ایک قسم مذموم ہے جس میں دکھاوے کا ارادہ کیا جائے۔

● ایک قسم محمود ہے، جس کو شریفانہ حالات کے چاہنے، ان کے اکتساب وحصول کا حیلہ سازی سے ذریعہ بنایا جائے کیونکہ انسانی کسب کو شریفانہ حالات کے حصول میں ایک طرح دخل ہوتا ہے۔ اسی لئے حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے تلاوت قرآن کے وقت جس شخص کو رونا نہ آئے اسے حکم دیا کہ وہ رونے اور غمگین ہونے کی صورت بنائے۔ (ت)

سیدی عارف باللہ علامہ عبدالغنی نابلسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ''حدیقہ ندیہ'' میں فرماتے ہیں

لاشک ان التواجد وهو تکلف الوجد واظهاره من غیران یکون له وجد حقیقة فیه تشبه باهل الوجد الحقیقی وهو جائز بل مطلوب شرعاًقال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من تشبه بقوم فهو منهم. (الحدیقۃ الندیۃ۲،ص۵۲۵ الصنف التاسع، پاکستان)

اس میں کوئی شک نہیں کہ ''تواجد بناوٹ اور تکلف سے وجد لانا اور اس کا اظہار کرنا ہے، بغیر اس کے اسے حقیقی طور پر وجد ہو، اور اس میں جو حقیقۃً اہل وجد ہیں ان سے تشبہ ہے یہ نہ صرف جائز بلکہ شرعاً مطلوب ہے۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو جس قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ ان ہی میں سے ہے۔ (ت)

فتاویٰ علامہ خیر رملی استاذ صاحب درمختار میں ہے

اما الرقص ففيه للفقهاء كلام، منهم من منعه و منهم من لم يمنع حيث وجد لذة الشهود و غلب عليه الوجد و استدلوا بما وقع لجعفر بن ابى طالب لما قال له عليه الصلاة و السلام اشبهت خلقى و خلقى و فى لفظ جعفر اشبه الناس بى خلقا و خُلقا فحجل اى مشى على رجل واحدة

و فى رواية رقص من لذة هذا الخطاب ولم ينكر عليه صلى الله تعالىٰ عليه وسلم رقصه جعل ذلك اصلا لجواز رقص الصوفية عند مايجدونه من لذة المواجيد فى مجالس الذكر والسماع۔

رقص میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے، بعض ائمہ نے اس سے منع فرمایا ہے لیکن بعض نے منع نہیں فرمایا۔ جہاں شہود کی لذت پائے اور اس پر وجد غالب ہو تو جائز ہے، جائز کہنے والے اس واقعہ سے استدلال کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب حضرت جعفر بن ابی طالب سے ارشاد فرمایا، تم سیرت اور صورت میں میرے مشابہ ہو۔

اور ایک روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں، جعفر سب لوگوں سے صورت و سیرت میں میرے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ ہے، یہ سن کر حضرت جعفر ایک پاؤں پر چلے یعنی رقص کیا۔

اور ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضرت جعفر اس خطاب کی لذت و سرور سے ناچنے لگے اس کے باوجود حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ان کے رقص کرنے پر انکار نہیں فرمایا۔ لہٰذا اس کو صوفیائے کرام کے رقص کرنے کے جواز پر دلیل ٹھہرایا گیا ہے جبکہ مجالس ذکر و سماع میں صوفیہ وجد کی لذت محسوس کریں۔

وفى التتار خانية مايدل على جوازه للمغلوب الذى حركاته كحركات المرتعش و بهذا افتى البلقينى و برهان الدين الابناسى و بمثله

اجاب بعض ائمة الحنفية والمالكية، وكل ذلك اذا خلصت النية وكانوا صادقين فى الوجد مغلوبين فى القيام والحركة عند شدة الهمام والشئ يتصف تارة بالحلال وتارة بالحرام باختلاف القصد والحرام۔

فتاویٰ تتار خانیہ میں کچھ ایسا کلام ہے جو اس کے جواز پر دلالت کرتا ہے ان مغلوب الحال لوگوں کے لئے جن کی حرکات رعشہ والے مریض جیسی ہوں (رعشہ ایک مرض ہے جس میں غیر اختیاری طور پر ہاتھ کانپتے رہتے ہیں) چنانچہ علامہ بلقینی، برہان الدین ابناسی نے یہی فتویٰ دیا ہے۔ اور بعض حنفی و مالکی ائمہ کرام نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ یہ سب کچھ جائز ہے بشرطیکہ ایسا کرنے والوں کی نیت خالص ہو اور حالت وجد میں سچے ہوں اور قیام و حرکت میں شدت حیرت اور وارفتگی کی وجہ سے مغلوب ہوں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ایک ہی چیز ارادے اور مقصد کے اعتبار سے کبھی حلال اور کبھی حرام سے متصف ہو سکتی ہے۔

(فتاویٰ خیریہ ۲، ص ۱۸۲۔ کتاب الکراہیۃ والاستحسان۔ دار المعرفۃ بیروت)

نہایہ ابن اثیر و مجمع البحار میں ہے

قال صلى الله تعالىٰ عليه وسلم لزيد انت مولانا فحجل۔

الحجل ان يرفع رجلا و يقفز على الاخرى من الفرح، زادفى النهاية وقد يكون بالرجلين الا انه قفز۔

(النہایۃ لابن اثیر ا، ص ۳۴۶۔ باب الحاء مع الجیم۔ المکتبۃ الاسلامیۃ)

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت زید سے ارشاد فرمایا ”تم ہمارے مولیٰ ہو“ تو حضرت زید خوشی اور مسرت سے ناچنے لگے اس طور پر کہ ایک پاؤں اٹھاتے اور دوسرے پر ناچتے۔ اور نہایہ میں اتنا زیادہ ہے کبھی یہ دو پاؤں سے ہوتا ہے مگر یہ کہ وہ کودے۔ (ت)

چلانا بھی اگر بے اختیاری سے ہو تو وجد کے مثل کسی طرح زیر حکم نہیں آسکتا، اور اگر ریا سے ہے تو نماز بھی حرام ہے۔ اور اگر کوئی نیت فاسدہ نہیں مگر وہاں کسی مریض یا

سونے والے کو تکلیف ہو یا نمازی یا ذکر الٰہی یا علم دین میں مشغول رہنے والے کی تشویش ہو تو ممنوع ہے۔ اور اگر تمام مفاسد سے پاک ہو تو کوئی حرج نہیں۔

امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی حدیث میں ہے وقت نماز میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تلاوت کرنے والوں کو جہر قرآن سے منع فرمایا۔

علامہ ابن عابدین شامی ''منھوات شفاء العلیل'' میں ''نور العین فی اصلاح جامع الفصولین'' سے علامہ ابن کمال وزیر کا فتویٰ نقل فرماتے ہیں۔

مافی التواجد ان حققت من حرج ولا التمائل ان اخلصت من بأس

فقمت تسعی علی رجل وحق لمن دعاہ مولاہ ان یسعی علی الراس

وجد کی صورت اختیار کرنے میں کچھ حرج نہیں بشرطیکہ محقق اور ثابت ہو جائے، جھومنے اور لڑکھڑانے میں بھی کچھ مضائقہ نہیں بشرطیکہ خالص ہو، اگر تو ایک پاؤں پر دوڑے اور ناچ کرے تو یہ اس کے لئے حق ہے کہ جس کو اپنا مولیٰ بلائے کہ وہ اپنے سر کے بل دوڑ لگائے۔ (ت)

الرخصة فیما ذکر من الاوضاع عند الذکر والسماع للعارفین الصارفین اوقاتهم الی احسن الاعمال السالکین المالکین لضبط انفسهم عن قبائح الاحوال، فهم لا یستمعون الا من الاله ولایشتاقون الا الله ان ذکروه ناحوا وان وجدوه صاحوا اذا وجد علیهم الوجد فمنهم من طرقته طوارق الهیبة فخرو ذاب و منهم برقت له بوارق اللطف فتحرک وطاب، هذا ماعن لی فی الجواب۔

(رسائل ابن عابدین، رسالہ شفاء العلیل ۱،ص ۱۷۲ سہیل اکیڈمی لاہور)

جن اوضاع واقسام میں یہ ذکر کیا گیا کہ ذکر اور سماع کے وقت ان کی رخصت ان خدا شناس لوگوں کے لئے ہے جو اپنے اوقات کو اچھے کاموں میں صرف کرتے ہیں اور راہ خداوندی پر چلنے والے ہیں، مذموم حالات سے اپنے نفوس کو قابو میں رکھنے کی دسترس رکھتے ہیں یعنی بری حرکات سے انہیں روک سکتے ہیں، پھر وہ اللہ تعالیٰ کے سوا

کچھ نہیں سنتے اور وہ صرف اس کا اشتیاق رکھتے ہیں اگر اس کا ذکر کریں تو آہ وزاری کرتے ہیں اور اگر اسے پائیں تو چیخیں چلائیں جبکہ ان پر وجد طاری ہو جائے، پھر ان میں کوئی وہ ہے کہ جس کو مصائب ہیبت دستک دیں تو وہ گر کر پگھل جائے۔ اور کوئی وہ ہے کہ جس کے لئے لطف وکرم کی بجلیاں چمکیں تو وہ متحرک ہو کر خوش وخرم ہو جائے۔ اس جواب میں مجھ پر یہی کچھ ظاہر ہوا۔

(فتاویٰ رضویہ ج ۲۲، ص ۵۵۲ تا ۵۵۶ پور بندر)

حالت وجد میں تالی بجانا

بعض لوگ سماع میں مزامیر سے اجتناب تو کرتے ہیں مگر تالی پیٹتے، چیخنے چلاتے، آہ وفغاں کرتے ہیں اور اس میں کچھ حرج محسوس نہیں کرتے حالانکہ وجد طاری ہونے کی صورت میں جھومنے اور رقص کرنے کا جو حکم ہے وہی تالی بجانے، چیخنے چلانے کا بھی حکم ہے کہ اگر ریا وتصنع اور لہو ولعب کے طور پر ہو تو ممنوع و نادرست ہے اور اگر وجد میں ایسا مست اور بے خود ہو کہ اسے رقص کرنے، چیخنے چلانے اور تالی بجانے وغیرہ کی خبر نہ ہو تو حرج نہیں کیونکہ اس میں اس کا عزم وارادہ شامل نہیں ہے۔

امام احمد رضا بریلوی کتب فقہ کے حوالے سے فرماتے ہیں

ردالمحتار میں ہے

عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہ کرہ رفع الصوت عند قرأۃ القران والجنازۃ والزحف والتذکیر فماظنک عندالغناء الذی یسمونہ وجد اومحبۃ فانہ مکروہ لااصل لہ فی الدین۔

(ردالمحتار ۵، ص ۲۵۵ کتاب الحظر والاباحۃ فصل البیع۔ التراث العربی بیروت)

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے تلاوت قرآن، نماز جنازہ، جنگ اور وعظ کے درمیان آواز بلند کرنے کو ناپسند فرمایا، پھر تمہارا کیا خیال ہے اس چیخ وپکار کے بارے میں جو اس راگ کے وقت ہو جس کو یہ لوگ وجد اور محبت کا نام دیتے ہیں، بلاشبہ یہ مکروہ ہے دین میں اس کی کوئی اصل نہیں۔ (ت)

یوہیں تالیاں بجانا بھی اگر ریا و تصنع اور لہو ولعب کے طور پر ہو تو ناجائز و ممنوع ہے۔

شامی میں ہے

کرہ کل لھو بقوله عليه الصلاة والسلام كل لهو المسلم حرام الاثلثة۔ (درمختار ۲ ص ۲۴۸، کتاب الحظر والاباحۃ مجتبائی دہلی)

ہر کھیل مکروہ ہے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے اس ارشاد کی وجہ سے کہ تین کھیلوں کے سوا مسلمان کا ہر کھیل حرام ہے۔ (ت)

شامی میں قول شارح کے تحت علامہ قہستانی سے ہے

الا طلاق شامل لنفس الفعل واستماعه كالرقص والسخرية والتصفيق فانها كلها مكروهة لانهازی الكفار۔

(ردالمحتار ۵، ص ۲۵۳ کتاب الحظر والاباحۃ، التراث العربی بیروت)

اطلاق یعنی بلا قید ذکر کرنا نفس فعل اور اس کی سماعت کو شامل ہے جیسے ناچنا، مذاق کرنا اور تالیاں بجانا یہ سب مکروہ ہیں کیونکہ یہ کفار کی عادات ہیں۔ (ت)

اقول: تصدیق اس کی کہ تالی بجانا افعال کفار سے ہے خود قرآن عظیم میں موجود ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً

(الانفال، ۳۵)

نہ تھی ان کی نماز کعبے کے پاس مگر سیٹی اور تالی۔

معالم میں ہے

قال ابن عباس كانت قريش تطوف بالبيت وهم عراة يصفرون ويصفقون۔ (معالم التنزیل ۳، ص ۳۰، تحت وما کان صلاتھم البابی مصر)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ قریش کعبہ شریف کا ننگا ہو کر طواف کرتے تھے سیٹیاں اور تالیاں بجایا کرتے تھے۔ (ت)

قال الامام المحبوبی، من له انصاف اذا رای رقص صوفية زماننا فی

المساجد والدعوات مختلطابهم المرد واهل الاهواء والقرى من جهال العوام والمبتدعة الطغام لا يعرفون الطهارة و القران والحلال والحرام بل لا يعرفون الايمان والاسلام لهم رعيق وزئير، يقول لا محالة هولاء اتخذوا دينهم لهوا ولعبا۔ (طریقہ محمدیہ ۲، ص ۲۶۴، ۲۶۷ الصنف التاسع کوئٹہ)

امام محبوبی فرماتے ہیں، جس کی طبیعت میں انصاف و دیانت ہو وہ ذرا ہمارے زمانے کے صوفیہ کا مساجد میں ناچنا کودنا شور مچانا دیکھے کہ بے ریش لونڈے خواہشات نفسانی کے متوالے جاہل دیہاتی اور بیوقوف بدعتی ان میں ملے جلے ہوتے ہیں نہ طہارت سے نا آشنا، قرآن کریم کے ادب سے ناواقف اور حلال وحرام کی پہچان سے بے بہرہ ہوتے ہیں جو سوائے چیخنے چلانے کے اور کچھ نہیں جانتے، ایمان اور اسلام کی معرفت سے لاعلم ہوتے ہیں، فرمایا ان لوگوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے۔ (ت)

جوہرہ نیرہ اور ردالمحتار میں ہے

ما يفعله متصوفة زماننا حرام لايجوز القصد والجلوس اليه ومن قبلهم لم يفعل كذلك۔

(ردالمحتار ۵، ص ۲۲۲ کتاب الحظر والاباحۃ التراث العربی بیروت)

ہمارے زمانے کے نمائشی صوفی جو کچھ کرتے ہیں وہ حرام ہے لہٰذا اس کا ارادہ کرنا اور ایسی مجلس میں بیٹھنا جائز نہیں، اور ان سے پہلے ایسا کبھی نہیں کیا گیا۔ (ت)

ہاں اگر مغلوبین صادقین بے تصنع و بے اختیار یاد محبوب پر وجد میں آئیں اور ان ماسوا اللہ یہاں تک کہ اپنی جان سے بے خبروں کو جام عشق کی پر جوش مستیاں والہ سرگشتہ بنائیں تو یہ دولت عظمیٰ و نعمت کبریٰ ہے جسے بخشیں جسے عطا فرمائیں، یہ حالت نہ زیر قلم نہ قسم عمل، نہ اس پر انکار کا اصلاً محل۔ (ت)

(فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۴، ص ۹۰ تا ۹۲ پوربندر)

وجد کی شرائط

جس طرح سماع کے لئے صوفیہ نے شرائط مقرر کی ہیں یو ہیں بے خودی میں جو

وجد ہو اس کے لئے بھی کچھ شرائط ہیں اگر وجدان کے مطابق ہے تو اس پر کوئی مواخذہ نہ ہوگا کیونکہ یہ ارادہ واختیار سے نہیں ہوتا، اس کے برخلاف جس وجد میں یہ باتیں نہ ہوں وہ تصنع ہوگا۔ جب سچے وجد کا غلبہ ہوگا تو صاحب وجد دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جائے گا یہاں تک کہ اگر اس کے کسی عضو کو کاٹ لیا جائے پھر بھی اسے پتہ نہ چلے۔

شرائط وجد سے متعلق امام احمد رضا قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں

● نصاب الاحتساب، تتارخانیہ فتاویٰ خیریہ، ردالمحتار وغیرہا میں ہے

له شرائط ان لایقوموا الامغلوبین ولا یظهروا وجدا الاصادقین۔

(ردالمحتار ۵، ص ۲۲۲۔ کتاب الحظر والاباحۃ التراث العربی بیروت)

وجد کے لئے شرائط ہیں، یہ کہ وہ نہ اٹھیں مگر مغلوب ہو کر اور وجد کا اظہار نہ کریں سوائے سچا ہونے کی حیثیت سے۔ (ت)

● منتقی شرح ملتقی پھر شامیہ میں ہے

شرط الواجد فی غیبته ان یبلغ الی حد لو ضرب وجهه بالسیف لایشعر فیه بوجع۔ (ردالمحتار ۵، ص ۲۲۲، کتاب الحظر والاباحۃ التراث العربی بیروت)

● خیریہ میں ہے

فی التتار خانیة مایدل علی جوازہ للمغلوب الذی حرکاته کحرکات المرتعش۔

(فتاویٰ خیریہ ۲، ص ۱۸۲ کتاب الکراھیۃ والاستحسان دار المعرفۃ بیروت)

فتاویٰ تتارخانیہ میں ہے کہ مغلوب الحال کے وجد کے جواز پر جو چیز دلالت کرتی ہے وہ یہ ہے کہ اس کی حرکات رعشہ والے مریض کی حرکات کی مانند ہوں یعنی بیساختہ و بے اختیار ہوں۔ (ت) (فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۴، ص ۹۳ پوربندر)

● مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے

فی التسهیل فی الوجد مراتب وبعضه یسلب الاختیار فلاوجه للانکار بلا تفصیل (مجمع الانہر ۲، ص ۵۵۲ کتاب الکراھیۃ التراث العربی بیروت)

تسہیل میں ہے کہ وجد کے کچھ مراتب ہوتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جن میں اختیار سلب ہو جاتا ہے لہٰذا بغیر تفصیل کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ (ت)

● شفاء العلیل علامہ شامی میں ہے

لا کلام لنامع الصدق من ساداتنا الصوفية المبرئين عن كل خصلة ردية فقد سئل امام الطائفتين سيدنا الجنيد ان اقواما يتواجدون ويتمائلون فقال دعوهم مع الله تعالیٰ يفرحون ولو ذقت مذاقهم عذرتهم فی صياحهم و شق ثيابهم۔

ہمارا کلام سچائی پر مبنی ہے ہمارے سادات صوفیہ گھٹیا عادات سے پاک ہیں کیونکہ وہ نمائشی صوفیہ سے نہیں ہیں۔ حضرت سیدنا جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ کچھ لوگ وجد کرتے اور لڑکھڑاتے ہیں یعنی ادھر ادھر جھومتے ہیں، اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں۔ ارشاد فرمایا ان کو چھوڑ دو یہ اللہ تعالیٰ سے خوشی پاتے ہیں اگر تجھے بھی ان جیسا ذوق حاصل ہوتا تو ان کو اس چلانے اور گریبان پھاڑنے میں معذور جانتا۔ (ت)

ولا كلام لنا ايضا مع من اقتدى بهم و ذاق من مشربهم و وجد من نفسه الشوق والهيام فی ذات الملک العلام۔

اور ہمارا کلام ان سے بھی نہیں جنہوں نے بزرگوں کی اقتدا کی اور ان کے مشرب کا ذائقہ چکھا اور اپنے اندر شوق اور جنون عشق، اللہ تعالیٰ سے پایا۔ (ت)

بل كلامنا مع هولاء العوام الفسقة اللئام الذين اتخذوا مجلس الذكر شبكة لصيد الدنيا الدنية وقضاء لشهواتهم الشنيعة الرديه ولسنا نقصد منهم تعيين احد فالله مطلع على احوالهم۔

(شفاء العلیل ا ص ۱۷۲-۱۷۳ لاہور)

بلکہ ہماری گفتگو ان عام لوگوں کے ساتھ ہے جو فاسق اور کمینے ہیں جنہوں نے محفل ذکر کا جال حقیر اور معمولی دنیا کے شکار کے لئے لگا رکھا ہے اور اپنے بدترین سفلی

جذبات کی تسکین کے لئے محفل ذکر کو آڑ بنایا اور ہم اس میں کسی ایک کے تعین کا ارادہ نہیں رکھتے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی ان کے حالات سے پوری طرح واقف ہے۔
(فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۴، ص ۹۴ پور بندر)

وجد کی صورتیں

مشہور یہ ہے کہ محفل سماع میں اہل حال کو وجد آتا ہے مگر وجد کا تعلق چونکہ عشق و عرفان اور دلی کیفیت سے ہے اسی لئے جس بات سے عشق کو جلا ملے اس سے وجد آ سکتا ہے خواہ وہ محفل سماع ہو یا ذکر و فکر اور وعظ و میلاد کی مجلسیں، ہر صورت میں وجد کا شرعی حکم وہی ہے جس کی وضاحت امام احمد رضا بریلوی نے ایک سوال کے جواب میں یہ فرمائی ہے

اس کی تین صورتیں ہیں

● وجد کہ حقیقۃً دل بے اختیار ہو جائے اس پر تو مطالبہ کے کوئی معنی نہیں۔

● دوسرے تواجد یعنی باختیار خود وجد کی سی حالت بنانا۔ یہ اگر لوگوں کے دکھاوے کو ہو تو حرام ہے۔ اور ریا اور شرک خفی ہے۔

● اور اگر لوگوں کی طرف نظر اصلاً نہ ہو بلکہ اہل اللہ سے تشبہ اور بہ تکلف ان کی حالت بنانا کہ امام حجۃ الاسلام وغیرہا اکابر نے فرمایا ہے کہ اچھی نیت سے حالت بناتے بناتے حقیقت مل جاتی ہے اور تکلیف دفع ہو کر تواجد سے وجد ہو جاتا ہے تو یہ ضرور محمود ہے مگر اس کے لئے خلوت مناسب ہے، مجمع میں ہونا اور ریا سے بچنا بہت دشوار ہے پھر بھی دیکھنے والوں کو بدگمانی حرام ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ
(الحجرات، ۱۲)

اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچو کہ کچھ گمان گناہ ہیں۔

نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث۔

(بخاری ۲،ص ۸۹۶ کتاب الادب باب ما نہی عن التحاسد والتد...)

گمان سے بچو کہ گمان سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے جسے وجد میں دیکھو سمجھو کہ اس کی حالت حقیقی ہے اور اگر تم پر ظاہر ہو جائے کہ وہ ہوش میں ہے اور با... ایسی حرکات کر رہا ہے تو اسے صورت دوم پر محمول کرو جو محمود ہے یعنی محض اللہ کے نیکوں سے تشبہ کرتا ہے نہ کہ لوگوں کے دکھاوے کو، ان دونوں صورتوں میں نیت ہی کا تو فرق ہے اور نیت امر باطن، جس پر اطلاع اللہ ورسول کو ہے، جل علاو صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، تو اپنی طرف سے بری نیت قرار دے لینا برے ہی دل کا کام ہے۔

ائمہ دین فرماتے ہیں

الظن الخبیث انما ینشاء من القلب الخبیث۔

(فیض القدیر ۳،ص ۱۲۲ حدیث ۲۹۰۱ دار المعرفۃ بیروت)

خبیث گمان خبیث ہی دل سے پیدا ہوتا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۲۳،ص ۷۴۵ برکات رضا پور بندر)

●●●

قلب اور اس کی حفاظت

جسم انسانی میں قلب وہ عضو ہے جو اقلیم بدن کا سلطان ہے سارے اعضاء پر اسی کی حکمرانی ہے اگر وہ درست ہے تو جسم بھی درست رہے گا اگر وہ فاسد ہو یا بگڑ جائے تو پورا جسم بگڑ جائے گا، اس کا سارا نظام متاثر ہو جائے گا۔ اعمال کے ساتھ قلب کی حفاظت ونگہداشت ہر مکلف پر لازم ہے، صوفیہ نے سب سے زیادہ قلب کی تطہیر و تزکیہ اور اس کی اصلاح و درستی پر توجہ دی ہے کیونکہ قلب ہی اسرار الہیہ کا مخزن و ماویٰ ہے، انسان کے اندر قلب ہی ایسی قوت ہے جس کے سبب سے اس نے امانت الٰہیہ کا بوجھ اٹھایا جبکہ پہاڑوں اور دیگر مخلوقات نے اس امانت کو اٹھانے سے انکار کر دیا تھا، قوت قلب ہی کی بدولت انسان اسے اٹھانے کا متحمل ہوا اسی کی وجہ سے وہ تمام مخلوقات میں اشرف وممتاز ہوا، اسی کی اہمیت کے سبب سے اولاد آدم کے سروں پہ عزت وتکریم کا تاج رکھا گیا۔ (مرتب)

نفس روح قلب

ملکی نظام کی درستی کے لئے بادشاہت مقرر ہوتی ہے، بادشاہ ایک حکمراں کی حیثیت سے ملک کے نظام کی اصلاح وترتیب کرتا ہے۔ یوہیں انسانی جسم میں روح اصل اور بادشاہ کی منزل میں ہے۔ اگر روح جسم سے جدا ہو جائے تو جسم مٹی کا ایک ڈھیر رہ جائے گا، نفس اور قلب گویا روح کے دو وزیر ہیں، خیر وشر کا انتساب نفس اور قلب کی طرف ہوتا ہے یعنی نفس شر کی طرف اور قلب خیر کی طرف بلاتا ہے۔ روح اگرچہ بادشاہ کی مثل ہے مگر جسم کا نظام قلب ہی کے اثر ورسوخ سے چلتا ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ قلب اگر صاف ہے تو خیر وصلاح کی تعلیم کرے گا اور اگر عصیان وگناہ اور بدعات وخرافات کی آلائش سے آلودہ ہو تو پھر اس سے خیر کی توقع نہیں اس وقت وہ شیطان کی آماجگاہ اور کتے کا گھر بن

جاتا ہے۔امام غزالی فرماتے ہیں کہ اگر دل اخلاق ذمیمہ یعنی بغض وحسد، عداوت وکینہ، کبر ونخوت، حب جاہ ومال وغیرہ سے پاک نہ ہوتو وہ کتے کا گھر ہے۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نفس روح قلب اور ان کے کاموں کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

اصل میں تین چیزیں علیحدہ علیحدہ ہیں

ا۔نفس ۲۔روح ۳۔قلب

روح بمنزلۂ بادشاہ کے ہے اور نفس وقلب اس کے دووزیر ہیں۔نفس اس کو ہمیشہ شر کی طرف لے جاتا ہے اور قلب جب تک صاف ہے خیر کی طرف بلاتا ہے اور معاذ اللہ کثرت معاصی اور خصوصاً کثرت بدعات سے اندھا کر دیا جاتا ہے، اب اس میں حق کے دیکھنے، سمجھنے، غور کرنے کی قابلیت نہیں رہتی، مگر ابھی حق سننے کی استعداد باقی رہتی ہے اور پھر معاذ اللہ اوندھا کر دیا جاتا ہے اب وہ نہ حق سن سکتا ہے اور نہ دیکھ سکتا ہے، بالکل چوپٹ ہوکر رہ جاتا ہے۔

قلب حقیقۃً اس مضغۂ گوشت کا نام نہیں بلکہ وہ ایک لطیفہ غیبیہ ہے جس کا مرکز یہ مضغۂ گوشت ہے سینے کے بائیں جانب۔

اور نفس کا مرکز زیرناف ہے۔اسی واسطے شافعیہ سینے پر ہاتھ باندھتے ہیں کہ نفس سے جو وساوس اٹھیں وہ قلب تک نہ پہنچنے پائیں۔اور حنفیہ زیرناف باندھتے ہیں۔

سر چشمہ شاید گرفتن بہ میل

چو پر شد نشاید گرفتن بہ پیل

شروع شروع چشمہ کو سلائی سے بند کر سکتے ہیں جب بھر جائے گا تو مست ہاتھی سے بھی اسے بند نہیں کر سکتے۔(ت)

یعنی گربہ کشتن روز اول باید (بلی کو پہلے ہی دن مار ڈالنا چاہئے۔ت)

اسی واسطے یہ تحریر کیا گیا ہے کہ اگر ہاتھ سختی سے باندھے جائیں تو وساوس نہ پیدا ہوں۔

(الملفوظ سوم، ص۳۳۵ تخریج شدہ ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ، دہلی)

قلب جاری پر فکر دنیا کا اثر

صوفیائے کرام نے تزکیہ قلوب کے ساتھ ذکر وفکر کو اپنا مشغلہ بنایا جس کے نتیجے میں ان کی زبان اور دل سے اللہ اللہ کی صدائیں آنے لگیں یعنی دل کو پاکیزہ کر کے جب ذکر الہٰی میں لگایا جائے تو کیفیت یہ ہوگی کہ زبان خاموش رہے گی مگر دل ذکر سے جاری رہے گا کیونکہ قلب جاری وہ قلب ہے جو خدا اور رسول (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے ذکر شریف میں جاگتا رہے۔قلب کو جاری رکھنے کے لئے اس کا مشغول مجاہدہ رہنا ضروری ہے ورنہ دنیا کے تفکرات سے اس میں فرق پڑ سکتا ہے

ایک مجلس میں امام احمد رضا بریلوی سے پوچھا گیا

کیا دنیوی تفکرات کا قلب جاری پر اثر ہوتا ہے؟

آپ نے فرمایا

ہاں دنیا کی فکریں جاری قلب کی حالت میں ضرور فرق ڈالتی ہیں۔

(الملفوظ اول،ص ۸۹ تخریج شدہ۔ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ دہلی)

حضرت شبلی کا حفظ قلب

ہر وہ بات جس سے قلب پر اثر پڑے یا وہ منصب صوفیت کے خلاف معلوم ہوتی ہو صوفیہ اس سے سخت احتراز کرتے ہیں خواہ وہ مال ودولت ہو یا کوئی اور شئی ،تا کہ اللہ تعالیٰ سے ان کا جو تعلق خاطر ہے اس میں خلل نہ پڑے کیونکہ کبھی کبھی مقربین کے خلاف اولیٰ کے ارتکاب سے بھی اللہ سے ان کا علاقہ محبت قطع ہو جاتا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی حضرت ابو بکر شبلی اور حفظ قلب سے متعلق فرماتے ہیں

اللہ عزوجل کے ساتھ قلب کی محافظت اہم واعظم فرائض سے ہے۔

سیدنا ابو بکر شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سو اشرفیاں ملیں کنارۂ دجلہ پر ایک صاحب خط بنوا رہے تھے ان کو دیں قبول نہ کیں ،حجام کو دیں کہا میں نے ان کا خط اللہ عزوجل کے لئے بنانا چاہا ہے اس پر عوض نہ لوں گا۔شبلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مال سے فرمایا

کہ تو ایسی ہی چیز ہے جسے کوئی قبول نہیں کرتا اور دریا میں پھینک دیں۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

جاہل گمان کرے گا کہ تضیع مال ہوئی حاشا بلکہ حفظ قلب، کہ اس وقت یہی اس ذریعہ تھا۔ دوصاحب سامنے تھے کسی نے قبول نہ کیں اب ان کو پاس رکھتے اور اپنے فقیر کی تلاش میں نکلتے جو قبول کر لیتا اور معصیت میں نہ اٹھاتا، اتنی دیر تک کی زندگی تم لوگوں کو اطمینان ہوتا ہے وہاں ہر آن موت پیش نظر ہے اور ڈرتے ہیں کہ اس وقت آجائے اور اس غیر خدا کا خطرہ قلب میں ہو، جنگل میں پھینک دیتے تو نفس کا تعلق نہ ہوتا کہ ابھی دسترس رہتی، اب بتایئے سوا اس کے ان کے پاس کیا چارہ تھا کہ اس سے فوراً فوراً اسطرح ہاتھ خالی کرلیں کہ نفس کو یاس ہو جائے اور اس کے خیال سے باز آئے۔ یہ صفائے قلب و دفع خطرۂ غیر کی دولت کروروں اشرفیوں بلکہ تمام ہفت اقلیم کی سلطنت سے کروروں درجہ اعلیٰ وافضل ہے۔ کیا اگر سو اشرفیاں خرچ کر کے سلطنت یہ ملی کوئی اسے تضیع مال کہہ سکتا ہے بلکہ بڑی دولت کا بہت ارزاں حاصل کرنا، یہی یہاں ہے۔ (الملفوظ اول، ص ۱۴۵ تخریج شدہ ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ، دہلی)

شبہات سے دل کی حفاظت

دنیا کی رنگینیوں میں گویا حلال وحرام کا امتیاز اٹھ چکا ہے جبکہ حلال کو کرنے اور حرام سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ مشتبہ چیزوں کے قریب جانے کی بھی ممانعت کی گئی ہے کیونکہ شبہات سے احتراز نہ کرنے سے حرام میں پڑنے اور اس کے ارتکاب کا قوی اندیشہ ہے اور حلال وحرام کو شریعت مطہرہ نے ظاہر وواضح کر دیا ہے۔ نور معرفت اور حسن عمل کا تقاضا یہ ہے کہ ہر حال میں قلب کی حفاظت ونگہداشت لازم جانے خواہ وہ حرام چیزوں کے ارتکاب سے ہو یا مشتبہ چیزوں سے، جب تک دنیا کے سبزہ زار میں کھویا رہے گا قلب کی تطہیر وصفائی نہ ہوگی۔ نجات آخرت کا پروانہ نہ ملے گا مشتبہ وہ چیز ہے جس کا حلال یا حرام ہونا یقینی نہ ہو۔

امام احمد رضا بریلوی نے ایک مقام پر حرام و مشتبہ اشیاء کے احکام کے ضمن میں دنیا کی برائی، حظوظ نفس اور حفاظت قلب کے تعلق سے صوفیانہ انداز میں عمدہ بحث فرمائی ہے۔اس کے کچھ اقتباسات یہ ہیں۔

علماء فرماتے ہیں ہمارا زمانہ شبہات سے بچنے کا نہیں، یقینی اکل حلال خالص، آج کل حکم عنقا کا رکھتا ہے غنیمت ہے کہ آدمی آنکھوں دیکھے حرام سے بچ جائے۔

فتاویٰ قاضی خان میں ہے

فقہائے کرام نے فرمایا کہ ہمارا زمانہ شبہات سے بچنے کا زمانہ نہیں لہٰذا اس زمانے میں مسلمانوں کے لئے لازم ہے کہ وہ دیکھے ہوئے حرام سے بچے۔

(فتاویٰ قاضی خان ۴، ص ۷۷۹۔ کتاب الحظر والاباحۃ۔ نولکشور لکھنؤ)

پھر فرماتے ہیں

آدمی کو حظوظ نفس کی وسعتیں خراب کرتی ہیں۔حق سبحانہ وتعالیٰ نے جب انسان کو بحکم الدنیا خضرة حلوة (دنیا سرسبز میٹھی ہے۔ت) اس سبزہ زار شہد نما، زہر فروش یعنی دنیا میں بھیجا بمحض رحمت الٰہی اس کے قاتل زہر کو الگ چن کر حد مقرر فرمادی اور گواہی شرعیہ عام منادی سنادی کہ او غافل بکریو! اس احاطہ کے اندر نہ چرنا تمہارا دشمن بھیڑیا کہ عبارت شیطان سے ہے اسی جنگل میں رہتا ہے، یہاں کی گھاس اس وقت کی نظر میں تمہیں ہری ہری دوب لہکتی لہلہاتی نظر آتی ہے مگر خبردار اس میں بالکل زہر بھرا ہے، اب اس مرغزار کی گھاس تین قسم کی ہوگئی۔

۱۔ کچھ سب کو معلوم ہے کہ اسی قطع کی ہے جس میں زہر ہے۔

۲۔ کچھ اس ٹکڑے سے بہت دور ہے جسے ہم یقینی اپنے حق میں نافع یا ضرر سے خالی جانتے ہیں۔

۳۔ اور کچھ اس پہلے خطہ کے آس پاس رہ گئی اس میں شبہ ہے کیا جانئے شاید اس میں کی ہو۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

الحلال بین والحرام بین و ما بینهما مشتبهات لا یعلمهن کثیر من الناس (بخاری ۱/ص۱۳۔ کتاب الایمان، باب فضل من استبرا لدینہ)

حلال ظاہر ہے اور حرام بھی ظاہر ہے البتہ ان دونوں کے درمیان کچھ شبہ والی چیزیں ہیں جن کو بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ (ت)

تو ہم میں جن کو اپنی جان پیاری اور ہوش وخرد کی پاسداری تھی انہوں نے تو اس تختہ کی (طرف نظر نہ کی) اور کوسوں کا طرارا بھرا، اور بھولی بھیڑیں اپنی نادانی سے کہتی رہیں کہ ابھی تو وہ ٹکڑا نہیں آیا ہے، ابھی تو دور معلوم ہوتا ہے، یہاں تک کہ خاص اس خطہ میں جا پڑیں اور زہر کی گھاس نے کام تمام کیا۔ آدمی کو اگر پلاؤ کی رکابی دی جائے اور کہہ دیں کہ اس کے خاص وسط میں روپیہ بھر جگہ کے قریب سنکھیا پسی ہوئی ملی ہے ڈرتے ڈرتے کناروں سے کھائے گا اور بجائے ایک روپیہ کے چار روپیہ کی جگہ چھوڑ دے گا۔ کاش ایسی احتیاط جو اپنے بدن کی محافظت میں کرتا ہے قلب کی نگاہداشت میں بجالاتا۔

اے عزیز! بادشاہوں کا قاعدہ ہے ایک چراگاہ محصور کر لیتے ہیں کہ رعایا اس میں نہ چرانے پائے عربی میں اسے حمیٰ کہتے ہیں۔ خدا و رسول کی سچی سلطنت، قاہر بادشاہت میں حمیٰ محرمات شرعیہ ہیں۔ جسے اپنے دین وآبرو کا خیال ہے شبہات سے بچے گا کہ مبادا آس پاس چراتے چراتے خاص حمیٰ میں جا پڑے، اور جو نہیں مانتے تو قریب ہے کہ انہیں ایک دن یہ واقعہ پیش آجائے۔

یہ مثال جو میں نے بیان کی کچھ میری ایجاد نہیں بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں ارشاد فرمائی۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم، ص ۵۱۷۔۵۱۸ ج ۲۳ پوربندر)

ایک ولی کو قلبی وسوسے کی اطلاع

جو خاصان خدا ہیں ان کی نظر میں غیب ومشاہدہ دونوں برابر ہیں وہ دلوں کے

خطرات پر آگاہ ہوتے ہیں، جب دل کدورتوں، کثافتوں سے پاک وصاف ہو کر مجلیٰ ہو جاتا ہے تو آئینہ کے مثل اس میں محسوسات و مبصرات دونوں کی صورتیں چھپنے لگتی ہیں، اگر چہ آئینہ میں صرف مبصرات نظر آتے ہیں۔

ایک ولی کی خدمت میں دو عالم کے جانے اور وسوسہ قلبی پر ولی کے مطلع ہونے کی حکایت امام احمد رضا بریلوی یوں بیان فرماتے ہیں

ایک صاحب اولیائے کرام میں سے تھے ان کی خدمت میں دو عالم حاضر ہوئے آپ کے پیچھے نماز پڑھی، تجوید کے بعض قواعد مستحبہ ادا نہ ہوئے ان کے دل میں خطرہ گزرا کہ اچھے ولی ہیں ان کو تجوید بھی نہیں آتی اس وقت تو حضرت نے کچھ نہ فرمایا، مکان کے سامنے ایک نہر جاری تھی یہ دونوں صاحب نہانے کے واسطے وہاں گئے کپڑے اتار کر کنارے پر رکھ دیئے اور نہانے لگے اتنے میں ایک نہایت خوفناک شیر آیا اور سب کپڑے جمع کر کے ان پر بیٹھ گیا، یہ دونوں صاحب ذرا ذرا سی لنگوٹیاں باندھے ہوئے، اب نکلیں تو کیسے علماء کی شان کے بالکل خلاف، جب بہت دیر ہوگئی حضرت نے فرمایا کہ بھائیو ہمارے دو مہمان سویرے آئے تھے وہ کہاں گئے کسی نے کہا حضور، وہ تو اس شکل میں ہیں، تشریف لے گئے اور شیر کا کان پکڑ کر ایک تپانچہ مارا اس نے دوسری طرف منہ پھیر لیا آپ نے اس طرف مارا اس نے اس طرف منہ پھیر لیا فرمایا ہم نے نہیں کہا تھا کہ ہمارے مہمانوں کو نہ ستانا جا چلا جا شیر اٹھ کر چلا گیا۔ پھر ان صاحبوں سے فرمایا تم نے زبانیں سیدھی کی ہیں اور ہم نے قلب سیدھا کیا۔ یہ ان کے خطرہ کا جواب تھا۔ (الملفوظ چہارم، ص ۶۲۸ تخریج شدہ ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ دہلی)

امیر کلال کا قلبی وسوسہ پر مطلع ہونا

حضرت امیر کلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشہور اولیائے کرام میں ہیں آپ کشتی لڑا کرتے تھے، آپ کی خدمت میں جب حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند حاضر ہوئے آپ کشتی کے اکھاڑے میں تھے، یہ دیکھ کر ان کے دل نے ناپسند کیا، آپ ان کے

وسوسہ قلبی پر مطلع ہو گئے اور انہیں تنبیہ کی۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ' پہلے کشتی کا شرعی حکم پھر امیر کلال کی کشتی کا واقعہ بیان فرماتے ہیں

کشتی آج کل جس طور پر لڑی جاتی ہے محمود نہیں، اس میں تن پروری ہوتی ہے، مجمع عام ہوتا ہے اور اگر اس کے سبب نماز کی پابندی نہ کرے یا ستر کھولے تو حرام ہے، ہاں اگر خاص مجمع ہے اپنے ہی لوگ ہیں بند مکان میں نماز کی پابندی کے ساتھ بغیر ستر کھولے ہوئے لڑیں تو مضائقہ نہیں۔

حضرت بہاء الحق والدین خواجہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ بخارا میں حضرت امیر کلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شہرہ سن کر خدمت میں حاضر ہوئے آپ کو دیکھا کہ مکان کے اندر خاص لوگوں کا مجمع ہے اکھاڑے میں کشتی ہو رہی ہے حضرت بھی تشریف فرما ہیں اور کشتی میں شریک ہیں۔ حضرت خواجہ نقشبند عالم جلیل پابند شریعت ان کے قلب نے کچھ پسند نہیں کیا حالانکہ کوئی ناجائز بات نہ تھی۔ یہ خطرہ آتے ہی غنودگی آ گئی دیکھا کہ معرکہ حشر بپا ہے ان کے اور جنت کے درمیان ایک دلدل کا دریا حائل ہے یہ اس کے پار جانا چاہتے تھے دریا میں اترے جتنا زور کرتے دھنستے جاتے یہاں تک کہ بغلوں تک دھنس گئے۔ اب نہایت پریشان کہ کیا کیا جائے اتنے میں دیکھا کہ حضرت امیر کلال تشریف لائے اور ایک ہاتھ سے نکال کر دریا کے اس پار کر دیا، آپ کی آنکھ کھل گئی قبل اس کے کہ یہ کچھ عرض کریں حضرت امیر کلال نے فرمایا ہم اگر کشتی نہ لڑیں تو یہ طاقت کہاں سے آئے یہ سن کر فوراً قدموں پر گر پڑے اور بیعت کی۔

(جامع کرامات اولیاء اول، ص:۶۰۱۔ پور بندر)

(الملفوظ چہارم، ص۶۱۲ تخریج شدہ ایڈوانس پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ، دہلی)

●●●

تلاوت قرآن

قرآن عظیم ایک جامع مکمل آسمانی کتاب ہے اس میں شک و ریب کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں۔ اس میں جو احکام و قوانین ہیں وہ اسلام کے بنیادی اصول اور دین و شریعت کی اساس ہیں۔ جس طرح قرآن عظیم نازل ہوا بعینہٖ اسی طرح رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو یاد کرایا پھر وہی منقول ہو کر آفاق میں پھیلا، صحابہ چونکہ اہل زبان تھے انہیں کی زبان میں قرآن نازل ہوا، انہیں الفاظ قرآن سمجھنے میں کوئی دشواری نہ ہوتی مگر قرآن کے جو باطنی اسرار و معانی ہیں انہیں صحابۂ کرام حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سیکھتے تھے یہاں تک کہ دس دس آیات سیکھنے اور سمجھنے میں انہیں کئی کئی سال لگ جاتے تھے۔ صحابہ کے اس عمل سے یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے کہ صرف قرآن عظیم کے ظاہری معانی و مفاہیم سمجھنا کافی نہیں بلکہ اس کے حقائق و اسرار کا جاننا بھی انسان کا علمی کمال ہے۔ علمائے ظاہر نے الفاظ قرآن کی تشریح و تفاسیر کیں وہ علماء اور ائمہ کہلائے، اور علمائے باطن نے قرآن کے حقیقی معانی و اسرار کو سمجھا وہ صوفیہ اور اہل باطن کے گروہ میں شامل ہوئے۔ اگر چہ علماء و صوفیہ دونوں گروہ نے صحابۂ کرام ہی کے نقوش قدم کو نشان منزل قرار دیا مگر ظاہر و باطن کی تفریق سے دونوں میں امتیاز ہو گیا۔ یہ امر بھی مسلم ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے الفاظ قرآن حضور اقدس معلم کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سن کر یاد کئے اور معانی قرآن کو حضور کی تعلیم و تلقین سے سیکھا۔

صحابۂ کرام کا درس قرآن

حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے صحابہ کرام کے درس قرآن کے

بارے میں ایک مقام پر امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نہایت ذہین وفطین اور زیرک و دانا تھے، ان کے نفوس ذاتی استعداد و صلاحیت کی بناء پر علم وحق قبول کرنے کے قابل تھے، انہوں نے قرآن عظیم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سن کر سیکھا مگر وہ بھی تعلیم و تلقین ظاہر و باطن ونظم و معنی و حِکم و حکمت تھا نہ یوں کہ صرف نماز میں قرأت اقدس سے اللہ یاد کر لئے۔

● صحابۂ کرام دس آیتیں مع ان کے علم و عمل کے سیکھتے جب ان پر قادر ہو جاتے دس اور تعلم فرماتے۔

● امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارہ برس میں سورۂ بقر حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پڑھی جب ختم فرمائی ایک اونٹ ذبح کیا۔

● عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آٹھ سال میں پڑھی، کہ جس قدر تدبر زائد دیر زائد۔

ابن عساکر حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی

كنا اذا تعلمنا من النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم عشر آيات من القرآن لم نتعلم من العشر التى نزلت بعد ها حتى نعلم مافيه فقيل لشريك من العمل قال نعم.

(مختصر تاریخ دمشق لابن عساکر ۱۴، ص: ۵۹ عنوان عبد اللہ بن مسعود ۲۳۔ دار الفکر بیروت)

یعنی ہم جب حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے قرآن کی دس آیات کا علم حاصل کرتے تو جب تک ان آیات میں بیان شدہ اعمال کو معلوم نہ کر لیتے ان کے بعد والی دس آیات کی تعلیم حاصل نہ کرتے۔ شریک سے پوچھا گیا کہ آیات کے بیان شدہ اعمال سیکھنا مراد ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں۔ (ت)

ابو بکر بن ابی شیبہ اپنی مصنف میں ابو عبد الرحمٰن سلمی سے راوی

حدثنا من كان يقرينا من اصحاب رسول الله صلى الله تعالىٰ

علیہ وسلم انهم کانوا یقترؤن من رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عشر آیات ولا یاخذون فی العشر الاخریٰ حتی یعلموا مافی هذه من العلم والعمل فانا علمنا العلم والعمل.

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱۰،ص ۱۶۰ حدیث ۹۹۷۸، القرآن کراچی)

صحابہ کرام میں سے جو ہمیں قرأت پڑھاتے انہوں نے فرمایا ہم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دس آیات پڑھتے جب تک ان آیات کے علم وعمل کو نہ سیکھ لیتے ان کے بعد کی دس آیات کو نہ لیتے یوں ہم علم وعمل دونوں کو حاصل کرتے۔ (ت)

● تعلم عمر البقرة فی اثنتی عشرة سنة فلما ختمها نحر جزورا.

(رواۃ مالک للخطیب بغدادی)

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورہ بقرہ کو بارہ سال میں سیکھا، جب انہوں نے اسے ختم فرمایا تو ایک اونٹ ذبح کیا۔ (ت)

● ان ابن عمر تعلم البقرة فی ثمان سنین

(موطا امام مالک ا،ص: ۱۹۰ باب ماجاء فی القرآن۔ کراچی)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سورۂ بقرہ کو آٹھ سال میں سیکھا۔ (ت)

(وصاف الرجیح فی بسملۃ التراویح۔ مشمولہ فتاویٰ رضویہ مترجم ۷،ص: ۶۹۰۔ پوربندر)

اکابر واصفیا کی تلاوت قرآن

اسلاف واکابر اور صوفیائے کرام کا یہ معمول تھا کہ وہ شب وروز میں کئی کئی مرتبہ قرآن عظیم ختم کیا کرتے تھے اس کے باوجود وہ سمجھ کر پڑھتے یہاں تک کہ ایک ایک لفظ صاف صاف ادا ہوتا اگر کوئی سنتا تو بآسانی سمجھ لیتا۔ یہ اگرچہ حیرت انگیز بات ہے مگر کرامات اولیاء سے یہ کچھ بعید نہیں ہے، پھر یہ کہ رب تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ جس کے لئے جو چیز چاہے آسان فرمادے، جو چاہے مشکل کردے، وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اکابر واصفیا کے ختم قرآن سے متعلق ایک مقام پر امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

● علمائے کرام نے فرمایا ہے سلف صالحین میں بعض اکابر دن رات میں دو ختم فرماتے، بعض چار، بعض آٹھ۔

● امام الائمہ سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیس برس کامل ہر رات ایک رکعت میں قرآن مجید ختم کیا ہے۔ (ردالمحتار ا،ص:۶۲ مقدمہ۔کراچی)

● میزان الشریعۃ امام عبدالوہاب شعرانی میں ہے کہ سیدی علی مرصفی قدس سرہ ایک رات دن میں تین لاکھ ساٹھ ہزار ختم فرماتے۔

(المیزان الکبریٰ ا،ص:۷۹ فصل فی بیان ما اطلعت علیہ الخ۔البابی مصر)

● سیدی عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "حدیقہ ندیہ" میں فرماتے ہیں کہ شیخ علی مرصفی اپنے ایام سلوک میں روزانہ تین لاکھ ساٹھ ہزار مرتبہ قرآن ختم کرتے یعنی ہر درجہ سلوک میں ایک ختم کرتے تھے۔(ت) (حدیقہ ندیہ ج اول، فصل ۳ فی بیان الاقتصار فی العمل)

● آثار میں ہے، امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم بایاں پاؤں رکاب میں رکھ کر قرآن مجید شروع فرماتے اور دہنا پاؤں رکاب تک نہ پہنچتا کہ کلام شریف ختم ہو جاتا۔ (مرقاۃ المفاتیح ملا علی قاری، کتاب الفتن، باب بدء الخلق۔حدیث ۵۷۱۸)

● بلکہ خود حدیث میں ارشاد ہے کہ داؤد علیہ الصلاۃ والسلام اپنے گھوڑے پر زین کرنے کو فرماتے اور اتنی دیر سے کم میں زبور یا توراۃ مقدس ختم فرمالیتے۔توراۃ شریف قرآن عظیم سے حجم میں کئی حصے زائد ہے۔

عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال خفف علی داؤد القرآن فکان یأمر بدوابہ فتسرج فیقرأ القران من قبل ان تسرج دوابہ.

(بخاری ا،ص:۴۸۵ کتاب الانبیاء۔قول اللہ وآتینا داؤد زبورا)

حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، حضرت داؤد علیہ الصلاۃ والسلام پر اللہ تعالیٰ نے تلاوت آسان فرمادی تھی آپ سواری پر زین رکھنے کا حکم دیتے اور زین رکھی جاتی تو آپ زین رکھنے سے پہلے زبور تلاوت فرمالیتے۔(ت)

(فتاویٰ رضویہ مترجم ۷،ص:۴۷۷۔برکات رضا پوربندر)

● امام عینی فرماتے ہیں کہ میں نے ایک حافظ کو دیکھا کہ اس نے شب قدر میں نماز وتر میں تین بار قرآن ختم کیا یعنی ہر رکعت میں ایک ختم کیا۔ (ت)

(عمدۃ القاری، کتاب الانبیاء۔ باب قول اللہ وآتینا داؤد زبورا)

● امام قسطلانی فرماتے ہیں کہ میں نے ابو طاہر کو ۸۶۷ھ میں بیت المقدس کے اندر دیکھا اور وہیں پر ان سے سنا کہ رات ودن میں دس سے زیادہ ختم قرآن کرتے تھے۔ (ت)

(ارشاد الساری، کتاب الانبیاء۔ باب قول اللہ تعالیٰ وآتینا داؤد زبورا)

● شیخ الاسلام برہان بن ابی شریف نے فرمایا کہ ابو طاہر رات اور دن میں پندرہ ختم قرآن فرماتے تھے۔ (ت) (حدیقہ ندیہ ا، فصل ۳۔ فی بیان الاقتصار فی العمل)

● عبد الغنی نابلسی فرماتے ہیں کہ نجم اصبہانی نے یمن کے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس نے طواف کعبہ کے ایک چکر یا سات چکروں میں پورے قرآن عظیم کی تلاوت کرلی۔ (ت) (حوالہ مذکور)

یہی عارف نابلسی فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ عبد الوہاب شعراوی مغرب وعشاء کے درمیان دو ختم قرآن کرتے تھے۔ (ت) (حوالہ مذکور)

● بعض مشائخ سے منقول ہے کہ شیخ موسیٰ سدرانی نے حجر اسود سے دروازۂ کعبہ کے سامنے پہنچنے تک قرآن عظیم کو پڑھ لیا اور سننے والے نے شروع سے آخر تک ایک ایک کلمہ اور ایک ایک حرف کو سنا۔ (ت)

(مرقاۃ ملا علی قاری، کتاب الفتن، باب بدء الخلق، حدیث ۵۷۱۸)

(انباء الحی حاشیہ الدولۃ المکیہ، ص: ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ برکات رضا پوربندر)

● امام عارف باللہ سیدی عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کی ''میزان الشریعۃ الکبریٰ'' میں ہے کہ سیدی علی مرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ روزانہ تین لاکھ ساٹھ ہزار مرتبہ پورے قرآن عظیم کی تلاوت کرتے تھے۔ (ت)

(میزان الشریعۃ ا، فصل فی بیان بعض ما اطلعت الخ)

● سیدی استاذ عبد الغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ امام شعرانی کی پیروی کرتے ہوئے ''حدیقہ ندیہ'' میں فرماتے ہیں کہ شیخ علی مرصفی اپنے ایام سلوک میں روزانہ تین

لاکھ ساٹھ ہزار مرتبہ قرآن ختم کرتے یعنی ہر درجہ سلوک میں ایک ختم کرتے تھے۔(ت)
(حدیقہ ندیہ ا، فصل ثالث فی بیان اقتصار فی العمل)

فائدہ

اس قول کو تحریر کرنے کے بعد امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ روزانہ سے مراد اکثر اوقات ہیں اس لئے کہ پانچوں نمازوں کے اوقات کا استثناء ضروری ہے۔ پھر امام شعرانی فرماتے ہیں کہ ان اولیاء اللہ پر مستبعد نہیں جن کی روحانیت ان کی جسمانیت پر غالب آ گئی ہے۔

عارف نابلسی کے کلام سے دوسرا فائدہ یہ ظاہر ہوا کہ ان بزرگان دین کا قلیل سی مدت میں قرآن عظیم کا پڑھنا تیز رفتاری سے نہیں تھا نہ شعر کی طرح گھاس کاٹنے کی مانند جلدی جلدی نہ سوکھے چھوہاروں کی طرح جھاڑنا تھا جس طرح ڈالیاں ہلانے سے خشک کھجوریں جلد جلد جھڑ پڑتی ہیں بلکہ وہ معانی و مفاہیم کو سمجھ کر پڑھتے تھے۔ جس طرح وہ روزانہ تین لاکھ ساٹھ ہزار ختم کرتے اسی طرح اتنی ہی مرتبہ چوبیس گھنٹے سے کم مدت میں قرآن کے معانی پر گزرتے یعنی معانی قرآن پر غور و فکر کرتے تھے۔ یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ کرسکتا ہے۔ (ت)

ابوالحسن خرقانی کا سلوک اور تلاوت قرآن

میر سید عبدالواحد بلگرامی کی مبارک کتاب "سبع سنابل شریف" میں مروی ہے کہ شیخ ابوالحسن خرقانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک رات فرمایا کہ مجھے مضبوطی سے پکڑو کیونکہ مجھ پر طویل راستے حاضر کئے گئے جب تم نے مجھے اپنی حالت پر لوٹایا تو میرا وضو خشک نہیں ہوا تھا۔

اسی مبارک کتاب "سبع سنابل" میں ہے شیخ ابوالحسن خرقانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ کون ہے، جو ایک گھنٹہ سے کم مدت میں قرآن کریم کے ایک ایک

رف کو سو مرتبہ پڑھ کر ختم کرے؟ اس کے بعد فرمایا کہ ان سے بارہا ایسا ہوا ہے۔ (ت)
(سبع سنابل، سنبلہ ٦)

شیخ موسیٰ سدرانی کی تلاوت قرآن

● سیدی مولانا جامی قدس سرہ السامی کی ''نفحات الانس'' میں ہے شیخ سعید الدین فرغانی ''شرح تائیہ'' میں فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ ثقہ طلحہ بن عبداللہ بن طلحہ تستری عراقی سے ٦٦۵ ھ میں سنا کہ شیخ عماد الدین احمد بن شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ میں اپنے والد محترم کے ساتھ حج میں تھا دوران طواف میں نے ایک مغربی شخص کو دیکھا جو طواف کر رہا تھا اور لوگ اس سے فیض وتبرک حاصل کر رہے تھے، میرے بارے میں لوگوں نے اس شخص سے بتایا کہ یہ شیخ شہاب الدین سہروردی کے لڑکے ہیں اس شخص نے مجھے تہنیت و مبارکباد دی، میرے سر پر بوسہ دیا اور میرے لئے حسن و بھلائی کی دعا کی، جب سے اب تک برابر میں اس دعا کی برکت و فیض اپنے آپ میں پاتا ہوں اور میں امید کرتا ہوں کہ اس کی برکت آخرت میں بھی میرے ساتھ ہوگی انشا اللہ تعالیٰ، پھر میں نے لوگوں سے اس شخص کے بارے میں پوچھا تو بتایا کہ یہ شیخ موسی سدرانی یعنی سیدی ابو مدین مغربی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اکابر اصحاب میں سے ہیں۔ میں طواف سے فارغ ہو کر اپنے والد بزرگوار کے پاس آیا اور بتایا کہ میں نے شیخ موسی سدرانی کو دیکھا انہوں نے مجھے دعائیں دیں، اس بات کو سن کر میرے والد گرامی بہت زیادہ مسرور و خوش ہوئے۔ پھر لوگ شیخ موسی سدرانی کے مناقب و فضائل بیان کرنے لگے اور ان کی ایک فضیلت یہ ذکر کی گئی کہ وہ روزانہ ستر ہزار ختم قرآن کرتے ہیں۔ اس بات کو سن کر میرے والد خاموش رہے۔

● شیخ عماد الدین احمد فرماتے ہیں کہ میرے والد کے اکابر اصحاب میں سے ایک شخص نے قسم کھا کر کہا کہ لوگ شیخ موسی سدرانی کے بارے میں جو کہتے ہیں وہ سچ

کہتے ہیں۔ شیخ عماد الدین احمد نے فرمایا کہ اس سے پہلے جب میں اس بات کو سنتا
تو میرے دل میں عجیب خیال پیدا ہوتا یہاں تک کہ شیخ موسی سدرانی مجھے ایک را
حالت طواف میں ملے میں ان کے پیچھے لگ گیا، میں نے انہیں رکن اسود سے
دیکھا کہ انہوں نے سورۂ فاتحہ سے پڑھنا شروع کیا وہ طواف میں عام لوگوں کی طر
چل رہے تھے اور ترتیل کے ساتھ تلاوت کرنے لگے، میں ان کی تلاوت کا ایک ا
حرف سمجھ رہا تھا جب وہ حجر اسود سے کعبہ شریف کے دروازہ تک پہنچے جبکہ دونوں
درمیان صرف چار قدموں کا فاصلہ ہے تو انہوں نے قرآن کریم کو مکمل طور پر ختم فرما
اس طرح سے کہ میں نے ایک ایک حرف کو سنا۔ میرے والد اور ان کے جملہ اصحاب
نے اس واقعہ کی تصدیق و تائید کی۔ (ت) (نفحات الانس، ترجمۃ شیخ موسی سدرانی)

(انباء الحی حاشیہ الدولۃ المکیۃ، ص: ۸۰۔۸۱ برکات رضا پور بندر)

●●●

دعا کے فوائد و اسرار

دعا رب تعالیٰ سے سوال و عاجزی اور التجا کا ایک مفید و ماثور طریقہ ہے، بندہ جب بارگاہ عزت میں ہاتھ پھیلا کر دعا کرتا ہے تو وہ اس سے خوش ہوتا اور حسب مشیت اسے عطا بھی فرماتا ہے، اور اگر کوئی اپنی شامت نفس سے دعا نہ کرے یا دعا کرنا چھوڑ دے تو وہ اس پر غضب فرماتا اور ناراض ہوتا ہے، دعا مومن کا ہتھیار اور مغز عبادت ہے، انبیاء و مرسلین علیہم الصلاۃ والسلام نے اپنے اور اپنی قوم کے لئے دعائیں کیں، اولیاء و اصفیا نے دعا کو اپنی زندگی کا نصب العین اور فلاح دارین کا ذریعہ قرار دیا، وہ ہر مومن کی دعا قبول فرماتا ہے خواہ وہ صالح و متقی ہو یا فاسق و فاجر، یہ اور بات ہے کہ کسی کی دعا جلد قبول ہوتی ہے کسی کی دیر سے، کسی کو دعا کا ثمرہ دنیا ہی میں نظر آ جاتا ہے، کسی کو اس کا صلہ آخرت میں دیا جائے گا، وہ ہر مضطر کی پکار سنتا ہے، وہ گڑگڑانے والے کی دعا قبول فرماتا ہے۔

جو دعا خلوص دل اور قلب کی گہرائیوں سے کی جائے وہ دعا باب اجابت سے ٹکراتی اور شرف قبول پاتی ہے اور یہ کہ جس طرح دعا کے لئے ہاتھ اٹھتے ہیں اسی طرح دل بھی متوجہ ہوتا کہ اعضا کی حالت دل کے مطابق ہو جائے یہی وجہ ہے کہ دعا کے وقت دونوں ہاتھوں کو اوپر اٹھاتے ہیں تا کہ اس کی برکت و سعادت حاصل ہو اور دعا کے بعد ہاتھوں کو چہرے پر پھیر لیتے ہیں تا کہ جو رحمت و انوار بارگاہ خداوندی سے نازل ہوئے انہیں سمیٹ لیا جائے۔

دعا کے فوائد اور کثرت دعا کی تاکید پر تصانیف اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ میں بہت ساری احادیث و روایات موجود ہیں یہاں پر مجھے انہیں جمع کرنا مقصود نہیں بلکہ انہوں نے صوفیانہ انداز سے دعا کے جو اسرار و نکات بیان فرمائے ہیں انہیں پیش کرنا ہے۔

دعا کے لئے ہاتھ اٹھانا اور چہرے پر پھیرنا

دعا کے وقت ہاتھوں کو اوپر کی طرف اٹھانے اور دعا کے بعد چہرے پر پھیرنے کے اسرار سے متعلق آپ فرماتے ہیں۔

جس امر میں جمع عزیمت و صدق ارادت کا اہتمام چاہتے ہیں وہاں اس کے مناسب احوال و جوارح رکھے جاتے ہیں کہ ان کی مدد سے دل مطمئن اور انتشار دفع ہو، اسی وجہ سے دعا میں ہاتھوں کو اٹھایا جاتا اور چہرے پر پھیرا جاتا ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب تصریح کرتے ہیں کہ یہ افعال رغبت باطنی کی تصویر بنانے کو ہیں کہ قلب اس پر خوب متنبہ ہو جائے اور قلب کی حالت ہیات سے تائید پائے۔

"حجۃ اللہ البالغہ" میں شاہ ولی اللہ صاحب لکھتے ہیں

وامارفع الیدین و مسح الوجه بهما فتصویر للرغبة و مظاهرة بین الهیأة النفسانیة و ماینا سبها من الهیأة البدنیة و تنبیه للنفس علی تلک الحالة
(حجۃ اللہ البالغہ ۲ ص:۵۷ الاذکار وما یتعلق بھا۔ لاہور)

دعا میں ہاتھ اٹھانا اور دعا کے بعد ہاتھوں کو چہرے پر پھیرنا اپنی دعا میں اظہار رغبت کے لئے ہے اور اس میں ہیئت نفسانیہ کی تصویر اور ہیئت بدنیہ کی مناسبت ہے اور نفس کو اپنی حالت پر تنبیہ کرنا ہے۔ (ت)

اسی لئے دعا کے بعد چہرے پر ہاتھ پھیرنا مسنون ہوا کہ حصول مراد و قبول دعا کی فال ہو، گویا دونوں ہاتھ خیر و برکت سے بھر گئے اس نے وہ برکت اشرف و اعلیٰ اعضا پر الٹ لی کہ اس کے توسط سے سب بدن کو پہنچ جائے گی۔

حدیث: کان رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اذا رفع یدیه فی الدعا لم یحطهما حتی یمسح بهما وجهه.

(ترمذی ۲، ص:۱۷۴۔ الدعوات، باب ماجاء فی رفع الایدی الخ)

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دعا میں ہاتھ اٹھاتے تو چہرۂ مبارک پر پھیرے بغیر ہاتھوں کو نیچے نہ کرتے۔ (ت)

یہ مراد کو پانے اور امداد حاصل کرنے کے لئے نیک فال کے طور پر کیا جاتا تھا۔

حدیث:ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کان اذا دعا فرفع یدیہ مسح وجھہ بیدیہ.

(فیض القدیر شرح جامع صغیر ا،ص:۱۳۳ احدیث ۶۶۸۵۔دارالمعرفۃ بیروت)

حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب دعا فرماتے تو ہاتھ اٹھا کر چہرۂ مبارک پر ملتے۔(ت)

یہ نیک فالی کی علامت ہے کہ ہاتھ خیر سے بھر گئے ہیں اور اس خیر کو چہرے پر پہنچادیا کہ اشرف اعضا ہے۔

حدیث:عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سلوا اللہ ببطون اکفکم ولا تسئلوہ بظھورھا فاذا فرغتم فامسحوا بھا وجوھکم.

(فیض القدیر ۴،ص:۱۰۹۔حدیث ۴۷۰۶۔دارالمعرفۃ بیروت)

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ خدا کی بارگاہ میں اپنے ہاتھوں کے باطن سے سوال کرو اور ہاتھوں کی پشت سے سوال نہ کرو اور جب دعا سے فارغ ہوجاؤ تو ہاتھوں کو چہرے پر پھیرلو۔(ت)

چہرے پر ہاتھ پھیرنے کی وجہ یہ ہے کہ مطلوب مل گیا اور اسے برکت کے لئے چہرے تک پہنچایا کیونکہ یہ تمام اعضا میں اشرف وافضل ہے اور اس سے پورے بدن میں پہنچ جائے۔

فاضل علی قاری نے ''حرز ثمین'' میں فرمایا

لعل وجھہ انہ ایماء الی قبول الدعاء و تفاؤل بدفع البلاء و حصول العطاء فان اللہ سبحنہ یستحي ان یرد یدعبد صفرا خالیا من الخیر فی الخلاء و الملاء.

(حرز ثمین شرح حصن حصین)

ہوسکتا ہے کہ یہ اس بات کا اشارہ ہو کہ دعا قبول ہوچکی ہے اور دفع بلا اور حصول عطا کے لئے نیک فال بن سکے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے ہاتھوں کو خلاء اور ملا

میں خیر سے خالی لوٹانے پر حیا فرماتا ہے۔ (ت)

پشت دست سے دعا

عام حالات میں دعا کا طریقہ یہ ہے کہ ہاتھوں کی ہتھیلیوں کا رخ آسمان کی طرف ہو اور ہاتھ پھیلے ہوں کیونکہ دعا کے وقت ہتھیلیوں کا قبلہ آسمان ہے جس طرح نماز کا قبلہ، کعبۃ اللہ ہے۔ اور اگر دفع بلا کے لئے دعا ہو تو ہاتھوں کی پشت کو آسمان کی طرف کیا جائے تا کہ فتنہ و بلا کا غلبہ کم ہو اور رحمت خداوندی جلد متوجہ ہو۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں

علماء نے مستحب رکھا ہے کہ جب دفع بلا کے لئے دعا ہو، پشت دست آسمان کی طرف ہو، گویا ہاتھوں سے آتش فتنہ کو بجھاتا اور جوش بلا کو دباتا ہے۔

اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں ہے

گفتہ اند چوں دعا برائے طلب وسوال چیزے از نعما بود مستحب است کہ گردانیدہ شود بطن کفہا بجانب آسمان، و ہر گاہ کہ برائے دفع و منع فتنہ و بلا باشد پشت ہائے دست بجانب آسمان کنند از برائے اطفائے نائرۂ فتنہ و بلا و پست کردن قوت حادثہ و غلبۂ آں۔

(اشعۃ اللمعات ا، ص:۶۲۳۔ کتاب صلوۃ الاستسقاء۔ سکھر)

علماء نے فرمایا ہے کہ جب کسی نعمت کے حصول کے لئے دعا کی جائے تو مستحب یہ ہے کہ دعا میں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو آسمان کی طرف کیا جائے، اور اگر کسی دفع شر کے لئے دعا ہو تو پھر ہاتھوں کی پشت کو آسمان کی طرف کیا جائے تا کہ فتنہ اور مصیبت کی شدت کم ہو اور حادثہ کی قوت و غلبہ پست ہو جائے۔ (ت)

اسی لئے استسقا کے وقت پشت دست جانب آسمان رکھے کہ ابر چھانے اور باران آنے کی فال ہو، حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی ایسا مروی ہے۔

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم استسقی فاشار بظھر کفیہ۔

(مسلم ا، ص:۲۹۳۔ کتاب صلوۃ الاستسقاء)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب بارش کے لئے دعا فرماتے تو ہتھیلی مبارک کی پشت سے آسمان کی طرف اشارہ فرماتے۔ (ت)

اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں ہے

طیبی گفتہ ایں نیز برائے تفاؤل است بقلب وتبدل حال مثل صنیع وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در تحویل ردا اشارتست بمطلوب کہ بطون سحائب بجانب زمین گردد و بریزد آنچہ درو ست از امطار۔ (اشعۃ اللمعات ا ص: ۶۲۳۔ کتاب صلوۃ الاستسقاء۔ سکھر)

علامہ طیبی نے فرمایا یہ عمل بھی حالت کو تبدیل کرنے کی نیک فال کے طور پر ہے جیسا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم استسقاء میں چادر پلٹ لیتے تھے جس میں بادلوں کے پیٹ زمین کی طرف ہوجانے اور بادلوں سے بارش ہونے کے مطلوب کی طرف اشارہ تھا۔ (ت) (فتاوی رضویہ مترجم ۷ ص: ۶۰۹۔ ۶۱۱۔ ۶۱۲۔ پور بندر)

دعا کس وقت اور کب کرے

یوں تو رب تعالیٰ ہر وقت بندے کی دعا قبول فرماتا ہے مگر اس کا مناسب و موزوں وقت عبادت ونماز وغیرہ عمل صالح کے بعد ہے، دوسرے اوقات کے اعتبار سے اس میں امید قبولیت زائد ہوتی ہے۔

وقت و موقع اور محل دعا سے متعلق ایک مقام پر امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں

اصل یہ ہے کہ اعمال صالحہ وجہ رضائے مولیٰ جل وعلا ہوتے ہیں اور رضائے مولیٰ تبارک وتعالیٰ اجابت کا موجب، اور اس کا محل عمل صالح سے فراغ پا کر ہے۔

فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ (الم نشرح، ۷۔ ۸)

جب تو فراغت پائے تو مشقت کر اور اپنے رب کی طرف راغب ہو۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں صحیح ترین قول حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے کہ فراغ سے مراد نماز سے فارغ ہونا اور نصب دعا میں جدوجہد کرنا

ہے، یعنی باری عزوجل حکم فرماتا ہے جب تو نماز پڑھ چکے تو اچھی طرح دعا میں مشغول ہو اور اپنے رب کے حضور الحاح وزاری کر۔

تفسیر شریف جلالین میں ہے

فاذا فرغت من الصلوة فانصب، اتعب فی الدعاء، والی ربک فارغب، تضرع. (جلالین کلاں ۲، ص:۵۰۲۔ سورۃ الانشراح)

جب تو نماز سے فارغ ہو تو دعا میں تعب اور مشقت کر اور اپنے رب کے سامنے تضرع وزاری بجالا۔

حدیث میں آیا ہے، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

الم تر الی العمال یعملون فاذا فرغوا من اعمالھم وفوا اجورھم.

(شعب الایمان ۲، ص:۳۰۳ حدیث ۳۶۰۳۔ دار الفکر بیروت)

کیا تو نے نہ دیکھا کہ مزدور کام کرتے ہیں جب اپنے عمل سے فارغ ہوتے ہیں اس وقت پوری مزدوری پاتے ہیں

دوسری حدیث میں ہے

العامل انما یوفی اجرہ اذاقضی عملہ.

(مسند احمد بن حنبل ۲، ص:۲۹۲۔ مروی عن ابی ہریرۃ۔ دار الفکر بیروت)

عامل کو اسی وقت اجر کامل دیا جاتا ہے جب عمل تمام کر لیتا ہے۔

تو سائل کے لئے بیشک بہت بڑا موقع دعا یہی ہے کہ مولیٰ کی خدمت وطاعت کے بعد اپنی حاجات عرض کرے، اسی لئے وارد ہوا کہ ہر ختم قرآن پر ایک دعا مقبول ہے۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مع کل ختمة دعوة مستجابة.

(شعب الایمان ۲، ص:۳۷۴ حدیث ۲۰۸۶۔ العلمیۃ بیروت)

ہر ختم کے ساتھ ایک دعا مستجاب ہے۔

دوسری روایت میں ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

من ختم القران فله دعوة مستجابة.

(المعجم الکبیر ۱۸، ص: ۲۵۹ حدیث ۶۴۷۔ فیصلیہ بیروت)

جو ختم قرآن کرے اس کے لئے ایک دعا مقبولہ ہے۔

اسی لئے روزہ دار کے حق میں ارشاد ہوا کہ افطار کے وقت اس کی ایک دعا رد نہیں ہوتی۔

حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

ثلثة لاترد دعوتهم الصائم حين يفطر۔ الحدیث

(ابن ماجہ ص: ۱۲۶ باب فی الصائم لاترد دعوۃ الخ)

تین شخصوں کی دعا رد نہیں ہوتی ایک ان میں روزہ دار جب افطار کرے۔

دوسری روایت میں ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

ان للصائم عند فطره لدعوة ماترد (حوالہ مذکور)

بیشک روزہ دار کے لئے وقت افطار بالیقین ایک دعا ہے کہ رد نہ ہوگی۔

ایک اور حدیث میں ہے، حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

لكل عبد صائم دعوة مستجابة عند افطاره اعطيها فى الدنيا او ذخرله فى الاخرة۔

(نوادر الاصول ص: ۱۸۳ الاصل الستون فی ان للصائم الخ۔ دار صادر بیروت)

ہر روزہ دار بندے کے لئے افطار کے وقت ایک دعا مقبول ہے خواہ دنیا میں دے دی جائے یا آخرت میں اس کے لئے ذخیرہ رکھی جائے۔

(فتاوی رضویہ مترجم ۸، ص: ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸۔ پوربندر)

رب تعالیٰ کی رحمت و بخشش تو ہر وقت، ہر آن بندے کی طرف متوجہ رہتی ہے مگر کچھ مخصوص اوقات ہیں جن میں خاص طور سے اس کی تجلی و کرم کے جلوے ظاہر ہوتے ہیں۔ (م)

حدیث میں ہے حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

ان لربکم فی ایام دھر کم نفحات فتعرضوا له لعله ان یصیبکم نفحة منها فلا تشقون بعدھا ابدا۔ (المعجم الکبیر۱۹،ص:۲۳۴حدیث۵۱۹۔فیصلیہ بیروت)

بیشک تمہارے رب کے لئے تمہارے زمانے کے دنوں میں کچھ وقت عطاؤ بخشش، تجلی وکرم وجود کے ہیں تو انہیں پانے کی تدبیر کرو شاید ان میں سے کوئی وقت تمہیں مل جائے تو پھر کبھی بدبختی تمہارے پاس نہ آئے۔ (فتاوی رضویہ مترجم۸،ص:۵۲۲۔پور بندر)

یوں تو نماز کے ہر درجے میں بندے کو رب تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے مگر جو قرب ونزدیکی حالت سجود میں ہوتی ہے وہ کسی اور حالت میں نہیں ہوتی، اسی لئے حدیث میں اس وقت کثرت دعا کی تاکید کی گئی ہے۔(م)

حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

اقرب مایکون العبد من ربه وھو ساجد فاکثروا الدعاء

(نسائی ۱،ص:۱۷۰۔۱۷۱۔اقرب ما یکون العبد من اللہ عزوجل)

سب سے زیادہ قرب بندے کو اپنے رب سے حالت سجود میں ہوتا ہے تو اس میں دعا کی کثرت کرو۔ (فتاوی رضویہ مترجم۸،ص:۵۲۳۔پور بندر)

اجتماعی دعا کا فائدہ

اگر مسلمان کثیر تعداد میں جمع ہوکر ایک ساتھ مل کر دعا کریں تو اس دعا کے قبول ہونے کی امید ہوتی ہے کیونکہ جہاں پر مسلمانوں کی اجتماعیت وکثرت ہوتی ہے وہاں پر کچھ بندے مطیع ومخلص بھی ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں کی برکت سے پوری جماعت کی دعا قبول فرماتا ہے۔

اجتماعی دعا کے فوائد سے متعلق ایک مقام پر امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

جن اوقات میں دعا قبول ہونے کا ذکر حدیث میں ملتا ہے انہیں میں ایک وقت اجتماع مسلمین بھی ہے کہ ایک گروہ مسلماناں جمع ہوکر دعا مانگے، کچھ عرض کریں، کچھ

آمین کہیں۔حدیث میں ہے

عن حبیب بن مسلمة الفهری رضی الله تعالیٰ عنه و كان مجاب الدعوة قال سمعت رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه و سلم یقول لا یجتمع ملؤ فید عو بعضهم یؤمّن بعضهم الا اجا بهم الله

(المستدرک علی الصحیحین ۳،ص۳۴۷ کتاب الدعاء۔دارالفکر بیروت)

یعنی حبیب بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ مستجاب الدعوات تھے،فرماتے ہیں میں نے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ کوئی گروہ جمع نہ ہوگا کہ ان کے بعض دعا کریں،بعض آمین کہیں مگر یہ کہ اللہ عزوجل ان کی دعا قبول فرمائے گا۔

علماء نے مجمع مسلمان کو اوقات اجابت سے شمار کیا ہے۔

حصن حصین میں ہے

مجمع مسلمین کا اوقات اجابت سے ہونا حدیث صحاح ستہ سے مستفاد ہے۔

(حصن حصین،ص:۲۳۔اوقات الاجابۃ)

ملا علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں۔

ثم کل مایکون الاجتماع فیه اکثر کالجمعة و العیدین و عرفة یتوقع فیه رجاء الاجابة اظهر۔

(حرزثمین شرح حصن حصین)

یعنی جس قدر مجمع کثیر ہوگا جیسے جمعہ وعیدین وعرفات میں،اسی قدر امید اجابت ظاہر تر ہوگی۔

(فتاوی رضویہ مترجم۸،ص:۵۲۲۔پوربندر)

حدیث میں ہے،حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

اطلبوا الخیر دهر کم کله و تعرضوا لنفحات رحمة الله فان لله نفحات من رحمته یصیب بها من یشاء من عباده.

(نوادر الاصول،ص:۲۲۳۔اصل ۱۸۴فی طلب الخیر۔دارصادر بیروت)

ہر وقت ہر گھڑی عمر بھر خیر مانگے جاؤ اور تجلیات رحمت الٰہی کی تلاش رکھو کہ اللہ عزوجل کے لئے اس کی رحمت کی کچھ تجلیاں ہیں کہ اپنے بندوں میں جسے چاہتا ہے پہنچاتا ہے۔

(فتاوی رضویہ مترجم۹،ص۲۴۲۔پوربندر)

نماز کے اسرار ولطائف

نماز پنجگانہ رب تعالیٰ کی وہ نعمت عظمیٰ ہے جسے اپنے فضل سے اس نے امت محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کوعطا فرمایا، حضور سرورکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اس پر مداومت فرمائی اور اپنی امت کو بھی اس کی تعلیم وترغیب دی، کفر واسلام کے درمیان فرق وامتیاز کرنے والی چیز نماز ہی کو قرار دیا۔ صحابہ وتابعین، اسلاف واکابر اور اولیائے امت وصوفیائے ملت نے اس پر سختی سے عمل فرمایا بلکہ فرائض کے علاوہ انہوں نے نوافل کو بھی اپنے شب وروز کے معمولات میں شامل رکھا کیونکہ بندے کو نوافل کے ذریعہ رب تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے اور وہ بارگاہ عزت میں ایسا مقرب ومحبوب ہو جاتا ہے کہ اس کے اعضاء وجوارح سے ربانی جلووں کا ظہور ہونے لگتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں پر پہنچنے کے بعد وہ اسرار الٰہیہ کا مشاہدہ کرتا ہے۔ نماز چونکہ رب تعالیٰ سے مناجات اور رراز ونیاز کا اہم ذریعہ ہے اس لئے جسے قرب خداوندی حاصل ہوتا ہے اس پر نماز کے اسرار ولطائف کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ نگاہ باطن کے مقام تک نگاہ ظاہر کی رسائی نہیں ہوسکتی۔

نماز وقرأت کے بعض اسرار

بعض نمازیں دن کو پڑھنے کی ہیں اور بعض رات کو، بعض میں قرأت بلند آواز سے کی جاتی ہے بعض میں آہستہ، ایسا کیوں اور کس سبب سے ہے اور نماز کے دیگر اسرار ونکات کیا ہیں ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

نماز کے اکثر افعال واحکام ان اسرار وحکم پر مبنی ہیں جو صرف اہل قلوب کے

روشن و بلند احوال پر موقوف ہیں پھر عوام بھی صورت احکام میں ان کے شریک ہیں۔ مثلاً

۱۔ دن والی نماز میں اخفا واجب ہوا

۲۔ اور رات والی نماز میں جہر

کیونکہ رات آیت لطف ہے اور اس کی تجلی لطیف، اور دن آیت قہری ہے اور اس کی تجلی شدید، پھر تجلی جہری تجلی سری سے بہت قوی و گرم تر، لہٰذا اعتدال و برابری کے لئے تجلی قہری کے ساتھ ٹھنڈی تجلی رکھی گئی، اور تجلی لطفی کے ساتھ گرم،

۳،۴۔ جمعہ وعیدین میں دن ہونے کے باوجود جہر کا حکم ہوا کہ کثرت حاضرین کی وجہ سے اُنس حاصل، دہشت زائل اور قلب شہود تجلی کی وجہ سے قدرے غافل بھی ہوگا، ساتھ ہی ایک ہفتہ کی تقصیرات جمع ہو کر حجاب میں ایک طرح کی قوت پیدا کرتی ہیں تو کبھی کبھی یہ معالجہ مناسب ہوا جو اپنی حرارت سے اسے گلا دے جیسے اطبا باریک خطوط دیکھنے سے منع کرتے اور کبھی بغرض مشق اُسے علاج سمجھتے ہیں۔

۵۔ نماز کسوف میں گو جماعت کثیر اور وقفہ طویل ہے پھر بھی اخفا ہی رہا کہ وہ تخویف و تجلی جلال کا وقت ہے اور وقفہ طویل ہے جہر نہ ہو سکے گا۔

۶۔ اسی لئے ہمارے نزدیک نماز جنازہ میں بالکل قرأت نہیں، کہ یہ ہیبت عظیم و تجلی جلال، تجلی شدید قرآنی سے جمع نہ ہو۔ اور نماز جنازہ میں جو قرأت کہتے ہیں وہ بھی جہر نہیں رکھتے کہ شدت بر شدت بڑھ جائے گی۔

۷۔ شب کو آٹھ رکعت تک ایک نیت سے جائز اور دن کو چار سے زیادہ منع، کہ سنت الٰہیہ ہے تجلی شیأً فشیأً وارد کرتے اور ہر ثانی میں اول سے قوی بھیجتے ہیں تو تجلی گرم، نہاری کے ساتھ چار سے آگے تاب نہ آئے گی۔

۸۔ اسی لئے ہر دو رکعت پر جلسۂ طویلہ کا حکم ہوا کہ خوب آرام پالے۔

۹۔ اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یاد واجب ہوئی کہ لطف جمال سے فائدہ اٹھالے۔

۱۰۔ اور پچھلی رکعتوں میں قرأت معاف کہ تجلیات بڑھتی جائیں گی شاید دشواری ہو۔

۱۱۔ منفرد پر جہر واجب نہیں کہ بوجہ تنہائی دہشت وہیبت زیادہ ہوتی ہے عجب نہیں
کہ تاب نہ لائے تو اسے اس کے حال ووقت پر چھوڑنا مناسب۔

۱۲۔ رکوع وسجود میں قرأت قرآن ممنوع ہوئی کہ ان کی تجلی، تجلی قیام سے اشد
دوسری تجلی شدید قرأت مل کر افراط ہوگی

۱۴۔ نیز قعود میں قرأت ممنوع ہوئی کہ وہ آرام دینے کے لئے رکھا گیا تجلی قرآنی
کی شدت مل کر اسے مقصود سے خالی کردے گی۔

۱۵۔ اسی لئے رکوع کے بعد قومہ کا حکم ہوا کہ اس تجلی قوی سے آرام لے کر تجلی
اقوی کی طرف جائے ورنہ تاب نہ لائے گا۔

۱۶۔ اسی بنا پر دوسجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھنا واجب کیا گیا کہ سجدہ
ثانیہ کی تجلی اور اشد واعظم ہوگی اشد براشد کی توالی (پے در پے) سے بنیان بشری
منہدم ہوجائے۔

امام عارف باللہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہٗ میزان میں نقل فرماتے ہیں۔

انہ وقع لبعض تلامذۃ سیدی عبدالقادر جیلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ سجد فصار یضمحل حتی صار قطرۃ ماء علی وجہ الارض فاخذ ھا سیدی عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بقطنۃ و دفنھا فی الارض وقال سبحن اللہ رجع الی اصلہ بالتجلی علیہ

(المیزان الکبریٰ ا، ص: ۱۵۷ باب صفۃ الصلوۃ۔ البابی مصر)

یعنی حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض مریدوں نے سجدہ کیا جسم
گھلنا شروع ہوا یہاں تک کہ گوشت پوست ہڈی پسلی کسی شئی کا نشان نہ رہا صرف ایک
بوند پانی کی زمین پر پڑی رہ گئی حضور غوث اعظم نے روئی کے پھوئے سے اٹھا کر
زمین میں دفن کردی اور فرمایا سبحان اللہ تجلی کے سبب اپنی اصل کی طرف پلٹ گیا۔

قسمت نگر کہ کشتۂ شمشیر عشق یافت
مرگے کہ زندگان بدعا آرزو کنند

قسمت دیکھ کہ عشق کی تلوار کے مقتول نے ایسی موت پائی جس کے لئے زندہ لوگ دعا کے ذریعہ آرزو کرتے ہیں۔(ت)

(انھار الانوار مشمولہ فتاوی رضویہ مترجم ۷،ص:۶۱۵۔برکات رضا،پور بندر)

دیگر افعال نماز کے اسرار

جس امر میں جمع عزیمت وصدق ارادت کا اہتمام چاہتے ہیں وہاں اس کے مناسب احوال و جوارح رکھے جاتے ہیں کہ ان کی مدد سے خاطر جمع اور انتشار دفع ہو۔اسی لئے نماز میں تلفظ جمع عزیمت کے قصد کی نیت سے علماء نے مستحسن رکھا۔

شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں

من جبلة الانسان انه اذا استقرفی قلبه شئی جری حسب ذلک الارکان واللسان وهوقوله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم" ان فی جسد ابن آدم مضغة" الحدیث ، ففعل اللسان والارکان اقرب مظنة و خلیفة لفعل القلب. (حجۃ اللہ البالغہ ۲،ص:۵ الامور التی لابد منھا فی الصلوۃ۔السلفیہ لاہور)

انسانی فطرت ہے کہ جب کوئی چیز اس کے دل میں جم جاتی ہے تو اعضا اور زبان اسی کے مطابق حرکت کرتے ہیں اس حدیث پاک "کہ انسان کے جسم میں ایک ٹکڑا ہے" کا یہی مطلب ہے لہٰذا زبان اور اعضا کی حرکت فعل قلب کے تابع ہوتی ہے۔(ت)

اور یہی سر ہے کہ تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین اور تشہد میں انگشت شہادت سے اشارہ مقرر ہوا۔

شاہ ولی اللہ اسی کتاب میں لکھتے ہیں۔

الهیأة المندوبة ترجع الی معان، منها تحقیق الخضوع کصف القدمین ومنها محاکاة ذکر الله تعالیٰ باصابعه ویده حذوما یعقله بجنابه کرفع الیدین والاشارة بالمسبحة لیکون بعض الامر معاضدا لبعض

(حجۃ اللہ البالغہ ۲،ص:۷۔اذکار الصلوۃ۔السلفیہ لاہور)

مستحب حالت کئی طرح کی ہوتی ہے، ایک خشوع وخضوع کا پایا جانا، قدموں کا برابر ہونا، اور ایک اللہ کے ذکر کی حکایت ہاتھ اور انگلیوں سے کرنا تا کہ دل میں جو کچھ ہے اس کی مطابقت ہو سکے، جیسے ہاتھ اٹھانا اور شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنا جس سے بعض افعال کی بعض سے تقویت ہوتی ہے۔ (ت)

اور اسی قبیل سے ہے دعا میں ہاتھ اٹھانا چہرے پر پھیرنا۔

شاہ ولی اللہ صاحب تصریح کرتے ہیں کہ یہ افعال رغبت باطنی کی تصویر بنانے ہیں کہ قلب اس پر خوب متنبہ ہو جائے اور قلب کی حالت اس ہیئات سے تائید پائے۔ کتاب مذکور میں ہے

اما رفع اليدين ومسح الوجه بهما فتصوير للرغبة ومظاهرة بين الهيأة النفسانية ومايناسبها من الهيأة البدنية و تنبيه للنفس على تلك الحالة

(حجۃ اللہ البالغہ ۲، ص: ۷۵، الاذکار وما یتعلق بھا۔ السلفیہ لاہور)

ہاتھ اٹھانا اور دعا کے بعد ہاتھوں کو چہرے پر پھیرنا دعا میں رغبت کا اظہار ہے اور ہیئات نفسانیہ کی تصویر اور حالت بدنیہ کی مناسبت ہے اور نفس کو اپنی حالت پر تنبیہ ہے۔ (ت) (انھار الانوار، مشمولہ فتاویٰ رضویہ مترجم ۷، ص: ۶۰۸۔ پور بندر)

فرض نمازوں میں تعداد رکعت کے اسرار

یہ حقیقت ہے کہ امت محمدیہ علی صاحبہا التحیۃ الثناء کو جو پانچ وقت کی نمازیں دی گئیں ان میں سے ہر نماز کسی نبی کی یادگار ہے۔ اگلے انبیاء اور اگلی امتوں میں کسی پر پانچ نمازیں ایک ساتھ فرض نہیں ہوئیں، یہ آخری امت کی خصوصیت ہے کہ اسے یہ تحفہ ملا۔

اس بات پر علما وائمہ کے اقوال مختلف ہیں کہ کون سی نماز کس نبی نے سب پہلے پڑھی؟ ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ سب سے پہلے فجر کو دو رکعتیں حضرت آدم، ظہر کی چار رکعتیں حضرت ابراہیم، عصر حضرت یونس، مغرب حضرت عیسیٰ، عشاء حضرت موسیٰ علیہم الصلاۃ والسلام نے پڑھی۔ ہماری نماز پنجگانہ ان اولوالعزم پیغمبروں کی

یادگار ہے مگر یہ کہ فجر میں دو رکعت، ظہر، عصر و عشا میں چار اور مغرب میں تین رکعتیں کیوں ہوئیں، جن انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام نے یہ نمازیں پڑھیں انہوں نے اتنی ہی رکعتیں کیوں اور کس سبب سے پڑھیں؟

اس سلسلے میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کو خراج تحسین و تبریک پیش کرنے کو جی چاہتا ہے کہ انہوں نے تعداد رکعات کے اسرار و وجوہ کو جس انداز سے بیان فرمایا ہے وہ ان کے فکر رسا اور صوفیانہ اسلوب نگارش کا خاص حصہ ہے اور اس سے علوم تصوف پر ان کی وسعت معلومات اور دقت نگاہ کا پتہ چلتا ہے۔ امام زندوستی کے حوالے سے آپ فرماتے ہیں۔

امام زندوستی ''الروضۃ'' میں فرماتے ہیں، میں نے امام ابوالفضل سے پوچھا صبح کی دو رکعتیں، ظہر و عصر و عشاء کی چار، مغرب کی تین کیوں ہوئیں، فرمایا حکم۔ میں نے کہا مجھے اور بھی افادہ کیجئے کہا ہر نماز ایک نبی نے پڑھی ہے۔

● آدم علیہ الصلاۃ والسلام جب جنت سے زمین پر تشریف لائے دنیا آنکھوں میں تاریک تھی اور ادھر رات کی اندھیری آئی، انہوں نے رات کہاں دیکھی تھی بہت خائف ہوئے۔ جب صبح چمکی دو رکعتیں شکر الٰہی کی پڑھیں۔ ایک اس کا شکر کہ تاریکی شب سے نجات ملی، دوسرا اس کا کہ دن کی روشنی پائی۔ انہوں نے نفل پڑھی تھیں ہم پر فرض کی گئیں کہ ہم سے گناہوں کی تاریکی دور ہو اور طاعت کا نور حاصل۔

● زوال کے بعد سب سے پہلے ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے چار رکعت پڑھیں جبکہ اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام کا فدیہ اترا ہے پہلی اس کے شکر میں کہ بیٹے کا غم دور ہوا، دوسری فدیہ آنے کے سبب، تیسری رضائے مولیٰ سبحنہ وتعالیٰ کا شکر، چوتھی اس کے شکر میں کہ اللہ عزوجل کے حکم پر اسماعیل علیہ الصلاۃ والسلام نے گردن رکھ دی۔ یہ ان کے نفل تھے ہم پر فرض ہوئیں کہ مولیٰ تعالیٰ ہمیں قتل نفس پر قدرت دے جیسی انہیں ذبح ولد پر قدرت دی اور ہمیں بھی غم سے نجات دے اور یہود و نصاریٰ کو ہمارا فدیہ کر کے نار سے ہمیں بچالے اور ہم سے بھی راضی ہو۔

● نماز عصر سب سے پہلے یونس علیہ الصلاۃ والسلام نے پڑھی کہ اس وقت مولیٰ تعالیٰ نے انہیں چار ظلمتوں سے نجات دی۔ ظلمت لغزش، ظلمت غم، ظلمت دریا، ظلمت شکم ماہی، یہ ان کے نفل تھے ہم پر فرض ہوئی کہ ہمیں مولیٰ تعالیٰ ظلمت گناہ وظلمت قبر، ظلمت قیامت وظلمت دوزخ سے پناہ دے۔

● مغرب سب سے پہلے عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے پڑھی، پہلی اپنے سے نفی الوہیت، دوسری اپنی ماں سے نفی الوہیت، تیسری اللہ عزوجل کے لئے اثبات الوہیت کے لئے۔ یہ ان کے نفل ہم پر فرض ہوئے کہ روز قیامت ہم پر حساب آسان ہو، نار سے نجات ہو، اس بڑی گھبراہٹ سے پناہ ہو۔ یا یہ کہ ہم اپنی خودی اور فخر آبا سے باہر آ کر اللہ عزوجل کے لئے خاص متواضع ہوں۔

● سب سے پہلے عشاء موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے پڑھی، جب مدائن سے چل کر راستہ بھول گئے بی بی کا غم، اولاد کی فکر، بھائی پر اندیشہ، فرعون سے خوف، جب وادی ایمن میں رات کے وقت مولیٰ تعالیٰ نے ان سب فکروں سے انہیں نجات بخشی، چار نفل شکرانے کے پڑھے ہم پر فرض ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی راہ دکھائے، ہمارے بھی کام بنائے، ہمیں اپنے محبوبوں سے ملائے، دشمنوں پر فتح دے۔ آمین

(فتاوی رضویہ مترجم ۵، ص: ۶۸-۶۹۔ برکات رضا پور بندر)

التحیات میں اشارۂ انگشت کا راز

نماز وغیرہ میں جن افعال کے کرنے کا حکم ہے ان میں کوئی نہ کوئی راز ضرور پوشیدہ ہے خواہ وہ ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے، شریعت سے ہر ایک کی تشریح ہمیں معلوم ہو یا نہ ہو مگر اہل نظر افعال نماز وغیرہ کے ہر باطنی راز کو بخوبی جانتے ہیں کیونکہ ان کی نگاہ عبادت سے زیادہ معبود برحق پر رہتی ہے وہ صورت نماز کے ساتھ نماز کے باطنی امور کو بھی دیکھتے ہیں اسی لئے ان پر رازہائے سربستہ منکشف ہوجاتے ہیں پھر وہ باطن کو ظاہر کے مثل دیکھنے لگتے ہیں۔

حدیث پاک یہ بتاتی ہے کہ التحیات میں شہادت کی انگلی سے اشارہ کرنے میں یہ راز ہے کہ اس وقت شیطان بھاگ جاتا ہے کیونکہ یہ اشارہ اس کے لئے دھار دار ہتھیار سے بھی زیادہ سخت اور کارگر ہے۔

اشارۂ انگشت کے اسرار سے متعلق امام احمد رضا بریلوی نے ایک مقام پر دو حدیثیں پیش فرمائی ہیں

۱۔قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الاشارۃ بالاصبع اشد علی الشیطان من الحدید.

(مسند احمد بن حنبل ۲، ص:۱۱۹ مسند عبداللہ بن عمر۔ دار الفکر بیروت)

یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انگلی سے اشارہ کرنا شیطان پر دھاردار ہتھیار سے زیادہ سخت ہے۔

۲۔عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال ھی مذعرۃ للشیطان.

(سنن بیہقی ۲، ص:۱۳۲، باب من روی انہ اشار الخ۔ دار صادر بیروت)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شیطان کے دل میں خوف ڈالنے والا ہے۔

(فتاوی رضویہ مترجم ۶، ص:۱۵۰۔ برکات رضا پوربندر)

مسجد کو جانے میں مختلف نیتوں کے فوائد

اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے یعنی جیسی نیت ہوگی اسی کے مطابق اس کا ثواب مرحمت ہوگا، اگر نیت صادق و پختہ ہو اور کسی مجبوری سے عمل نہ کر سکے تو خالق کائنات اپنی رحمت کاملہ سے اسے اس کا ثواب کامل عطا فرمادے گا، حدیث میں ہے کہ آدمی کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے، اسی لئے آدمی کو چاہئے کہ وہ ہمیشہ خیر کی نیت رکھے۔ اور اگر ایک کام میں متعدد نیک نیتیں کرے تو ہر کام کا علیحدہ ثواب پائے گا۔

نماز کے لئے مسجد کو جاتے وقت مختلف نیتوں کے فوائد و برکات کا احاطہ کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے جو نکتہ آفرینیاں فرمائی ہیں وہ ارباب تصوف

کے لئے نگاہ شوق سے پڑھنے کے لائق ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔

بیشک جو علم نیت جانتا ہے ایک ایک فعل کو اپنے لئے کئی کئی نیکیاں کرسکتا ہے، مثلاً جب نماز کے لئے مسجد کو چلا اور صرف یہی قصد ہے کہ نماز پڑھوں گا تو بیشک اس کا یہ چلنا محمود، ہر قدم پر ایک نیکی لکھیں گے اور دوسرے پر گناہ محو کریں گے مگر عالم نیت اس ایک ہی فعل میں اتنی نیتیں کرسکتا ہے۔

۱۔ اصل مقصود یعنی نماز کو جاتا ہوں۔

۲۔ خانۂ خدا کی زیارت کروں گا۔

۳۔ شعار اسلام ظاہر کرتا ہوں۔

۴۔ داعی اللہ کی اجابت کرتا ہوں۔

۵۔ تحیۃ المسجد پڑھنے جاتا ہوں۔

۶۔ مسجد سے خس وخاشاک وغیرہ دور کروں گا

۷۔ اعتکاف کرنے جاتا ہوں

مذہب مفتی بہ پر اعتکاف کے لئے روزہ شرط نہیں اور ایک ساعت کا بھی ہوسکتا ہے، جب سے داخل ہو باہر آنے تک اعتکاف کی نیت کرلے انتظار نماز وادائے نماز کے ساتھ اعتکاف کا بھی ثواب پائے گا۔

۸۔ امر الٰہی خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (الاعراف، ۳۱۔ اپنی زینت لو جب مسجد میں جاؤ۔ کنز الایمان) کے امتثال کو جاتا ہوں۔

۹۔ جو وہاں علم والا ملے گا اس سے مسائل پوچھوں گا، دین کی باتیں سیکھوں گا۔

۱۰۔ جاہلوں کو مسئلہ بتاؤں گا، دین سکھاؤں گا۔

۱۱۔ جو علم میں میرے برابر ہوگا اس سے علم کی تکرار کروں گا

۱۲۔ علماء کی زیارت

۱۳۔ نیک مسلمانوں کا دیدار

۱۴۔ دوستوں سے ملاقات

۱۵۔ مسلمانوں سے میل

۱۶۔ جو رشتہ دار ملیں گے ان سے بکشادہ پیشانی مل کر صلۂ رحم

۱۷۔ اہل اسلام کو سلام

۱۸۔ مسلمانوں سے مصافحہ کروگا

۱۹۔ ان کے سلام کا جواب دوں گا

۲۰۔ نماز جماعت میں مسلمانوں کی برکتیں حاصل کروں گا۔

۲۱ و ۲۲۔ مسجد میں جاتے نکلتے حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر سلام عرض کروں گا **بسم اللہ والحمد للہ والسلام علی رسول اللہ۔**

۲۳ و ۲۴۔ دخول و خروج میں حضور و آل حضور و ازواج حضور پر درود بھیجوں گا۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی آل سیدنا محمد و علی ازواج سیدنا محمد

۲۵۔ بیمار کی مزاج پرسی کروں گا۔

۲۶۔ اگر کوئی غمی والا ملا تعزیت کروں گا۔

۲۷۔ جس مسلمان کو چھینک آئی اور اس نے الحمد للہ کہا اسے **یرحمک اللہ** کہوں گا۔

۲۸ و ۲۹۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کروں گا

۳۰۔ نمازیوں کے وضو کو پانی دوں گا

۳۱ و ۳۲۔ خود مؤذن ہے یا مسجد میں کوئی مؤذن مقرر نہیں تو نیت کرے کہ اذان و اقامت کہوں گا اب اگر یہ کہنے نہ پایا دوسرے نے کہہ دی تاہم اپنی نیت پر اذان و اقامت کا ثواب پاچکا۔

۳۳۔ جو راہ بھولا ہوگا راستہ بتاؤں گا۔

۳۴۔ اندھے کی دستگیری کروں گا

۳۵۔جنازہ ملا تو نماز پڑھوں گا۔

۳۶۔موقع پایا تو ساتھ دفن تک جاؤں گا۔

۳۷۔دو مسلمانوں میں نزاع ہوئی تو حتی الوسع صلح کراؤں گا۔

۳۸و۳۹۔مسجد میں جاتے وقت دہنے اور نکلتے وقت بائیں پاؤں کی تقدیم سے اتباع سنت کروں گا۔

۴۰۔راہ میں جو لکھا ہوا کاغذ پاؤں گا اٹھا کر ادب سے رکھ دوں گا۔

دیکھئے کہ جو ان ارادوں کے ساتھ گھر سے مسجد کو چلا وہ صرف حسنۂ نماز کے لئے نہیں جاتا بلکہ ان چالیس حسنات کے لئے جاتا ہے، تو گویا اس کا یہ چلنا چالیس طرف چلنا ہے اور ہر قدم چالیس قدم، پہلے اگر ایک نیکی تھا اب چالیس نیکیاں ہوگا۔

(ایذان الاجر، مشمولہ فتاوی رضویہ مترجم ۹، ص:۶۷۳۔۶۷۴۔پور بندر)

نماز میں دفع وسواس کی تدبیریں

شیطانی وسوسے خواہ نماز میں ہوں یا بیرون نماز میں، ہر صورت میں انسانی قلب ودماغ پر اثر انداز ہوتے ہیں۔علماء نے وسوسے دفع کرنے کی بہت ساری تدابیر بتائی ہیں، پیش نظر کتاب میں وسوسے کے علاج سے متعلق ایک مستقل باب موجود ہے اس میں تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ یہاں پر ہم امام احمد رضا بریلوی کے حوالے سے چند مؤثر تدابیر تحریر کرتے ہیں جن کی پابندی سے امید ہے کہ نماز کے وسوسے دفع ہو جائیں گے۔ان تدابیر کے ساتھ امام احمد رضا بریلوی نے ایک ایسی ترکیب بتائی ہے جس پر عمل کرنے سے آدمی دن بھر برے خیالات اور شیطانی وسوسے سے محفوظ رہے گا۔

آپ فرماتے ہیں

جس وقت سونے سے اٹھے خیال کہ مجتمع تھا بجلی کی چال سے منتشر ہو جانا چاہتا ہے۔اگر پھیل گیا تو سمٹنا مشکل ہو جاتا ہے، معاً آنکھ کھلتے ہی پہلا کام یہ کرے کہ خیال کو روک کر تصور میں تین مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھے یہ ابتداء اس کے خیال کی ہوگی، تو دن بھر

اس کی برکت اس کے خیالات پر حاوی رہے گی۔

اگر نماز میں وسوسے پیدا ہوں تو انہیں دفع کرنے کے طریقے یہ ہیں

ا۔ نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ بقوت باندھے جائیں۔ نفس کا معدن زیر ناف ہے اور یہاں سے وسوسے اٹھتے ہیں اور قلب کو جاتے ہیں اس لئے ائمہ شافعیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم قلب کے نیچے پیٹ پر ہاتھ باندھتے ہیں کہ دشمن کا راستہ روکیں، او رہمارے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ناف کے نیچے باندھتے ہیں کہ ابتدائے سر چشمہ کی بندش کریں، ہاتھ وقتاً فوقتاً ڈھیلے ہو جائیں گے انہیں کس لیا کریں۔

۲۔ نگاہ کے مواضع جو شریعت نے بتائے ہیں اس سے یہی مقصود ہے کہ خیال پریشاں نہ ہونے پائے، اس کی پابندی ضرور ہے، قیام میں نگاہ جائے سجدہ پر رہے، رکوع میں پاؤں پر، قعود میں گود پر، سلام میں شانے پر۔

۳۔ کان اپنی آواز سے بھرے رہیں۔

۴۔ پڑھنے میں جلدی چاہئے کہ آہستہ ڈھیل کے ساتھ جو پڑھا جائے خیال کو انتشار کا میدان وسیع ملتا ہے اور جب جلد جلد الفاظ ادا کئے گئے اور صحت کا بھی لحاظ رہے تو خیال کو اس طرف سے فرصت ملے گی۔

۵۔ ایک بڑی اصل یہ ہے کہ سر سے پاؤں تک ہر جوڑ ہر رگ نرم اور ڈھیلا، اور تصور میں زمین کی طرف متوجہ رہے، ہاتھ کھنچے ہوئے نہ ہوں، مونڈھے اوپر کو نہ چڑھے ہوں اور پسلیاں سخت نہ ہوں، بدن کی یہ وضع بھی وقتاً فوقتاً بدل جائے گی لحاظ رکھیں تبدل پاتے ہی فوراً ٹھیک کرلیں، اس کا یہ معنی نہیں کہ قیام میں جھکا ہوا کھڑا ہو، یا رکوع میں سر نیچا ہو، یا سجود میں کلائی، یا بازو، یا زانو خلاف وضع ہوں کہ یہ تو ممنوع ہے۔ بلکہ توجہ میں ہر عضو زمین کی طرف جھکا ہوا ہو، پٹھے کھچے ہوئے نہ ہوں، نرم ہوں اور یہ تجربے سے ظاہر ہو جائیں گے جس طرح بتایا گیا سیدھا کھڑا ہو تھوڑی دیر میں دیکھے گا کہ پٹھے سخت ہو گئے شانے اور پسلیاں اوپر کو چڑھتے ہوئے معلوم ہوئے اور تصور ٹھیک کرتے ہی بغیر اس کے کہ بدن کو کوئی جنبش دے محسوس ہوگا کہ سب اعضا اتر آئے اور

زمین کی طرف متوجہ ہو گئے۔

۶۔ اگر اذکار نماز کے معنی معلوم ہیں فبھا، ورنہ اتنا تصور جمائے رہے کہ میں اپنے رب کے روبرو کھڑا عاجزی کر رہا ہوں اور اس پر معین ہوگا گڑگڑانے کی صورت منہ بنانا۔ جب یہ وضع بدلے فوراً متوجہ ہو کر پھر بنالے معاً خیال صحیح ہو جائے گا۔

۷۔ وسوسے جو آئیں ان کے دفع کی کوشش نہ کرے اس سے لڑائی باندھنے میں بھی اس کا مطلب حاصل ہے کہ بہر حال نماز سے غافل ہو کر دوسرے کام میں مشغول ہوا بلکہ معاً ادھر سے خیال اپنے رب کے حضور عاجزی کی طرف متوجہ کر دے اور وسوسے کو یہ سمجھ لے کہ کوئی دوسرا بک رہا ہے مجھ سے کچھ کام نہیں، اگر زیادہ ستائے تو اسی عاجزی میں اپنے رب سے فریاد کرے، اس کا قاعدہ ہے کہ یاد الٰہی کرتے ہی بھاگ جاتا ہے۔

۸۔ بڑا گر یہ ہے کہ پیٹ نہ خالی ہو نہ بھرا۔ اتنا خالی کہ بھوک پریشان کرے یہ بھی مضر ہوگا، بھرے کے ضرر کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہیں، افضل و اولی تہائی پیٹ ہے۔

(حیات اعلیٰ حضرت سوم، ص: ۸۸، ۸۹ ادارہ اشاعت مسجد نور الاسلام بولٹن)

ذلیل پیشے والے کا صف میں شامل ہونا

اسلام مساوات و برابری اور اخوت و بھائی چارگی کی تعلیم دیتا ہے اس میں رنگ و نسل کا کوئی امتیاز و فرق نہیں ہے اسلام نے کالے گورے کی تفریق مٹادی ہے، اسلام سب کو ایک نظر سے دیکھتا ہے خواہ وہ عربی ہو یا عجمی، حبشی ہو یا رومی، اسلام کے احکام و قوانین سب پر یکساں عائد و لازم ہوتے ہیں کچھ مستثنیات کو چھوڑ کر کسی کے لئے کوئی تخصیص و تمیز نہیں ہے۔ اسلامی مساوات کا مظاہرہ نماز میں یوں ہوتا ہے کہ اس میں کسی مکلّف کے لئے یہ حکم نہیں ہے کہ وہ اگلی صف میں کھڑا نہیں ہوسکتا یا وہ پچھلی صف میں کھڑا ہو، بلکہ جس کو جہاں پر جگہ ملے وہ اس جگہ پر کھڑا ہو جائے، نہ ہی کسی کو جماعت میں شریک ہونے یا مسجد میں آنے سے روکا جا سکتا ہے۔ ہاں اگر جذامی یا

موذی یا بدعقیدہ شخص ہے کہ اس کے آنے سے جماعت میں کمی یا انتشار کا سبب ہو تو اس کو شریک جماعت ہونے سے ضرور روکا جائے گا۔ لیکن اگر ذلیل پیشے والے کو اس کے پیشہ کے سبب سے کوئی روکنا چاہے تو ہرگز روک نہیں سکتا جبکہ وہ اس پیشہ کے کرنے پر مجبور ہو اور نہا دھو کر صاف ستھرے کپڑے پہن کر مسجد میں حاضر ہوتا ہو تو اسے روکنا حکم شرع کے سراسر خلاف اور ناروا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی سے سوال ہوا کہ

کوئی ذلیل پیشہ کرنے والا شخص اگر نہا دھو کر پاک و صاف کپڑے پہن کر مسجد اور پنج وقتہ جماعت میں حاضر ہو تو کیا اسے دوسرے لوگ روک سکتے ہیں؟ اگر وہ حاضر ہو تو اسے پچھلی صف میں کھڑا کیا جائے یا جہاں اس کو جگہ ملے؟

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے اس سوال کا جو شرعی نقطۂ نظر سے جواب تحریر فرمایا ہے وہ تو اپنی جگہ درست و مسلم ہے ہی کہ کسی مسلمان سے نفرت اس کے ذلیل پیشہ کے سبب سے نہیں کی جا سکتی ہاں جو عصیان و گناہ کی نجاستوں اور آلودگیوں میں ڈوبا ہو اس سے ضرور نفرت کی جائے گی۔ گناہ کی نجاست و نحوست ظاہری نجاست سے بڑھ کر ہے، اسلام صورتوں اور مالوں کو نہیں سیرت و کردار کو دیکھتا ہے، ظاہر پرست ظاہر کو دیکھتے ہیں اور اہل نظر باطن کو، ان کا پورا جواب چشم بصیرت سے پڑھنے کے قابل ہے کیونکہ اس کے ضمن میں انہوں نے اسلامی اخوت و مساوات کی جو روح پھونکی ہے وہ تصوف کی جان اور تعلیمات رسول کا عرق ہے۔

آپ فرماتے ہیں

بیشک شریک جماعت ہو سکتا ہے اور بیشک سب سے مل کر کھڑا ہو گا اور بیشک صف اول یا ثانی میں جہاں جگہ پائے گا قیام کرے گا، کوئی شخص بلا وجہ شرعی کسی کو مسجد میں آنے یا جماعت میں ملنے یا پہلی صف میں شامل ہونے سے ہرگز نہیں روک سکتا۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے

اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ (الجن، ١٨)

بیشک مسجدیں خاص اللہ کے لئے ہیں
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں
العباد عباد الله۔

(مسند احمد بن حنبل ا،ص:۱۶۶۔مسند زبیر بن العوام۔دار الفکر بیروت)

بندے سب اللہ کے بندے ہیں۔
جب بندے سب اللہ کے، مسجدیں سب اللہ کی، تو پھر کوئی کسی بندے کو مسجد کی کسی جگہ سے بے حکم الٰہی کیونکر روک سکتا ہے۔
اللہ عز وجل نے ارشاد فرمایا
وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ (البقرۃ،۱۱۴)
اس سے زیادہ ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں خدا کا نام لینے سے۔
اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے کہ بادشاہ حقیقی عز جلالہ کا یہ عام دربار، خاں صاحب، شیخ صاحب، مغل صاحب، یا تاجر زمیندار، معافی دار ہی کے لئے ہے، کم قوم یا ذلیل پیشہ والے نہ آنے پائیں۔علماء جو ترتیب صفوف لکھتے ہیں اس میں کہیں قوم یا پیشہ کی بھی خصوصیت ہے؟ ہرگز نہیں، وہ مطلقاً فرماتے ہیں۔
یصف الرجال ثم الصبیان ثم الخناثی ثم النساء۔

(درمختار ا،ص:۸۴ باب الامامۃ مجتبائی دہلی)

یعنی صف باندھیں مرد پھر لڑکے پھر خنثی (ہیجڑے) پھر عورتیں۔
بیشک زبّال یعنی پاخانہ کمانے والا، یا کناس یعنی جاروب کش مسلمان پاک بدن پاک لباس جبکہ مرد بالغ ہو تو وہ اگلی صف میں کھڑا کیا جائے گا، اور خاں صاحب اور شیخ صاحب، مغل صاحب کے لڑکے پچھلی صف میں، جو اس کا خلاف کرے گا حکم شرع کا عکس کرے گا۔شخص مذکور جس صف میں کھڑا ہوا گر کوئی صاحب اسے ذلیل سمجھ کر اس سے بچ کر کھڑے ہوں گے کہ بیچ میں فاصلہ رہے وہ گنہگار ہوں گے اور اس وعید شدید کے مستحق کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من قطع صفا قطعه الله. (ابوداؤد۔ا،ص:۹۷ باب تسویۃ الصفوف)

جو کسی صف کو قطع کرے اللہ اسے کاٹ دے گا۔

اور جو متواضع مسلمان صادق الایمان اپنے رب اکرم و نبی اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حکم بجالانے کو اس سے شانہ بشانہ خوب مل کر کھڑا ہوگا اللہ عزوجل اس کا رتبہ بلند کرے گا اور وہ اس وعدۂ جمیلہ کا مستحق ہوگا کہ حضور انور سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

من وصل صفا وصله الله. (ابوداؤد۔ا،ص:۹۷ باب تسویۃ الصفوف)

جو کسی صف کو ملائے اللہ تعالیٰ اسے ملائے گا۔

دوسری جگہ ہمارے نبی کریم علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوۃ والتسلیم فرماتے ہیں

الناس بنو آدم و آدم من تراب (ترمذی ۲،ص:۱۵۹ سورۃ الحجرات)

لوگ سب آدم کے بیٹے ہیں اور آدم مٹی سے۔

دوسری حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

یاایھا الناس ان ربکم واحد و ان اباکم واحد الا لافضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولا لاسود علی احمر الا بالتقوی ان اکرمکم عند الله اتقاکم.

(شعب الایمان ۴،ص:۲۸۹ حدیث ۵۱۳۷۔العلمیۃ بیروت)

اے لوگو بیشک تم سب کا رب ایک اور بیشک تم سب کا باپ ایک، سن لو بزرگی نہیں عربی کو عجمی پر، نہ عجمی کو عربی پر، نہ گورے کو کالے پر نہ کالے کو گورے پر مگر پرہیز گاری سے، بیشک تم میں بڑے رتبے والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے۔

ہاں اس میں شک نہیں کہ زبال شرعاً مکروہ پیشہ ہے جبکہ ضرورت اس پر باعث نہ ہو، مثلاً جہاں نہ کافر بھنگی پائے جاتے ہوں جو اس پیشہ کے قابل ہیں، نہ وہاں زمین، زمین عرب کے مثل ہو کہ رطوبات جذب کرلے ایسی جگہ اگر بعض مسلمین، مسلمانوں پر سے اذیت دور کرنے اور گھروں کی صفائی اور حفظ صحت کی نیت سے اسے اختیار

کریں تو مجبوری ہے اور جہاں ایسا نہ ہو تو بیشک کراہت ہے، وہ کراہت بھی ایسی کہ ہر گز حد فسق تک نہ پہنچے۔

مگر ان قوم دار حضرات کا اس سے نفرت ہر گز اس بنا پر نہیں کہ یہ ایک امر مکروہ کا مرتکب ہے، وہ نفرت کرنے والے حضرات خود صدہا امور حرام و گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوتے ہیں تو اگر اس وجہ سے نفرت ہو تو وہ زیادہ لائق تنفر ہیں ان صاحبوں کی صفوں میں کوئی نشہ باز، یا جوا باز، یا سود خوار شیخ صاحب تجارت، یا رشوت لینے والے مرزا صاحب عہدہ دار آکر کھڑے ہوں تو ہر گز نفرت نہ کریں گے۔ اور اگر کوئی کپتان، یا کلکٹر صاحب، یا جنٹ مجسٹریٹ صاحب، یا اسسٹنگ کمشنر صاحب، یا جج ماتحت صاحب آکر شامل ہوں تو ان کے برابر کھڑے ہونے کو فخر سمجھیں گے حالانکہ اللہ و رسول کے نزدیک یہ افعال اور پیشے کسی فعل مکروہ سے بدرجہا بدتر ہیں۔

در مختار وغیرہ میں ذلیل پیشہ کا ذکر کر کے فرمایا

واما اتباع الظلمة فاخسّ من الكل۔

(در مختار ۱، ص: ۱۹۵ باب الکفاءۃ۔ مجتبائی دہلی)

ظالم حکام کے خدام تو سب پیشہ وروں سے خسیس تر ہیں۔ (ت)

تو ثابت ہوا کہ ان کی نفرت خدا کے لئے نہیں بلکہ محض نفسانی آن بان اور رسمی تکبر کی شان ہے، تکبر ہر نجاست سے بدتر نجاست ہے اور دل ہر عضو سے شریف تر، افسوس کہ ہمارے دل میں تو یہ نجاست بھری ہو اور ہم اس مسلمان سے نفرت کریں جو اس وقت پاک صاف بدن دھوئے پاک کپڑے پہنے ہے۔

غرض جو حضرات اس بیہودہ وجہ کے باعث اس مسلمان کو مسجد سے روکیں گے وہ اس بلائے عظیم میں گرفتار ہوں گے جو آیت کریمہ میں گزری کہ اس سے زیادہ ظالم کون ہے اور جو حضرات خود اس وجہ سے مسجد و جماعت ترک کریں گے وہ ان سخت ہولناک وعیدوں کے مستحق ہوں گے جو ان کے ترک پر وارد ہیں۔ اور جو بندۂ خدا اللہ عزوجل کے احکام پر گردن رکھ کر اپنے نفس کو دبائے گا اور اس مزاحمت و نفرت سے

بچے گا مجاہدۂ نفس و تواضع سے اللہ کا ثواب جلیل پائے گا۔

بھلا فرض کیجئے کہ ان مساجد سے تو ان مسلمانوں کو روک دیا وہ مظلوم بیچارے گھروں پر پڑھ لیں گے، سب میں افضل و اعلیٰ مسجد، مسجد الحرام شریف سے انہیں کون روکے گا، اس مسلمان پر اگر حج فرض ہو تو کیا اسے حج سے روکیں گے اور خدا کے فرض سے باز رکھیں گے یا مسجد الحرام سے باہر کوئی نیا کعبہ اسے بنا دیں گے کہ اس کا طواف کرے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت بخشے۔ آمین۔

(فتاوی رضویہ مترجم ۷، ص: ۱۳۳۴ تا ۱۳۳۶۔ پوربندر)

صلوۃ الاسرار یا نماز غوثیہ

صوفیہ نے جہاں فرائض کی پابندی فرمائی وہیں انہوں نے نوافل پر بھی سختی سے عمل کیا، نوافل کی وہ اس درجہ کثرت کرتے کہ سو سو ہزار ہزار رکعت روزانہ ادا فرماتے تھے۔ یونہی بعض نوافل کو وہ ہر مہینے کے مخصوص اوقات میں ادا کرتے تھے اپنے مریدین و متوسلین کو ان کی ترغیب بھی دیتے۔ ان کے معمولات میں سے نماز تہجد، اشراق، چاشت، اوابین، صلوۃ التسبیح، صلوۃ الرغائب، نماز حاجت وغیرہ اسی طرح صلوۃ الاسرار یا نماز غوثیہ بھی ہے۔ جب انہیں کوئی مشکل در پیش ہوتی تو وہ ان نمازوں کے ذریعہ بارگاہ رب العزت میں استمداد کرتے جس سے ان کی حاجت روا ہوتی تھی، خصوصاً صلاۃ الاسرار کے فوائد و برکات کا مشائخ و صوفیہ نے اپنے سر کی آنکھوں سے مشاہدہ کیا اور اپنے ماننے والوں کو اس کے پڑھنے کی تاکید فرمائی۔

صلوۃ الاسرار کا دوسرا نام اگرچہ "نماز غوثیہ" ہے مگر یہ پڑھی جاتی ہے اللہ عزوجل کے لئے غوث اعظم کے لئے نہیں۔ ہر نماز اللہ ہی کے لئے پڑھی جاتی ہے غیر اللہ کے لئے نہیں، البتہ نماز کے بعد اولیاء کو وسیلہ بنا کر دعا اور طلب حاجت کی جاتی ہے۔ یونہی نماز غوثیہ بھی ہے کہ اس کے بعد گیارہ قدم بغداد کی طرف چلتے اور حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے استمداد کرتے ہیں۔ شرعی اعتبار سے یہ بلاشبہ جائز و مستحسن ہے

اس میں کسی قسم کی کوئی ممانعت و قباحت نہیں ہے۔ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ
کے ارشادات اور علمائے امت کے فرمودات سے یہ ثابت ہے کہ وہ اپنے مرید
معتقدین کی امداد فرماتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وقت حاجت یا وقت مشکل کوئی
انہیں صدق دل سے پکارے تو وہ اس کی مدد کرتے ہیں۔ اہل سنت و جماعت
نزدیک انبیاء و اولیاء سے استمداد و استعانت جائز و روا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے نماز غوثیہ کے ثبوت و جواز، اس کے فوائد
برکات اور اس کے لطائف و نکات ایسے صوفیانہ و محققانہ انداز سے بیان فرمائے ہیں
جنہیں دیکھ کر ان کے وفور علم، طرز استدلال، اسلوب تحقیق اور علوم تصوف پر مہارت
دسترس کا پتہ چلتا ہے اگر کوئی اہل دل صوفی اسے دیکھے تو پکار اٹھے گا کہ واقعی امام احمد رضا
بریلوی ایک بہت بڑے صوفی اور شریعت و طریقت کے علمبردار تھے۔ قدرے تلخیص
تسہیل کے ساتھ نماز غوثیہ کے فوائد و اسرار امام احمد رضا بریلوی کے حوالے سے یہ ہیں

فی الواقع یہ مبارک نماز حضرات مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے معمول اور
قضائے حاجات و حصول مرادات کے لئے عمدہ و پسندیدہ اور مقبول طریقہ ہے، اور حضور
غوث الکونین غیاث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی و منقول ہے۔ بڑے بڑے
علماء اپنی تصانیف جلیلہ میں اسے روایت کرتے اور مقبول و مقرر و مسلم معتبر رکھتے آئے۔

امام اجل سیدی ابوالحسن نور الدین علی بن جریر لخمی شطنوفی قدس اللہ سرہٗ بسند خود
''بہجۃ الاسرار'' میں اور شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی نور اللہ مرقدہٗ
''زبدۃ الآثار'' میں اور دیگر علمائے کرام اپنی اپنی کتابوں میں اس جناب سے راوی
ناقل کہ ارشاد فرمایا۔

من صلی رکعتین بعد المغرب یقرأ فی کل رکعة بعد الفاتحة
سورة الاخلاص احدی عشرة مرة ثم یصلی علی رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیه وسلم بعد السلام و یسلم علیه ویذکرنی ثم یخطوا الی

جهة العراق احدى عشرة خطوة و يذكر اسمي ويذكر حاجته فانها تقضى بفضل الله و كرمه۔

(بہجۃ الاسرار، ص:۱۰۲۔ فضل اصحابہ وبشراھم۔ البابی مصر)

جو بعد مغرب دو رکعت نماز پڑھے ہر رکعت میں بعد فاتحہ سورۂ اخلاص گیارہ بارہ پھر بعد سلام نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوۃ وسلام عرض کرے پھر عراق شریف کی طرف گیارہ قدم چلے اور میرا نام یاد اور اپنی حاجت ذکر کرے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کی حاجت پوری ہو۔

امام یافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تصریح فرماتے ہیں کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب کرام اس نماز کو عمل میں لاتے۔

زبدۃ الاثار میں اولیائے طریقہ عالیہ کے آداب میں فرمایا۔

وملازمته صلوة الاسرار التى بعدها التخطى احدى عشرة خطوة

(زبدۃ الاسرار، ص:۱۲۶۔ خاتمۃ الکتاب۔ دہلی)

یعنی اس خاندان پاک کے آداب سے ہے صلوۃ الاسرار کی مداومت کرنی جسکے بعد گیارہ قدم چلنا ہے۔

نماز غوثیہ کا ذکر کرنے والے علماء

بڑے بڑے علماء نے نماز غوثیہ کی روایت کی اور اپنی اپنی تصانیف میں اس کا ذکر فرمایا۔ ان میں سے بعض علماء کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ (مرتب)

۱۔ امام عبداللہ یافعی مکی نے ''خلاصۃ المفاخر فی اختصار مناقب الشیخ عبد القادر'' میں اس کی روایت کی۔

۲۔ مولانا علی قاری نے ''نزھۃ الخاطر'' میں ذکر فرمایا۔

۳۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی نے ''زبدۃ الاثار'' میں اپنے شیخ واستاذ کا اس نماز کی اجازت دینا اور اپنا اجازت لینا بیان کیا۔

۴۔ حضرت شیخ محقق سے اس نماز مبارک میں خاص ایک نفیس رسالہ ہے۔

۵۔ سیدی عبدالوہاب متقی مکی نے اس مبارک نماز کی روایت کو مسلم ومقرر فرمایا

۶۔ مولانا شیخ وجیہ الدین علوی احمد آبادی اس نماز مبارک کی اجازت دیتے ا
سخت تاکید کے ساتھ اس کی ترغیب فرماتے۔

۷۔ مولانا ابوالمعالی محمد سلمی نے ''تحفہ شریفہ'' میں اسے نقل کیا۔

۸۔ مولانا سید شاہ حمزہ عینی قادری فاطمی نے ''کاشف الاستار شریف'' میں اسے
نقل وارشاد فرمایا۔

نماز غوثیہ کے مخالفین کا رد

عظمت اولیاء کے بعض مخالفین ومنکرین نے نماز غوثیہ کی مخالفت کی اور کہا کہ یہ
نماز جائز ودرست نہیں کیونکہ قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت نہیں نہ خلفاء
راشدین کے زمانے میں اس کا کچھ پتہ ملتا ہے۔

امام احمد رضا بریلوی نے نماز غوثیہ کے ثبوت کے ساتھ آیات واحادیث سے
مخالفین کا رد بلیغ فرمایا اور شرعی اصولوں کی روشنی میں لکھا کہ شریعت میں جس چیز کی
ممانعت نہیں وہ اباحت اصلیہ اور درجۂ جواز پر باقی رہتی ہے، یہی حال نماز غوثیہ کا ہے
کہ شرع سے اس کی کوئی ممانعت ثابت نہیں لہٰذا یہ جائز ومباح ہے۔ جو لوگ اسے
ناجائز وحرام کہتے ہیں اس کی دلیل دینا ان کے ذمہ ہے مگر منکرین کی یہ عادت ہے کہ
جس چیز کا ثبوت قرآن وحدیث سے نہیں ملتا اور اس سے انبیاء واولیاء کی عظمت و
برتری ظاہر ہوتی ہو اسے حرام وناجائز اور خلاف شرع کہہ دیتے ہیں حالانکہ کسی بھی چیز
کا قرآن وحدیث میں حرام نہ ہونا ہی اس کے جائز وروا ہونے کی دلیل ہے۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے جس انداز سے نماز غوثیہ کے منکرین کا رد
کرتے ہوئے شرعی ضابطہ بیان فرمایا ہے وہ دل کی آنکھوں سے پڑھنے کے قابل
ہے۔ آپ فرماتے ہیں

اس نماز کو قرآن وحدیث کے خلاف بتانا محض بہتان وافترا ہے، ہرگز ہرگز قرآن وحدیث میں کہیں اس کی ممانعت نہیں، نہ مخالف کوئی آیت یا حدیث اپنے دعوے میں پیش کرسکا، ہرجگہ صرف زبانی ادعا سے کام لیا مگر یہ وہی جہالت ونادانی ہے جس میں نئے نئے فرقے قدیم زمانے سے مبتلا ہیں۔ یعنی قرآن وحدیث میں جس امر کا ذکر نہیں وہ ممنوع ہے اگرچہ اس کی ممانعت بھی قرآن وحدیث میں نہ ہو، ان ذی ہوشوں کے نزدیک امرونہی میں کوئی واسطہ ہی نہیں، اور عدم ذکر عدم ہے پھر خدا جانے سکوت کس شئی کا نام ہے۔

ترمذی وابن ماجہ وحاکم سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ماحرم اللہ فی کتابہ وماسکت فھو مماعفاعنہ۔

(ترمذی ا،ص:۲۰۶۔ابواب اللباس،باب ماجاء فی لبس الفراء)

حلال وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حلال کیا اور حرام وہ ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حرام بتایا اور جس سے سکوت فرمایا وہ عفو ہے۔

یعنی اس میں کچھ مواخذہ نہیں، اور اس کی تصدیق قرآن عظیم میں موجود ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (المائدۃ،۱۰۱)

اے ایمان والو وہ باتیں نہ پوچھو کہ تم پر کھول دی جائیں تو تمہیں برا لگے اور اگر قرآن اترتے وقت پوچھو گے تو تم پر ظاہر کردی جائیں گی اللہ نے ان سے معافی فرمائی ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

بہت سی باتیں ایسی ہیں کہ ان کا حکم دیتے تو فرض ہوجاتیں اور بہت ایسی کہ منع

کرتے تو حرام ہو جاتیں پھر جو انہیں چھوڑتا یا کرتا گناہ میں پڑتا، اس مالک مہربان نے اپنے احکام میں ان کا ذکر نہ فرمایا یہ کچھ بھول کر نہیں کہ وہ تو بھول اور ہر عیب سے پاک ہے بلکہ ہمیں پر مہربانی کے لئے کہ یہ مشقت میں نہ پڑیں تو مسلمانوں کو فرماتا ہے تم بھی ان کی چھیڑ نہ کرو کہ پوچھو گے حکم مناسب دیا جائے گا اور تمہیں کو دقت ہوگی۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوا کہ جن باتوں کا ذکر قرآن وحدیث میں نہ نکلا وہ ہرگز منع نہیں بلکہ اللہ کی معافی میں ہیں۔

حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

ان اللہ تعالیٰ فرض فرائض فلا تضیعوھا و حرم حرمات فلا تنتھکوھا، وحد حدودا فلا تعتدوھا، و سکت عن اشیاء من غیر نسیان فلا تبحثوا عنھا. (دارقطنی ۴، ص:۱۸۴ باب الرضاع۔ نشر السنۃ ملتان)

بیشک اللہ تعالیٰ نے کچھ باتیں فرض کیں انہیں ہاتھ سے نہ دو اور کچھ حرام فرمائیں ان کی حرمت نہ توڑو اور کچھ حدیں باندھیں ان سے آگے نہ بڑھو، اور کچھ چیزوں سے بے بھولے سکوت فرمایا ان میں کاوش نہ کرو۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

ذرونی ماترکتکم فانما ھلک من کان قبلکم بکثرۃ سوالھم و اختلافھم علی انبیائھم فاذا نھیتکم عن شئی فاجتنبوہ و اذا امرتکم بامر فأتوا منہ ما استطعتم

(مسلم، ۱، ص:۴۳۲۔ باب فرض الحج۔ ابن ماجہ ۱، ص:۲ باب اتباع سنۃ الخ)

یعنی جس بات میں میں نے تم پر تنگی نہ کی اس میں مجھ سے تفتیش نہ کرو کہ اگلی امتیں اسی بلا سے ہلاک ہوئیں، میں جس بات کو منع کروں اس سے بچو اور جس کا حکم دوں اسے بقدر قدرت بجالاؤ۔

حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

ان اعظم المسلمین فی المسلمین جرما من سأل عن شئی لم

يحرم على الناس فحرم من اجل مسئلته۔

(بخاری ۲، ص: ۱۰۸۲۔ باب ما یکرہ من کثرۃ السوال)

بیشک مسلمانوں کے بارے میں ان کا بڑا گناہگار وہ ہے جو ایسی چیز سے سوال کرے کہ حرام نہ تھی اس کے سوال کے بعد حرام کردی گئی۔

ان احادیث کو پیش کرنے کے بعد امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں

یہ احادیث بلند آواز سے ندا کرتی ہیں کہ قرآن و حدیث میں جن باتوں کا ذکر نہیں نہ ان کی اجازت ثابت نہ ممانعت وارد، اصل جواز پر ہیں ورنہ اگر جس چیز کا کتاب و سنت میں ذکر نہ ہو مطلقاً ممنوع و نادرست ٹھہرے تو اس سوال کرنے والے کی کیا خطا اس کے بغیر پوچھے بھی وہ چیز ناجائز ہی رہتی۔

بالجملہ یہ قاعدۂ نفیسہ ہمیشہ یاد رکھنے کا ہے کہ قرآن و حدیث سے جس چیز کی بھلائی یا برائی ثابت ہو وہ بھلی یا بری ہے اور جس کی نسبت کچھ ثبوت نہ ہو وہ معاف و جائز و مباح و روا، اور اس کو حرام و گناہ و نادرست و ممنوع کہنا شریعت مطہرہ پر افترا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ (النحل، ۱۱۶)

اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔

(کنز الایمان)

اسی طرح اس نماز کو طریقۂ خلفائے راشدین و صحابۂ کرام کے خلاف کہنا بھی اسی پرانی جہالت و نادانی پر مبنی ہے۔

بغداد کی طرف چلنے کی حکمت

مشائخ و صوفیہ میں یہ طریقہ رائج رہا کہ نماز غوثیہ کے بعد بغداد شریف کی طرف

گیارہ قدم چلتے اور دعا کرتے ہیں، اس میں کیا حکمت و اسرار ہیں اور کیوں چلتے ہیں؟
امام احمد رضا بریلوی نے اس کی حکمت وغرض کو ایسے حکیمانہ انداز میں بیان فرمایا ہے جسے دیکھ کر صوفیائے کاملین کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور کھلے دل سے اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ وہ جنید و بایزید کی امانت و یادگار ہیں۔ ان کے طریقہ استدلال اور پیش کردہ نکات کو ہم نمبروار نقل کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں

۱۔ سنت نبویہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والتحیۃ ہے کہ جہاں انسان سے کوئی تقصیر یا گناہ واقع ہو عمل صالح وہاں سے ہٹ کر کرے۔

اسی لئے جب ایک بار سفر میں آخر شب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نزول فرمایا اور آنکھ نہ کھلی یہاں تک کہ آفتاب چمکا، حضور نے وہاں نماز نہ پڑھی اور فرمایا اس جگہ شیطان حاضر ہوا تھا اپنے مرکبوں کو یونہی لے چلے آؤ پھر وہاں سے تجاوز فرما کر نماز قضا کی۔ (مسلم ۱، ص ۲۳۸۔ باب قضاء الصلوٰۃ الفائتۃ)

نماز غوثیہ میں بھی جب یہ محتاج دو رکعت پڑھ چکا اور اب وقت وہ آیا کہ جہت توسل کی طرف منہ کر کے اللہ جل جلالہ سے دعا چاہتا ہے، نفس نماز میں جو قلت حضور وغیرہ قصور سرزد ہوئے یاد آئے اور سمجھا کہ یہ وہ جگہ ہے جہاں شیطان کے دخل نے مجھ سے مناجات الٰہی میں تقصیر و کمی کرادی ناچار ہٹتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جہت توجہ کی طرف ہٹنا زیادہ بہتر و آسان ہے، یعنی اگر دائیں بائیں پھرے گا تو ترک توجہ ہوگا اور اگر پیچھے ہٹے گا تو جہت توجہ سے دوری ہوگی لہٰذا قبلہ کی طرف چلنا ہی اقبال مندی کی نشانی ہے۔

۲۔ صحیح مسلم شریف میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے ثابت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عین نماز میں چند قدم آگے بڑھے جب جنت خدمت اقدس میں اتنی قریب حاضر کی گئی کہ دیوار قبلہ میں نظر آئی یہاں تک کہ حضور بڑھے تو اس کے خوشہ ہائے انگور دست اقدس کے قابو میں تھے اور یہ نماز صلوٰۃ الکسوف تھی۔ (مسلم ۱، ص ۲۹۷۔ کتاب الکسوف)

اسی طرح جب ارباب باطن واصحاب مشاہدہ یہ نماز پڑھ کر بروجہ توسل عراق

شریف کی طرف متوجہ ہوتے ہیں انوار و برکات وفیوض وخیرات اس جانب مبارک سے باہزاراں جوش وہجوم پیہم آتے نظر آتے ہیں، یہ بیتابانہ ان خوشہ ہائے انگور جنات نور و باغات سرور کی طرف قدم شوق پر بڑھتے اور ان عزیز مہمانوں کے لئے رسم استقبال بجالاتے ہیں۔سبحان اللہ کیا جائے انکار ہے اس نیک بندے پر جو اپنے رب کی برکات وخیرات کی طرف سبقت ومسارعت کرے۔

۳۔انصاف کی آنکھ بے غبار وصاف ہو تو احادیث صحیحہ سے اس کا بھی پتہ چلتا ہے کہ جہاں جانا چاہے اس طرف چند قدم قریب ہونا اور جہاں سے جدائی مقصود ہو اس سے کچھ قدم دور ہونا بھی نافع وبکارآمد ہوتا ہے جب کمال قرب وبعد میسر نہ ہو۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

کل شئی یتکلم به ابن آدم فانه مکتوب علیه فاذا اخطأ الخطیئة ثم احب ان یتوب الی الله عزوجل فلیأت بقعة مرتفعة فلیمد دیدیه الی الله ثم یقول اللهم انی اتوب الیک منها لا ارجع الیه ابدا فانه یغفرله مالم یرجع فی عمله ذلک۔

آدمی کا ہر بول اس پر لکھا جاتا ہے تو جو گناہ کرے پھر اللہ تعالیٰ کی طرف توبہ کرنا چاہے اسے چاہئے بلند جگہ پر جائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف ہاتھ پھیلا کر کہے الٰہی میں اس گناہ سے تیری طرف رجوع لاتا ہوں اب کبھی ادھر عود نہ کروں گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے مغفرت فرمادے گا جب تک اس گناہ کو پھر نہ کرے۔

(مستدرک علی الصحیحین ا،ص ۵۱۶ کتاب الدعا، دار الفکر بیروت)

توبہ کے لئے بلندی پر جانے کی یہی حکمت ہے کہ حتی الوسع موضع معصیت سے دوری اور محل طاعت ومنزل رحمت یعنی آسمان سے قرب حاصل ہو۔

جب سیدنا موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا زمانہ انتقال قریب آیا بن میں تشریف رکھتے تھے اور ارض مقدسہ پر جبارین کا قبضہ تھا وہاں لے جانا میسر نہ ہوا دعا فرمائی کہ اس پاک زمین سے مجھے ایک سنگ پرتاب قریب کردے۔حدیث میں ہے

ارسل ملک الموت الی موسی علیهما الصلاة والسلام (فذکر الحدیث الی ان قال) فسأل الله ان یدنیه من الارض المقدسة رمیة بحجر۔

(بخاری ۱، ص: ۴۸۴۔ باب وفات موسی علیہ السلام)

موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو بھیجا (یہاں تک حدیث بیان کی کہ) موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ مجھے بیت المقدس کے اتنا قریب کردے جتنا کہ پتھر پھینکنے کا فاصلہ ہوتا ہے۔ (ت)

شیخ محقق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح مشکوٰۃ میں دعائے موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا یوں ترجمہ کرتے ہیں۔

نزدیک گردان مرا ازاں اگرچہ بمقدار یک سنگ اندازہ باشد۔

(اشعۃ اللمعات ۴، ص ۴۵۳ کتاب الفتن۔ نوریہ رضویہ سکھر)

مجھے بیت المقدس سے قریب کردے اگرچہ ایک پتھر پھینکنے کا فاصلہ ہو۔ (ت)

ظاہر ہے کہ وقت حاجت سردست عراق شریف کی حاضری دشوار و متعذر، لہٰذا چند قدم اس ارض مقدسہ کی طرف چلنا ہی مقرر ہوا۔

بالجملہ اس نماز مقدس میں اصلاً کوئی محذور شرعی نہیں، یہ تو ایک لطیف عمل ہے کہ مبارک بندہ اپنے حصول اغراض ودفع شر کے لئے پڑھتا ہے۔

(انہار الانوار من یم صلاۃ الاسرار، مشمولہ فتاویٰ رضویہ ج ۷، مترجم۔ پوربندر)

نماز غوثیہ ادا کرنے کا ادب

نماز غوثیہ چونکہ استمداد واستعانت کا ایک قدیم طریقہ ہے لہٰذا اس میں ان آداب کو ملحوظ رکھنا چاہئے، جو مشائخ سے منقول ومروی ہیں۔ امام احمد رضا بریلوی نماز غوثیہ کے ادب واجلال سے متعلق مزید تحریر فرماتے ہیں۔

اس نماز میں یہ بات پسندیدہ ہے کہ جس شخص کو کوئی حاجت درپیش ہو خواہ وہ دینی ہو یا دنیوی، تو وہ مغرب کی نماز کے بعد سنتوں کے ساتھ دو رکعت ''صلوۃ الاسرار''

کی نیت سے اللہ تعالیٰ کی قربت اور حضور غوث اعظم کی روح کو ہدیہ کے لئے پڑھے اور
اگر اس کے لئے نیا وضو کرے تو یہ نور ہو گا، ورنہ نیا وضو ضروری نہیں۔ مجھے تو یہ پسند ہے
کہ ''صلوۃ الاسرار'' پڑھنے سے پہلے کوئی صدقہ کرے کیونکہ یہ عمل کامیابی جلدی لاتا
ہے اور مصیبتوں کے دروازوں کو خوب بند کرتا ہے جبکہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے
مناجات کے لئے پہلے صدقہ دینے کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تو اللہ تعالیٰ سے مناجات میں
اور زیادہ بہتر ہے باوجودیکہ اس نماز میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی
مناجات موجود ہے، اگرچہ اس صدقہ کا وجوب منسوخ ہو چکا ہے جس میں امت کی
آسانی ہے مگر استحباب کے طور پر جواز میں کوئی شک نہیں ہے۔

اس نماز میں فاتحہ کے بعد کوئی آسان سورت پڑھے بہتر ہے کہ سورۂ اخلاص گیارہ
بار پڑھے اور قدم چلتے وقت خشوع خضوع اور ادب وہیبت کی کیفیت ہونی چاہئے۔ اور
مجھے یوں پسند ہے کہ اس وقت یوں خیال کرے کہ وہ بغداد شریف میں آپ کی مرقد
شریف کے سامنے حاضر ہے اور اسے دیکھ رہا ہے اور یہ خیال کرے کہ حضور غوث اعظم
اپنی قبر انور میں قبلہ رو سوئے ہوئے ہیں اور قدم چلنے والا بندہ آپ کے کرم پر اعتماد کرتے
ہوئے آگے بڑھنے کا ارادہ کئے ہوئے ہے مگر اپنے گناہوں کے پیش نظر آگے جانے میں
حیا کرتے ہوئے حیران کھڑا ہو جاتا ہے اور گویا اب آپ سے بڑھنے کی اجازت طلب
کرتا ہے اور آپ سے شفاعت طلب کر رہا ہے کیونکہ آپ کا جود وسخا وسیع ہے اور آپ کی
یہ بات بشارت ہے کہ ''اگر میرا مرید خوب نہیں تو میں خوب تر ہوں'' قدم بڑھانے
والے کی اس کیفیت کو آپ دیکھ رہے ہیں اور اس کے فقر و حیا کو جان کر وسیع کرم فرمائیں
گے اور اس گنہگار بندے کی شفاعت فرمائیں گے اور گویا یہ فرمائیں گے کہ اس فقیر
تنگدست کو اپنی طرف قدم بڑھانے کی اجازت دیتا ہوں، یہ چلتے ہوئے میرا نام ذکر
کرے اور میرے پاس آ کر اپنے گناہوں کی فکر نہ کرے کیونکہ میں دنیا و آخرت میں اس
کی مشکلات کا کفیل اور ضامن ہوں، تو بندہ یہ سن کر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے آگے
بڑھتا ہے اور ہر قدم پر وجدانی کیفیت میں یا غوث الثقلین، یا کریم الطرفین، پکارتا

ہے اور کہتا ہے میری حاجت بر آری میں میری مدد کروا ے حاجات کو پورا کرنے والے،
اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے صاحبزادے
غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلے سے دعا کرے۔ (ت)

گیارہ قدم کی حکمت

گیارہ کا عدد طاق اور بے جوڑ ہے، اللہ عزوجل بے جوڑ کو پسند فرماتا ہے، گیارہ کی طرح تین اور سات بھی محبوب عدد ہیں مشائخ وصوفیہ کے یہاں اوراد و وظائف وغیرہ میں ان عددوں کا لحاظ رکھا جاتا ہے، مگر بغداد مقدس کی جانب صرف گیارہ ہی قدم چلنے کی حکمت واسرار کو جس لطیف انداز میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے بیان کیا ہے وہ ان کا خاص حصہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم کے مطابق گیارہ قدم چلے اور یہ یقین کرے کہ اس عدد کو خاص خصوصیت دربار قادریہ سے حضور غوث اعظم کے زمانہ سے حاصل ہے اور یہ خیال نہ کرے کہ بعد میں قادری سلسلہ والوں نے گیارہویں شریف کی مناسبت سے ایسا کیا ہے، لیکن مجھے خود گیارہ قدموں کا راز معلوم نہ تھا یہاں تک کہ ایک روز میں نے شاہجہاں آباد میں رات کے وقت صلاۃ الاسرار پڑھی اور میں پوری توجہ قلبی سے مصروف تھا اور میرا اس راز کی طرف ذرا بھی التفات نہ تھا کہ میرے دل پر ایک عظیم راز دار تجلی چمکی، خدا کی قسم مجھے معلوم نہ ہو سکا کہ کب اور کس طرح یہ چمک آئی جبکہ وہ میرے دل میں سرایت کر چکی تھی میں نے نماز سے فارغ ہو کر غور و تامل کیا تو وہ میری مراد اور خواہش میری تمنا کے مطابق تھی، وہ قلبی القایہ تھا کہ

گیارہ کے عدد میں ایک دہائی اور ایک کا عدد ہے اور (ابجد کے حساب سے) دس کا حرف ''ی'' اور ایک کا حرف ''الف'' ہے اور اگر دہائی کو مقدم کریں تو دونوں حرفوں کا مجموعہ ''یا'' ہے۔ اور اگر الٹ کریں تو مجموعہ ''ای'' ہے جبکہ ''یا'' ندا اور طلب کے لئے ہے اور ''ای'' قبول و منظوری کے لئے، تو اس طرح گیارہ کے عدد میں حضور غوث اعظم کا سوال اور امداد طلب کرنے والے لوگوں سے معاملہ سمجھ میں آتا ہے (کہ

جس طرح یا، میں، ی، دہائی اور کثرت اور اس کے بعد 'الف' وحدت ہے) یوں ہی سائلین کثیر تعداد والے کثیر مطالبہ کرنے والے اپنے مطالبات کو دربار عالیہ میں پیش کرتے ہوئے کثرت سے وحدت کی طرف متوجہ ہوں گے، نیز یوں بھی کہ سائلین اور حاجتمند کثیر تعداد میں ہونے کے باوجود غوث پاک کی طرف متوجہ ہونے میں یکساں ہیں خواہ وہ شہری ہوں یا دیہاتی، شہنشاہ ہوں یا گدا، تو قلبی حاجات مختلف و کثیر مگر ان کے ازالہ کا ڈھنگ ایک، لہٰذا کثرت کے بعد وحدت، جیسے 'ی'' کے بعد 'الف' ہے دو طرح سے ثابت ہے یہ ''یا'' کے لحاظ سے ہے۔ پھر 'ی' کی حرکت، طالبین کے اضطراب، اور اس حرکت کا فتح ہونا اس ندا کی برکت سے فتح و فیض کی علامت ہے۔ اور 'ای' کے اعتبار سے یہ کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحر وحدت میں مستغرق ہیں اور کثیر اجتماعات سے آپ کا مقام بلند و بالا ہے، جب آپ کو مصائب مٹانے اور عطیات نچھاور کرنے کے لئے پکارا جاتا ہے تو آپ کو کرم و سخا مجبور کرتا ہے کہ آپ وحدت غیب سے تنزل فرما کر کثرت مشاہدہ پر توجہ فرمائیں (یہ وحدت سے کثرت کی طرف رجوع ہے جیسا کہ 'ای' میں 'الف' اور پھر 'ی' ہے) اور ''ای'' کا کسرہ (زیر) تنزل کی حکایت ہے اور 'ی' کا سکون طالبین کا پریشانی سے سکون ہے۔

معنی یہ ہوا کہ حاجت مند لوگ اضطراب کی حالت میں متفرق طور پر مقام کثرت سے مقام وحدت کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں اور سب کے سب امید و خوف میں یکساں ہیں اور آپ یعنی حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام وحدت پر ساکن ہیں، پھر آپ ندا کرنے والے کثیر لوگوں کی طرف تنزل فرما کر ان کے دلوں کو تسکین دیتے اور ان کی پراگندہ حالت کی اصلاح فرماتے ہیں۔ غرضیکہ جب آپ کو ندا دی جائے تو آپ جواب دیتے ہیں اور سائل کو محروم نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ کے عجائب میں سے یہ ہے کہ ''الف'' پہلا حرف ہے اور ''ی'' آخری حرف، جس کے بعد کوئی حرف نہیں ہے۔ اگر کوئی 'ی' سے آگے بڑھنا چاہے تو آگے الف ہی پائے گا اور اگر کوئی الف سے آگے بڑھے گا تو 'ی' سے آگے کوئی منزل نہ

پائے گا۔ تو گیارہ کے حرف یعنی ''یا'' سے پتہ چلا کہ آپ دونوں طرف انتہائی مقاصد پر رسائی رکھتے ہیں اور تمام کاملین حضرات سیر فی اللہ میں غوث اعظم کی سیر فی اللہ سے بہت پیچھے ہیں، اسی لئے آپ کا قدم گردنوں پر ہے۔ اور اسی لئے آپ نے فرمایا کہ انسان و جن اور ملئکہ کے اپنے اپنے پیر و مشائخ ہیں جبکہ میں اِن سب کا شیخ ہوں۔ اور میرے اور تمام مخلوق کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے مجھے کسی دوسرے پر اور کسی دوسرے کو مجھ پر قیاس نہ کرو، اور ایسے ہی کوئی کامل شیخ آپ کی سیر فی اللہ کو اللہ تعالیٰ سے کامل طور پر حاصل نہ کر سکا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کی رہنمائی اتم و اکمل ہے، آپ کا طریقہ آسان و واضح ہے، آپ کی کرامات کثیر و غالب ہیں یہاں تک کہ کسی ولی کی کرامات آپ کی کرامات کی نسبت عشر عشیر بھی منقول نہیں۔ **ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء.** (ازھار الانوار من صبا صلوۃ الاسرار، مشمولہ فتاوی رضویہ مترجم ۷۔ پور بندر)

صلوۃ الرغائب

اولیاء و صوفیہ کے معمولات عبادات میں سے ''صلوۃ الرغائب'' بھی ہے یہ دو رکعت نماز رجب کی نوچندی شب جمعہ کو پڑھی جاتی ہے اس کے انوار سے دنیا جگمگا اٹھتی ہے۔ اس نماز کا ذکر بعض احادیث میں بھی آیا ہے اگرچہ محدثین نے اس پر کلام کیا مگر باب فضائل میں وہ مقبول ہے۔ صلوۃ الرغائب کے انوار و عظمت میں سے یہ ہے کہ جس رات حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ نماز پڑھی اس شب کو ان کی خدمت میں تمام اولیائے عالم حاضر ہوئے اور سب نے ان سے مصافحہ کیا۔ صلوۃ الرغائب کے فوائد سے متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے بہجۃ الاسرار شریف کے حوالے سے یہ روایت پیش فرمائی ہے۔

قد وقع فی کتاب بھجۃ الاسرار ذکر لیلۃ الرغائب فی ذکر سیدنا و شیخنا القطب الربانی و غوث الصمدانی الشیخ محی الدین عبد القادر الحسینی الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال اجتمع

المشائخ وكانت ليلة الرغائب، الى آخر ما ذكر من الحكاية.

یعنی کتاب بہجۃ الاسرار شریف میں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر اقدس میں صلوۃ الرغائب کا ذکر آیا ہے کہ شب رغائب میں اولیاء جمع ہوئے۔

وذكرانه نقل عن الشيخين القدوتين الشيخ عبد الوهاب والشيخ عبد الرزاق قالا بكر الشيخ بقا بن بطو سحر يوم الجمعة الخامسة من رجب السنة ثلث و اربعين و خمسمائة الى مدرسة والدنا الشيخ محى الدين عبد القادر رضى الله تعالىٰ عنه و قال لنا الاسألتمونى عن سبب بكورى اليوم انى رأيت البارحة نورا اضاء ت الأفاق وعم اقطار الوجود رأيت اسرار ذوى الاسرار، فمنها مايتصل به و منها مايمنعه مانع من الاتصال به وما اتصل به سرالا تضاعف نوره فطلبت ينبوع ذلك النور فاذا هو صادر عن الشيخ عبد القادر فاردت الكشف عن حقيقته فاذا هونور شهوده قابل نور قلبه و تقادح هذان النوران وانعكس ضياؤهما على مرآة حاله واتصلت اشعته المتقادحات من محط جمعه الى وصف قربه فاشرق به الكون ولم يبق ملك نزل الليلة الااتاه وصافحه و اسمه عندهم الشاهد والمشهود، قالا فاتيناه رضى لله تعالىٰ عنه و قلنا له اصليت الليلة صلوة الرغائب فانشد ؎

اذا نظرت عينى وجوه حبائبى
فتلك صلوتى فى ليالى الرغائب
وجوه اذا ما اسفرت عن جما لها
اضاء ت بها الاكو ان من كل جانب
ومن لم يوف الحب ما يستحقه
فذلك الذى لم يأت قط بواجب

ما نقله الشيخ قدس سرهٔ والذی راه العبد الضعيف غفرالله له في البهجة الكريمة نصه هكذا ولم يبق ملك انزل الليلة الى الارض واتاه و صافحه: الخ (بہجۃ الاسرار شریف)

نیز امام ابوالحسن نورالدین علی قدس سرہٗ نے بسند خود حضرات سیدنا سیف الدین عبدالوہاب وسیدنا تاج الدین ابوبکر عبدالرزاق شہزادگان حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی کہ روز جمعہ ۵/ رجب ۵۴۳ھ کو حضرت شیخ بقا بن بطو قدس سرہٗ صبح تڑکے مدرسہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں حاضر آئے اور ہم سے فرمایا مجھ سے پوچھتے نہیں کہ اس قدر اول وقت کیوں آیا میں نے آج کی رات ایک نور دیکھا جس سے تمام آفاق روشن ہو گئے اور تمام اطراف عالم کو عام ہوا اور میں نے اہل اسرار کے اسرار دیکھے کہ کچھ تو اس نور سے متصل ہوئے ہیں اور کچھ کسی مانع کے سبب اتصال سے رک گئے ہیں جو اس سے اتصال پاتا ہے اس کا نور دوبالا ہو جاتا ہے تو میں نے غور کیا کہ اس نور کا خزانہ ومنبع کیا ہے، کہاں سے چمکا ہے ناگاہ کھلا کہ یہ نور حضور سیدنا شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صادر ہوا ہے۔ اب میں نے اس کی حقیقت پر اطلاع چاہی تو معلوم ہوا کہ یہ حضور کے مشاہدے کا نور ہے کہ حضور کے نور قلب سے مقابل ہو کر ایک کی جوت دوسرے پر پڑی اور دونوں کی روشنی حضور کے آئینہ حال پر منعکس ہوئی اور یہ آپس میں ایک دوسرے کی جوت بڑھانے والے نوروں کے بقعہ حضور کے مقام جمع سے منزلت قرب تک متصل ہوئے کہ سارا جہان اس سے جگمگا اٹھا اور جتنے فرشتے اس رات اترے تھے سب نے حضور کے پاس آ کر حضور سے مصافحہ کیا۔ (اور بہجۃ الاسرار شریف میں فقیر نے یوں دیکھا کہ کوئی فرشتہ باقی نہ رہا جو اس رات زمین پر نہ اترا اور حضور کے پاس آ کر حضور سے مصافحہ نہ کیا ہو، یعنی تمام ملائکۃ اللہ زمین پر آئے اور محبوب خدا سے مصافحے کئے) فرشتوں کے یہاں حضور غوث اعظم کا نام پاک شاہد و مشہود ہے (شاہد، کہ مشاہدہ والے ہیں اور مشہود کہ سب ملائکہ ان کے پاس آئے)

حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں شاہزادگان نے فرمایا کہ ہم یہ سن

کر حضور کے پاس حاضر ہوئے اور حضور سے عرض کی کیا آج کی رات حضور نے "صلاۃ الرغائب'' پڑھی (یعنی جس کے انوار یہ چمکے یہ شب، شب رغائب ہی تھی کہ رجب کی نوچندی شب جمعہ تھی) حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس پر یہ اشعار ارشاد فرمائے۔

جب میری آنکھ میری پیاریوں کے چہرے دیکھے تو یہ شبہائے رغائب میں میری نماز ہے، وہ چہرے کہ جب اپنے جمال کا جلوہ دکھائے تو ہر طرف سے سارا جہان چمک اٹھے اور جس نے محبت کا حق پورا نہ کیا وہ کبھی واجب نہ لایا (پیاریاں عالم قدس کی تجلیاں ہیں) (فتاوی رضویہ مترجم ۷، ص ۴۳۵ تا ۴۳۷۔ برکات رضا پور بندر)

نماز تہجد

نماز تہجد حضور اقدس سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر فرض تھی امت کے لئے فرض تو نہیں مگر سنت مستحبہ ضرور ہے۔ اس نماز کی فضیلت واہمیت کے لئے یہی کافی ہے کہ یہ حضور پر فرض تھی اور حضور نے اسے ہمیشہ ادا فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ صوفیہ نے بھی اس نماز کی پابندی فرمائی اور اس کے فوائد وانوار کا مشاہدہ کیا۔ فرائض کی پابندی تو اکثر لوگ کرتے ہی ہیں مگر تہجد کی پابندی خواص وصالحین کا حصہ رہا ہے۔

نماز تہجد کے وقت اور تعداد رکعت سے متعلق ایک مقام پر امام احمد رضا بریلوی تحریر فرماتے ہیں۔

عشا کے فرض پڑھ کر آدمی سو رہے پھر اس وقت سے صبح صادق کے قریب جس وقت آنکھ کھلے دو رکعت نفل صبح طلوع ہونے سے پہلے پڑھ لے تہجد ہو گیا، کم درجہ تہجد کا یہ ہے اور سنت سے آٹھ رکعت مروی ہے اور مشائخ کرام سے بارہ، اور حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دو ہی رکعت پڑھتے اور ان میں قرآن عظیم ختم کرتے۔ غرض اس میں کمی بیشی کا اختیار ہے، اتنی اختیار کرے جو ہمیشہ نبھ سکیں اگرچہ دو ہی رکعت ہو، کہ حدیث صحیح میں فرمایا

احب الاعمال الی اللہ ادومہا

(مشکوۃ المصابیح،ص:۱۱۰باب القصد فی العمل۔مجتبائی دہلی)

اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند وہ عمل ہے کہ ہمیشہ ہو اگرچہ تھوڑا ہو۔

قرأت کا بھی اختیار ہے چاہے ہر رکعت میں تین تین بار سورۂ اخلاص پڑھے اس کا ثواب ایک ختم قرآن کے برابر ہے، خواہ یوں کہ بارہ رکعتیں ہوں، قل ھو اللہ پہلی میں ایک بار، دوسری میں دوبار، یا پہلی میں بارہ دوسری میں گیارہ، اخیر میں ایک کہ یوں ۲۶ ختم قرآن کا ثواب ہوگا۔اور پہلی صورت میں بیس کا ہوتا۔اور بہتر یہ ہے کہ جتنا قرآن مجید یاد ہو اس نماز میں پڑھ لیا کرے کہ اس کے یاد رہنے کا اس سے بہتر سبب نہیں۔

تہجد پڑھنے والا جسے اپنے اٹھنے پر اطمینان ہو اسے افضل یہ ہے کہ وتر بعد تہجد پڑھے پھر وتر کے بعد نفل نہ پڑھے جتنے نوافل پڑھنا ہوں وتر سے پہلے پڑھ لے کہ وہ سب قیام اللیل میں داخل ہوں گے اور اگر سونے کے بعد ہیں تو تہجد میں داخل ہوں گے۔ (فتاوی رضویہ مترجم ۷،ص:۴۴۶۔پوربندر)

ایک شخص کو ترغیب تہجد پر ناصحانہ تحریر

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ سے سوال ہوا کہ

ایک شخص دوپہر کا قیلولہ ایسے وقت کرتا ہے کہ اس کی جماعت ظہر ترک ہو جاتی ہے، عذر یہ ہے کہ اگر قیلولہ نہ کرے تو تہجد فوت ہونے کا خوف ہے اس شخص کا ایسا کرنا کیسا ہے کیا وہ تہجد کے لئے ظہر کی جماعت چھوڑ سکتا ہے؟

اس سوال کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی اگر ایک فقیہ و مفتی کی حیثیت سے صرف یہ تحریر فرمادیتے کہ ''تہجد کے لئے ظہر کی جماعت چھوڑنا ہرگز درست نہیں کیونکہ تہجد سنت اور جماعت واجب ہے، سنت کے لئے واجب کو ترک نہیں کیا جاسکتا'' تو کافی تھا۔مگر انہوں نے سوال کا شرعی جواب تحریر کرنے کے ساتھ ایک صوفی کامل اور

رہنمائے طریقت ہونے کی حیثیت سے سائل کو جو جانفزا نصیحتیں، تاکید جماعت، ترغیب تہجد اور نیند سے بیدار ہونے کی ترکیبیں ارشاد فرمائی ہیں ان پر اگر وہ عمل کرے تو نہ ظہر کی جماعت فوت ہوگی نہ تہجد، نہ ہی اس کے آرام و قیلولہ میں کوئی خلل ہوگا۔ امام احمد رضا بریلوی کے یہ ارشادات اگر چہ ایک سائل اور ایک فرد کے لئے ہیں لیکن ان میں پوری ملت اور اہل طریقت کے لئے دعوت فکر و عمل موجود ہے۔

آپ فرماتے ہیں

سائل نے جو عذر پیش کیا ہے وہ سرے سے بیہودہ و باطل ہے، وہ گمان کرتا ہے کہ سنت تہجد کا حفظ و پاس اسے جماعت چھوڑنے پر باعث ہوتا ہے، اگر تہجد سنت کے طریقے پر ادا کرتا تو وہ خود واجب فوت ہونے سے اس کی محافظت کرتا نہ کہ الٹا فوت کا سبب ہوتا۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ (العنکبوت، ۴۵)

بیشک نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے۔

سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

علیکم بقیام اللیل فانہ داب الصالحین قبلکم و قربۃ الی اللہ تعالیٰ و منھاۃ عن الاثم و تکفیر للسیأت و مطردۃ للداء عن الجسد۔

(ترمذی ۲، ص: ۱۹۴۔ ابواب الدعوات۔ صحیح ابن خزیمہ ۲، ص: ۱۷۷۔ الاسلامی بیروت)

تہجد کی ملازمت کرو کہ رات کا قیام اگلے نیکوں کی عادت ہے اور اللہ عزوجل سے نزدیک کرنے والا اور گناہ سے روکنے والا اور برائیوں کا کفارہ اور بدن سے بیماری دور کرنے والا۔

تو فوت جماعت کا الزام تہجد کے سر رکھنا قرآن و حدیث کے خلاف ہے، اگر میزان شرع مطہر لے کر اپنے احوال و افعال تولے تو کھل جائے کہ یہ الزام خود اسی کے سر تھا۔ بھلا یہ تہجد و قیلولہ وہ ہیں جو اس نے خود ایجاد کئے جب تو انہیں اسلام کے شعار عظیم کی تفویت کے لئے کیوں عذر بناتا ہے، اور اگر وہ ہیں جو حضور سید عالم صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول و فعل سے منقول ہوئے تو بتائیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کب ایسے تہجد و قیلولہ کی طرف بلایا جن سے جماعت فریضہ فوت ہو، کیا قرآن و حدیث ایسے ہی تہجد کی ترغیب دیتے ہیں؟ کیا سلف صالح نے ایسے ہی قیام لیل کئے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

اے اعرابی مجھے ڈر ہے کہ تو کعبہ نہیں پہنچے گا کیونکہ جس راستہ پر تو چل رہا ہے وہ ترکستان کو جاتا ہے۔ (ت)

یا ھذا: سنت ادا کیا چاہتا ہے تو بروجہ سنت ادا کرے، یہ کیا کہ سنت لیجئے اور واجب فوت کیجئے، ذرا بگوش ہوش سن اگرچہ حق تلخ گزرے، وسوسہ ڈالنے والے نے تجھے یہ جھوٹا بہانہ سکھایا کہ اسے مفتیان زمانہ پر پیش کرے جس کا خیال ترغیبات تہجد کی طرف جائے تجھے جماعت چھوڑنے کی اجازت دے، جس کی نظر تاکیدات جماعت پر جائے تجھے ترک تہجد کی مشورت دے کہ من ابتلی ببلیتین اختار اھونھما (دو بلاؤں میں مبتلا شخص ان دو میں سے آسان کو اختیار کرے۔ ت) بہرحال مفتیوں سے ایک نہ ایک کے ترک کی دستاویز حاصل کرلے، مگر حاشا خدام فقہ و حدیث نہ تجھے واجب چھوڑنے کا فتوی دیں گے نہ تہجد کے عادی کو ترک تہجد کی ہدایت کرکے ارشاد اقدس کا خلاف کریں گے۔

حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں

یا عبد اللہ لاتکن مثل فلان کان یقوم اللیل فترک قیام اللیل۔

(بخاری ۱،ص:۱۵۴ باب ما یکرہ من ترک قیام اللیل الخ)

اے عبد اللہ! فلاں شخص کی طرح نہ ہو جو رات کا قیام کرتا تھا مگر اب اس نے ترک کردیا۔

یہ اس لئے کہ خدام فقہ بتوفیق الٰہی حقیقت امر سے آگاہ ہیں ان کے یہاں عقل

سلیم و نظر مستقیم دو عادل گواہ شہادت دے چکے ہیں کہ تہجد و جماعت میں تعارض نہیں، ان میں کوئی دوسرے کی تفویت کا داعی نہیں بلکہ یہ نفس شریر کی خواہش اور بری طرز تدبیر سے پیدا ہوا۔

یاھذا ! اگر تو وقت جماعت جاگتا ہوتا اور آرام کی طلب میں پڑا رہتا ہے جب تو صراحۃً گنہگار و تارک واجب اور اس عذر باطل میں کاذب ہے۔

سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

الجفا کل الجفا والکفر والنفاق من سمع منادی اللہ ینادی الی الصلوات فلایجیبہ۔

(مسند احمد بن حنبل ۳، ص: ۴۳۹ حدیث معاذ بن انس۔ دار الفکر بیروت)

ظلم پورا ظلم اور کفر اور نفاق ہے کہ آدمی اللہ کے منادی کو نماز کی طرف بلاتا سنے اور حاضر نہ ہو۔

اور اگر ایسا نہیں تو اپنی حالت جانچ کہ یہ فتنۂ خواب کیونکر جاگا اور یہ فساد و عجاب کہاں سے پیدا ہوا اس کی تدبیر کر۔ کیا تو قیلولہ ایسے تنگ وقت کرتا ہے کہ وقت جماعت نزدیک ہوتا ہے ناچار ہوشیار نہیں ہونے پاتا؟ یوں ہے تو اول وقت خواب کر، اولیائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے قیلولہ کے لئے خالی وقت رکھا ہے جس میں نماز و تلاوت نہیں یعنی ضحوۂ کبریٰ سے نصف النہار تک، وہ فرماتے ہیں چاشت وغیرہ سے فارغ ہو کر خواب خوب ہے کہ اس سے تہجد میں مدد ملتی ہے۔ اور ٹھیک دوپہر ہونے سے کچھ پہلے جاگنا چاہئے کہ زوال سے پہلے وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر (وقت زوال کہ ابتدائے ظہر ہے) ذکر و تلاوت میں مشغول ہو۔

شیخ الشیوخ امام شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ "عوارف شریف" میں فرماتے ہیں

النوم بعد الفراع من صلاۃ الضحیٰ و بعد الفراغ من اعداد آخر

من الركعات حسن ۔

قال سفيان كان يعجبهم اذا فرغوا ان يناموا طلبا للسلامة، وفي النوم فيه فوائد منها ان يعين على قيام الليل (الى قوله قدس سرهٗ) و ينبغي ان يكون انتباهه من نوم النهار قبل الزوال بساعة حتى يتمكن من الوضوء والطهارة قبل الاستواء بحيث يكون وقت الاستواء مستقبل قبلة ذاكرا او مسبحا او تاليا۔ (عوارف المعارف، ص: ۱۹۵ باب ۵۰ المشهد الحسيني قاهرہ)

نماز چاشت سے فراغت کے بعد اور اس کے بعد کی مقررہ تعداد کی رکعتیں ادا کر کے سونا اچھا اور مناسب ہے۔

سفیان ثوری نے فرمایا کہ صوفیائے کرام جب نماز و اوراد سے فارغ ہو جاتے تو آرام کے لئے سونے کو پسند کرتے تھے، اور دو پہر سے قبل اس سونے میں متعدد فوائد ہیں، ایک فائدہ یہ ہے کہ اس سے رات کے قیام و بیداری میں مدد ملتی ہے۔ پھر شیخ قدس سرہٗ نے فرمایا: طالب حقیقت کو چاہئے کہ زوال سے کچھ وقت پہلے نیند سے بیدار ہو جائے تا کہ استواء سے پہلے وضو اور طہارت سے فارغ ہو کر قبلہ رخ ہو کر ذکر و تسبیح یا تلاوت میں مشغول ہو جائے۔ (ت)

ظاہر ہے کہ جو زوال سے پہلے بیدار ہو لیا اس سے فوت جماعت کے کوئی معنی ہی نہیں، کیا اس وقت سونے میں تجھے کچھ عذر ہے؟ اچھا ٹھیک دو پہر کو سو مگر نہ اتنا کہ وقت جماعت آ جائے، ایک ساعت قلیلہ قیلولہ بس ہے اگر طول خواب سے خوف کرتا ہے تو یہ تدابیر کر۔

۱-: تکیہ نہ رکھ بچھونا نہ بچھا کہ بے تکیہ و بے بستر سونا بھی مسنون ہے۔

۲-: سوتے وقت دل کو خیال جماعت سے خوب متعلق رکھ کہ فکر کی نیند غافل نہیں ہوتی۔

۳-: کھانا حتی الامکان علی الصباح کھا کہ سونے کے وقت تک کھانے کے

بخارات ختم ہو جائیں اور زیادہ دیر سونے کے باعث نہ ہوں۔

۴۔ :سب سے بہتر علاج تقلیل غذا ہے۔

سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

ماملأ آدمی وعاء شرا من بطنه يحسب ابن آدم اکلات يقمن صلبه فان كان لامحالة فثلث لطعامه و ثلث لشرابه و ثلث لنفسه۔

(ترمذی ۲، ص: ۶۰ باب ماجاء فی کراهية كثرة الاكل)

آدمی نے کوئی برتن پیٹ سے بدتر نہ بھرا آدمی کو بہت ہیں چند لقمے جو اس کی پیٹھ سیدھی رکھیں اور اگر یوں نہ گزرے تو تہائی پیٹ کھانے کے لئے، تہائی پانی، تہائی سانس کو رکھے۔

پیٹ بھر کر قیام لیل کا شوق رکھنا بانجھ سے بچہ مانگنا ہے، جو بہت کھائے گا بہت پیئے گا، جو بہت پیئے گا بہت سوئے گا، جو بہت سوئے گا آپ ہی یہ خیرات و برکات کھوئے گا۔

استغفر الله من قول بلا عمل

لقد نسبت به نسلا لذی عقم

میں رب کی بارگاہ میں بے عمل قول سے توبہ کرتا ہوں، بیشک بانجھ عورت کو بچے کے نسب سے منسوب کیا گیا۔ (ت)

اسی لئے حدیث میں آیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

ان كثرة الاكل شؤم۔ (شعب الایمان ۵، ص: ۳۲ حدیث ۵۶۶۱۔ العلمیة بیروت)

بیشک بہت کھانا منحوس ہے۔

۵۔ :یوں بھی نہ گزرے تو رات کے قیام میں کمی کرو دو رکعتیں خفیف و تام بعد نماز عشاء ذرا سونے کے بعد شب میں کسی وقت پڑھنی اگرچہ آدھی رات سے پہلے ادائے تہجد کو بس ہیں، مثلاً نو بجے عشاء پڑھ کر سو رہا دس بجے اٹھ کر دو رکعتیں پڑھ لیں

تہجد ہو گیا۔

حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

یحسب احدکم اذاقام من اللیل یصلی حتی یصبح انہ قد تہجدانما التہجد المرء یصلی الصلوۃ بعد رقدۃ۔

(المعجم الکبیر ۳، ص: ۲۲۵ حدیث ۳۲۱۶۔ فیصلیہ بیروت)

تم میں کسی کا یہ گمان ہے کہ رات کو اٹھ کر صبح تک نماز پڑھے جبھی تہجد ہو، تہجد صرف اس کا نام ہے کہ آدمی ذرا سو کر نماز پڑھے

۶۔: سوتے وقت اللہ عزوجل سے توفیق جماعت کی دعا اور اس پر سچا توکل، مولیٰ تبارک وتعالیٰ جب تیرا حسن نیت وصدق عزیمت دیکھے گا ضرور تیری مدد فرمائے گا۔

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (الطلاق، ۳)

اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہے۔ (کنزالایمان)

عوارف المعارف شریف میں ہے

لتغییر العادۃ فی الوسادۃ والغطا والوطاء تاثیر فی ذلک و من ترک شیأمن ذلک واللہ عالم بنیتہ وعزیمتہ یثیبہ علی ذلک بتیسیر مارام. (عوارف المعارف، ص: ۸۴ اباب ۴۶۔ المشہد الحسینی قاہرہ)

تکیہ، بچھونے اور لحاف وغیرہ میں عادت بدل دینے کی تاثیر ہے اور جو ان اشیاء میں سے کسی کو ترک کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کی نیت وارادہ کے مطابق اس کے مقصد میں سہولت پیدا فرما دیتا ہے یعنی کم خوابی کے آداب اس کو میسر آجاتے ہیں۔ (ت)

۷۔: اپنے اہل خانہ وغیرہم سے کسی معتمد کو متعین کر کہ وقت جماعت سے پہلے جگا دے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جگانے کی ذمہ داری دی تھی۔

ان ساتوں تدبیروں کے بعد کسی وقت سوئے ان شاء اللہ تعالیٰ فوت جماعت سے محفوظ ہوگا اور اگر شاید اتفاق سے کسی دن آنکھ نہ بھی کھلی اور جگانے والا بھی بھول گیا یا

سو رہا (جیسا کہ حضرت بلال کے ساتھ ہوا) تو یہ اتفاقی عذر مسموع ہوگا اور امید ہے کہ صدق نیت وحسن تدبیر پر ثواب جماعت پائے گا۔

کیا تیری مسجد میں بہت اول وقت جماعت کرتے ہیں کہ دوپہر سے اس تک سونے کا وقفہ نہیں، جب تو سب وقتوں سے چھوٹ گیا۔ سو کر پڑھی، یا پڑھ کر سوئے بات تو ایک ہی ہے، جماعت پڑھ کر ہی نہ سوئے کہ فوت کا خوف بالکل نہ رہے۔ جیسے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم روز جمعہ کیا کرتے تھے۔

ما کنا نقیل ولا نتغذی الا بعد الجمعة.

(بخاری ا؍ص: ۱۲۸۔ باب قول اللہ عزوجل فاذا قضیت الصلوة)

ہم جمعہ کے بعد قیلولہ کرتے اور کھانے کھاتے تھے۔ (ت)

کنا نصلی مع النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم الجمعة ثم تکون القائلة۔

(بخاری ا؍ص: ۱۲۸۔ باب القائلة۔ بعد الجمعة)

ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ نماز جمعہ ادا کرتے پھر قیلولہ ہوتا تھا۔ (ت)

کنا نبکر الی الجمعة ثم نقیل.

(بخاری ا؍ص: ۱۲۸۔ باب قول اللہ فاذا قضیت الصلوة)

ہم جمعہ کے لئے جلدی جاتے پھر بعد میں قیلولہ کرتے تھے۔ (ت)

غرض یہ تین صورتیں ہیں، زوال سے پہلے سو اٹھنا، جماعت کے بعد سونا، ان میں کوئی خدشہ ہی نہیں، اور تیسری صورت میں وہ سات تدبیریں ہیں رب عزوجل سے ڈرے اور بصدق عزیمت ان پر عمل کرے پھر دیکھیں کیونکر جماعت چھوڑنے کا سبب ہوتا ہے۔

بالجملہ دوپہر کے آفتاب کی طرح روشن ہوگیا کہ سائل کا عذر نا قابل تسلیم ہے، جماعت وتہجد میں بالکل تعارض نہیں کہ ایک کا حفظ دوسرے کے ترک کی دستاویز

کیجئے۔ (فتاوی رضویہ مترجم ۷،ص:۸۵تا۹۱۔ پوربندر)

صلوۃ التسبیح

اولیائے کرام کے معمولات میں سے ''صلوۃ التسبیح'' بھی ہے اس نماز کو وہ اکثر ادا کرتے تھے، اس کی بہت فضیلت اور بڑی برکت ہے۔ مشائخ عظام فرماتے ہیں کہ آدمی اسے روزانہ ایک بار پڑھے، نہ ہوتو ہفتے میں ایک بار، نہ ہوتو مہینے میں یا سال میں ایک بار ضرور پڑھ لے، اگر یہ بھی میسر نہ ہوتو عمر بھر میں تو ایک بار پڑھ لینا ہی چاہیے اس میں کافی نور ورحمت اور گناہوں سے معافی کی امید ہے۔ اولیاء وصوفیہ اسے خود بھی پڑھتے تھے اور اپنے مریدین ومتوسلین کو بھی اس کی ترغیب دیتے۔

صلوۃ التسبیح کی ترکیب اور اس کے وقت سے متعلق ایک سوال کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں۔

اس نماز کی بہت فضیلت اور بڑا ثواب اور اس میں بڑی معافی کی امید ہے۔ وہ چار رکعت نفل ہے کہ غیر وقت مکروہ میں ادا کی جائے یعنی صبح صادق کے طلوع ہونے سے آفتاب نکل کر بلند ہونے تک جائز نہیں اور ٹھیک دوپہر کو جائز نہیں، اور جب آفتاب ڈوبنے کے قریب آئے کہ اس پر نگاہ بے تکلف ٹھہرنے لگے اس وقت جائز نہیں، نماز عصر کے فرض پڑھنے کے بعد شام تک جائز نہیں، جس وقت امام خطبہ پڑھ رہا ہو اس وقت جائز نہیں، غرض جتنے وقت نفل نماز کی کراہت کے ہیں ان اوقات سے بچ کر جس وقت چاہے پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ ظہر سے پہلے پڑھے اور افضل دن جمعہ کا ہے۔ اور اس کا مناسب طریقہ کہ ہمارے ائمہ کرام کے مذہب سے موافق یہ ہے۔

- سُبْحَانَكَ اللّٰھُمَّ پڑھ کر

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پندرہ بار

- پھر الحمد وسورت پڑھ کر یہی کلمہ دس بار
- پھر رکوع میں تسبیحات رکوع کے بعد دس بار

- پھر رکوع سے کھڑے ہوکر ربنا و لک الحمد کے بعد دس بار
- پھر سجدہ میں تسبیحوں کے بعد دس بار
- پھر سجدہ سے سر اٹھا کر دس بار
- پھر دوسرے سجدہ میں اسی طرح دس بار

یہ ایک رکعت میں پچھتر ۷۵ بار ہوا۔

- پھر دوسری رکعت کو کھڑا ہوکر الحمد سے پہلے پندرہ بار
- پھر الحمد وسورت کے بعد دس بار
- پھر رکوع میں بدستور کہ یہ بھی پچھتر ۷۵ ہوئے

اسی طرح باقی دونوں رکعتوں میں بھی کہ یہ سب مل کر تین سو بار ہو جائیں گے۔

سورت کا اختیار ہے جو چاہے پڑھے اور بہتر یہ ہے کہ

- پہلی رکعت میں الھکم التکاثر
- دوسری میں والعصر
- تیسری میں قل یا ایھا الکافرون
- چوتھی میں قل ھو اللہ

یہ نماز ہر روز پڑھے، ورنہ ہر جمعہ، ورنہ ہر مہینے، ورنہ سال میں ایک بار تو ہو جایا کرے اور نہ ہو تو عمر بھر میں ایک بار تو ہو جائے کہ اس میں بڑی دولت ہے۔

(فتاوی رضویہ مترجم ۷، ص:۴۴۲۔ پور بندر)

نماز حاجت

احادیث سے ثابت ہے کہ فرض نمازوں کے بعد رب تعالیٰ سے اگر دعا کی جائے تو وہ اپنے فضل واحسان سے قبول فرماتا ہے، یونہی صوفیہ سے قضائے حاجت کے لئے دو رکعت نماز مخصوص طور پر منقول ہے جسے ''نماز حاجت'' کہتے ہیں، اس کے طریقہ کے مطابق اسے ادا کر کے اگر جائز دعائیں اور قضائے حاجات کی التجائیں کی

جائیں تو انشاء اللہ تعالیٰ قبول ہوں گی۔ (م)

انتباہ فی سلاسل الاولیاء میں بعض مشائخ قادریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حصول مہمات وقضائے حاجات کے لئے ایک ختم یوں منقول ہے۔

اول دو رکعت نفل بعد ازاں یک صد و یازدہ بار درود، بعد ازاں یک صد و یازدہ بار کلمۂ تمجید، و یک صد و یازدہ بار **شیئا للہ یا شیخ عبد القادر جیلانی**۔ الخ

(الانتباہ فی سلاسل الاولیاء)

یعنی پہلے دو رکعت نفل پڑھے، اس کے بعد ایک سو گیارہ بار درود، پھر ایک سو گیارہ بار کلمۂ تمجید اور ایک سو گیارہ بار **شیئا للہ یا شیخ عبد القادر جیلانی** الخ۔ (ت) (حیات الموات، مشمولہ فتاوی رضویہ مترجم ۹، ص: ۸۲۳۔ پوربندر)

●●●

موت اور فکر آخرت

انسان کا دنیا میں پیدا ہونا ہی اس کے لئے موت کا پیغام ہے، موت برحق اور یقینی ہے اس سے کسی کو رستگاری نہیں، دنیا کی زندگی ابدی نہیں فانی ہے یہاں کسی کو دوام و بقا حاصل نہیں، عمر طویل پانے والے بھی دنیا چھوڑ گئے، وہ کیا گئے اہل دنیا کو سامان عبرت دے گئے۔ انسانی زندگی کی اس سچائی سے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں، یہی وجہ ہے کہ انبیاء و اولیاء علیہم الصلاۃ والسلام نے دنیا کو نہیں آخرت کو اپنا حقیقی مسکن و ماوا سمجھا اس لئے انہوں نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دیا، جو کچھ کیا آخرت کے لئے کیا، دنیا کی زندگی میں آخرت کا سامان کیا، اسے اہل نظر خوب جانتے ہیں کہ اہل اللہ نے دنیاوی ساز و سامان کا نہیں یوم آخرت اور روز حساب کا انتظام کیا۔

انسانی عقل و دانش کا تقاضا یہ ہے کہ وہ موت آنے سے پہلے ہی موت کا انتظام اور اس کی تیاری کرے کیونکہ موت کب اور کس وقت آئے گی یہ ہر ایک کو معلوم نہیں، اسی لئے ہر وقت، ہر لمحہ یہ خیال رکھے کہ ہم موت کے شکنجے میں ہیں نہ جانے وہ ہمیں کب دبوچ لے۔ صوفیائے کرام کی حیات کا تابناک گوشہ یہی ہے کہ وہ موت کی بات سن کر مسکرا اٹھتے اور اسے وصال محبوب کا پیغام و ذریعہ سمجھتے تھے، ان کے اقوال و افعال سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہر شخص توشۂ آخرت جمع رکھے اور موت کو خوشی سے گلے لگانے کو تیار رہے۔

موت سے پہلے کیا کرے

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے موت کو یاد دلاتے ہوئے اس کی تیاری سے متعلق چیزوں کے لئے جو تاکید و ترغیب فرمائی ہے وہ اہل دل کے لئے پیغام عمل ہونے کے ساتھ دنیا داروں کے لئے تازیانۂ عبرت ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔

آدمی ہر وقت موت کے قبضہ میں ہے، تپ دق کا مریض اچھا ہو جاتا ہے اور وہ جو اس کے تیمار میں دوڑتا تھا اس سے پہلے چل دیتا ہے، ہر وقت وصیت تیار رہنی چاہیے جس میں اپنے پسماندوں کو توحید الٰہی عزوجل، و تعظیم رسالت پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، واستقامت عقائد اہل سنت، واتباع شریعت، آپس کی اصلاح، وقرب اولیاء وعلماء، ضلال وفسق اور کفار سے تنفر و دوری کی ہدایت ہو اور بعد کو کچھ ترکہ چھوڑے تو اس کا شرعی کافی انتظام جس میں نزاع نہ رہے اور اپنی تجہیز و تکفین میں اتباع سنت کی ہدایت، اور ان پر لازم ہے کہ اس پر عمل کریں۔ اور سب سے پہلے خود اپنی اصلاح، گناہوں سے توبہ، اللہ ورسول کی طرف رجوع، موت کا خوشی کے ساتھ انتظار کرنا کہ آتے وقت ناگواری نہ ہو اس وقت کی ناگواری معاذ اللہ بہت سخت ہے، عیاذاً باللہ اس میں سوء خاتمہ کا خوف ہے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

من احب لقاء الله احب الله لقاء ہ و من کرہ لقاء الله کرہ الله لقاء ہ (بخاری ۲، ص: ۹۶۳ باب من احب لقاء اللہ)

۔ جو اللہ سے ملنا پسند کرے گا اللہ اسے اس کا ملنا پسند فرمائے گا اور جو اللہ سے ملنے کو مکروہ رکھے گا اللہ اس کا ملنا مکروہ رکھے گا۔

صحابۂ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ ہم میں کون ایسا ہے کہ موت کو مکروہ نہ رکھے، فرمایا یہ مراد نہیں بلکہ جس وقت دم سینہ پر آئے اس وقت کا اعتبار ہے اس وقت جو اللہ سے ملنے کو پسند رکھے گا اللہ تعالیٰ اس سے ملنے کو دوست رکھے گا اور ناپسند تو ناپسند۔

اپنے ذمہ نماز یا روزہ یا زکوۃ جو کچھ باقی ہو فوراً بقدر قدرت اس کی ادا میں مشغول ہو، حج نہ کیا ہو اور فرض تھا تو دیر نہ لگائے، بوجہ مرض طاقت نہ رہی تو حج بدل کرا دے اگر اخیر دم تک طاقت نہ پائے گا ادا ہو جائے گا ورنہ جب قوت پائے خود ادا کرے، حقوق العباد جس قدر ہوں جو ادا کرنے کے ہیں ادا کرے جو معافی چاہنے کے ہیں معافی چاہے اور اس میں اصلاً تاخیر کو کام میں نہ لائے کہ یہ درجۂ شہادت پانے سے بھی

معاف نہیں ہوتے، معافی چاہنے میں کتنی ہی تواضع کرنی پڑے اس میں اپنی توہین و
کسر شان نہ سمجھے، اس میں ذلت نہیں، ذلت اس میں ہے کہ جس روز بارگاہ عزت میں
حاضر ہو اس طور پر کہ اس کا حق دبایا ہے، اسے برا کہا ہے، اس کی غیبت کی ہے، اسے
مارا ہے اور وہ حقدار اس سے لپٹیں، اس کی نیکیاں ان کو دی جائیں، ان کے گناہ اس پر
رکھے جائیں اور جہنم میں پھینک دیا جائے (والعیاذ باللہ تعالیٰ) جب تک زیست ہے
آیات واحادیث خوف کے ترجمے سنا اور دیکھا کرے اور جب وقت برابر آجائے
اسے آیات واحادیث رحمت مع ترجمے کے سنائیں کہ جانے کہ کس کے پاس جارہا
ہوں تاکہ اپنے رب کے ساتھ نیک گمان کرتا اٹھے۔

(فتاوی رضویہ مترجم ۹، ص: ۸۱۔۸۲۔ پوربندر)

نزع کے وقت شیطان سے بچانے کی تدبیر

شیطان، انسان کو راہ راست سے ہٹانے اور اسے گمراہ کرنے کی فکر میں ہر وقت
لگا رہتا ہے خاص طور سے آدمی جب نزع کے عالم میں ہو اس وقت شیطان اس کوشش
میں رہتا ہے کہ اگر یہ میرے بہکاوے میں آکر دنیا سے بے ایمان جائے تو یہ میری
سب سے بڑی کامیابی ہوگی، جانکنی کے وقت چونکہ سخت گھبراہٹ اور شدید تکلیف
ہوتی ہے اس وقت اسے روح قبض کرنے والے فرشتے نظر آتے ہیں اور شیطان اپنی
تدبیر میں لگا ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں اسے بچانے اور اس کے ایمان کی حفاظت
کے لئے کلمہ طیبہ کی تلقین کرنے کا حکم آیا ہے یعنی اس کے پاس کوئی شخص بلند آواز سے
پورا کلمہ طیبہ پڑھے تاکہ سن کر اسے یاد ہو جائے اور وہ بھی پڑھنے لگے۔

وقت نزع آدمی کے سرہانے کھڑے ہو کر کلمہ طیبہ کی تلقین کرنے سے متعلق ایک
مقام پر امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں۔

اللہ عزوجل خیر کے ساتھ شہادتین پر موت نصیب کرے، موت کے وقت پورا
کلمہ طیبہ پڑھنا چاہئے۔

امام ابن الحاج مکی قدس سرہ ''مدخل'' میں فرماتے ہیں

کہ دم نزع دو شیطان، آدمی کے دونوں پہلو پر آ کر بیٹھتے ہیں ایک اس کے باپ کی شکل بن کر دوسرا ماں کی۔ ایک کہتا ہے وہ شخص یہودی ہو کر مرا تو یہودی ہو جا کہ یہود وہاں بڑے چین سے ہیں، دوسرا کہتا ہے وہ شخص نصرانی گیا تو نصرانی ہو جا کہ نصاریٰ وہاں بڑے آرام سے ہیں۔

(المدخل لابن الحاج ۳، ص:۲۴۱۔ فتنۃ المحتضر۔ العربی بیروت)

علماء کرام فرماتے ہیں کہ شیطان کے اغوا سے بچانے کے لئے محتضر (نزع والے) کو تلقین کلمہ کا حکم ہوا۔

تلقین کا سبب اور طریقہ

نزع والے کو تلقین کیوں کی جاتی ہے، اس کا سبب اور طریقہ کیا ہے؟ متعدد کتب کے حوالے سے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں

● مجمع بحار الانوار میں ہے

سبب التلقین انه یحضر الشیطان لیفسد عقده، والمراد بلا اله الا الله الشهادتان. (مجمع بحار الانوار ۳، ص:۲۶۳۔ نول کشور، لکھنؤ)

تلقین کا سبب یہ ہے کہ اس وقت شیطان آدمی کا ایمان بگاڑنے آتا ہے، اور لا الہ الا اللہ سے پورا کلمہ طیبہ مراد ہے۔

● فتح القدیر میں ہے

المقصود منه التذکیر فی وقت تعرض الشیطان۔

(فتح القدیر ۲، ص:۶۸ باب الجنائز۔ سکھر)

تلقین سے مقصود تعرض شیطان کے وقت ایمان کا یاد دلانا ہے۔

● درر غرر میں ہے

یلقن بذکر شھادتین عندہ لان الاولی لا تقبل بدون الثانیۃ۔

(درر شرح غرر ا،ص:۱۶۰،باب الجنائز۔دار السعادت بیروت)

کلمہ طیبہ کے دونوں جزمیت کو تلقین کئے جائیں اس لئے کہ لا الہ الا اللہ بے محمد رسول اللہ کے مقبول نہیں۔

یعنی میت کو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تلقین کریں یوں کہ خود اس کے پاس پڑھیں کہ وہ سن کر پڑھے اور یوں نہ کہیں کہ کہہ،اور جب وہ دونوں جزکلمہ کے کہہ لے تو اس سے دوبارہ کہنے کا اصرار نہ کریں کہ کہیں اکتا نہ جائے ہاں اگر کلمہ پڑھنے کے بعد کوئی اور بات اس نے کی تو پھر تلقین کریں کہ آخر کلام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہو۔

(فتاوی رضویہ مترجم ۹،ص:۸۳۔۸۴۔پور بندر)

روح فانی ہے یا نہیں

اولیائے کرام وصوفیائے عظام نے اسلامی اخلاق وآداب کے ذریعہ روح کی تطہیر وصفائی کی اور روحانیت کی قوت وجلال سے نفسانیت کو دبا دیا،نفسانیت پر روحانیت کا غلبہ ہونا ہی فنافی اللہ اور منزل شہود پانے کی دلیل ہے ارباب بصیرت میں جسے شہود حق کی منزل مل جاتی ہے وہ موت کے انتظار میں رہتا اور اس کو خوشی سے گلے لگالیتا ہے۔

صوفیہ نے چونکہ ریاضت ومجاہدہ کے ذریعہ اپنی روحانیت کو مجلیٰ ومصفیٰ کیا ہے اسی لئے خیال ہوا کہ روح کی حقیقت اور اس کے فانی وغیر فانی ہونے سے متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے تصوف کے آئینے میں جو فرمایا ہے اسے مفصل طریقے پر پیش کیا جائے۔لہٰذا جسم کی موت اور روح کے غیر فانی ہونے سے متعلق ان کی تحریر کے چند اقتباسات یہ ہیں۔

● موت فنائے روح نہیں بلکہ وہ جسم سے روح کا جدا ہونا ہے،روح ہمیشہ زندہ رہتی ہے۔

● روح میرے رب کے حکم سے ایک شئی ہے اور تمہیں علم نہیں دیا گیا مگر تھوڑا۔

● روح کے ادراکات یعنی علم، سمع، بصر موت کے بعد بھی باقی رہتے ہیں بلکہ پہلے سے بھی زائد ہو جاتے ہیں۔

● کہیں کہیں روح پر فانی کا اطلاق جسم کے اعتبار سے ہوا ہے ورنہ خود روح کے لئے ہرگز فنا نہیں۔

● ظاہر میں بدن و روح دونوں پر میت کا اطلاق ہوتا ہے، حقیقت میں موت صرف بدن کے لئے ہے روح اس سے پاک و مبرا ہے۔

(فتاوی رضویہ مترجم ۹ ص: ۶۵۷ ۔ ۸۴۵ ۔ پوربندر)

شاہ عبدالعزیز صاحب نے تفسیر عزیزی میں فرمایا

موت بمعنی عدم حس وحرکت وعدم ادراک وشعور جسد را رومی دہد و روح اصلاً تغیر نمی شود............ الخ

یعنی موت کا یہ معنی کہ حس وحرکت ختم ہو جائے اور ادراک وشعور مفقود ہو جائے، صرف جسم کے لئے ہوتا ہے اور روح میں کوئی تغیر نہیں ہوتا، وہ جیسے پہلے حامل قوی تھی اب بھی ہے، پہلے جو شعور و ادراک اس کے پاس تھا وہ اب بھی ہے بلکہ اب زیادہ صاف اور روشن ہے تو اس اعتبار سے روح کو مردہ نہیں کہہ سکتے مطلقاً خواہ شہید کی روح ہو یا عام مومن کی روح یا کافر و فاسق کی۔ موت بدن کی صفت ہے کہ روح کے تعلق کی وجہ سے جو شعور و ادراک اور حرکات و تصرفات بدن سے ظاہر ہوتے تھے اب نہیں ہوتے۔ ہاں روح کو دو معنی میں موت لاحق ہوتی ہے۔

● ایک یہ کہ بدن سے جدا ہو جانے کے بعد اس کی ترقی رک جاتی ہے

● دوسرے یہ کہ کھانے پینے جیسی لذتیں اس کے قبضے سے نکل جاتی ہیں۔

اسی لئے شریعت میں اس کے لئے بھی موت کا حکم دے دیتے ہیں لیکن وہ بھی صرف ان باتوں میں۔ مگر خدا کی راہ میں شہید ہونے والوں کے لئے حقیقت میں یہ دونوں معنی بھی نہیں بلکہ یہ حضرات زندہ ہیں اور ان کی ترقی ہمیشہ جاری ہے اور جسمانی

لذتیں بھی ان سے موقوف نہیں۔(ت)

(تفسیر عزیزی،ص:۵۵۹ پارہ سیقول۔لال کنواں دہلی)

اسی تفسیر عزیزی میں ہے

جان آدمی ہر چند در شدائد و مصائب گرفتار شود، بحفظ الٰہی محفوظ است......الخ

یعنی آدمی جس قدر بھی سختیوں اور مصیبتوں میں گرفتار ہو مگر اس کی روح خدا کی حفاظت کے باعث محفوظ ہے، اس کا ٹوٹنا پھوٹنا اور فنا ہونا محال ہے۔اسی لئے حدیث شریف میں آیا ہے، تم ہمیشہ کے لئے پیدا کیئے گئے ہو۔یعنی تمہاری جان اور روح، کہ حقیقت میں انسان اسی سے عبارت ہے، ابدی اور جاودانی ہے، وہ کبھی بھی فنا ہونے والی نہیں۔اور وہ جو عرف میں مشہور ہے کہ موت جان کو ہلاک کر دیتی ہے محض مجاز ہے، موت کا زیادہ سے زیادہ اثر یہ ہے کہ جان بدن سے جدا ہوتی ہے اور بدن اپنے مربی و محافظ کو کھودینے کی وجہ سے بکھر کر رہ جاتا ہے ورنہ جان کے لئے فنا متصور نہیں۔
عالم برزخ اور حشر و نشر کے اثبات کی بنیاد اسی مسئلہ پر ہے۔(ت)

(الوفاق المتین، مشمولہ فتاوی رضویہ مترجم ۹،ص:۸۴۵_۸۴۶ پور بندر)

جسم و روح دونوں پر عذاب و ثواب ہونے کی مثال

یہ امر تو مسلم ہے کہ روح کو فنا نہیں جسم فانی ہے مگر جسم کے اندر ایک ایسا جز ہے جو بدن کے خاک ہو جانے کے بعد بھی باقی رہتا ہے گلتا سڑتا نہیں۔رب تعالیٰ کی قدرت سے جب بدن کا ایک جز باقی رہ سکتا ہے تو روح تو بدرجہا اولیٰ باقی رہ سکتی ہے کیونکہ وہ رب کا امر ہے۔جسم اگرچہ خاک ہو جاتا ہے مگر قبر میں جو عذاب و ثواب دیا جاتا ہے اس کا ادراک واحساس روح و جسم دونوں کو ہوتا ہے ورنہ عذاب و ثواب بے معنی ہو جائیں۔

بدن انسان کے خاک ہونے اور روح و جسم دونوں پر عذاب و ثواب دیئے جانے سے متعلق ایک سوال کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

انسان کبھی خاک نہیں ہوتا بدن خاک ہو جاتا ہے اور وہ بھی کل نہیں، کچھ

اجزائے اصلیہ دقیقہ جن کو "عجب الذنب" کہتے ہیں وہ نہ جلتے ہیں نہ گلتے ہیں ہمیشہ
باقی رہتے ہیں، انہیں پر روز قیامت ترکیب جسم ہوگی۔ عذاب وثواب روح و بدن
دونوں کے لئے ہے، جو فقط روح کے لئے مانتے ہیں گمراہ ہیں، روح بھی باقی اور بدن
کے اجزائے اصلی بھی باقی، اور جو خاک ہوگئے وہ فنائے مطلق نہ ہوئے بلکہ تفرق
اتصال ہوا اور تغیر ہیأت۔ پھر استحالہ کیا ہے۔

حدیث میں روح وجسم دونوں کے معذب ہونے کی یہ مثال ارشاد فرمائی کہ ایک
باغ ہے اس کے پھل کھانے کی ممانعت ہے، ایک لنجھا ہے کہ پاؤں نہیں رکھتا اور
آنکھیں ہیں، وہ اس باغ کے باہر پڑا ہوا ہے پھلوں کو دیکھتا ہے مگر ان تک جا نہیں سکتا۔
اتنے میں ایک اندھا آیا اس لنجھے نے اس سے کہا، تو مجھے اپنی گردن پر بٹھا کر لے چل
میں تجھے رستہ بتاؤں گا اس باغ کا میوہ ہم تم دونوں کھائیں گے۔ یوں وہ اندھا اس
لنجھے کو لے گیا اور میوے کھائے، دونوں میں کون سزا کا مستحق ہے؟ دونوں ہی مستحق
ہیں، اندھا اسے نہ لے جاتا تو وہ نہ جا سکتا، اور لنجھا اسے نہ بتاتا تو وہ نہ دیکھ سکتا۔

وہ لنجھا روح ہے کہ ادراک رکھتی ہے اور افعال جوارح نہیں کرسکتی، اور وہ اندھا
بدن ہے کہ افعال کرسکتا ہے ادراک نہیں رکھتا۔ دونوں کے اجتماع سے معصیت ہوئی
دونوں ہی مستحق سزا ہیں۔ (فتاوی رضویہ مترجم ۹، ص: ۶۵۸۔ پور بندر)

قبر میں منکر نکیر کس شکل میں آئیں گے

اہل دل جب قبر اور عذاب قبر کا حال سنتے ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے،
بدن میں لرزہ پڑ جاتا۔ بعض صوفیہ کا یہ حال تھا کہ اگر کبھی عذاب قبر کا ذکر آجاتا تو وہ کئی
کئی دنوں تک روتے رہتے تھے، خوف خدا سے ان کے آنسوؤں کا سیلاب نہ رکتا۔ قبر
میں منکر نکیر ایسی خوفناک شکل وصورت میں آتے ہیں کہ انہیں اگر کوئی زندہ انسان دن
کے اجالے میں دیکھ لے تو خوف ودہشت سے اس کا دم نکل جائے۔ یہی وجہ ہے کہ
مردہ جب انہیں دیکھتا یا اسے ان کے آنے کا احساس ہوتا ہے تو ان کی ہیبت وخوف

سے سراسیمہ ہو جاتا ہے مگر مردہ چونکہ مجبور و محبوس ہوتا ہے کہیں بھاگ نہیں سکتا ورنہ اگر اس کا راستہ کھول دیا جائے تو معلوم نہیں کہاں اور کتنی دور چلا جائے۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے قبر میں منکر نکیر کے بھیانک شکل میں آنے کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ نگاہ عبرت سے پڑھنے کے لائق ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

وہ موت کا تازہ صدمہ اٹھائے ہوئے روح جس کا ادنیٰ جھٹکا سو ضرب شمشیر کے برابر، جس کا صدمہ ہزار ضرب تیغ سے سخت تر، بلکہ ملک الموت کا دیکھنا ہی ہزار تلوار کے صدمے سے بڑھ کر، وہ نئی جگہ، وہ نری تنہائی، وہ ہر طرف بھیانک بیکسی چھائی، اس پر وہ نکیرین کا اچانک آنا، وہ سخت ہیبت ناک صورتیں دکھانا، کہ آدمی دن کو ہزاروں کے مجمع میں دیکھے تو حواس بجا نہ رہیں، کالا رنگ، نیلی آنکھیں دیگوں کے برابر بڑی بڑی، ابرق کی طرح شعلہ زن، سانس جیسے آگ کی لپیٹ، بیل کے سینگوں کی طرح لمبے نوک دار کیلے، زمین پر گھسٹتے سر کے پیچیدہ بال، قد و قامت جسم و جسامت بلاء قیامت کہ ایک شانے سے دوسرے تک منزلوں کا فاصلہ، ہاتھوں میں لوہے کا وہ گرز کہ اگر ایک بستی کے لوگ بلکہ جن و انس جمع ہو کر اٹھانا چاہیں نہ اٹھا سکیں، وہ گرج کڑک کی ہولناک آوازیں، وہ دانتوں سے زمین چیرتے ظاہر ہونا، پھر ان آفات پر آفت کہ سیدھی طرح بات نہ کرنا، آتے ہی جھنجھوڑ ڈالنا، مہلت نہ دینا۔ کڑکتی جھڑکتی آوازوں میں امتحان لینا۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

(فتاوی رضویہ مترجم ۹، ص: ۹۳۵۔ برکات رضا پوربندر)

●●●

زکوۃ کی اہمیت

سال بھر خرچ کرنے کے بعد جو مال بچے اور دین وغیرہ حوائج اصلیہ سے فارغ ہو کر نصاب کی مقدار ہو اسی کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دینا فرض ہوا ہے (سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے اور چاندی کا ساڑھے باون تولے ہے، روپیہ ہو تو ان میں سے کسی ایک نصاب کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا) اور وہ بھی اس لئے کہ تمہیں آخرت میں بھی عذاب سے نجات ملے جس سے آدمی تمام جہان دے کر چھوٹنے کو غنیمت سمجھے اور دنیا میں تمہارے مال میں ترقی ہو، برکت ہو، یہ خیال کرنا کہ زکوۃ سے مال گھٹے گا نرا ضعف ایمان ہے۔ مولیٰ تعالیٰ قرآن عظیم میں ارشاد فرماتا ہے کہ وہ زکوۃ کو ترقی وافزونی دیتا ہے جسے وہ بڑھائے وہ کیونکر گھٹ سکتا ہے۔

ایک سوال کے جواب میں امام احمد رضا بریلوی نے زکوۃ کی اہمیت ایسے مؤثر انداز میں بیان فرمائی ہے جسے دیکھ کر برملا یہ کہنا پڑتا ہے کہ امام احمد رضا بریلوی ایک رمز شناس عالم اور نکتہ داں صوفی تھے۔ سب سے پہلے انہوں نے اہمیت زکوۃ بتانے کے بعد ترغیب زکوۃ اور زکوۃ نہ دینے کی وعید پر مشتمل چند حدیثیں پیش کی ہیں پھر مناسبت مقام کے لحاظ سے جگہ جگہ صوفیانہ نصیحت فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں

زکوۃ اعظم فروض دین واہم ارکان اسلام سے ہے۔ ولہٰذا قرآن عظیم میں بتیس ۳۲ جگہ نماز کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا اور طرح طرح سے بندوں کو اس فرض اہم کی طرف بلایا، صاف فرمادیا کہ زنہار نہ سمجھنا کہ زکوۃ دی تو مال میں سے اتنا کم ہو گیا بلکہ اس سے مال بڑھتا ہے۔

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ (البقرۃ،۲۷۶)

اللہ ہلاک کرتا ہے سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو (کنزالایمان)

بعض درختوں میں کچھ اجزائے فاسدہ اس قسم کے پیدا ہو جاتے ہیں کہ پیڑ کی

اٹھان کو روک دیتے ہیں، احمق نادان انہیں نہ تراشے گا کہ میرے پیڑ سے اتنا کم ہو جائے گا، پر عاقل ہوشمند تو جانتا ہے کہ ان کے چھانٹنے سے یہ نونہال لہلہا کر درخت بنے گا ورنہ یونہی مرجھا کر رہ جائے گا۔ یہی حساب زکوتی مال کا ہے۔

ترغیب زکوۃ پر احادیث

حدیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

من ادی زکوۃ ماله فقد اذهب الله شرهٗ

(صحیح ابن خزیمہ ۴، ص: ۱۳ حدیث ۲۲۵۸، الاسلامی بیروت)

جس نے اپنے مال کی زکوۃ ادا کر دی بیشک اللہ تعالیٰ نے اس مال کا شر اس سے دور کر دیا۔

حدیث: حضور اعلیٰ صلوات اللہ وسلامہ علیہ فرماتے ہیں

حصنوا اموالکم بالزکوة و داو و امرضاکم بالصدقة

(کتاب المراسیل ص: ۶۲ باب الصائم یصیب اهله)

اپنے مالوں کو مضبوط قلعوں میں کر لو زکوۃ دے کر اور اپنے بیماروں کا علاج کرو خیرات سے۔

حدیث: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

ان تمام اسلامکم ان تودوا زکوة اموالکم

(کشف الاستار عن زوائد البزار، ا ص: ۴۱۶ باب وجوب الزکوۃ الرسالۃ بیروت)

تمہارے اسلام کا پورا ہونا یہ ہے کہ اپنے مالوں کی زکوۃ ادا کرو۔

حدیث: حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

من کان یومن بالله ورسوله فلیؤد زکوة ماله۔

(معجم کبیر ۱۲، ص: ۴۲۴ حدیث ۱۳۵۶۱ فیصلیہ بیروت)

جو اللہ اور اللہ کے رسول پر ایمان لاتا ہو اسے لازم ہے کہ اپنے مال کی زکوۃ ادا کرے۔

IMG_20170

زکوۃ نہ دینے کی وعید پر احادیث

حدیث: حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

ماخالطت الصدقة اومال الزكوة مالا الا افسدته۔

(شعب الایمان ٣، ص: ٢٧٣، حدیث ٣٥٢٢ العلمیۃ بیروت)

زکوۃ کا مال جس میں ملا ہوگا اسے تباہ وبرباد کردے گا

حدیث: حضور والا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

ماتلف مال فی برو لا بحر الا بحبس الزكوة

(مجمع الزوائد ٣، ص: ٦٣ باب فرض الزکوۃ العربی بیروت)

خشکی وتری میں جو مال تلف ہوا ہے وہ زکوۃ نہ دینے ہی سے تلف ہوا ہے۔

اے عزیز! ایک بے عقل گنوار کو دیکھ کہ تخم گندم اگر پاس نہیں ہوتا بہ ہزار دقت قرض دام سے حاصل کرتا اور اسے زمین میں ڈال دیتا ہے، اس وقت تو وہ اپنے ہاتھوں خاک میں ملا دیا مگر امید لگی ہے کہ خدا چاہے تو یہ کھونا بہت کچھ پانا ہو جائے گا، تجھے اس گنوار کے برابر بھی عقل نہیں۔ یا جس قدر ظاہری اسباب پر بھروسہ ہے اپنے مالک جل، علا کے ارشاد پر اتنا اطمینان بھی نہیں کہ اپنے مال بڑھانے اور ایک ایک دانہ، ایک ایک پیڑ بنانے کو زکوۃ کا بیج نہیں ڈالتا۔ وہ فرماتا ہے، زکوۃ دو تمہارا مال بڑھے گا، اگر دل میں اس فرمان پر یقین نہیں جب تو کھلا کفر ہے، ورنہ تجھ سے بڑھ کر احمق کون کہ اپنے یقینی نفع دین ودنیا کی ایسی بھاری تجارت چھوڑ کر دونوں جہانوں کا زیاں مول لیتا ہے۔

حدیث: حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں، جس کے پاس سونا یا چاندی ہو اور اس کی زکوۃ نہ دے قیامت کے دن اس زر وسیم کی تختیاں بنا کر جہنم کی آگ میں تپائیں گے پھر ان سے اس شخص کی پیشانی اور کروٹ اور پیٹھ پر داغ دیں گے، جب وہ تختیاں ٹھنڈی ہو جائیں گی پھر انہیں تپا کر داغیں گے، قیامت کا دن کہ پچاس ہزار برس کا ہے، یونہی کرتے رہیں گے یہاں تک کہ تمام مخلوق کا حساب ہو چکے۔

(مسلم ١، ص: ٣١٨ باب اثم مانع الزکوۃ)

مولیٰ تعالیٰ فرماتا ہے

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ (التوبۃ ۳۴، ۳۵)

اور جو لوگ جوڑتے ہیں سونا چاندی اور اسے خدا کی راہ میں نہیں اٹھاتے یعنی زکوۃ ادا نہیں کرتے انہیں بشارت دے دکھ کی مار کی جس دن تپایا جائے گا وہ سونا چاندی جہنم کی آگ سے، پس داغی جائیں گی اس سے ان کی پیشانیاں اور کروٹیں اور پیٹھیں، یہ ہے جو تم نے اپنے لئے جوڑ کر رکھا تھا اب چکھو مزا اس جوڑنے کا۔

پھر اس داغ دینے کو بھی نہ سمجھئے کہ کوئی چھکا لگا دیا جائے گا یا پیشانی و پشت و پہلو کی چربی نکل کر بس ہو گی بلکہ اس کا حال بھی حدیث سے سن لیجئے۔

حدیث: سیدنا ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، ان کے سر پستان پر وہ جہنم کا گرم پتھر رکھیں گے کہ سینہ توڑ کر شانہ سے نکل جائے گا اور شانہ کی ہڈی پر رکھیں گے کہ ہڈیاں توڑتا سینہ سے نکلے گا۔ (بخاری ۱، ص: ۱۸۹ کتاب الزکوۃ۔ باب ما ادی زکوۃ فلیس بکنز)

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ فرمایا، میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ پیٹھ توڑ کر کروٹ سے نکلے گا اور گدی توڑ کر پیشانی سے۔
(مسلم ۱، ص: ۳۲۱ باب اثم مانع الزکوۃ)

اور اس کے ساتھ اور بھی ایک کیفیت سن رکھئے۔

حدیث: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، کوئی روپیہ دوسرے روپے پر نہ رکھا جائے نہ کوئی اشرفی دوسری اشرفی سے چھو جائے گی بلکہ زکوۃ نہ دینے والے کا جسم اتنا بڑھا دیا جائے گا کہ لاکھوں کروڑوں جوڑے ہوں تو ہر روپیہ جدا داغ دے گا۔ (مجمع الزوائد ۳، ص: ۶۵ باب فرض الزکوۃ۔ العربی بیروت)

اے عزیز! کیا خدا اور رسول کے فرمان کو یونہی ہنسی ٹھٹھا سمجھتا ہے یا پچاس ہزار برس

کی مدت میں یہ جانکاہ مصیبتیں جھیلنی سہل جانتا ہے، ذرا یہیں کی آگ میں ایک آدھ روپیہ گرم کر کے بدن پر رکھ دیکھ، پھر کہاں یہ خفیف گرمی کہاں وہ قہر آگ، کہاں یہ ایک ہی روپیہ، کہاں وہ ساری عمر کا جوڑا ہوا مال، کہاں یہ منٹ بھر کی دیر کہاں وہ ہزار دن برس کی آفت، کہاں یہ ہلکا سا چھکا کہاں وہ ہڈیاں توڑ کر پار ہونے والا غضب، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت بخشے۔ آمین

حدیث: مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جو شخص اپنے مال کی زکوۃ نہ دے گا وہ مال روز قیامت گنجے اژدہے کی شکل بنے گا اور اس کے گلے میں طوق ہو کر پڑے گا۔

پھر سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کتاب اللہ سے اس کی تصدیق پڑھی کہ رب عزوجل فرماتا ہے۔

سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (آل عمران،۱۸۰)

جس چیز میں بخل کر رہے ہیں قریب ہے کہ طوق بنا کر ان کے گلے میں ڈالی جائے قیامت کے دن۔ (نسائی ا،ص:۲۷۲باب التغليظ فی حبس الزکوۃ)

حدیث: فرماتے ہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: وہ اژدہا منہ کھول کر اس کے پیچھے دوڑے گا، یہ بھاگے گا اس سے فرمایا جائے گا لے اپنا وہ خزانہ کہ چھپا کر رکھا تھا کہ میں اس سے غنی ہوں، جب دیکھے گا کہ اس اژدہا سے کہیں مفر نہیں ناچار اپنا ہاتھ اس کے منہ میں دے دے گا وہ ایسا چبائے گا جیسے نر اونٹ چباتا ہے۔

(مسلم ا،ص:۳۲۱باب اثم مانع الزکوۃ)

حدیث: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: جب وہ اژدہا اس پر دوڑے گا یہ پوچھے گا تو کون ہے؟ کہے گا میں تیرا وہ بے زکوتی مال ہوں جو چھوڑ مرا تھا، جب یہ دیکھے گا کہ وہ پیچھا کئے ہی جا رہا ہے ہاتھ اس کے منہ میں دے دے گا وہ چپائے گا پھر اس کا سارا بدن چبا ڈالے گا۔

(کشف الاستار عن زوائد البزار ا،ص:۴۱۸باب فیمن منع الزکوۃ۔ الرسالۃ بیروت)

حدیث: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: وہ اژدہا اس کا منہ اپنے پھن میں لے کر کہے گا میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں۔ (بخاری ا/ص:۱۸۸۔باب اثم مانع الزکوۃ)

حدیث: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: فقیر ہرگز ننگے بھوکے ہونے کی تکلیف نہ اٹھائیں گے مگر اغنیاء کے ہاتھوں، سن لو ایسے تونگروں سے اللہ تعالیٰ سخت حساب لے گا اور انہیں دردناک عذاب دے گا۔ (مجمع الزوائد ۳،ص:۶۲ باب فرض الزکوۃ)

حدیث: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: زکوۃ نہ دینے والا ملعون ہے، زبان پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر۔

(کنز العمال ۴،ص:۱۰۴۔حدیث ۱۹۷۵۰ الرسالۃ بیروت)

حدیث: مولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سود کھانے والے اور کھلانے والے اور اس پر گواہی کرنے والے اور اس کا کاغذ لکھنے والے، زکوۃ نہ دینے والے ان سب کو قیامت کے دن ملعون بتایا۔

(کنز العمال ۴،ص:۱۰۹ احدیث ۱۹۷۸۳ الرسالۃ بیروت)

حدیث: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: قیامت کے دن تونگروں کے لئے محتاجوں کے ہاتھ سے خرابی ہے محتاج عرض کریں گے اے رب ہمارے، انہوں نے ہمارے وہ حقوق جو تو نے ہمارے لئے ان پر فرض کئے تھے ظلماً نہ دیئے اللہ عزوجل فرمائے گا، مجھے قسم ہے اپنے عزت وجلال کی کہ تمہیں اپنا قرب عطا کروں گا اور انہیں دور رکھوں گا۔ (مجمع الزوائد ۳،ص:۶۲ باب فرض الزکوۃ العربی بیروت)

حدیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ لوگ دیکھے جن کے آگے پیچھے غرقی لنگوٹیوں کی طرح کچھ چیتھڑے تھے اور جہنم کی گرم آگ پتھر اور تھوہر اور سخت کڑوی جلتی بدبو گھانس چوپایوں کی طرح چرتے پھرتے تھے جبرئیل امین علیہ الصلاۃ والسلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ عرض کی یہ زکوۃ نہ دینے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا اللہ تعالیٰ بندوں پر ظلم نہیں فرماتا۔

(کشف الاستار ا،ص:۴۸ حدیث ۵۵ الرسالۃ بیروت)

حدیث: دو عورتیں خدمت والا میں سونے کے کنگن پہنے حاضر ہوئیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان کی زکوۃ دو گی؟ عرض کی نہ، فرمایا کیا چاہتی ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آگ کے کنگن پہنائے؟ عرض کی نہ، فرمایا زکوۃ دو۔

(ترمذی ا، ص:۸۱ باب ماجاء فی زکوۃ الحلی)

حدیث: ایک بی بی چاندی کے چھلے پہنے تھیں، فرمایا: ان کی زکوۃ دو گی؟ انہوں نے کچھ انکار سا کیا، فرمایا تو یہ ہی تجھے جہنم میں لے جانے کو بہت ہیں۔

(ابوداؤد ا، ص: ۲۱۸ باب الکنز ماھو وزکوۃ الحلی)

حدیث: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: زکوۃ نہ دینے والا قیامت کے دن دوزخ میں ہوگا۔

(مجمع الزوائد ۳، ص: ۶۴ باب فرض الزکوۃ۔ العربی بیروت)

حدیث: فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم: دوزخ میں سب سے پہلے تین شخص جائیں گے ان میں ایک وہ تونگر کہ اپنے مال میں اللہ عزوجل کا حق ادا نہیں کرتا۔ (صحیح ابن خزیمہ ص: ۸۴ باب لذکر ادخال مانع الزکوۃ الخ۔ الاسلامی بیروت)

صوفیانہ نصیحت

غرض زکوۃ نہ دینے کی جانکاہ آفتیں وہ نہیں جن کی تاب آسکے، نہ دینے والے کو ہزار سال ان سخت عذابوں میں گرفتاری کی امید رکھنا چاہیے کہ ضعیف البنیان انسان کی کیا جان، اگر پہاڑوں پر ڈالی جائیں سرمہ ہو کر خاک میں مل جائیں، پھر اس سے بڑھ کر احمق کون کہ اپنا مال جھوٹے سچے نام کی خیرات میں صرف کرے اور اللہ عزوجل کا فرض اور اس بادشاہ قہار کا وہ بھاری قرض گردن پر رہنے دے، شیطان کا بڑا دھوکا ہے کہ آدمی کو نیکی کے پردے میں ہلاک کرتا ہے، نادان سمجھتا ہی نہیں، نیک کام کر رہا ہوں، اور نہ جانا کہ نفل بے فرض نرے دھوکے کی ٹٹی ہے اس کے قبول کی امید تو مفقود اور اس کے ترک کا عذاب گردن پر موجود۔

اے عزیز! فرض خاص سلطانی قرض ہے اور نفل گویا تحفہ ونذرانہ، قرض نہ دیجئے اور بالائی بیکار تحفے بھیجئے وہ قابل قبول ہوں گے خصوصاً اس شہنشاہ غنی کی بارگاہ میں جو تمام جہاں وجہانیاں سے بے نیاز ہے؟ یوں یقین نہ آئے تو دنیا کے جھوٹے حاکموں ہی کو آزما لے، کوئی زمیندار مال گزاری تو بند کرلے اور تحفے میں ڈالیاں بھیجا کرے، دیکھو تو سرکاری مجرم ٹھہراتا ہے یا اس کی ڈالیاں کچھ بہبود کا پھل لاتی ہیں! ذرا آدمی اپنے ہی گریبان میں منہ ڈالے، فرض کیجئے آسامیوں سے کسی کھنڈساری کا رس بندھا ہوا ہے جب دینے کا وقت آئے وہ رس تو ہرگز نہ دیں مگر تحفہ میں آم خربوزے بھیجیں، کیا یہ شخص ان آسامیوں سے راضی ہوگا یا آتے ہوئے اس کی نادہندگی پر جو آزار انہیں پہنچا سکتا ہے ان آم خربوزے کے بدلے اس سے باز آئے گا؟

سبحان اللہ! جب ایک کھنڈساری کے مطالبہ کا یہ حال ہے تو ملک الملوک احکم الحاکمین جل وعلا کے فرض کا کیا پوچھنا۔

ابونعیم حلیۃ الاولیاء میں عبدالرحمٰن بن سابط سے روایت کرتے ہیں

لما حضر ابابکر الموت دعا عمر فقال اتق اللہ یا عمر و اعلم ان لہ عملا بالنہار لا یقبلہ باللیل و عملا باللیل لا یقبلہ بالنہار و اعلم انہ لا یقبل نافلۃ حتی تودی الفریضۃ۔ الحدیث

(حلیۃ الاولیاء ا/ص:۳۶ ذکر المہاجرین۔ العربی بیروت)

یعنی جب خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نزع کا وقت ہوا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا کر فرمایا: اے عمر اللہ سے ڈرنا اور جان لو کہ اللہ کے کچھ کام دن میں ہیں کہ انہیں رات میں کرو تو قبول نہ فرمائے گا اور کچھ کام رات میں کہ انہیں دن میں کرو تو مقبول نہ ہوں گے اور خبردار رہو کہ کوئی نفل قبول نہیں ہوتا جب تک فرض ادا نہ کرلیا جائے۔

فرض چھوڑ کر نفل میں مشغول ہونا

بعض لوگ نفلی صدقات اور خیرات تو کرتے ہیں مگر زکوۃ جو فرض ہے اسے ادا

نہیں کرتے اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم جو صدقہ وغیرہ کرتے ہیں وہی کافی ہے گویا کہ وہ فرض چھوڑ کر نفل میں مشغول ہوتے ہیں کیا ایسے شخص کا صدقہ قبول ہوگا؟

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے متعدد کتب کے حوالے سے ثابت فرمایا کہ فرض چھوڑ کر نفل ادا کرنا قبول نہ ہونے کی دلیل ہے اور ایسا شخص قیامت کے دن ذلیل وخوار کیا جائے گا۔ نیز اس کے جواب میں انہوں نے ایک صوفی کی حیثیت سے موثر نصیحت وتلقین فرمائی اور اپنا فرض منصبی ادا فرمایا۔

آپ تحریر فرماتے ہیں

● حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب ''فتوح الغیب شریف'' میں کیا کیا جگر شگاف مثالیں ایسے شخص کے لئے ارشاد فرمائی ہیں جو فرض چھوڑ کر نفل بجالائے: فرماتے ہیں اس کی کہاوت ایسی ہے جیسے کسی شخص کو بادشاہ اپنی خدمت کے لئے بلائے یہ وہاں تو حاضر نہ ہوا اور اس کے غلام کی خدمتگاری میں موجود رہے۔ پھر حضرت امیر المومنین سیدنا مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے اس کی مثال نقل فرمائی کہ جناب ارشاد فرماتے ہیں۔

ایسے شخص کا حال اس عورت کی طرح ہے جسے حمل رہا جب بچہ ہونے کے دن قریب آئے اسقاط ہوگیا اب وہ نہ حاملہ ہے نہ بچہ والی، یعنی جب پورے دن پر اگر اسقاط ہوتو محنت تو پوری اٹھائی اور نتیجہ خاک نہیں کہ اگر بچہ ہوتا تو ثمرہ خود موجود تھا حمل باقی رہتا تو آگے امید لگی تھی، اب نہ حمل نہ بچہ، نہ امید نہ ثمرہ، اور تکلیف وہی جھیلی جو بچہ والی کو ہوتی۔ ایسے اس نفل خیرات دینے والے کے پاس سے روپیہ تو اٹھا مگر جبکہ فرض چھوڑا یہ نفل بھی قبول نہ ہوا تو خرچ کا خرچ ہوا اور حاصل کچھ نہیں۔

● اسی کتاب مبارک میں ہے حضور مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا

فان اشتغل بالسنن والنوافل قبل الفرائض لم یقبل منه واهین

(فتوح الغیب ص:۳۰ ۲۷۔ مقالہ ۴۸ لکھنؤ)

یعنی اگر فرض چھوڑ کر سنت ونفل میں مشغول ہوگا یہ قبول نہ ہوں گے اور خوار کیا

جائے گا۔

● یوں ہی شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ نے اس کی شرح میں فرمایا کہ

ترک آنچہ لازم وضروری است واہتمام بآنچہ نہ ضروری ست از فائدہ عقل وخرد دور ست چہ دفع ضرر اہم است بر عاقل از جلب نفع بلکہ بحقیقت نفع دریں صورت منتفی است۔ (حوالہ مذکور)

لازم اور ضروری چیز کا ترک اور جو ضروری نہیں اس کا اہتمام، عقل وخرد میں فائدہ سے دور ہے کیونکہ عاقل کے ہاں حصول نفع سے دفع ضرر اہم ہے بلکہ اس صورت میں نفع منتفی ہے۔ (ت)

● حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ "عوارف شریف" کے باب ۳۸ میں حضرت خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرماتے ہیں۔

بلغنا ان الله لا يقبل نافلة حتى يودى فريضة يقول الله تعالىٰ مثلكم مثل العبد السوء بدأ بالهدية قبل قضاء الدين۔

(عوارف المعارف ص:۱۶۸ باب ۳۸ فی ذکر آداب الصلوٰۃ۔ المشہد الحسینی قاہرہ)

ہمیں خبر پہنچی کہ اللہ عزوجل کوئی نفل قبول نہیں فرماتا یہاں تک کہ فرض ادا کیا جائے، اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے فرماتا ہے کہاوت تمہاری بد بندہ کی مانند ہے جو قرض ادا کرنے سے پہلے تحفہ پیش کرے۔

● خود حدیث میں ہے: حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

اربع فرضهن الله فى الاسلام فمن جاء بثلث لم يغنين عنه شيأ حتى يأتى بهن جميعا الصلاة والزكوة وصيام رمضان و حج البيت۔

(مسند احمد بن حنبل ۴، ص:۲۰۱ حدیث زیاد بن نعیم۔ دارالفکر بیروت)

چار چیزیں اللہ تعالیٰ نے اسلام میں فرض کی ہیں جو ان میں سے تین ادا کرے وہ اسے کچھ کام نہ دیں جب تک پوری چاروں نہ بجالائے نماز، زکوٰۃ، روزۂ رمضان، حج کعبہ۔

● سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

امرنا باقام الصلاۃ و ایتاء الزکوۃ و من لم یزک فلاصلوۃ لہ۔

(مجمع الزوائد ۳، ص: ۶۲ باب فرض الزکوۃ العربی بیروت)

ہمیں حکم دیا گیا کہ نماز پڑھیں اور زکوۃ دیں اور جو زکوۃ نہ دے اس کی نماز قبول نہیں۔

سبحان اللہ! جب زکوۃ نہ دینے والے کی نماز، روزے، حج تک مقبول نہیں تو اس نفل خیرات نام کی کائنات سے کیا امید ہے۔

● بلکہ انہیں سے اصبہانی کی روایت میں آیا کہ فرماتے ہیں

من اقام الصلوۃ ولم یؤت الزکوۃ فلیس بمسلم ینفعہ۔

(الترغیب والترھیب ۲، ص: ۵۴۰ الترھیب من منع الزکوۃ۔ البابی مصر)

جو نماز ادا کرے اور زکوۃ نہ دے وہ مسلمان نہیں کہ اسے اس کا عمل کام آئے۔

الٰہی مسلمان کو ہدایت فرما۔ آمین

بالجملہ اس شخص نے آج تک جس قدر خیرات کی، مسجد بنائی، گاؤں وقف کیا یہ سب امور صحیح و لازم تو ہو گئے کہ اب نہ دی ہوئی خیرات فقیر سے واپس لے سکتا ہے، نہ کئے ہوئے وقف کو پھیر لینے کا اختیار رکھتا ہے، نہ اس گاؤں کی آمدنی ادائے زکوۃ خواہ اپنے کسی کام میں صرف کر سکتا ہے کہ وقف بعد تمامی لازم و حتمی ہو جاتا ہے جس کے ابطال کا ہرگز اختیار نہیں رہتا۔

مگر بایں ہمہ جب تک زکوۃ پوری پوری ادا نہ کرے ان افعال پر امید ثواب و قبول نہیں کہ کسی فعل کا صحیح ہو جانا اور بات ہے اور اس پر ثواب ملنا مقبول بارگاہ ہونا اور بات ہے، مثلاً اگر کوئی شخص دکھاوے کے لئے نماز پڑھے نماز صحیح تو ہو گئی فرض اتر گیا، پر نہ قبول ہو گی نہ ثواب پائے گا، بلکہ الٹا گنا ہگار ہو گا، یہی حال اس شخص کا ہے۔

اے عزیز! اب شیطان لعین کہ انسان کا کھلا دشمن ہے بالکل ہلاک کر دینے اور یہ ذرا سا ڈورا جو قصد خیرات کا لگا رہ گیا ہے جس سے فقراء کو تو نفع ہے اسے بھی کاٹ دینے کے لئے یوں فقرہ سجھائے گا کہ جو خیرات قبول نہیں تو کرنے سے کیا فائدہ، چلو

اسے بھی دور کرو، اور شیطان کی پوری بندگی بجالاؤ۔ مگر اللہ عزوجل کو تیری بھلائی اور عذاب شدید سے رہائی منظور ہے وہ تیرے دل میں ڈالے گا کہ اس حکم شرعی کا جواب یہ نہ تھا جو اس دشمن ایمان نے تجھے سکھایا اور رہا سہا بالکل ہی متمرد وسرکش بنایا بلکہ تجھے تو فکر کرنی تھی جس کے باعث عذاب سلطانی سے بھی نجات ملتی اور آج تک کہ یہ وقف و مسجد و خیرات بھی سب مقبول ہو جانے کی امید پڑتی۔ بھلا غور کرو وہ بات بہتر کہ بگڑتے ہوئے کام پھر بن جائیں، اکارت جاتی محنتیں از سر نو ثمرہ لائیں یا معاذ اللہ یہ بہتر کہ رہی سہی نام کو جو صورت بندگی باقی ہے اسے بھی سلام کیجئے اور کھلے ہوئے سرکشوں، اشتہاری باغیوں میں نام لکھا لیجئے۔

وہ نیک تدبیر یہی ہے کہ زکوۃ نہ دینے سے توبہ کیجئے، آج تک کہ جتنی زکوۃ گردن پر ہے فوراً دل کی خوشی کے ساتھ اپنے رب کا حکم ماننے اور اسے راضی کرنے کو ادا کر دیجئے کہ شہنشاہ بے نیاز کی درگاہ میں باغی غلاموں کی فہرست سے نام کٹ کر فرماں بردار بندوں کے دفتر میں چہرہ لکھا جائے۔ مہربان مولیٰ جس نے جان عطا کی، اعضاء دیئے، مال دیا، کروڑوں نعمتیں بخشیں، اس کے حضور منہ اجالا ہونے کی صورت نظر آئے۔ اور مژدہ ہو، بشارت ہو، نوید ہو، تہنیت ہو کہ ایسا کرتے ہی اب تک جس قدر خیرات دی ہے، وقف کیا ہے، مسجد بنائی ہے، ان سب کی بھی مقبولی کی امید ہو گی کہ جس جرم کے باعث یہ قابل قبول نہ تھے جب وہ زائل ہو گیا انہیں بھی باذن اللہ تعالیٰ شرف قبول حاصل ہو گیا۔ چارۂ کار تو یہ ہے آگے ہر شخص اپنی بھلائی برائی کا اختیار رکھتا ہے۔

مدت دراز گزرنے کے باعث اگر زکوۃ کا تحقیقی حساب نہ معلوم ہو سکے تو عاقبت پاک کرنے کے لئے بڑی سے بڑی رقم جہاں تک خیال میں آسکے فرض کرلے کہ زیادہ جائے گا تو ضائع نہ جائے گا، بلکہ تیرے رب مہربان کے پاس تیری بڑی حاجت کے وقت کے لئے جمع رہے گا وہ اس کا کامل اجر جو تیرے حوصلہ و گمان سے باہر ہے عطا فرمائے گا۔ اور کم کیا تو بادشاہ قہار کا مطالبہ جیسا ہزار روپیہ کا ویسا ہی ایک پیسے کا۔ اگر

اس وجہ سے کہ مال کثیر اور قرنوں کی زکوۃ ہے۔ یہ رقم وافر دیتے ہوئے نفس کو درد پہنچے
گا، تو اول تو یہی خیال کر لیجئے کہ قصور اپنا ہے، سال بہ سال دیتے رہتے تو یہ گٹھری کیوں
بندھ جاتی۔ پھر خدائے کریم عزوجل کی مہربانی دیکھئے اس نے یہ حکم نہ دیا کہ غیروں ہی
کو دیجئے بلکہ اپنوں کو دینے میں دونا ثواب رکھا ہے، ایک تصدق کا، ایک صلۂ رحم کا۔ تو
جو اپنے گھر سے پیارے، دل کے عزیز ہوں جیسے بھائی، بھتیجے، بھانجے، انہیں دے
دیجئے کہ ان کا دینا اتنا ناگوار نہ ہوگا، بس اتنا لحاظ کر لیجئے کہ نہ وہ غنی ہو، نہ غنی باپ زندہ
کے نابالغ بچے، نہ ان سے علاقۂ زوجیت یا ولادت ہو یعنی نہ وہ اپنی اولاد میں نہ آپ
ان کی اولاد میں۔ پھر اگر رقم ایسی فراواں ہے کہ گویا ہاتھ بالکل خالی ہوا جاتا ہے تو
دیئے بغیر تو چھٹکارا نہیں، خدا کے وہ سخت عذاب ہزاروں برس تک جھیلنے بہت دشوار
ہیں، دنیا کی یہ چند سانسیں تو جیسے بنے گزر ہی جائیں گی۔ مولیٰ عزوجل اپنے کرم سے
توفیق عطا فرمائے۔ آمین آمین یارب العلمین۔

(اعز الاکتناہ مشمولہ فتاوی رضویہ مترجم ۱۰، ص: ۱۷۲ تا ۱۸۳ برکات رضا پور بندر)

صدقہ میں تعجیل کا ایک واقعہ

حکم شرع یہ ہے کہ صاحب نصاب پر سال پورا ہونے پر زکوۃ لازم ہو جاتی ہے بلا
عذر ادا میں تاخیر کرنا مکروہ ہے اگرچہ بعض ائمہ کے نزدیک تاخیر سے گنہگار ہوگا لیکن
صوفیہ کا معمول یہ ہے کہ وہ واجب کے ادا کرنے میں بالکل تاخیر نہیں کرتے کیونکہ
معلوم نہیں کب موت آجائے اور فرض ذمہ پر باقی رہے یہاں تک کہ وہ صدقۂ نافلہ
میں بھی عجلت کرتے ہیں اس خیال سے کہ کہیں تاخیر سے نیت نہ بدل جائے یا شیطان
نہ بہکادے اور آج جو قصد ہے کل یہ بھی نہ رہے۔ ایک مرتبہ امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ
عنہ نے ایک عمدہ قبا صدقہ کرنے میں اتنی عجلت فرمائی کہ ان کا خادم حیران رہ گیا۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں

حضرت سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قبائے نفیس بنوائی، طہارت

خانے میں تشریف لے گئے وہاں خیال آیا کہ اسے راہ خدا میں دیجئے فوراً خادم کو آواز دی، قریب دیوار حاضر ہوا، حضور نے قبائے معلیٰ اتار کر دی کہ فلاں محتاج کو دے آ۔ جب باہر رونق افروز ہوئے خادم نے عرض کی اس درجہ تعجیل کی وجہ کیا تھی؟ فرمایا، کیا معلوم تھا کہ باہر آتے آتے نیت میں فرق آجاتا۔

سبحان اللہ! یہ ان کی احتیاط ہے جو اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ (بیشک میرے بندوں پر تیرا کچھ قابو نہیں کنز الایمان۔ الحجر ۴۲) کی آغوش میں پلے۔ اور اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا (اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے — کنز الایمان۔ الاحزاب، ۳۳) کے دریا میں نہائے دھلے۔ پھر ہم کہ سخرۂ دست شیطان ہیں کس امید پر بے خوف و مطلق العنان ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ مترجم ۱۰، ص: ۸۴۔ پوربندر)

سادات کی خدمت کا صلہ

بنی ہاشم کو زکوٰۃ و صدقات واجبات دینا ہرگز جائز نہیں، اور علت تحریم ان کی عزت و کرامت ہے کہ زکوٰۃ مال کا میل ہے اور تمام صدقات واجبہ کے مثل گناہوں کا دھون، تو ان کا حال ماءِ مستعمل کے مثل ہے جو گناہوں کی نجاسات اور حدث کی گندگیاں دھو کر لایا، اہل بیت اطہار جو طیب و طاہر، لطیف و ستھرے ہیں ان کی شان اس سے ارفع و اعلیٰ ہے کہ ایسی چیزوں سے آلودہ کریں۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متواتر حدیثیں اس کی تحریم میں آئیں۔ یعنی سادات کرام کے لئے زکوٰۃ و صدقات واجبہ حلال نہیں لیکن اگر سادات میں سے کوئی مالی اعتبار سے کمزور ہو، ذریعۂ آمدنی نہ ہو وہ کیا کرے اور اس پر آشوب زمانہ میں ان کی مواسات و دلجوئی اور گزر بسر کیونکر ہو؟

امام احمد رضا بریلوی نے اس اشکال کا جواب ایسے انداز میں تحریر فرمایا ہے جس سے ان کے احترام سادات اور حب رسول کا پتہ چلتا ہے، ان کی یہ تحریر عاشقانہ بھی

ہے اور صوفیانہ بھی۔ آپ فرماتے ہیں۔

● بڑے مال والے اگر اپنے خالص مالوں سے بطور ہدیہ ان حضرات کی خدمت نہ کریں تو ان کی بے سعادتی ہے، وہ وقت یاد کریں جب ان حضرات کے جد اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا ظاہری آنکھوں کو بھی کوئی ملجا و ماوا نہ ملے گا، کیا پسند نہیں آتا کہ وہ مال جو انہیں کے صدقے میں انہیں کی سرکار سے عطا ہوا جسے عنقریب چھوڑ کر پھر ویسے ہی خالی ہاتھ زیر زمین جانے والے ہیں، ان کی خوشنودی کے لئے ان کے پاک مبارک بیٹوں پر اس کا ایک حصہ صرف کیا کریں کہ اس سخت حاجت کے دن اس جواد کریم رؤف و رحیم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم کے بھاری انعاموں، عظیم اکراموں سے مشرف ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

من صنع الی اهل بیتی ید اکا فأته علیها یوم القیمٰة۔

(کنز العمال ۱۲، ص: ۹۵ حدیث ۳۴۱۵۲ الرسالۃ بیروت)

جو میرے اہل بیت میں سے کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا میں روز قیامت اس کا صلہ اسے عطا فرماؤں گا۔

فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

من صنع صنیعة الی احد من خلف عبد المطلب فی الدنیا فعلی مکافاء ته اذا لقینی۔ (تاریخ بغداد ۱۰، ص: ۱۰۳ ترجمہ ۵۲۲۱ العربی، بیروت)

جو شخص اولاد عبد المطلب میں سے کسی کے ساتھ دنیا میں نیکی کرے اس کا صلہ دینا مجھ پر لازم ہے جب وہ روز قیامت مجھ سے ملے گا۔

اللہ اکبر، اللہ اکبر! قیامت کا دن، وہ قیامت کا دن، وہ سخت ضرورت سخت حاجت کا دن، اور ہم جیسے محتاج، اور صلہ عطا فرمانے کو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سا صاحب التاج، خدا جانے کیا کچھ دیں اور کیسا کچھ نہال فرما دیں، ایک نگاہ لطف ان کی جملہ مہمات دو جہاں کو بس ہے، بلکہ خود یہی صلہ کروڑوں صلے سے اعلیٰ و انفس ہے۔

مسلمانو! اور کیا درکار ہے دوڑو اور اس دولت وسعادت کو لو۔

● متوسط حال والے اگر مصارف مستحبہ کی وسعت نہیں دیکھتے تو بحمد اللہ وہ تدبیر ممکن ہے کہ زکوۃ کی زکوۃ ادا ہو اور خدمت سادات بھی بجا ہو، یعنی کسی مسلمان مصرف زکوۃ معتمد علیہ کو کہ اس بات سے نہ پھرے، مال زکوۃ سے کچھ روپے بہ نیت زکوۃ دے کر مالک کر دے پھر اس سے کہے تم اپنی طرف سے فلاں سید کی نذر کر دو، اس میں دونوں مقصود حاصل ہو جائیں گے کہ زکوۃ تو اس فقیر کو گئی اور یہ جو سید نے پایا نذرانہ تھا، اس کا فرض ادا ہو گیا اور خدمت سید کا کامل ثواب اسے اور فقیر دونوں کو ملا۔

(فتاوی رضویہ مترجم ۱۰، ص: ۱۰۵ برکات رضا پور بندر)

●●●

روزہ کی حقیقت

تمام عبادات خالص اللہ عزوجل کے لئے ہیں وہی اس کا مستحق ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ بعض عبادات وہ ہیں جن میں دکھاوا اور ریا کا دخل ہوسکتا ہے مگر روزہ ایسی عبادت ہے جس میں ریا کا کوئی دخل اور شائبہ نہیں، چونکہ دیگر عبادات میں نیت کے ساتھ عمل ہوتا ہے اور عمل میں ریا ہوسکتی ہے لیکن روزہ میں نیت تو ہوتی ہے مگر کوئی ظاہری عمل نہیں ہوتا جس میں دکھاوا کیا جائے۔ بالفرض اور کوئی دکھاوے کے لئے حالت روزہ میں کھائے پیئے تو روزہ ہوگا ہی نہیں، اس کے برخلاف اگر کوئی نماز، زکوۃ یا حج دکھاوے کے لئے کرے تو فرض اگرچہ ذمہ سے ساقط ہو جائے گا مگر الٹا گنہگار ہوگا۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ ہر عبادت میں ریا ہوسکتی ہے مگر روزہ میں نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ رب تعالیٰ روزے کا بدلہ بندے کو براہ راست عطا فرماتا ہے یا اس کا بدلہ وہ خود ہے۔

روزہ کے معاملے میں صوفیہ کے عمل کا تابناک پہلو یہ ہے کہ وہ روزہ کے ذریعہ کم کھانے کی عادت ڈالتے جس سے انہیں ریاضت ومجاہدہ میں مدد ملتی یہاں تک کہ وہ بغیر کھائے پیئے چالیس دن مسلسل روزے رکھتے اور روزانہ افطار کے وقت صرف دو چار قطرے پانی پی لیتے تھے تاکہ حد کراہت سے نکل جائیں۔ ان کا عمل خالص اللہ عزوجل کے لئے ہوتا، وہ غیروں کے لئے نہیں خدا کے لئے جیتے تھے انہیں اس بات کا یقین واعتماد تھا کہ اللہ تعالیٰ انہیں ضائع نہیں چھوڑے گا کیونکہ جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔ اولیائے کاملین کے سچے واقعات اس بات پر شاہد وناطق ہیں۔

روزہ کی حقیقت یہ ہے کہ جہاں آدمی کھانے پینے وغیرہ سے باز رہ کر روزہ دار ہوتا ہے وہیں وہ اپنی آنکھ، کان، دل، زبان وغیرہ تمام اعضاء کے اعتبار سے روزہ دار

ہو کہ اس سے کسی گناہ یا ممنوعات شرعیہ کا ارتکاب نہ ہو۔ عبادات کی حقیقت یہی ہے کہ وہ وقت عبادت غیروں کی طرف متوجہ نہ ہو، جسے رب کا قرب نصیب ہوتا ہے اس کا مقصود منزل اس کے سوا کوئی نہیں ہوتا۔ (مرتب)

رمضان میں عمل نیک کا ثواب

روزۂ رمضان کی فضیلت تو مسلم ہے ہی اس کی برکت سے ماہ رمضان میں ہر عمل نیک کا ثواب بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ رمضان میں نفل کا ثواب فرض کے برابر اور ایک فرض کا ثواب ستر فرضوں کے برابر ہو جاتا ہے۔

رمضان میں عمل نیک کے ثواب سے متعلق امام احمد رضا بریلوی تحریر فرماتے ہیں۔

رمضان المبارک میں ہر عمل نیک کا ثواب باقی مہینوں کے عمل سے اکثر واوفر ہے، رمضان کا نفل اور مہینوں کے فرض اور اس کا فرض اور مہینوں کے ستر فرض کے برابر ہے، اور اللہ عزوجل کا فضل اوسع واکبر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ماہ رمضان کی نسبت فرمایا

من تقرب فيه بخصلة من الخير كان كمن ادى فريضة فيما سواه ومن ادى فيه فريضة كان كمن ادى سبعين فريضة فيما سواه۔ الحديث

(صحیح ابن خزیمہ ۳،ص:۱۹۱۔۱۹۲ حدیث ۱۸۸۷۔ الاسلامی بیروت)

جس نے رمضان میں کوئی نیک کام کیا وہ غیر رمضان میں فرض ادا کرنے والے کی طرح ہے، اور جس نے رمضان میں ایک فرض ادا کیا وہ غیر رمضان میں ستر فرض ادا کرنے والے کے مثل ہے۔ (ت) (فتاوی رضویہ مترجم ۱۰،ص:۳۵۲۔ پوربندر)

۲۷/ رجب کا روزہ

صوفیائے کرام صوم فرض کے ساتھ نفل روزوں کی بھی کثرت کرتے تھے خصوصاً احادیث میں جن روزوں کی فضیلت ارشاد ہوئی ہے جیسے محرم، رجب، شعبان اور ذی الحجہ وغیرہ کے روزے، صوفیہ ان کی پابندی سختی سے کرتے اور اس کے ذریعہ اللہ کا

قرب طلب کرتے تھے۔

۲۷؍رجب کے روزہ کی فضیلت سے متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ یہ روایات پیش فرماتے ہیں۔

● حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے

فی رجب یوم ولیلة من صام ذلک الیوم وقام تلک اللیلة کان کمن صام من الدهر مائة سنة وقام مائة سنة وهو لثلث بقین من رجب وفیه بعث الله تعالیٰ محمدا صلی الله تعالیٰ علیه وسلم۔

(مسند الفردوس ۳،ص:۱۴۲ حدیث ۴۳۸۱۔العلمیۃ بیروت)

رجب میں ایک دن اور رات ہے جو اس دن کا روزہ رکھے اور رات نوافل میں گزارے سو برس کے روزوں اور سو برس کی شب بیداری کے برابر ہو، اور وہ ۲۷ رجب ہے اسی تاریخ اللہ عزوجل نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔

● حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے

فی رجب لیلة یکتب للعامل فیها حسنات مائة سنة وذلک لثلث بقین من رجب فمن صلی فیه اثنتی عشرة رکعة یقرأ فی کل رکعة فاتحة الکتاب وسورة من القران و یتشهد فی کل رکعة و یسلم فی آخر هن ثم یقول سبحن الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اکبر مائة مرة و یستغفر الله مائة مرة و یصلی علی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم مائة مرة ویدعو لنفسه ماشاء من امر دنیاه و آخرته و تصبح صائما فان الله یستجیب دعاء ه کله الا ان یدعو فی معصیة.

(شعب الایمان ۳،ص:۳۷۴ حدیث ۳۸۱۲۔العلمیۃ بیروت)

رجب میں ایک رات ہے کہ اس میں عمل نیک کرنے والے کو سو برس کی نیکیوں کا ثواب ہے اور رجب کی ستائیسویں شب ہے جو اس میں بارہ رکعت پڑھے ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور ایک سورت اور ہر دو رکعت پر التحیات اور آخر میں بعد سلام سبحن

اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر سو بار، استغفار سو بار، درود سو بار، اور اپنی دنیا وآخرت سے جس چیز کی چاہے دعا مانگے اور صبح کو روزہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کی سب دعائیں قبول فرمائے سوائے اس دعا کے جو گناہ کے لئے ہو۔

● حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

بعثت نبیا فی السابع والعشرین من رجب فمن صام ذلک الیوم و دعا عند افطار کان لہ کفارۃ عشر سنین۔

(تنزیہ الشریعۃ ۲، ص: ۱۶۱ حدیث ۴۱۔ العلمیۃ بیروت)

۲۷ رجب کو مجھے نبوت عطا ہوئی جو اس دن کا روزہ رکھے اور افطار کے وقت دعا کرے دس برس کے گناہوں کا کفارہ ہو۔

● حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے

من صام یوم سبع و عشرین من رجب کتب اللہ صیام ستین شھرا وھو الیوم الذی ھبط فیہ جبریل علی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالرسالۃ۔

(تنزیہ الشریعۃ ۲، ص: ۱۶۱ حدیث ۴۱۔ العلمیۃ بیروت)

جو رجب کے ستائیسویں کا روزہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ساٹھ مہینوں کے روزوں کا ثواب لکھے اور وہ وہ دن ہے جس میں جبریل علیہ الصلاۃ والسلام محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے پیغمبری لے کر نازل ہوئے۔

ذی الحجہ کا روزہ

صوم وغیرہ اعمال صالحہ کے لئے بعد رمضان مبارک سب دنوں سے افضل عشرۂ ذی الحجہ ہے۔

● رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

مامن ایام العمل الصالح فیھن احب الی اللہ تعالیٰ من ھذہ الایام قالوا یا رسول اللہ ولا الجھاد فی سبیل اللہ قال ولا الجھاد فی سبیل

الله الا رجلا خرج بنفسه و ماله ثم لم یرجع من ذلک بشئی۔
(ترمذی ا،ص:۹۴ باب ماجاء فی العمل فی ایام العشر)

دس دنوں سے زیادہ کسی دن کا عمل صالح اللہ عزوجل کو محبوب نہیں، صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ اور نہ راہ خدا میں جہاد؟ فرمایا اور نہ راہ خدا میں جہاد، مگر وہ کہ اپنی جان و مال لے کر نکلے پھر ان میں سے کچھ واپس نہ لائے۔

● رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

مامن ایام احب الی الله ان یتعبد له فیها من عشر ذی الحجة یعدل صیام کل یوم منها بصیام سنة و قیام کل لیلة منها بقیام لیلة القدر۔ (حوالہ مذکور)

اللہ عزوجل کو عشرۂ ذی الحجہ سے زیادہ کسی دن کی عبادت پسندیدہ نہیں، ان کے ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں اور ہر شب کا قیام شب قدر کے برابر ہے خصوصاً روز عرفہ کہ افضل ایام سال ہے اس کا روزہ صحیح حدیث سے ہزاروں روزوں کے برابر ہے اور دو سال کامل کے گناہوں کی معافی، ایک سال گزشتہ اور ایک سال آئندہ۔

سئل رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم عن صوم یوم عرفة قال یکفر السنة الماضیة و الباقیة۔ (مسلم ا،ص:۳۶۸ کتاب الصیام)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یوم عرفہ کے بارے میں دریافت کیا گیا، فرمایا یہ سال گزشتہ اور آئندہ کے گناہوں کا کفارہ ہے۔ (ت)

● سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے

قال رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم من صام یوم عرفة غفر له ذنب سنتین متتابعین۔

(مسند ابی یعلی ۶،ص:۵۰۵ حدیث ۷۵۱۰۔ علوم القرآن بیروت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عرفہ کے دن روزہ رکھا اس کے مسلسل دو سالوں کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (ت)

● ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے

كان رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يقول صيام يوم عرفة كصيام الف يوم۔ (شعب الایمان ۳، ص: ۳۵۷ حدیث ۳۷۶۴۔ العلمیۃ بیروت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمایا کرتے کہ عرفہ کے دن کے روزے کا ثواب ہزار دن کے روزوں کے برابر ہے۔ (ت)

محرم کا روزہ

پھر سب دنوں سے افضل روزۂ عاشورہ یعنی دسویں محرم کا روزہ ہے اس میں ایک سال گزشتہ کے گناہوں کی مغفرت ہے۔

● رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

من صام يوم عرفة غفرله سنة امامه و سنة خلفه و من صام عاشوراء غفرله سنة۔ (الترغیب والترہیب ۲، ص: ۱۱۲۔ الترغیب فی صوم یوم عرفۃ الخ۔ البابی مصر)

جس نے عرفہ کا روزہ رکھا اس کے پہلے اور آئندہ سال کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور جس نے عاشوراء کا روزہ رکھا اس کے ایک سال کے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔ (ت)

● محرم کے ہر دن کا روزہ ایک مہینہ کے روزوں کے برابر ہے

عن النبی صلى الله تعالىٰ عليه وسلم من صام يوما من المحرم فله بكل يوم ثلثون حسنة. (المعجم الکبیر ۱۱، ص: ۷۲ حدیث ۱۱۰۸۲۔ الفیصلیۃ بیروت)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے محرم کا ایک روزہ رکھا اس کے ہر دن میں تیس نیکیاں ہیں۔ (ت)

شعبان کا روزہ

● رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

افضل الصوم بعد رمضان شعبان لتعظيم رمضان۔

(ترمذی ۱، ص: ۸۴۔ ابواب الزکوۃ۔ باب ماجاء فی فضل صدقۃ)

رمضان کے بعد سب سے افضل شعبان کے روزے ہیں تعظیم رمضان کے لئے۔

ایام بیض وغیرہ کے روزے

احادیث صحیحہ میں اور بھی بہت روزوں کے فضائل آئے ہیں۔ جیسے

- شش عید و ایام بیض، کہ دونوں میں ہر ایک سال بھر کے روزوں کا ثواب لاتا ہے۔
- روزۂ دوشنبہ و روزہ پنج شنبہ و روزہ چہار شنبہ و پنج شنبہ کہ دوزخ سے آزاد ہیں۔
- روزۂ چہار شنبہ و پنجشنبہ و جمعہ، کہ جنت میں گوہر و یاقوت و زبرجد کا گھر بناتے ہیں۔
- روزۂ جمعہ یعنی جب اس کے ساتھ پنجشنبہ یا شنبہ بھی شامل ہو مروی ہوا کہ دس ہزار برس کے روزوں کے برابر ہے۔

(کنز العمال ۴، ص: ۵۶۴ حدیث ۲۴۱۹۱۔ الرسالۃ بیروت۔ الترغیب والترھیب ۲، ص: ۱۲۶۔ البابی مصر)

(فتاوی رضویہ مترجم ۱۰، ص: ۶۴۷ تا ۶۵۳ ملخصاً۔ برکات رضا پور بندر)

●●●

حج کے آداب

ارکان اسلام میں سے حج بھی ایک رکن ہے اس کی اہمیت یہ ہے کہ بندہ جب اسے خلوص قلب اور مال حلال سے ادا کرتا ہے تو اس کے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور وہ گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہو جاتا ہے جیسا ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ وہ اگر اسی حال پر رہے اور کوئی گناہ یا ممنوعات شرعیہ کا ارتکاب نہ کرے تو یہی حج مبرور کہلاتا ہے۔ صوفیائے کرام کا حج ایسا ہی ہوتا وہ آداب حج کو گویا زندگی بھر اپنے لئے لازم کر لیتے اور تصور یہ ہوتا کہ ہم خالق کائنات کی بارگاہ میں حاضر ہو کر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ حضرت جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس حج میں محبوب پروردگار کے نقش قدم پر چلنے کا تصور نہ ہو وہ حج مقبول نہیں، یعنی جو بھی رکن ادا کرے اس میں یہ تصور ہو کہ اسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ادا فرمایا تھا۔ اس کیفیت میں جس کا تصور غالب ہوگا اسے قرب و وصال کا خاص درجہ ملے گا۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ نے اپنے ایک رسالے میں حج کے آداب و مسائل حسین وجمیل پیرائے میں بیان فرمائے ہیں ہم یہاں پر ان آداب کے چند ایسے اقتباسات پیش کر رہے ہیں جو عارفانہ اور صوفیانہ ہیں۔

آداب سفر ومقدمات حج

۱۔ جس کا قرض آتا ہو یا امانت پاس ہو ادا کر دے، جن کے مال ناحق لئے ہوں واپس دے یا معاف کرائے، پتہ نہ چلے تو اتنا مال فقیروں کو دے دے۔

۲۔ نماز، روزہ، زکوۃ جتنی عبادات ذمہ پر ہوں ادا کرے اور تائب ہو۔

۳۔ جس کی بے اجازت سفر مکروہ ہے جیسے ماں، باپ، شوہر، اسے رضا مند

کرے۔ جس کا اس پر قرض آتا ہے اس وقت نہ دے سکے تو اس سے بھی اجازت لے، پھر بھی حج کسی کی اجازت نہ دینے سے رک نہیں سکتا۔ اجازت میں کوشش کرے نہ ملے جب بھی چلا جائے۔

۴۔ اس سفر سے مقصود صرف اللہ و رسول ہوں۔

۵۔ توشہ مال حلال سے ہو ورنہ قبول حج کی امید نہیں اگرچہ فرض اتر جائے گا۔

۶۔ حاجت سے زیادہ توشہ لے کر رفیقوں کی مدد اور فقیروں پر تصدق کرتا چلے، یہ حج مبرور کی نشانی ہے۔

۷۔ اکیلا سفر نہ کرے کہ منع ہے، رفیق دیندار ہو کہ بددین کی ہمراہی سے اکیلا بہتر ہے۔

۸۔ چلتے وقت اپنے دوستوں عزیزوں سے ملے اور اپنے قصور معاف کرائے، اور ان پر لازم ہے کہ دل سے معاف کر دے۔

حدیث میں ہے کہ جس کے پاس اس کا مسلمان بھائی معذرت لائے واجب ہے کہ قبول کرلے ورنہ حوض کوثر پر آنا نہ ملے گا۔

(الترغیب والترھیب ۳، ص:۴۹۱ مصطفےٰ البابی، مصر)

۹۔ وقت رخصت سب سے دعا لے کہ برکت پائے گا۔

۱۰۔ ان سب کے دین، جان، اولاد، مال، تندرسی، عافیت خدا کو سونپے۔

۱۱۔ لباس سفر پہن کر گھر میں چار رکعت نفل، الحمد و قل سے پڑھ کر باہر نکلے، وہ رکعتیں واپس آنے تک اس کے اہل و مال کی نگہبانی کریں گی۔

۱۲۔ ذکر خدا سے دل بہلائے کہ فرشتہ ساتھ رہے گا، نہ کہ شعر و لغویات سے کہ شیطان ساتھ ہوگا۔

۱۳۔ ہر سفر خصوصاً سفر حج میں اپنے اور اپنے عزیزوں دوستوں کے لئے دعا سے غافل نہ رہے کہ مسافر کی دعا قبول ہے۔

(انوار البشارۃ، مشمولہ فتاوی رضویہ مترجم ۱۰، ص:۷۲۶۔۷۲۹۔ پور بندر)

موقف عرفات میں دعا کی تاکید

یوں تو اللہ تعالیٰ بندۂ مومن کی دعا ہر جگہ اور ہر مقام پر قبول فرماتا ہے مگر کچھ مخصوص مقامات ایسے ہیں جن میں دعائیں رد نہیں ہوتیں جیسے افعال حج کی ادائیگی میں، خصوصاً موقف عرفات اور مزدلفہ میں، کعبہ مکرمہ اور گنبد خضریٰ پر نظر پڑتے وقت، طواف کعبہ اور بوسۂ سنگ اسود وغیرہ کے وقت دعائیں قبول ہونے کی امید ہوتی ہے، اسی لئے حجاج کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ قدم قدم پر ذکر و دعا میں مشغول رہیں نہ جانے کب رحمت پروردگار متوجہ ہو اور بگڑے حال والوں کو نہال کر دے۔

موقف عرفات میں ذکر و دعا سے متعلق امام احمد رضا بریلوی تحریر فرماتے ہیں۔

سب ہمہ تن صدق دل سے اپنے کریم مہربان رب کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور میدان قیامت میں حساب اعمال کے لئے اس کے حضور حاضری کا تصور کرو، نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ لرزتے، کانپتے، ڈرتے، امید کرتے، آنکھیں بند کئے، گردن جھکائے، دست دعا آسمان کی طرف سر سے اونچے پھیلاؤ، تکبیر، تہلیل، تسبیح، لبیک، حمد، ذکر، دعا، توبہ، استغفار میں ڈوب جاؤ۔ کوشش کرو کہ ایک قطرہ آنسوؤں کا ٹپکے کہ دلیل اجابت و سعادت ہے ورنہ رونے کا سامنہ بناؤ کہ اچھوں کی صورت بھی اچھی۔ اثنائے دعا و ذکر میں لبیک کی بار بار تکرار کرو۔ بہتر یہ کہ سارا وقت درود، ذکر تلاوت قرآن میں گزارو کہ بوعدۂ حدیث دعا والوں سے زیادہ پاؤ گے۔ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دامن پکڑو، غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے توسل کرو، اپنے گناہ اور اس کی قہاری یاد کرو، بید کی طرح لرزو اور یقین جانو کہ اس کی مار سے اسی کے پاس پناہ ہے، اس سے بھاگ کر کہیں جا نہیں سکتے، اس کے در کے سوا کہیں ٹھکانا نہیں، لہٰذا ان شفیعوں کا دامن لئے اس کے عذاب سے اسی کی پناہ مانگو اور اسی حالت میں رہو کہ کبھی اس کی رحمت عام کی امید سے مرجھایا دل نہال ہوا جاتا ہے۔

ایک ادب واجب الحفظ اس روز کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سچے وعدوں پر بھروسا

کر کے یقین کرے کہ آج میں گناہوں سے ایسا پاک ہو گیا جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا، اب کوشش کروں کہ آئندہ گناہ نہ ہوں اور جو داغ اللہ تعالیٰ نے بمحض رحمت میری پیشانی سے دھویا ہے پھر نہ لگے۔

انتباہ

حج میں مرد وعورت دونوں کا اجتماع واز دحام ہوتا ہے اور افعال حج ادا کرنے میں مرد وعورت دونوں برابر ہیں صرف احرام میں فرق ہے کہ مرد کا احرام چادر اور تہبند ہے، مرد کو سلا ہوا کپڑا پہننا ممنوع ہے۔ عورت احرام میں سلا ہوا کپڑا پہنے گی اور چہرہ نہیں چھپائے گی۔ دیگر افعال حج میں اگر چہ عورتیں مردوں کی شریک ہیں مگر عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ منہ نہ چھپاؤ اور مردوں کو حکم دیا گیا ہے کہ نگاہیں نیچی رکھیں ان کی طرف نظر نہ کریں۔ یہ انتہائی احتیاط اور ہوشیاری کا وقت ہے ورنہ ثواب کی بجائے گناہوں سے دامن لبریز ہو جائے گا۔

امام احمد رضا بریلوی عارفانہ انداز میں تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں

بدنگاہی ہمیشہ حرام ہے نہ کہ احرام میں نہ کہ موقف میں، یا مسجد الحرام میں نہ کہ کعبہ کے سامنے نہ کہ طواف بیت الحرام میں۔ یہ تمہارے بہت امتحان کا موقع ہے، عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ یہاں منہ نہ چھپاؤ اور تمہیں حکم دیا گیا ہے کہ ان کی طرف نگاہ نہ کرو، یقین جانو کہ یہ بڑے عزت والے بادشاہ کی باندیاں ہیں اور اس وقت تم اور وہ خاص دربار میں حاضر ہو کہ بلا تشبیہ شیر کا بچہ اس کی بغل میں ہو اس وقت کون اس کی طرف نگاہ اٹھا سکتا ہے، تو اللہ واحد قہار کی کنیزیں کہ اس کے خاص دربار میں حاضر ہیں ان پر بدنگاہی کس قدر سخت ہوگی۔ ہاں ہاں ہوشیار، ایمان بچائے ہوئے، قلب و نگاہ سنبھالے ہوئے۔ حرم وہ جگہ ہے جہاں گناہ کے ارادے پر پکڑا جاتا ہے اور ایک گناہ لاکھ گناہ کے برابر ٹھہرتا ہے۔ الٰہی خیر کی توفیق دے۔ آمین۔

(انوار البشارۃ۔ مشمولہ فتاوی رضویہ مترجم ۱۰، ص: ۷۴۹۔ ۷۵۰۔ پور بندر)

روضۂ اقدس کی زیارت

زیارت اقدس قریب بواجب ہے صاحب قسمت ہی کے حصے میں یہ دولت آتی ہے۔ یہ حاجیوں کی فیروز بختی ہے کہ انہیں حج کے طفیل دربار رسالت کی حاضری میسر ہو جاتی ہے ورنہ حجاج میں جو لوگ بغیر زیارت اقدس کے واپس آتے ہیں انہیں اگرچہ حج کی سعادت نصیب ہوئی مگر وہ دنیا وآخرت دونوں میں محروم قسمت ہیں کہ وہ دیار رسول کے قریب پہنچ کر بھی سعادت دارین کی اتنی بڑی دولت چھوڑ کر آئے بلکہ عشاق کی نظر میں حج کا مقصد ہی روضہ کریم کی زیارت ہے کہ زیارت ہی کے صدقے میں حج نصیب ہوتا ہے۔ غور کرو جہاں صبح وشام فرشتوں کا میلہ اور انجمن ہو وہاں گنہگار انسان کا حاضر ہونا ہی بڑی بات اور بڑی کامیابی ہے اور جس کے لئے وعدۂ شفاعت دیا گیا ہے کون اس کی عظمت کا انکار کر سکتا ہے۔

زیارت اقدس کے آداب اور طریقے سے متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں۔

زیارت روضۂ اقدس کے سفر میں نیت لحاظ غیر سے خالص ہو اور درود و ذکر شریف حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نہایت کثرت کرے جب حرم مدینہ میں داخل ہو، احسن یہ ہے کہ سواری سے اتر پڑے، روتا سر جھکائے، آنکھیں نیچے کئے چلے، ہو سکے تو برہنہ پائی بہتر بلکہ ۔

جائے سراست اینکہ تو پائے می نہی — پائے نہ بینی کہ کجا می نہی

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا — ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

جب نگاہ قبۂ سعادت و برج کرامت پر پڑے، صلوٰۃ وسلام کی کثرت کرے، جب خاص شہر اقدس تک پہنچے، قبل دخول اور نہ بن پڑے تو بعد دخول، حضور مسجد سے پہلے وضو و مسواک کرے اور غسل بہتر، کپڑا اسفید پاکیزہ پہنے، نیا بہتر، سرمہ و خوشبو لگائے، مشک افضل، جب دروازۂ شہر میں داخل ہو تمام ہمت اپنی تکثیر صلوٰۃ وسلام میں

مصروف کرے۔ مراقبۂ جلال و جمال محبوب ذی الجلال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں ڈوب جائے۔

اب ان ضروریات وحوائج سے جن کا لگاؤ باعث تشویش خاطر ہو بسرعت تمام فراغ پاکر پہلا کام یہ کرے کہ آستانۂ والا کی طرف بہ نہایت خشوع وخضوع متوجہ ہو، اگر رونا نہ آئے رونے کا منہ بنائے اور دل کو بزور رونے پر لائے، اپنی سختی دل سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف التجا کرے، جب در مسجد پر حاضر ہو صلوۃ وسلام عرض کر کے قدرے توقف کرے گویا سرکار سے اذن حضوری طلب کرتا ہے، پھر دہنا پاؤں پہلے رکھتا سر سے پاؤں تک ادب بنتا داخل ہو، اس وقت جو ادب وتعظیم واجب ہے مسلمان کا قلب خود واقف ہے۔ دل و جوارح کو خیال غیر وحرکات عبث سے باز رکھے، مسجد اقدس کی آرائش وزینت ظاہری کی طرف نگاہ نہ کرے، اگر کوئی ایسا سامنے آئے جس سے سلام وکلام ضروری ہو حتی الوسع اعراض کر جائے نہ بن پڑے تو قدر قدرت سے تجاوز نہ کرے پھر بھی دل اسی کی طرف متوجہ ہو۔ ہرگز ہرگز اس مسجد مقدس میں کوئی حرف چلا کر نہ کہے، یقین جان کہ وہ جناب مزار اعطر وانور میں بحیات ظاہری دنیاوی حقیقی ویسے ہی زندہ ہیں جیسے وفات سے پہلے تھے، موت ان کی ایک امر آنی تھی اور انتقال ان کا صرف نظر عوام سے چھپ جانا۔ ائمہ دین فرماتے ہیں حضور ہمارے ایک ایک قول وفعل بلکہ دل کے خطروں پر مطلع ہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

اب اگر جماعت قائم ہو شریک ہو جائے کہ اس میں تحیۃ المسجد بھی ادا ہو جائے گی ورنہ اگر غلبۂ شوق اجازت دے تو دو رکعت تحیۃ المسجد وشکرانہ حاضری صرف سورۂ کافرون واخلاص سے بہت تخفیف کے ساتھ مگر سنتوں کی رعایت سے، مصلائے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جہاں اب وسط مسجد میں محراب بنی ہے اور وہاں میسر نہ آئے تو حتی الوسع اس کے نزدیک ادا کرے، بعدہ سجدۂ شکر میں گرے اور دعا مانگے کہ الٰہی! اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب نصیب فرما۔

اب وہ وقت آیا کہ منہ اس کاشل دل کے اس شباک (کھڑکی) پاک کی طرف ہوگیا جو اللہ تعالیٰ کے محبوب عظیم الشان کی آرام گاہ رفیع المکان ہے، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ گردن جھکائے، آنکھیں نیچی کئے، لرزتا کانپتا، بید کی طرح تھرتھراتا، ندامت گناہ سے عرق شرم میں ڈوبا، قدم بڑھا، خضوع و وقار و خشوع و انکسار کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کر، سواسجدۂ عبادت کے جو باتِ ادب و اجلال میں اکمل ہو بجالا، حضور والا کے پائیں یعنی شرق کی سمت سے آ، کہ وہ جناب مزار پرانوار میں روبقبلہ جلوہ فرما ہیں، جب تو اس سمت سے حاضر ہوگا حضور کی نگاہ بیکس پناہ تیری طرف ہوگی اور یہ امر تیرے لئے دو جہاں میں بس ہے۔

پھر زیر قندیل چاندی کی میخ کے محاذی جو دیوار حجرۂ مقدسہ میں چہرۂ انور کے مقابل مرکوز ہے پہنچ کر پشت بہ قبلہ دست بستہ مثل نماز کھڑا ہو، کہ کتب معتمدہ میں اس معنی کی تصریح ہے اور ہرگز جالی شریف کے بوسہ و مس سے دور رہ کہ خلاف ادب ہے، اب نہایت ہیبت و وقار کے ساتھ مجرا و تسلیم بجالا بہ آواز حزیں و صورت درد آگیں و دل شرمناک و جگر صد چاک، معتدل آواز سے بہ نہایت نرم و پست نہ بہت بلند و سخت عرض کر۔

السلام علیک ایها النبی ورحمة الله و برکاته، السلام علیک یارسول الله، السلام علیک یا خیر البریة، السلام علیک یا شفیع المذنبین، السلام علیک و علی آلک و اصحابک اجمعین۔

جہاں تک ممکن ہو اور زبان یاری دے اور ملال و کسل نہ ہو صلوۃ و سلام کی کثرت کر، حضور سے اپنے اور اپنے والدین و مشائخ و احباب تمام اہل اسلام کے لئے شفاعت مانگ، بار بار عرض کر

اسئلک الشفاعة یا رسول الله۔

پھر کسی نے عرض سلام کی وصیت کی تو بجالا۔

بعدہٗ ایک گز شرعی اپنے دہنے ہاتھ یعنی مشرق کی جانب ہٹ کر مقابل چہرۂ انور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑا ہو کر عرض کر۔

السلام علیک یا خلیفة رسول الله، السلام علیک یاوزیر رسول الله ، السلام علیک یا صاحب رسول الله فی الغار و رحمة الله و بر کاته

پھر اسی قدر ہٹ کر روبروئے جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قیام کر کے کہہ

السلام علیک یا امیر المومنین، السلام علیک یا متمم الاربعین، السلام علیک یا عز الاسلام والمسلمین ورحمة الله و بر کاته۔

پھر بقدر نصف گز شرعی کے پلٹ آ، اور صدیق و فاروق کے درمیان کھڑا ہو کر عرض کر

السلام علیکما یا صاحبی رسول الله السلام علیکما یا خلیفتی رسول الله، السلام علیکما یا وزیری رسول الله ورحمة الله وبر کاته

(شرح لباب، ص:۳۳۹۔۳۴۰ باب زیارۃ سید المرسلین۔العربی بیروت)

ان سب حاضریوں میں بہ جہد تام دعا کرے کہ محل قبول ہے، پھر منبر اطہر کے قریب آکر دعا کرے پھر روضۂ منورہ میں یعنی جو جگہ مابین منبر انور و روضۂ مطہرہ کے ہے اور اسے حدیث میں جنت کی کیاری فرمایا آکر دو رکعت نفل پڑھے اور دعا کرے، اسی طرح مسجد شریف کے ستونوں کے پاس نمازیں پڑھے، دعائیں مانگے کہ محل برکات ہیں۔ (النیرۃ الوضیۃ، مشمولہ فتاوی رضویہ مترجم ۱۰، ص:۸۲۳تا۸۲۶۔پوربندر)

●●●

متفرقات

انسان کی تین صفتیں

انسان کو اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات بنایا اور انسان کے اندر متنوع خوبیاں رکھیں اس کے باوجود کچھ صفات ایسی دی گئی ہیں کہ اگر انسان ان کے تابع ہو تو جانوروں سے بدتر ہو جائے، جبکہ بعض صفات کی بنیاد پر وہ بعض فرشتوں سے افضل ہے جیسا کہ باب عقائد میں وضاحت کی گئی ہے کہ خواص بشر، خواص ملائکہ سے افضل ہیں، یونہی عام بشر، عام ملائکہ سے افضل ہیں۔ چونکہ فرشتے طاعات و بندگی کے لئے مخصوص ہیں ان کے ساتھ کوئی دنیاوی مصروفیات یا دنیاوی تقاضے نہیں ہیں جبکہ انسانی زندگی میں بے شمار مسائل اور لاتعداد الجھنیں ہیں اس کے باوجود وہ عبادات و زہد اختیار کرتا ہے، یہی بات حضرت انسان کی فضیلت و بزرگی کا سبب ہے۔

صفات انسانی اور ان کے خواص سے متعلق امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں۔

انسان میں صفت ملکوتی وصفت بہیمی وصفت شیطانی سب جمع ہیں، اگر صفت ملکوتی پر عمل کرے ملک سے بہتر ہو، اور اگر دوسری صفت کی طرف گرے بہائم سے بدتر ہو۔ حدیث میں آیا ہے

قال اللہ تعالیٰ عبدی المومن احب الی من بعض ملئکتی

(اتحاف السادۃ المتقین ۴،ص:۱۹۳ کتاب اسرار الصوم۔ دار الفکر بیروت)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا بندہٗ مومن مجھے اپنے بعض ملائکہ سے زیادہ پیارا ہے۔

اور کفار کے حق میں فرمایا

اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ (الاعراف،۱۷۹)

IMG_20170

وہ چوپایوں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بہکے ہوئے۔

اور اس کا کمال انہیں دو صفتوں کے اجتماع سے، کہ جب وہ باوجود موانع کہ صفت بہیمی اسے شہوات کی طرف بلاتی ہے اور صفت شیطانی خیرات سے روکتی ہے پھر ان کا کہنا نہ مانے اور اپنے رب کی عبادت وطاعت میں مصروف ہو تو اس کی بندگی نے وہ کمال پایا جو عبادت ملئکہ کو حاصل نہیں کہ ملائکہ بے مانع و بے مزاحم مصروف عبادت ہیں اور یہ ہزار جالوں میں پھنسا ہوا ان سے بچ کر بندگی بجالاتا ہے۔

فرشتہ گر بہ بیند جوہر تو — دگر رہ سجدہ آرد بردر تو

فرشتہ اگر تیرے جوہر کو دیکھ لے تو پھر تیرے در پر سجدہ کرے۔(ت)

(فتاوی رضویہ مترجم ج ۲۶ ص: ۶۰۲۔ برکات رضا پور بندر)

خلق خدا کی دلجوئی

حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دنیا کو جو اخلاق ومحبت کا پیغام دیا ہے وہ کسی فرد بشر پر مخفی و پوشیدہ نہیں بلکہ حضور نے عملی طور پر بھی لوگوں سے مدارات و دلجوئی کا عظیم نمونہ پیش فرمایا کیونکہ حضور کا مقصد بعثت مخلوق کی دلجوئی اور محاسن اخلاق کی تکمیل ہے۔اس کے پس منظر میں جب ہم اولیاء وصوفیہ کی زندگیوں کو دیکھتے ہیں تو ان کی زندگیاں بھی ہمیں اسوۂ رسول کا نمونہ معلوم ہوتی ہیں انہوں نے خلق خدا کی خاطر بذات خود ہزار اذیتیں برداشت کیں مگر دوسرے کو آزار نہیں پہنچایا، ان کے پیام اخلاق واخوت سے دنیا لالہ زار بن گئی۔اللہ ورسول پر ایمان لانے کے بعد لوگوں سے مدارات کا مرتبہ ہے۔

ایک مقام پر امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں

اے عزیز! مدارات خلق والفت وموانست اہم امور سے ہے

حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

بعثت بمداراۃ الناس (شعب الایمان ۶، ص: ۳۵۱ حدیث ۸۴۷۵۔ العلمیۃ بیروت)

میں لوگوں سے مدارات ودلجوئی کے لئے بھیجا گیا ہوں۔(ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

راس العقل بعدالایمان باللہ تعالیٰ التحبب الی الناس۔

(شعب الایمان ۶،ص:۳۴۴ حدیث ۸۴۴۷۔العلمیۃ بیروت)

اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کے بعد انسانوں سے محبت کرنا کمال عقل ہے

(الاحلی من السکر،مشمولہ فتاوی رضویہ مترجم ۴،ص:۵۲۷۔پوربندر)

فضول باتیں چھوڑنے کی تاکید

شریعت مطہرہ نے ایمان وعمل کی تاکید کے ساتھ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حکم دیا ہے کہ اچھی اور نیک باتوں کو کیا جائے اور بری باتوں سے احتراز کیا جائے۔ ساتھ ہی یہ حکم بھی ہے کہ جو بات فضول ولایعنی ہو اسے بھی چھوڑ دیا جائے یہی ایمان کا تقاضا اور مومن کامل کی شان ہے۔

کون سی بات فضول ولایعنی ہے اور کون سی ضروری، اور یہ کہ لایعنی باتوں میں مشغول رہنے سے دین وایمان میں کیا نقصانات ہوتے ہیں اور ایک مرد مومن کو کیا کرنا چاہیئے، ان سب کی حکیمانہ وصوفیانہ حیثیت سے وضاحت کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ بڑے مؤثر انداز میں یوں فرماتے ہیں

حدیث صحیح ہے، **من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ**

(ترمذی ۲،ص:۵۵۔ابواب الزہد)

انسان کے اسلام کی خوبی سے ہے یہ بات کہ غیر مہم کام میں مشغول نہ ہو لایعنی بات ترک کرے۔

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کو لایعنی باتیں چھوڑنے کی طرف ارشاد فرماتے ہیں، جتنی بات آدمی کے دین میں نافع اور ثواب الٰہی کی باعث ہو، یا دنیا میں ضرورت کے لائق ہو جیسے بھوک پیاس کا ازالہ، بدن ڈھانکنا، پارسائی حاصل کرنا اسی قدر امر مہم ہے۔ اور اس سے زائد جو کچھ ہو جیسے دنیا کی لذتیں، نعمتیں، منصب،

ریاستیں غرض جملہ افعال واقوال واحوال جن کے بغیر زندگانی ممکن ہو، اوران کے ترک میں نہ ثواب کا فوت، نہ اب یا آئندہ کسی ضرر کا خوف، وہ سب لایعنی وقابل ترک ہے۔

مثلاً لوگوں کے سامنے اپنے سفر کی حکایتیں کہ اتنے اتنے شہر اور پہاڑ اور دریا دیکھے، یہ یہ معاملے پیش آئے، فلاں فلاں کھانے اور لباس عمدہ پائے، ایسے ایسے مشائخ سے ملنا ہوا۔ یہ سب باتیں اگر تو نہ بیان کرتا تو نہ گناہ تھا نہ ضرر ہوتا۔ اور اگر تو کامل کوشش کرے کہ تیرے کلام میں واقعیت سے کچھ کمی بیشی نہ ہونے پائے، نہ اس تفاخر سے نفس کی تعریف نکلے کہ ہم نے ایسے ایسے عظیم حال دیکھے، نہ اس میں کسی شخص کی غیبت ہو، نہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیز کی مذمت ہو، تو اتنی احتیاطوں کے بعد بھی اس کلام کا حاصل یہ ہوگا کہ تو نے اتنی دیر اپنا وقت ضائع کیا اور تیری زبان سے اس کا حساب ہوگا، تو خیر کے عوض ادنی بات اختیار کر رہا ہے اس لئے کہ جتنی دیر تو نے اتنی باتیں کیں اگر اتنا وقت اللہ عزوجل کی یاد اور اس کی نعمتوں، صنعتوں کی فکر میں صرف کرتا تو غالباً رحمت الٰہی کے فیوض سے تجھ پر وہ کھلتا جو بڑا نفع دیتا اور تسبیح الٰہی کرتا تو تیرے لئے جنت میں محل چنا جاتا۔ اور جو ایک خزانہ لے سکتا ہو وہ ایک نکما ڈھیلا لینے پر بس کرے تو صریح زیاں کار ہو۔ اور یہ سب بھی اس صورت میں ہے کہ کلام معصیت سے بچ جائے اور وہ آفتیں جو ہم نے ذکر کیں ان سے بچنا کہاں ہوتا ہے۔

لایعنی باتیں کیا کیا ہیں

لایعنی باتوں اور ان کے حکم کا خلاصہ اجمالاً بیان کرنے کے بعد امام احمد رضا بریلوی نے مزید اس سلسلے میں ائمہ واکابر علماء کی کچھ عبارات پیش فرمائی ہیں، ہم ان عبارات کو یہاں پر اس خیال سے نقل کر رہے ہیں تاکہ اصلاح معاشرہ کے تعلق سے انہوں نے جو صوفیانہ ومخلصانہ کاوش کی ہے اس سے زمانہ استفادہ کر سکے۔ کیونکہ آج کا معاشرہ اور اکثر لوگ فضول ولایعنی باتوں میں مشغول رہا کرتے ہیں، دینی تقاضوں کا خیال نہیں مگر دنیاوی امور میں فخر کے ساتھ ایک دوسرے سے بڑھ کر حصہ لیتے ہیں،

اسی میں منہمک رہ کر اپنے شب و روز کو بسر کرنا ان کی عادت بن چکی ہے، لایعنی باتوں میں استغراق کا عالم یہ ہے کہ انہیں اس کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ یقین جانئے امام احمد رضا بریلوی نے علمی تحقیقات و خدمات اور مجددانہ کارناموں کے ساتھ جو صوفیانہ افکار و نظریات پیش فرمائے ہیں اگر ان سے ہم آہنگ ہو کر عملی میدان میں قدم رکھا جائے تو ماضی کی یاد تازہ ہو سکتی ہے۔

بعض چیزیں انسانی زندگی کے لئے ضروری ہیں اور بعض غیر ضروری یعنی لایعنی، دونوں طرح کی چیزوں کی وضاحت عبارات ائمہ کے ضمن میں یہ ہے۔

● امام ابن حجر مکی ''شرح اربعین نووی'' میں فرماتے ہیں

الذی یعنی الانسان من الامور مایتعلق بضرورۃ حیاتہ فی معاشہ و مما یشبعہ من جوع و یرویہ من عطش و یستر عورتہ و یعف فرجہ و نحو ذلک مما یدفع الضرورۃ دون مافیہ تلذذ واستمتاع واستکثار وسلامتہ فی معادہ۔

(شرح اربعین لابن حجر مکی)

یعنی انسان کو بعض ایسی چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کی زندگانی کی ضروریات سے ہوتی ہیں جو اس کو بھوک سے شکم سیر کر دیں، پیاس سے سیراب کر دے، اس کا ستر عورت کرے اور اس کو پاک دامن رکھے اس کے علاوہ دوسری چیزیں بھی ہیں جو دفع ضرورت کے لئے ہوتی ہیں، وہ چیزیں نہیں جن سے تلذذ و استمتاع، استکثار اور معاد کی سلامتی ہو۔ (ت)

● ابن عطیہ مالکی کی ''شرح اربعین'' میں ہے

مالا یعنیہ ھو مالا تدعو الحاجۃ الیہ ممالا یعود علیہ منہ نفع اخری، والذی یعنیہ ما یدفع الضرورۃ دون مافیہ تلذذ وتنعم۔ قال الشیخ یوسف بن عمر مالایعنیہ ھو ما یخاف فیہ فوات الاجر والذی یعنیہ ھو الذی لایخاف فیہ فوات ذلک۔

(شرح اربعین ابن عطیہ مالکی)

لایعنی، سے مراد وہ جن کی کوئی ضرورت اس کو نہ ہو یعنی وہ چیزیں جن سے آخرت کا کوئی نفع متعلق نہ ہو۔ اور جو چیز لایعنی نہیں اس سے مراد وہ ہے جو اس کی ضرورت کو پورا کرے، وہ نہیں جن میں تلذذ اور تنعم ہو۔

شیخ یوسف بن عمر نے فرمایا، لایعنی سے مراد وہ چیزیں ہیں جن میں اس کو اجر آخرت فوت ہونے کا خطرہ ہو۔ اور جو لایعنی نہیں اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جن میں اس کو اجر آخرت کے فوت ہو جانے کا خطرہ نہ ہو۔ (ت)

● علامہ احمد بن حجازی کی "شرح اربعین" میں ہے

الذی یعنی الانسان ما یتعلق بضرورۃ حیاتہ فی معاشہ و سلامتہ فی معادہ، و مما لا یعنیہ التوسع فی الدنیا و طلب المناصب و الریاسۃ۔

(شرح اربعین للحجازی حدیث ۱۲، ص:۳۶۔ العربیۃ مصر)

جو لایعنی نہیں اس سے مراد وہ اشیاء ہیں جو انسان کی ضروریات زندگی سے متعلق ہیں اور جن سے اس کی آخرت کا مفاد وابستہ ہو اور جو لایعنی ہے اس سے مراد دنیا کی فراخی ریاست اور طلب مناصب ہیں۔ (ت)

● مرقات میں ہے

حقیقۃ مالا یعنیہ لا یحتاج الیہ فی ضرورۃ دینہ و دنیاہ ولا ینفعہ فی مرضاۃ مولاہ بان یکون عیشہ بدونہ ممکنا وھو استقامۃ حالہ بغیرہ متمکنا۔

قال الغزالی وحد مالا یعنیک ان تتکلم بکل مالو سکت عنہ لم تأثم ولم تتضرر فی حال ولا مال، ومثالہ ان تجلس مع قوم فتحکی معھم اسفارک ومارأیت فیھا من جبال و انھار وما وقع لک من الوقائع وما استحسنتہ من الاطعمۃ والثیاب وما تعجبت منہ من مشائخ البلاد و وقائعھم فھذہ امور لوسکت عنھا لم تأثم ولم تتضرر و اذا بالغت فی الاجتھاد حتی لم یمتزج بحکایتک زیادۃ ولا نقصان ولا

تزكية نفس من حيث التفاخر، بمشاهدة الاحوال العظيمة ولا اغتياب لشخص ولامذمة لشئى مماخلقه الله تعالىٰ فانت مع ذلك كله مضيع زمانك و محاسب على عمل لسانك اذ تستبدل الذى هو ادنى بالذى هو خير لانك لو صرفت زمان الكلام فى الذكر والفكر ربما ينفتح لك من نفحات رحمة الله تعالىٰ ما يعظم جدواه ولو سبحت الله تعالىٰ بنى لك بها قصر فى الجنة ومن قدر على ان ياخذ كنزا من الكنوز فاخذ بدله مدرة لا ينفع بها كان خاسرا خسرانامبينا و هذا على فرض السلامة من الوقوع فى كلام المعصية وانىّٰ تسلم من الافات التى ذكر نا ها۔

(مرقاۃ شرح مشکوۃ ۹، ص:۱۵۱ حفظ اللسان۔امدادیہ ملتان)

لایعنی سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کی ضرورت انسان کو نہ دنیا میں ہو اور نہ دین میں اور نہ مرضی مولیٰ کے حصول میں ان کی ضرورت پیش آئے یعنی وہ اس کے بغیر زندہ رہ سکتا ہو اور دوسری اشیاء کے باعث اس کا حال ٹھیک ٹھاک رہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں، لایعنی سے مراد ایسی گفتگو ہے کہ اگر وہ نہ کی جائے تو نہ کوئی گناہ لاحق ہو اور نہ حال یا مال میں نقصان دہ ہو، مثلاً آپ لوگوں میں بیٹھ کر اپنے سفروں کا حال بیان کریں، جو پہاڑ اور نہریں دیکھی ہیں ان کا حال بتائیں، جو عمدہ غذائیں کھائیں، عمدہ لباس پہنے اور مشائخ سے ملاقاتیں کی ہیں وہ بیان کریں، اب یہ ایسی اشیاء ہیں کہ اگر آپ ان کا بیان نہ بھی کریں تو کوئی گناہ نہ ہوگا اور نہ کوئی نقصان ہوگا، اور اگر آپ انتہائی کوشش کر کے ان کہانیوں کو مبالغہ آرائیوں سے پاک رکھنے میں بھی کامیاب ہو جائیں اور اس میں تفاخر کا عنصر شامل نہ ہونے دیں، نہ کسی شخص کی غیبت کریں اور نہ مذمت کریں تب بھی آپ اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں اور آپ اپنی زبان کے عمل کو حساب دینے کے لئے پیش کر رہے ہیں، آپ خیر کے بدلہ میں ادنی کو لے رہے ہیں کیونکہ اگر یہی وقت ذکر وفکر میں خرچ کرتے تو یہ اللہ کی رحمتوں کے

دروازے کھلنے کا باعث ہوتا، اور اگر آپ اس دوران اللہ کی تسبیح کرتے تو جنت میں اپنے لئے محل تعمیر کراتے۔ اور جو شخص کسی خزانے کو حاصل کرنے کی طاقت رکھتا ہو پھر بجائے اس کے مٹی کے ڈھیلے اٹھالے تو اس سے زیادہ خسارے میں کون ہوگا۔ اور یہ اس مفروضہ پر ہے جبکہ آدمی گناہ کی گفتگو سے محفوظ ہو، لیکن جن آفات کا ہم نے ذکر کیا ہے ان سے محفوظ ہونا کیونکر ممکن ہے۔ (ت)

(النور والنورق، مشمولہ فتاوی رضویہ مترجم اول، ص: ۵۸۷ تا ۶۰۷ پور بندر)

باوضو رہنے کی اہمیت

طہارت و پاکیزگی اسلام کا پسندیدہ عمل ہے، نظافت وصفائی کو نصف ایمان کہا گیا ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پاکیزگی کو پسند فرمایا اور اپنی امت کو اس کی ترغیب دی یہاں تک کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وضو رہنے کے باوجود وضو فرماتے کہ وضو پر وضو کرنا ''نور علی نور'' ہے۔ اولیاء کرام وصوفیائے ملت نے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے اتباع سے باوضو رہنے اور وضو پر وضو کرنے کو اپنا معمول بنالیا تھا، اس پر وہ اس درجہ سختی سے عمل کرتے کہ اس میں ان سے کوئی کوتاہی نہ ہوتی وہ جانتے تھے کہ ہمیشہ باوضو رہنے سے انسان اللہ تعالیٰ کے حفظ وامان میں رہتا ہے اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی۔

ہمہ وقت باوضو رہنے کی فضیلت واہمیت کے بارے میں امام احمد رضا بریلوی ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں۔

اجماع ہے کہ ہر وقت باوضو رہنا، ہر حدث کے بعد معاً وضو کرنا مستحب ہے۔

بلکہ امام رکن الدین محمد بن ابی بکر نے ''شرعۃ الاسلام'' میں اسے اسلام کی سنتوں سے بتایا، فرماتے ہیں

المحافظة علی الوضوء سنة الاسلام (شرعۃ الاسلام)

ہمیشہ باوضو رہنا اسلام کی سنت ہے۔ (ت)

''شرعۃ الاسلام'' کی شرح'' مفاتیح الجنان و مصابیح الجنان میں'' بستان العارفین'' امام فقیہ ابو اللیث سے ہے۔

بلغنا ان اللہ تعالیٰ قال لموسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام یا موسیٰ اذا اصابتک مصیبة و انت علی غیر وضوء فلا تلومن الا نفسک

(مصابیح الجنان)

یعنی ہم کو حدیث پہنچی کہ اللہ عزوجل نے موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام سے فرمایا اے موسیٰ اگر بے وضو ہونے کی حالت میں تجھے کوئی مصیبت پہنچے تو خود اپنے آپ کو ملامت کرنا۔

اسی میں کتاب ''خالصۃ الحقائق'' ابو القاسم محمود بن احمد فارابی سے ہے

قال بعض اهل المعرفة من داوم علی الوضوء اکرمه اللہ تعالیٰ بسبع خصال–الخ

(مصابیح الجنان)

یعنی بعض عارفین نے فرمایا جو ہمیشہ باوضو رہے اللہ تعالیٰ اسے سات فضیلتوں سے مشرف فرمائے

۱۔ ملائکہ اس کی صحبت میں رغبت کریں۔

۲۔ قلم اس کی نیکیاں لکھتا رہے

۳۔ اس کے اعضاء تسبیح کریں

۴۔ اسے تکبیر اولیٰ فوت نہ ہو

۵۔ جب سوئے تو اللہ تعالیٰ کچھ فرشتے بھیجے کہ جن و انس کے شر سے اس کی حفاظت کریں۔

۶۔ سکرات موت اس پر آسان ہو

۷۔ جب تک باوضو ہو امان الٰہی میں رہے۔

مصابیح الجنان میں بحوالہ مقدمہ غزنویہ و خالصۃ الحقائق انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

من احدث ولم يتوضأ فقد جفاني۔ (مصابیح الجنان)

جسے حدث ہو اور وضو نہ کرے اس نے میرا کمال ادب جیسا چاہئے ملحوظ نہ رکھا۔

(بارق النور، مشمولہ فتاوی رضویہ مترجم ا،ص:۷۰۲ برکات رضا پوربندر)

آخرت میں کافروں کا حصہ نہیں

اولیائے کرام نے دنیا سے کنارہ کشی کر کے عبادات و مجاہدات میں جاں سوز بھاری مشقتیں اٹھائیں، آخرت کی بھلائیوں، نعمتوں اور جنت کی آسائش و راحت پانے کے لئے انہوں نے دنیا میں تکالیف برداشت کیں، ان کی نظر میں دنیا کی نعمتیں حقیر تھیں انہوں نے فانی زندگی پر ابدی زندگی کو ترجیح دیا وہ جو کچھ کرتے اپنے خالق و مالک کی رضا و خوشنودی اور اخروی عیش و آرام کے لئے کرتے تھے۔ اپنے اعمال شاقہ پر دنیا میں اجر و ثواب کے طالب نہیں ہوئے بلکہ انہیں آخرت مطلوب تھی کیونکہ آخرت پر دنیا کو ترجیح دینا کافروں کا شیوہ ہے اسی لئے دنیا کافروں کو دی گئی ہے مسلمانوں کو نہیں۔

ایک حدیث پاک میں ہے کہ اگر دنیا کی قدر و منزلت اللہ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کسی کافر کو پانی کا ایک گھونٹ نہ ملتا۔

(ترمذی ۲، ص:۵٦۔ ابواب الزہد، باب ماجاء فی ھوان الدنیا علی اللہ)

حدیث میں یہ بھی ہے کہ دنیا کافروں کے لئے جنت ہے اور مومنوں کے لئے قید خانہ۔ (حوالہ مذکور)

دنیا کی مشقتیں اور مشکلات جھیلنے کے عوض مسلمانوں کو آخرت میں آسائشیں اور جنتی نعمتیں ملیں گی مسلمان دنیا میں جو نیکیاں اور طاعات کرتے ہیں ان کا صلہ آخرت کے لئے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ اور اگر کفار دنیا میں کوئی عمل نیک کرتے ہیں اس کا بدلہ انہیں دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے آخرت کے لئے کچھ اٹھا کر رکھا نہیں جاتا۔ قرآن کریم کی متعدد آیات سے یہی ثابت ہے کہ کافروں کا عمل ضائع اور برباد ہے آخرت

میں ان کا کچھ حصہ نہیں، آخرت میں وہ بھلائیوں سے محروم ہوں گے۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کافروں کا عمل ضائع ہونے سے متعلق چند آیات قرآنیہ کا خلاصہ یوں پیش فرماتے ہیں:

- کافر اگر کوئی بظاہر نیک کام مثل تصدق وغیرہ کرے بھی تو اس کا بدلہ اسے دنیا ہی میں دے دیا جاتا ہے آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں، وہاں انہیں کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔
- جنت کا کھانا پینا کافروں کے لئے حرام ہے۔
- پاکیزہ رزق اور زینت کے سامان آخرت میں خاص مسلمانوں کے لئے ہیں۔
- کافروں کے اعمال کو اللہ تعالیٰ برباد کر کے ایسا کر دیتا ہے کہ جیسے روزن میں سے دھوپ آئے تو اس کے اندر ریزے سے اڑتے نظر آتے ہیں اور ہاتھ میں لو تو کچھ نہیں۔
- کافروں کے اعمال کی یہ مثال ہے کہ سخت شدید آندھی کے دن میں کہیں کچھ راکھ پڑی ہو جسے آندھی کے جھونکے اڑا لے گئے کہ اب وہ ذرے بھی نہیں دکھائی دیتے کچھ ہاتھ آنا تو بڑی بات ہے۔ (فتاوی رضویہ مترجم ۱۴، ص:۷۰۶ برکات رضا پوربندر)

کبوتروں پر ظلم کے خلاف اعلیٰ حضرت کی صوفیانہ نصیحت

تاریخ یہ بتاتی ہے کہ صوفیائے کرام نے خود تکالیف اٹھائیں مگر خلق خدا کو فائدہ پہنچانے کی ہر قدم پر کوشش فرمائی خواہ دینی ہو یا دنیاوی ہر طور سے دوسرے کے کام آنا ان کے دستور زندگی میں شامل تھا۔ انسانوں پر اگر ظلم و زیادتی ہوتی وہ بے چین و مضطرب تو ہوتے ہی تھے بے زبان جانوروں پر بھی اگر کوئی بے سبب ظلم وستم کرتا وہ اس کے خلاف بھی آواز اٹھاتے۔ مظلوم وستم رسیدہ کو انصاف دلانا، حق وصداقت کی حمایت کرنا ان کا نصب العین تھا۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ عبقری محدث وفقیہ اور یکتائے روزگار محقق ہونے کے ساتھ بے مثل صوفی بھی ہیں، گو کہ وہ صوفی ہونے کی حیثیت سے عوام میں مشہور نہ ہوئے مگر ان کی ریاضت ومجاہدہ، جہد مسلسل و عملی استقامت اور خلق خدا کے لئے خیر

خواہانہ جذبات وعواطف کو دیکھ کر یقین کرنا پڑتا ہے کہ وہ وقت کے بڑے صوفی بلکہ جماعت صوفیہ کے مجاہد صف شکن تھے۔ امام احمد رضا بریلوی نے اپنی تصانیف میں جا بجا تصوف وسلوک کے رموز واسرار کی گتھیاں سلجھائی ہیں۔ ایک مقام پر انہوں نے کبوتروں پر ظلم وزیادتی کے خلاف جو صوفیانہ نصیحت وتذکیر فرمائی ہے وہ اس بات کے ثبوت کے لئے کافی ہے کہ وہ خلق خدا کے لئے بڑے ہمدرد اور نرم دل تھے، ورنہ وہ صرف شرعی حکم بیان فرما کر قلم کو روک لیتے سائل کو کوئی نصیحت یا تنبیہ نہ فرماتے۔ ایک صوفی کامل کی فطری خصلت یہی ہے کہ وہ غیر کی تکلیف کو دیکھ کر بے چین ہو جائے۔ امام احمد رضا بریلوی بھی اس جذبۂ محمود سے سرشار تھے۔

دوسروں کے کبوتر پکڑنے اور بے سبب کبوتروں کو مار مار کر اڑانے سے متعلق ایک سوال کے جواب میں آپ فرماتے ہیں۔

پرایا کبوتر پکڑنا حرام ہے اور ایسا کرنے والا فاسق، غاصب اور ظالم ہے بلکہ خالی کبوتر اڑانے والا کہ اوروں کے کبوتر نہیں پکڑتا مگر اپنے کبوتر اڑانے کو ایسی بلند چھتوں پر چڑھتا ہے جس سے مسلمانوں کی بے پردگی ہوتی ہے، یا ان کے اڑانے کو کنکریاں پھینکتا ہے جن سے لوگوں کو مالی یا جسمانی ضرر پہنچتا ہے اس کے لئے بھی شرع مطہر میں حکم ہے کہ اسے نہایت سختی سے منع کیا جائے، تعزیر دی جائے، اس پر بھی نہ مانے تو احتساب شرعی کا عہدہ دار اس کے کبوتر ذبح کر کے اس کے سامنے پھینک دے۔

پھر فرماتے ہیں

بلکہ ان کا خالی اڑانا کہ نہ کسی کی بے پردگی ہو نہ کنکریوں سے نقصان، خود کب ظلم شدید سے خالی ہے جبکہ رواج زمانہ کے طور پر ہو کہ کبوتروں کو اڑاتے ہیں اور ان کا دم بڑھانے کے لئے محض بے فائدہ اپنے بیہودہ بے معنی شوق کے واسطے انہیں اترنے نہیں دیتے وہ تھک تھک کے نیچے گرتے ہیں یہ مار مار کر پھر اڑا دیتے ہیں، صبح کا دانہ دیر تک کی محنت شاقہ پرواز سے ہضم ہو گیا، بھوک سے بے تاب ہیں اور یہ غل مچا کر بانس دکھا کر آنے نہیں دیتے، خالی معدے، شہپر تھکے، اور کسی طرح نیچے اترنے، دم

لینے، دانہ پانی سے اوسان ٹھکانے کرنے کا حکم نہیں، یہاں تک کہ گھنٹوں اور گھنٹوں سے پہروں انہیں اسی عذاب شدید میں رکھتے ہیں، یہ خود کیا کم ظلم ہے اور ظلم بھی بے زبان، بے گناہ جانور پر کہ آدمیوں کی ضرر رسانی سے کہیں سخت تر ہے۔

بے درد کو پرائی مصیبت نہیں معلوم ہوتی اپنے اوپر قیاس کر کے دیکھیں اگر کسی ظالم کے پالے پڑیں کہ وہ میدان میں ایک دائرہ کھینچ کر گھنٹوں ان سے کاوا کاٹنے کو کہے یہ جب تھکیں پست ہو کر رکیں، کوڑے سے خبر لے، ان کا دم چڑھ جائے، جان تھک جائے، بھوک پیاس بیحد ستائے مگر وہ کوڑا لئے تیار ہے کہ رکنے نہیں دیتا، اس وقت ان کو خبر ہو کہ ہم بے زبان جانور پر کیسا ظلم کرتے تھے۔ دنیا گزشتنی ہے، یہاں احکام شرع جاری نہ ہونے سے خوش نہ ہوں ایک دن انصاف کا آنے والا ہے جس میں شاخ دار بکری سے منڈی بکری کا حساب لیا جائے گا حالانکہ جانور غیر مکلف ہے تو تم مکلفین کہ تمہارے ہی لئے ثواب وعذاب وجنت وجہنم تیار ہوئے ہیں، کس گھمنڈ میں ہو وہاں اگر نار سقر میں کاوا کاٹنا پڑا تو اس وقت کے لئے طاقت مہیا کر رکھو کہ وہاں پوری پوری جزا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں

دخلت امرأة النار فی هرة ربطتها فلم تطعمها ولم تدعها تأکل من خشاش الارض فوجبت لها النار بذلک۔

(مسند احمد بن حنبل ۳، ص:۳۳۵ دار الفکر بیروت)

ایک عورت جہنم میں گئی ایک بلی کے سبب کہ اسے باندھ رکھا تھا نہ خود کھانا دیا نہ چھوڑا کہ زمین کا گرا پڑا یا جو جانور کو ملتا کھاتی اس وجہ سے اس عورت کے لئے جہنم واجب ہو گیا۔ (فتاوی رضویہ مترجم ۱۶، ص:۳۰۹۔ برکات رضا پور بندر)

●●●

IMG_2017

ایک اہم پیغام

مذہب بیزاری کے اس پرفتن دور میں عملی استقامت کے ساتھ مذہب اہل سنت و جماعت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت کا فروغ و استحکام وقت کی عین ضرورت اور دین وسنت کی عظیم خدمت ہے۔

صحابہ وتابعین، ائمہ وعلماء، اولیا واصفیاء، اسلاف واکابر اور اہل حق کا جو مسلک ہے وہی مسلک اعلیٰ حضرت ہے۔ اس میں اصلاح فکر واعتقاد بھی ہے اور مراسم شریعت پر عمل کی ترغیب وتاکید بھی، انبیاء واولیاء کی بارگاہوں کا ادب واحترام بھی ہے اور عشق مصطفیٰ کی سوغات بھی۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہم وبارک وسلم۔

العارض

محمد عیسیٰ رضوی قادری

IMG_20170

۳۰ پارے   ۱۵ جلدیں   قیمت:۵۰۰۰

مفسر ومصنف : علامہ شیخ اسماعیل حقی حنفی ترکی علیہ الرحمۃ والرضوان

مترجم ومرتب : علامہ محمد فیض احمد اویسی رضوی بہاولپوری

حضرت شیخ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ والرضوان گیارھویں صدی ہجری کے معروف عالم دین اور عارف کامل ہیں۔ تفسیر روح البیان آپ کی علمی زندگی کی تاریخی یادگار ہے۔ یہ متعدد معتبر ومستند تفاسیر کا خلاصہ ہونے کے ساتھ احادیث اور فقہی کتابوں کے حوالوں سے مزین ہے۔ بے شمار معارف وحقائق کا جامع اور اہل علم وعرفان وایمان کے لیے سرمۂ بصیرت ہے۔ اس کا مطالعہ اہل ظاہر وباطن سب کی روحانی غذا ہے۔ عالمانہ طرزِ استدلال، فاضلانہ بحث، محققانہ اسلوب، مؤرخانہ فکر ونظر، داعیانہ انداز، مصلحانہ تیور، اس تفسیر کی شناخت ہے۔ یہی سبب ہے کہ ایک زمانے سے محققین ومصنفین اور عوام وخواص طلبہ واساتذہ سبھی اس سے مستفید ہوتے رہے ہیں اور آج بھی اس سے اِستفادے کا سلسلہ اسی ذوق وشوق سے بدستور جاری ہے۔ علمی ودینی مردم خیز خطہ بہاول پور کے ممتاز عالم دین حضرت فیض احمد اویسی صاحب نے اس کا عام فہم سلیس اردو زبان میں رواں ترجمہ کیا ہے۔

رضوی کتاب گھر دہلی سے ۱۵ رجلدوں پر مشتمل یہ جامع تفسیر دیدہ زیب خوب صورت ٹائٹل، عمدہ کاغذ، معیاری طباعت کے ساتھ منظر عام پر آچکی ہے۔

آج ہی آرڈر دیں اور گھر بیٹھے مناسب قیمت پر کتاب حاصل کریں۔

رضوی کتاب گھر دہلی کی جدید مطبوعات

داستانِ کربلا

مصنف : مولانا ڈاکٹر محمد عاصم اعظمی

برسوں پہلے یہ کتاب ''داستانِ حرم۔ابتلا وآزمائش کے تناظر میں'' کے نام سے شائع ہوئی تھی۔ قارئین کے اصرار کے بعد اس میں مفید اضافے کیے گئے۔ اب یہ کتاب فضائل خلفائے راشدین واہل بیت اطہار، حیثیت امام حسین، حقیقت یزید، واقعات کربلا، واقعات بعد شہادت اور معمولات محرم پر مشتمل بڑی تحقیقی اور اپنے موضوع پر انتہائی جامع کتاب ہے۔

صفحات : ۲۵۰ | قیمت : ۸۰روپے

جانِ خطابت

مصنف : مفتی محمد مصلح الدین قادری

یہ بارہ خطابات کا خوب صورت تحریری چمن ہے جس میں جماعت اہل سنت کے اہم معمولاتی اور نظریاتی موضوعات کو خطابت کا عنوان بنایا گیا ہے۔ یہ کتاب اپنے فائدہ اٹھانے والوں کو مذہبی اردوے معلّٰی کا لسانی ادیب اور شعلہ بار مقرر وخطیب بنا سکتی ہے، مضمون وخیال نگاری کی راہ متعین کرسکتی ہے اور تصنیف وتالیف کی مزاج سازی کا کام بھی کرسکتی ہے۔

صفحات : ۴۴ | قیمت : ۸۰

مکاشفۃ القلوب (اردو)

مصنف : حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی

موضوع : تصوف واخلاق

یہ تصفیۂ قلب، تزکیۂ نفس اور حسن معاشرت جیسے مرکزی موضوعات پر مشتمل نہایت اصلاحی کتاب ہے۔ جس کے تمام مضامین یقینی طور سے شرح صدر اور کشف قلوب کا کام کرتے ہیں۔ اندازِ بیان انتہائی دلکش اور مصلحانہ ہے۔ دورِ جدید کے روحانی اور باطنی پریشانیوں سے دوچار انسانوں کے لیے یہ کتاب اکسیر کی حیثیت رکھتی ہے۔

صفحات : ۸۸ | قیمت : ۱۴۰روپے

کشف المحجوب (اردو)

مصنف : حضرت داتا گنج بخش لاہوری

موضوع : تصوف ومعرفت

اس میں علم وتصوف اور معرفت وطریقت کی تعریف واقسام، اہل طریقت صحابہ وخلفائے راشدین، اصحاب صفہ، اہل بیت وائمۂ طریقت سے لے کر طبقۂ تابعین، تبع تابعین، معروف مشائخ عظام کے تذکرے، اہل طریقت کے روحانی مذاہب اور دیگر بے شمار فرقِ طریقت کا ذکر بڑی تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے۔ یعنی یہ تصوف وسلوک کے دورِ اول سے لے کر دورِ آخر تک کی تمام شخصیات، حالات، کوائف اور سلسلۂ نسب مشائخ طریقت کا بہترین مجموعہ کتاب ہے۔

صفحات : ۵۹۲ | قیمت : ۱۴۰روپے

رضوی کتاب گھر دہلی کی جدید مطبوعات

امام شعر وادب

مصنف : محمد وارث جمال قادری

یہ کتاب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری محدث بریلوی کی علمی، ادبی، تحقیقی اور فنی خدمات پر لکھی جانے والی کتابوں میں ایک خوب صورت تحقیقی وتجزیاتی اضافہ ہے اور حضرت رضا بریلوی کے شعری محاسن اور ادبی وفنی خوبیوں پر مشتمل اپنے طرز کی ایک منفرد قابل مطالعہ کتاب ہے۔

صفحات : ۱۲۸ قیمت : ۴۰

چند کفری اشعار پر شرعی گرفت

مصنف: مفتی اعظم ہند علامہ مصطفےٰ رضا قادری نوری

مترجم : مولانا محمد حنیف خاں رضوی بریلوی

۱۹۲۵ء کے شروع میں لاہور کے ایک اخبار "زمیندار" میں مسٹر ظفر علی خاں کے چند کفری اشعار شائع ہوئے تھے۔ اس تعلق سے حضرت مفتی اعظم ہند سے استفتا کیا گیا جس پر آپ نے ایک تفصیلی فتوی تحریر فرمایا، وہ جوابی فتوی اس اخبار کی کفریات کے ساتھ دوسرے تمام شعری ونثری کفریات کے تحقیقی، شرعی اور تنقیدی جائزے پر مشتمل ہے۔ اس کا اصل نام سیف الجبار علی کفر زمیندار ہے۔

صفحات : ۶۴ قیمت : ۲۵ روپے

سید سلیمان اشرف بہاری۔ حیات وخدمات

مصنف : محمد علی اعظم خاں قادری

صوبۂ بہار کی دو عظیم علمی ومذہبی شخصیات کے نام کے ساتھ لازمی طور سے "بہاری" کا لاحقہ ضرور ہوتا ہے، ایک ملک العلماء مفتی محمد ظفر الدین قادری بہاری اور دوسرے حضرت سید سلیمان اشرف بہاری سابق پروفیسر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ۔ سید سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمۃ والرضوان المبین، النور، الارشاد، النہار، الحج جیسی انتہائی معلوماتی کتابوں کے مصنف اور دنیائے سنیت کے عظیم محقق، ادیب اور خطیب ہیں۔ یہ کتاب آپ کی حیات وخدمات پر مشتمل ہے۔

صفحات : ۸۰ قیمت : ۳۰ روپے

کربلا کا مسافر

مرتب : علامہ مشتاق احمد نظامی

موضوع : شہادت امام حسین

یہ کتاب جماعت اہل سنت کے نو عظیم اہل قلم علمائے کرام کی تحقیقی وعلمی تحریروں کا خوب صورت مجموعہ ہے۔ اکثر تحریریں محمود عباس کی "خلافت معاویہ ویزید" اور "تحقیق سید وسادات، تحقیق مزید، سادات بنوامیہ اور یزید، رشید ابن رشید جیسی خارجی مزاج کتب کے رد میں لکھی گئی ہیں۔ سب کی افادیت کے پیش نظر خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی الہ آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان نے انہیں "کربلا کا مسافر" کے نام سے ترتیب دی ہے۔

صفحات : ۲۰۸ قیمت : ۷۰ روپے

محمد
تعریف کیا ہوا
رسول
پیغمبر
قائم
نماز قائم
احمد
سب سے زیادہ حمد کرنے والا
نبی
غیب جاننے والا
حافظ
یاد رکھنے
حامد
سراہنے والا
طٰہٰ
طٰہٰ
شہید
گواہ
محمود
سراہا گیا
یٰسٓ
یٰسٓ
عادل
عدل کرنے
قاسم
بانٹنے والا
مزمل
کملی والا
حکیم
حکمت
عاقب
پیچھے آنے والا
مدثر
چادر اوڑھنے والا
نور
نور
فاتح
کھولنے والا
شفیع
سفارش کرنے والا
حجۃ
دلیل
خاتم
ختم کرنے والا
خلیل
مخلص دوست
برہان
دلیل
حاشر
گواہی دینے والا
یا رسول اللہ
ابطحی
ابطح والا
ماح
محو کرنے والا
مؤمن
مؤمن
داع
بلانے والا
کلیم
اللہ سے کلام کرنے والا
مطیع
تابع دار
سراج
چمکتا چراغ
حبیب
اللہ کا دوست
مذکر
نصیحت کرنے
رشید
نیک
مصطفیٰ
چنا ہوا
واعظ
اصلاح کرنے
منیر
روشن
مرتضیٰ
رضامند
امین
امانت دار
بشیر
خوش خبری دینے والا
مجتبیٰ
برگزیدہ
صادق
سچا
نذیر
ڈرانے والا
مختار
اختیار دیا گیا
مصدق
تصدیق کرنے
ہاد
ہادی
ناصر
مدد دینے والا
ناطق
واضح زبان والا
مہد
ہدایت والا
منصور
مدد دیا گیا
صاحب
ساتھی
رضوی کتاب گھر دہلی

مکی
مکے والا
عالم
علم والا
مبین
ظاہر
مدنی
مدینے والا
طیب
پاک
اول
سب سے اوّل
عربی
عرب والا
طاہر
طہارت والا
اٰخر
سب کا آخر
ہاشمی
ہاشمی
مطہر
پاکیزہ
ظاہر
ظاہر
تہامی
تہامی
خطیب
خطاب والا
باطن
پوشیدہ
حجازی
حجاز والا
فصیح
فصیح
رحمۃ
رحمت
ترازی
ترازی
سید
سردار
محلل
حلال فرمانے والا
قریشی
قریشی
متقی
واضح راستہ دکھانے والا
محرم
حرام بتانے والا
مضری
مضر والا
اٰمر
حکم دینے والا
امی
کسی سے نہ پڑھا ہوا
منع کرنے والا
عزیز
غالب
امام
امام
شکور
شکر گزار
حریص
ایمان لانے پر حرص کرنے والا
بار
نیک خو
قریب
قریب
رءوف
نرم دل
شاف
شفا دینے والا
منیب
نیابت کرنے والا
رحیم
رحم والا
متوسط
مبلغ
پیغام کا پہنچانے والا
یتیم
یتیم
سابق
پہلے آنے والا
طٰس
طٰس
غنی
بے نیاز
مقتصد
میانہ رو
حٰم
حٰم
جواد
سخی
مہدی
ہدایت کرنے والا
حسیب
کافی
فتاح
حاکم
حق
حق
اولٰی
سب سے بہتر
RAZAVI KITAB GHAR